جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب : مجالس الانوار فی کشف الاسرار المعروف بہ سرِّکن فکاں

تصنیف لطیف : غواصِ علوم معرفت پیر طریقت حضرت سید شاہ
عارف القادری حفظہ اللہ سلیمانی صاحب قبلہ دھارواڑ، کرناٹک

پروف ریڈنگ : عبیدالرحمٰن صدیقی

اشاعت : 2014

تعداد : 1100

صفحات : 512 (32 فارم)

قیمت :

حضرت مصنف کی جملہ کتب تصوف کی معلومات کیلئے رابطہ کریں

☆ سید فیض ارشد قادری 09448467215

☆ سید ریاض عارف 09448353151

پیشکش

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشین آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

موبائل: 09448467215

website : www.noor-e-sufiislam.com

ڈسٹری بیوٹر

ALHUDA PUBLICATIONS

2982, Kucha Neelkanth, Qaziwara, Daryaganj, New Delhi-2

Tel: 011-43259013, Cell: 08010503999

فہرست عنوانات

شمار نمبر	عنوانات	صفحات
1	اظہار خیال	5
2	وجہ تصنیف	8
3	انتساب	9
4	حضرت مصنف کا مختصر تعارف	11
5	مجلس اول (یا سید محی الدین امر اللہ)	14
6	مجلس دوم (یا شیخ محی الدین فضل اللہ)	47
7	مجلس سوم (یا اولیاء محی الدین امان اللہ)	88
8	مجلس چہارم (یا مسکین محی الدین نور اللہ)	127
9	مجلس پنجم (یا غوث محی الدین قطب اللہ)	165
10	مجلس ششم (یا سلطان محی الدین سیف اللہ)	190
11	مجلس ہفتم (یا خواجہ محی الدین فرمان اللہ)	230
12	مجلس ہشتم (یا مخدوم محی الدین برہان اللہ)	278
13	مجلس نہم (یا درویش محی الدین آیۃ اللہ)	330
14	مجلس دہم (یا بادشاہ محی الدین غوث اللہ)	381
15	مجلس یازدہ (یا فقیر محی الدین شاہد اللہ)	433
16	ایک عاجز تمنا	512
	☆☆☆	

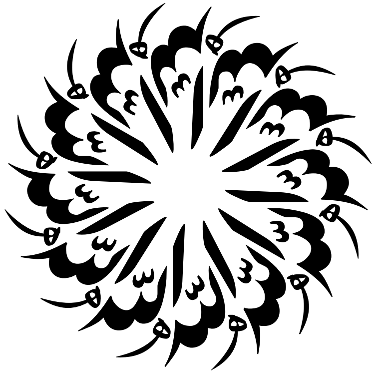

اظہارِ خیال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیَ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

امابعد! فقیر کی دلی تمنا تھی کہ دنیائے تصوف میں ایک ایسی کتاب ہونی چاہیئے جو صرف سوالات و جوابات پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے خلیفہ عارفِ اسرارِ ربانی پیرِ طریقت **الشاہ عارف القادری سلیمانی** صاحب نے اس کام کو بحسنِ خوبی انجام دیا۔ سرِ دست کتاب سے یہ اُمید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب اسلامی تصوف کے صدیوں سے چلے آئے خلاء کو پر کردیگی۔ اس کتاب میں موجودہ اور آنیوالی نسلوں کیلیئے تصوف اور لوازماتِ تصوف کے تعلق سے ایک گراں قدر خزانہ پوشیدہ ہے۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو اعلانِ نبوت کے بعد ہی علمِ باطن یعنی علمِ تصوف کے تعلق سے ارشاداتِ نبویہ ملتے ہیں۔ مثلاً: نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' میرے بعد خلافتِ راشدہ صرف تیس سال تک رہے گی صحابۂ کرام نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا افراتفری کا دور شروع ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اس وقت ہم مسلمان کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گوشہ نشینی اختیار کرو۔ اس حدیثِ پاک میں اسلام کے ظاہر و باطن کو آشکار کیا گیا ہے۔ جیسے جیسے اسلامی اقتدار میں

فتوحات ہوتے گئے اسلامی مملکت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے اسلام کے ظاہر و باطن بھی ترقی کرتے گئے یعنی اسلام بیک وقت دوصورتوں میں کام کرتا گیا۔ایک عالمانہ اسلام اور دوسرا صوفیانہ اسلام۔عالمانہ اسلام نے علمی تربیت گاہوں سے نکل کر عدلیہ اسلام میں اپنی جگہ بنالی اور صوفیانہ اسلام نے خانقاہوں میں درویشی اختیار کرکے انسانیت کی، محبت وامن کی، اخلاق وکردار کی، سیرت و شرافت کی گدڑی اوڑھ لی۔عالمانہ اسلام میں تنگ مزاج وتندخو حضرات بھی پچھلے دروازے سے داخل ہوگئے ایسے لوگوں کی وجہ سے اللہ کے فقیروں کو عدالتوں میں بطورِ مجرم پیش کیا جانے لگا۔فتویٰ بازی عام ہوتی گئی سزائیں تجویز کی جانے لگی اور صوفیانِ کرام اخلاص کے ساتھ سزائیں بھگتنے لگے۔ادھر عالمانہ اسلام کے خلاف شیعہ، خارجی، معتزلہ، جبریہ اور قدریہ جیسے کئی فرقے آہستہ آہستہ وجود میں آنے لگے۔علمِ تصوف خانقاہوں میں سمٹتا چلا گیا۔حتیٰ کہ نہ سمجھ میں آنیوالی اصطلاحات میں محدود ومقید ہوتا چلا گیا۔یہی معمہ نما تصوف جب ہندوستان کی سرزمین پر رونما ہوا تو ہندوستان کی خوشگوار فضاء میں اس کو خوب پھلنے پھولنے کا سنہرا موقع ملا۔تصوف کو پھلتا پھولتا دیکھکر فرنگی طاقتیں اسکے خلاف صف آراء ہوکر ہندوستان میں داخل ہوگئیں پھر کیا تھا ہندوستان کی سرزمین تصوف کی خوشبو سے محروم ہوتی چلی گئی۔ نام نہاد خانقاہوں میں بقولِ اقبال مجاور یا گورکن رہ گئے قال اللہ وقال الرسول کی جگہ قوالی، رقص، تعویذ بازی، بزرگوں کے قصے کہانیاں اور نسبی تفاخر، رسمِ سجادہ نشینی اور سجادہ نشینی کے لئے جھگڑے رہ گئے۔ادھر عوام پریشان مسلمان حراساں آخر جائے تو کدھر جائے؟ کوئی اِس کی نظر میں کافر ہے تو

کوئی اُس کی نظر میں کافر ہے کفر بازی عام ہوگئی۔علمِ تصوف آہستہ آہستہ عنقاء ہوتا چلا گیا اس کی جگہ عوام جسے اپنا امام مانتی ہے بس اُسی کو اسلام کا علمبردار مانا جانے لگا فرقے تفرقے آپسی اِنتشار نے اس اُمّت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا۔

الحمدللہ! زیرِ نظر کتاب مجالس الانوار فی کشف الاسرار، المعروف بہ سرِّ کن **فکاں** سے ہمیں پوری اُمید ہے کہ اللہ اور اس کے رسولِ پاک ﷺ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرسکے گی۔ہمیں پوری امید ہے کہ یہ کتاب خالی قالی خانقاہوں میں پھر سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں سنائے گی ہمیں اس بات کی بھی اُمید ہے کہ یہ کتاب امن واتحاد، آپسی بھائی چارگی، انسانیت اور شرافت کے فقدان کو دور کرکے اس اُمّت کو پھر ایک بار سوچنے پر مجبور کردیگی۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہیں جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

حرفِ آخر یہ ہے کہ خدائے کریم اپنے محبوب ﷺ کے صدقے وطفیل محترم مصنف عارف القادری صاحب کو عمرِ دراز مع صحت وعافیت نصیب فرمائے اور صاحبِ تصنیف کی کوششوں اور کاوشوں کو بار آور فرمائے آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

فقط دعا گو

پیر طریقت حضرت سید شاہد الطاف شاہ قادری

سجادہ نشیں آستانہ قادریہ نوریہ، خانقاہ قادریہ نوریہ سقافیہ
جامع مسجد جنگلی پیٹھ، پرانی ہبلی، ہبلی کرناٹک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نحمدہٗ ونُصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وجہ تصنیف

سرِ دست کتاب مجالس الانوار فی کشف الاسرار یعنی سرِّ کن فکاں سوال و جواب کا مجموعہ یا سوال و جواب کویز (Quiz) موجودہ دور کے علمی ذوق وشوق کی تسکین کے لئے لکھی گئی ہے جس میں دین ودنیا کی فلاح واصلاح کے تعلق سے سوالات اِکھٹا کرکے تسلی بخش جوابات دیے گئے ہیں۔اس اُمید پر کہ چارپیر چودہ خانوادوں سے منسلک حضرات خواہ وہ پیر ہوں یا مرید سب کے سب مستفید ہوسکیں۔ پڑھیئے سمجھیئے اور عمل کیجیئے اور فقیر عارف القادری کو اپنی مخلص دُعاوں میں یاد کیجیئے ۔آمین

الفقیر عارف القادری عفی عنہ
دھارواڑ، کرناٹک

اِنتساب

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم، یا سلطان العارفین، یا تاج المحققین، یا شافی الحمیا، یا جمیل المحیا، یا برکت الانام، یا مصباح الظلام، یا شمس بلا افل، یا در بلا مثل بدر بلا کلف یا بحر بلا تلِف یا باز الاشہب یا فارح الکرب، یا غوث الاعظم یا واسع الکرم، یا کنز الحقائق، یا معدن الدقائق، یا واسط السلک، یا صاحب الملک یا شمس الشموس، یا زہرۃ النفوس، یا ہادی النسیم، یا محی الرمیم، یا عالی الہمم، یا ناموس الامم، یا حجتہ العاشقین، یا سلطان الواصلین یا خزانتہ الاسرار، یا وارث نبی المختار یا مبدٗ اجمال اللہ، یا نائب رسول اللہ، یا کبد المصطفیٰ، یا صاحب الوفا، یا سر المرتضیٰ یا قرۃ العیون، یا ذی الوجہ المیمون، یا صلاح الاحوال، یا سلاب الاحوال یا صادق الاقوال، یا سیف المسلول، یا ثمرۃ البتول، یا ارحم الناس، یا مذہب الایاس، یا مفتح الکنوز، یا معدن الرموز، یا کعبتہ المریدین، یا مقصود السالکین، یا کریم الطرفین یا عمید الفریقین، یا مغبوط المعشوقین، یا قاضی القضات، یا مفتح المغلقات، یا خلیطا الاشیاء، یا نور الملا، یا منتہی الامل حسین ینقطع العمل، یا سید السادات یا ضیاء السموات والارض، یا ناموس الواعظین یا غوث الورٰے، یا قدوۃ البریٰ یا جمیل العوائد، یا مرجی فی الشدائید، یا بحر الشریعتہ یا سلطان الطریقتہ، یا نور المعرفتہ، یا کاشف الاسرار، یا غافر الاوزار، یا طراز الاولیاء یا

عضد الفقراء، یا ذا الاحوال، العظیم، یا ذا الاوصاف الرحیمۃ، یا ذا الکراماۃ الجلیلۃ، یا ذا المقامات العلیۃ، یا مذہب الحنبلیۃ، یا امام الائمۃ، یا فاتح المشکلات، یا مقبول رب الحیات یا جلیس الرحمن، یا مشہود من جیلان، یا نسل من عندنان، یا شاہ، یا عفیف، یا شریف یا نقی، یا تقی، یا صدیق، یا معشوق، یا قطب الاقطاب، یا فرد الاحباب، یا سیّدی، یا سندی، یا مولائی، یا رحمتی، یا قوتی، یا رجائی، یا غوثی، یا عوثی، یا غیاثی، یا غنائی، یا فارج کربتی، یا ضیائی، یا شفائی، یا قاضی الحاجات، یا کفایت للہمات، یا سلطان ابو محمد محی الحق والدین والشریعۃ والطریقۃ والدین، یا نور السرائر یا عبد القادر، یا صاحب قدرت، یا واہب النصرۃ، یا من ظہر سرہٗ فی الدنیا والآخرۃ ارحمنا برحمتک یا ارحم الراحمین کے نام اس کتاب کو منسوب کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط خادمِ غوث الثقلین

الفقیر عارف القادری سلیمانی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

﴿ حضرت مصنف کا مختصر تعارف ﴾

سرزمین دکن کا وہ مشہور شہر ہانگل شریف جو ہمیشہ سے اکابر اولیاء کرام کی آماجگاہ رہا ہے جہاں جلیل القدر ہستیاں آرام فرما ہیں اور جب اس بستی کو سرکار شمس العلماء اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت سید مقبول احمد شاہ قادری کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قدمِ میمونت سے نوازا تو ہانگل شریف ہند و بیرونِ ہند میں شہرت پا گیا۔ حضرت شاہ عارف القادری سلیمانی مدّ ظلّہ النورانی بتاریخ ایک ماہِ جون ۱۹۵۰ عیسوی کی صبح صادق کو اپنے ننہال میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب مشہور زمانہ بزرگ قطب الاقطاب مرجعِ سلاطینِ انام فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت شاہ محمد قاسم سلیمانی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملتا ہے اور آپ کا آستانہ قصبۂ ٹکور، بستی چنار شریف ضلع مرزا پور (یو پی) میں مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔ آپ کے بڑے شہزادے حضرت کبیر المشتہر بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ (جن کا آستانہ قنّوج، یو پی میں موجود ہے) کی اولاد دینِ اللہ کے دین کی اشاعت، مذہبِ محبت کی تبلیغ اور سلسلۂ قادریہ عالیہ کی ترویج کا عظیم فریضہ انجام دیتے ہوئے دکن ہندوستان کے ریاستِ شہنور قصبہ فقیر نندی ہلّی کو اپنا ماویٰ و مسکن بنایا۔ والیانِ ریاستِ شہنور نے آپ کی بڑی قدر کی۔ آج بھی اس قصبۂ فقیر نندی ہلّی میں آپ کے امجاد کے آستانے مرجعِ خلائق بنے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ! پیر محترم عارف القادری صاحب قبلہ اپنے والدین کے ہمراہ 1962 عیسوی میں اپنے آبائی مسکن شہنور اور نندی ہلّی کو خیر باد کہہ کر اپنے ننہال ہانگل شریف کو اپنا مسکن بنا لیا۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی اور آپ کو صغر سنی ہی سے شعر گوئی اور نعت گوئی کا

بڑا شوق تھا اسی فطری شوق نے آپ کو کمسنی ہی سے قصائد لکھنے پر آمادہ کیا اور آپ کے صبح شام ہانگل شریف میں اعلیٰ حضرت شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بافیض میں گذرنے لگے۔ نگاہِ ولی نے حضرت میں وہ تاثیر پیدا کردی کہ آپ اپنے لکھے ہوئے اشعار وقصائد سنانے لگے تو شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! یہ بچہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا منوّر الدین پیرزادہ کا صاحبزادہ ہے تو برجستہ آپ نے اپنی زبانِ فیضانِ ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اللہ اس بچہ کے قلم میں تاثیر وشفاء عطاء فرمائے گا۔ سبحان اللہ! آج ہند و بیرونِ ہند میں علوم حقہ، معرفت وعرفان پر آپ کی تحریر شدہ کتابیں تسلیم کی جارہی ہیں یہ سب کچھ سرکار اعلیٰ حضرت مقبول احمد شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے اور آپ ہی کی دعاؤں کی برکت سے پیر محترم کو ایک مردِ خدا ابوالبرکات سرکار سید عبد السلام شافعی کیرلاوی علیہ الرحمۃ والرّضوان کی صحبت صالحہ نصیب ہوئی۔ ایسی بابرکت ہستی کی نگاہِ کرم کے ظلِ عنایت میں ایک طویل عرصہ گذار کر روحانی وعرفانی علوم کا اثاثہ حاصل کیا اور آپ ہی کی نگاہِ کرم کا یہ صدقہ ہے جو فیضانِ غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی شکل میں آج اُمّت رسول اللہ ﷺ فیضیاب ہورہی ہے۔

طالب دعاء

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَ قُلُوْبَ الْعَارِفِیْنَ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِہٖ وَاَحْرَقَ اَکْبَادَ الْعَاشِقِیْنَ بِنَارِ اِشْتِیَاقِہٖ وَ اَمْلَأَ صُدُوْرَ الْمُحِبِّیْنَ بِحُبِّ ذَاتِہٖ وَ اَجْلَا ضَمَائِرَ الْوَاصِلِیْنَ بِنَظْرِ جَمَالِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَالَّذِیْ خَسَفَ الْقَمَرُ بِجَمَالِہٖ وَ عَجَزَ الْبَشَرُ بِکَمَالِہٖ وَ نَطَقَ الْحَجَرُ بِجَلَالِہٖ وَ شَرَقَ الْمَکَانُ بِنُوْرِہٖ وَ سَرَّ الزَّمَانُ بِسُرُوْرِہٖ وَ نَسَخَ الْمِلَلُ بِظُھُوْرِہٖ فَلِتَھْتَدُوْا الشَّرِیْعَتَہٗ وَثُمَّ اقْتَدُوْا الطَّرِیْقَتَہٗ فَتَحَقَّقُوْا الْحَقِیْقَتَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تمام حمدِ کامل وکُل اللہ کے لئے ہے جس نے عارفین کے قلوب کو اپنی ذات کے نور سے منور فرمایا اور عاشقین کو اپنے شوق کی آگ میں بھڑکا دیا اور محبین کے سینوں کو اپنی ذات کی محبت سے بھر دیا اور واصلین کی ذاتوں کو اپنے جمال کی تجلی سے جِلا بخشی۔ رحمتِ کاملہ نازل ہو اپنے حبیب محمد مصطفٰے ﷺ پر جن کے جمال سے چاند بے نور ہوگیا اور انسان آپ کے کمال کے سامنے عاجز ہے اور آپ کی عظمت سے پتھر بھی بول پڑے اور آپ کے نور سے ہر جگہ روشن ہوگئی اور زمانہ آپ کی آمد سے خوش ہوگیا اور تمام مذاہب آپ کے ظہور سے منسوخ ہوگئے۔ اے عاشقو! آپ ﷺ کی شریعت سے ہدایت حاصل کرو پھر آپ ﷺ کی طریقت کی پیروی کرو اور پھر آپ ﷺ کی حقیقت پر جم جاؤ اور رحمت نازل ہو آپ ﷺ کی آلِ پاک اور تمام اصحاب پر۔

مجلس اول

{ یَاسَیّدمُحَیُّ الدِّین اَمرُاللّٰه }

سوال : حضور غوث پاک کے گیارہ اسمائے گرامی ہیں ان میں ''یَا سَیّد مُحَیُّ الدِّین اَمرُ اللّٰه'' کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب: ''یا سید محی الدین امر اللّٰہ'' اس نامِ پاک میں آپ کے مقامات پوشیدہ ہیں جس کے معنی ہیں آپ دین کو زندہ کرنے والے اولیاء اللہ کے سردار اور آپ امر اللہ ہیں یعنی امرِ ربی ہیں۔ آپ نے خود اس بات کا اعلان بھی فرمایا ہے کہ میں امرِ ربی ہوں اور ادھر اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''قُلِ الرّوح مِنْ اَمرِ رَبّی'' (اے محبوب ﷺ آپ فرما دیجئے کہ روح امر ربی ہے) یہ روح کیا ہے؟ اللہ کی ولایت ہے اور اللہ ولی ہے۔ یہ روح کیا ہے؟ عشق خداوندی کی آگ ہے اور اس کا مظہر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہیں جسکا اعلان خود آپ نے فرمایا ہے کہ میں عشقِ خداوندی کی آگ ہوں یعنی اللہ کی ولایت ہر چیز میں کارفرما ہے اور اللہ کی ولایت کے نور کا مظہر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہیں اسی لئے حضور غوثِ پاک نے ''قُم بِاِذنی'' (اٹھ میرے حکم سے) فرما کر مردے جلائے۔ دین کیا ہے؟ دین ایک نور ہے جو قدرت کاملہ پر ایک جامع خزانہ ہے اس پر سیاہ اور سفید پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں ان پردوں کو انبیاء

کرام چاک کر کے دین کو پیش کرتے ہیں جب سلسلۂ نبوت بند ہو گیا تو قیامت تک اولیاء کرام ان پردوں کو چاک کر کے دین پیش کرتے رہیں گے۔ جب جب دین غریب ہو گا اس وقت دین کو زندہ کرنے والے سیدمحی الدین امر اللہ کا نائب آپ کے فیضان سے نامزد ہو گا اور وہ دینِ حق کے سیاہ اور سفید پردوں کو چاک کر کے دِین کو پیش کرے گا اور حق پرست حضرات اس کی تائید میں کھڑے ہوں گے اللہ کا وہ ولی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نائب امر اللہ کے امر کا پرتو ہو گا۔

☆☆☆

سوال ۱ : پیر کیسا اختیار کرنا چاہئے؟

جواب: جب تک پیر سے اللہ کے مخفی خزانوں کو ظاہر دیکھ نہ لے یا اُس سے وعدہ نہ لے لے تب تک بیعت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ خود ظاہری احکامات کا پابند ہوتا ہے تو وہ دوسرے کو کیا آزاد کرائے گا یا مقام عطاء فرمائے گا۔

سوال ۲ : فقیر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: فقیر اللہ کے نورِ وحدت کی نظرِ جمال اور آقا ﷺ کی زبان مبارک کی جمیل تاثیر ہے۔ جس کے اثر سے فقراء ملکِ لازوال میں حقدار ہو جاتے ہیں فقیر کا اثاثہ حقیقت میں آئینۂ قلب ہے جس کی مدد سے فقیر بحرِ وحدت سے موتی چنتے ہیں ایسا فقیر سُلطان الفقر کے راز سے واقف ہو کر مرتبۂ بقا پر آ جاتا ہے۔

سوال ۳: ذکر و فکر کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: ذکر سے فکر، فکر سے فنائے نفس، فنائے نفس سے مرتبۂ قلب اور مرتبۂ قلب سے لامکانی کی حضوری حاصل ہوتی ہے اِسی مقام کے رسیدہ کو دائم الصلواۃ کہتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے مقام بے حضوری کے اذکار نفس کے تقاضے سے ہوتے ہیں اور بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔

سوال ۴ : کیا کسی پیر سے کی ہوئی بیعت یا حاصل کی ہوئی خلافت ردّ یا فسق بھی ہوسکتی ہے؟

جواب: بیشک بیعت یا خلافت ردّ یا فسق ہوسکتی ہے، جس طرح کسی مقتدی کو اِمام پر یا اُس کے تقوہ پر شک ہو تو مقتدی کی نماز نہیں ہوتی بالکل اسی طرح اگر کسی کو اپنے پیر پر مرید یا خلیفہ کو شک یا گمان ہو اور جس کی وجہ سے دل میں ایک کدورت پیدا ہو چکی ہو تو بلاشبہ بیعت یا خلافت فسق ہو جاتی ہے، ہاں مگر پیر کامل ہے متقی ہے اپنے حال میں مّست ہے ایسے پیر کے خلاف اگر کسی مرید یا خلیفہ کے دل میں محض اپنے مفاد کے نہ حاصل ہونے کے سبب کدورت آجاتی ہے یا پیر کو اپنے اِشاروں پر چلانا چاہتا ہو یا پیر کے کندھوں پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتا ہو یا پیر کا نام استعمال کر کے اپنے لئے دنیا کمانا چاہتا ہو یا پیر کے ذاتی معاملات میں مداخلت کرتا ہو تو خواہ وہ مُرید ہو یا خلیفہ مردود ہو جاتا ہے، اب ایسا مرید یا خلیفہ ہزاروں بیعتیں یا خلافتیں حاصل کر لے وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی نظر میں قابلِ قبول نہیں ہوں گی اور نہ ایسوں کے ہاتھوں پر کی ہوئی بیعت قبول ہوگی، کیونکہ ایسے مفاد پرست، دنیا پرست، غرض

پرست مرید یا پیر مردودِ فی الطریقت ہوتے ہیں کیونکہ یہ ارتداد فی الطریقت ہے۔ ایسے ہی جاہل گُمراہ لوگ بسا اوقات پیر کے جاسوس بنکر اپنا مفاد حاصل کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتے ہیں تو پیر سے بغاوت کر بیٹھتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ہم نے پیر سے علمِ معرفت حاصل کیا ہے تو یہ علم پیر کے باپ کے گھر کا نہیں بلکہ یہ تو بزرگوں کا علم ہے۔ ایسے جاہل پلید یہ بھی نہیں جانتے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھائے اور یہی علوم تمام انبیاء کرام کو بھی سکھائے لہٰذا انبیاء کے وارثین کو علماء یعنی عرفاء کہا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا وہ میرا آقا ہے، الغرض جاننا چاہئے کہ کامل پیرانِ عظام کے باغیوں کو ہی ازلی شقی کہتے ہیں۔

سوال ۵ : توحید و وحدت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: توحید قلب میں پوشیدہ ایک بحرِ بے کنار ہے جس میں اللہ کی تمام صفات کی اصل کے پُر جوش اِسرار ہیں۔ وحدت اللہ کی ذات کے جمال و کمال کا لازوال بحرِ بے کنار ہے جو اس کی ذات کے سائے میں موجزن ہے۔

سوال ۶ : کرم اور عطاء کیا ہے؟

جواب: کرم و عطاء اللہ کے لامکانی خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جن پر پنجتن پاک اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ خصوصاً اختیار رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں محبوب رکھتے ہیں اُن پر کرم و عطاء کی پُر لطف نظریں

ڈالی جاتی ہیں تو تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ کرم وعطاء اللہ کی مخصوص نگاہیں ہیں جو محبوب پر ڈالی جاتی ہیں۔ محبوبین کون ہیں؟ یہ وہ حضراتِ قدسیہ ہیں جو اللہ کے عجز سے خالی خزانے کو عجز بھیجتے رہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے حکم سے آپ کے محبوب وفادار غلام بھی کرم وعطاء کے انعام یافتگان میں سے ہیں جو اُمّت رسول اللہ ﷺ کو مالا مال کرتے رہتے ہیں۔

سوال ۷ : اللہ کے نور سے دیکھنا کیا ہے اور یہ نظر کہاں پیدا ہوتی ہے؟

جواب: یہ نظر اللہ کی ذات کے تصور سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اُس کی ذات کے کرم سے پھوٹ پڑتی ہے۔

سوال ۸ : علم وحدت، وصل وحضوری اور نورِ ذات کس ذکر سے حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: ذکر توحید سے حاصل ہوتے ہیں اور توحید لاھوت سے حاصل ہوتی ہے اور یہ قلب وروح سے گذر کر حاصل ہوتی ہے۔

سوال ۹ : ذاکر رجعت میں کب مبتلا ہوتا ہے اور ایسے ذاکر کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: نادان ذاکر جب عنصری گوشت کے لتھڑے کو دل بنا کر محنت کرتا ہے تو ایسے ذکر سے ذاکر رجعت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور ایسے ذاکر کو مجذوب کہتے ہیں۔ ورنہ ذکر تو نور اور وِصال کا رہبر ہے جو مجذوب کو بھی با ہوش بنا دیتا ہے!

سوال ۱۰ : عقل وشعور کیا ہے؟

جواب: عقل وشعور مقام حضور عطاء کرتے ہیں عاشق اس مقام سے بھی گذر

کر نورِ ذاتِ الٰہی میں غرق ہو کر فنا وبقائے مطلق حاصل کر کے بے نیاز کے ساتھ بے نیاز ہو جاتا ہے۔

سوال ۱۱ : ولی اللہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: ولی اللہ وہ ہوتا ہے جو عام انسان اور جانوروں کی طرح غفلت کی نیند نہیں سوتا بلکہ اللہ کی مانند ''لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ'' (البقرہ ۲:۲۵۵) یعنی (نہ اس کو اونگھ آتی ہے نہ نیند) کا مظہر بنکر اس کا قلب ہمیشہ بیدار رہتا ہے ورنہ غافل اہل دل ہرگز ولی اللہ نہیں ہو سکتے۔

سوال ۱۲ : صراطِ مستقیم کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

جواب: اللہ کی وحدت اور رحمت کا وہ پُر اِسرار راستہ ہے جہاں ماسویٰ ولی اللہ کسی کا گذر ممکن نہیں۔ ورنہ! اگر ہم صراطِ مستقیم کی ابتداء ناسوت ملکوت اور جبروت سے کرتے ہیں تو یہاں ہر جگہ غیر اللہ کی رکاوٹ اور دخل کا خدشہ رہتا ہے اور صراطِ مستقیم ہر طرح کے خطرہ اور دخل اندازی سے پاک ہے۔ جو ذاکر ذکرِ ناسوت کو رہبر بنا کر چلتا ہے وہ فراق میں مزید مبتلا ہو جاتا ہے اور جو ذاکر ذکر کی ابتداء لاھوت سے کرتا ہے بیشک وہ صراطِ مستقیم پر ہوتا ہے اور واصل ہو جاتا ہے کیونکہ لاھوت در اصل ''اِلاھو'' ہے۔ ''اسم ھو'' سے ذات کی طرف جانے والی راہ کو صراطِ مستقیم کہتے ہیں۔

سوال ۱۳ : عارف باللہ اور عارف کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ کی ذات کے واصل کو کہتے ہیں اور یہ مقام انتہائی عظیم ہے اور

عارف اسے کہتے ہیں جو اللہ کی ذات کی وحدت میں ڈوب کر ہر چیز، ہر حق شناس، ہر نبی اور ولی کو بخوبی پہچانتا ہو۔ ورنہ آج کل عُرفی عارف باللہ تو اشتہارات میں مشتہر ہو رہے ہیں ایسے کو عالم تو کہا جا سکتا ہے عارف ہرگز نہیں۔

سوال ۱۴: کامل فقیر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: وہ فقر کی لامحدود منزل تک پہنچا ہوا ہو اور دوسروں کو پہنچانے والا ہوتا ہے اور یہ منزل اللہ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے وہ جو صفات میں اُلجھ گیا ہو ہرگز کامل نہیں ہو سکتا!

سوال ۱۵: لازوالِ حیات کب میسر آتی ہے؟

جواب: جب تک بندہ ذکر وفکر میں ہوتا ہے تب تک موت کے خدشے کے ساتھ زندہ رہتا ہے جب مذکور ذاکر میں جلوہ گر ہو جاتا ہے تو ہر ذکر وفکر سے رہا ہو جاتا ہے اور وہ ''حی القیوم'' کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اُس وقت اُس کی ہر حرکت صرف اللہ سے ہوتی ہے اور وہ، وہ نہیں رہتا۔

سوال ۱۶: عین الفقر کیا ہے؟

جواب: عین حضوری ہے اور یہ مقام قلب وروح اور نور کے اتحاد سے ذات کا نور بن جانے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۱۷: عین سے عین کو پانا کیا ہے؟

جواب: اپنی ذات کو اس کی ذات میں فنا کر کے لامکان سے بھی آگے گذر جانے کا نام ہے اس مقام تک جو گیا وہ قلب جسم اور جان سے مکمل

آزادی کے بعد گیا ورنہ اس مقام کا حصول ناممکن ہے اس مقام میں ذکر وفکر، مقامِ مرتبہ، حال وقال، دن اور رات وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتے تمام اوہام مرتفع ہو جاتے ہیں تو انسان فقیر کامل ہو جاتا ہے۔ جسکی نظر میں جنت نعمت اور دونوں جہاں کی عظمتیں سب کچھ حقیر نظر آتے ہیں۔ کیونکہ فقیر ہر چیز سے ماوریٰ ہو جاتا ہے اسی کو مکمل نجات کہتے ہیں کیونکہ وہ ہر قید سے آزاد ہو کر ہر لمحہ ایک نئے نور کی تجلی سے مسرور ہوتا رہتا ہے اور وہ ہر چیز کو اللہ کے نور سے دیکھتا اور پہچانتا ہے۔

سوال ۱۸: ''کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ'' یعنی (ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) اس حدیث پاک کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب: انسان کے تمام عناصر آگ بن کر دھیرے دھیرے ختم ہو جاتے ہیں باقی اس میں جو نور رہتا ہے وہ نور ہی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ نور کی ابتداء اور انتہاء نور ہی ہے۔

سوال ۱۹: ہدایت کیا ہے؟

جواب: ایک نور ہے جو مقام نور ذات الٰہی سے چھن چھن کر برستا ہے اور ہدایت یافتہ میں جذب ہو جاتا ہے ایسا شخص جب توحید مطلق میں غرق ہو جاتا ہے تو مکمل یا اکمل ہو جاتا ہے ایسے کامل کو عارف اور واصل کہتے ہیں ورنہ بے اصل کو اصل قرار دینا یا ثابت کرنے کی کوشش کرنا نفاق کی نشانی ہے۔

سوال ۲۰: فقیر کی خموشی میں کیا راز ہوتا ہے؟

جواب :اس کی خموشی اس کے مرنے سے پہلے مرنے کی دلیل ہے جب وہ بولتا ہےتو وہ منہٗ الیہ یعنی اُسی کی اُسی کی طرف سے ہوتا ہے۔

سوال ۲۱ :جسم اور دل کی آنکھ میں کیا فرق ہے؟

جواب :جو غیر اللہ کو دیکھتا ہے گویا غیر اللہ کی آنکھ سے خود کو دیکھتا ہے جو قلب کی آنکھ سے اللہ کو دیکھتا ہے گویا اللہ کی آنکھ سے اللہ ہی کو دیکھتا ہے۔

سوال ۲۲ :علم وحدت کب حاصل ہوتا ہے؟

جواب :ذکر و مذکور کو ترک کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۲۳ :آواز ''کُن'' کب سنائی دیتی ہے؟

جواب :جب دل سے خطرات و وساوس پوری طرح ختم ہو جاتے ہیں تو یقیناً آوازِ کُن سنائی دیتی ہے کیونکہ ایسا دل اللہ کے کرم اور عطاء کا مرکز بن جاتا ہے یعنی ایسا دل وساوس اور خطرات کے بتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

سوال ۲۴ :مقامِ فقر کب نصیب ہوتا ہے؟

جواب :جب فقر کی موتی سے فقر حاصل ہوتا ہے تو فقر کو سلطان الفقر کا مقام بھی حاصل ہوتا ہے جو مقام ذات لامکان کا نور ہے۔

سوال ۲۵ :لامکاں کیا ہے؟

جواب :یہ آسمانوں سے آگے ایک نور ہے یہاں اس کے چاہے بغیر کسی کو مکاں نہیں جو اس کے چاہنے سے یہاں گیا وہ خود لامکاں ہو گیا ویسے تخلیق دو عالم سے پہلے ہم سب اسی لامکاں کے مکین تھے۔ افسوس! ہم اس راز کے افشاء سے عاجز ہیں آنکھ والا اس نور کے ہر رنگ کو بھی

پہچانتا ہے۔ اندھا کیا جانے!

سوال ۲۶ :بدعت اور بدعتی کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

جواب :بدعت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ کے سوا غیر اللہ کی محبت والفت، حرص و حسد اور خواہشات پر فریفتہ ہو کر نئی نئی ترکیبیں ایجاد کرنے کا نام ہے اور بدعتی وہ ہے جس کے دل و دماغ میں مذکورہ مذموم بیماریوں کا گھر ہے یہی بدعت ضلالہ ہے اور ایسا بدعتی جہنم کا کتّا ہے۔ مذکورہ علتیں ہر خطاء اور گناہ کی جڑ ہیں اور ان علتوں کا ترک کرنا ہی ہر عبادت کا تاج ہے۔

سوال ۲۷ :خلوت نشینی میں کیا راز ہے؟

جواب :خلوت میں عقدہائے ''کُن'' کھل جاتا ہے ورنہ جو اس تمنا کے بغیر خلوت نشینی اختیار کرتا ہے وہ کمرے کی خاک سے دل بہلاتا ہے ورنہ کوئی شئی اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے اور اللہ حاضر و ظاہر ہے اس لئے اگر اللہ ہی کو دیکھنا ہے تو حاضر و ظاہر دیکھ لے خلوت کی کیا ضرورت ہے۔

سوال ۲۸ :حکمت کیا ہے؟

جواب :حکمت اللہ کی ذاتِ لازوال کا نور ہے اور یہ نور جس کو عطاء ہوتا ہے وہ ''وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (القلم ۶۸:۴)'' کے مرتبہ سے حصہ پالیتا ہے ایسے حکیم کا قول اِسرارِ الٰہی کا غماز ہوتا ہے ایسوں کی باتوں کو باشعور ہو کر سمجھنے اور عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ایسوں کا کلام لعل و یاقوت سے افضل ہے جو بدبخت ان باتوں کو نہ سمجھ کر بدظن ہو کر حکیم سے اُلجھ گیا وہ گویا اپنے ہی ہاتھوں اپنے ایمان کو ذبح کر کے اپنے حصے میں کفر

لکھ لیا! ایسے حکیم کو اللہ کی رحمت سمجھ کر قدر کرنی چاہئے۔

سوال ۲۹ : ''اسم اللہ ذات'' کا جامع مرتبہ ومقام بیان کیجئے؟

جواب : ''اسم اللہ ذات'' ظاہر صرف ''اسم اللہ ھُو'' ہے جو تیری سانسوں کے پس پردہ موت وحیات کی خبر دے رہا ہے یہ عشق ہے، یہ تیری ذات ہے، یہ عشق کا اسرافیل ہے جو صور پھونک رہا ہے اور جسم کے میدان میں قیامت قائم ہو چکی ہے انجام کی فکر کر پل صراط سے گذر عاشق بن بے خوف وخطر گذر اور منزل کو پالے ''اسم اللہ ذات'' باطن میں نور جمال کا روشن چاند ہے جو دریائے توحید کے اسرار میں چاندنی بکھیر رہا ہے اہل بصیرت کو اشارہ کافی ہے۔

سوال ۳۰ : راہ تحقیق کیا ہے؟

جواب : ''اسم اللہ ذات'' سے کنہ کن کی معرفت کیساتھ فنا فی اللہ بقا باللہ یعنی بقا بالذات ہونے کا نام ہے۔

سوال ۳۱ : راہ زندیق کیا ہے؟

جواب : کفر وشرک، ساز وسنگیت، مجازی حسن پرستی، شراب وکباب، حرص و حسد، مستی اور استدراج کی بدعات میں پھنس جانے کا نام ہے۔

سوال ۳۲ : نماز کیا ہے؟

جواب : نماز عبادت ہے، عبادت ریاضت ہے اور ریاضت راہ ثواب ہے۔

سوال ۳۳ : راز کیا ہے؟

جواب : ماسویٰ اللہ ہر چیز سے نجات پالینے کا نام ہے۔

سوال ۳۴ : مجاہدہ کیا ہے؟

جواب : مشاہدہ کا وکیل ہے۔

سوال ۳۵ : معبودیت کیا ہے؟

جواب : ربوبیت کی دلیل ہے۔

سوال ۳۶ : سِر کیا ہے؟

جواب : اسرار کی جان ہے۔

سوال ۳۷ : معرفت الٰہی کس لئے ہے؟

جواب : حیات جاویداں کیلئے ہے۔

سوال ۳۸ : محبت کا انجام کیا ہے؟

جواب : اللہ کی ذات میں محو ہونا ہے۔

سوال ۳۹ : اللہ کی ذات میں محو ہونے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

جواب : بقا باللہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۴۰ : دین کیا ہے؟

جواب : ایک نور کا دریا ہے جس میں دونوں عالم کے ہر چیز کی اصل ہے اور توحید کے دریا کی مانند ہے یا وہی ہے۔ یہیں وہ ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ'' ہے جس کا ظاہری معنی روز جزاء کے مالک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سوال ۴۱ : ایمان کیا ہے؟

جواب : نیک نظر ہے جو نور الانوار کے تابناک سورج کے خزانے سے داخل ہوتی ہے اس لئے حدیث پاک میں ارشاد ہوا ''اتقوا فراسة

المؤمن" (مومن کی فراست سے ڈرو) کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی نظر نور سے روح مصفّٰی تک اور روح مصفّٰی سے ظلمت کی امتحانی آتش قلب سے گذر کر دیکھتی ہے۔

سوال ۴۲: کفر کیا ہے؟

جواب: بدنظر ہے جو سفید پوش نفس کے حلقے سے دیکھتی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: " اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّہٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۱﴾ وَ مَا ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۲﴾ (القلم ۶۸: ۵۱-۵۲)" اور قریب ہے کہ کافر تمہیں اپنی نظر سے پھسلا دیں جب کہ انہوں نے ذکر سنا اور کہتے ہیں کہ بیشک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے مگر وہ عالمین کا ذکر"۔ یہی نظر بد کفر ہے جو بظاہر کفر میں پوشیدہ ہوتی ہے جو اللہ کے قہر سے ہے۔

سوال ۴۳: رحمت کیا ہے؟

جواب : نورالانوار کی نظر ہے جس سے **رحمۃ العالمین** کا پتہ ملتا ہے یہ پوشیدہ موتی کے نور کی مانند دریائے نور سے گذر کر اس کے فضل کی ٹھنڈی آنچ سے ظاہر ہوتی ہے، "**وبی یبصر**" اس کی دلیل ہے۔

سوال ۴۴: قہر الٰہی کیا ہے؟

جواب : جلال خداوندی کی نظر ہے یہ جو ٹوٹتی ہے تو جلا کر سفید راکھ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ انبیائے کرام سراپا رحمت ہوتے ہیں اور مخالف پر غالب آتے ہیں آتش نمرود پر ابراہیم خلیل اللہ کی نظر پڑی اور سرد ہوگئی یہ

رحمت و قہر کا امتحان تھا!

سوال ۴۵: میدان الست کیا ہے؟

جواب : ساقی رحمت کی بزم ہے جہاں مئے الست بٹتی ہے۔

سوال ۴۶ : آدم کیا ہے؟

جواب: " وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّہَا (البقرہ ۲: ۳۱)" کا مظہر ہے یعنی دونوں عالم کے ذات وصفات کا مظہر ہے ایک حسین وجمیل چاند ہے جس سے دونوں عالم کی حقیقت کا بحر بے کنار روشن ہے۔ یہی صورت اللہ کی صورت سے مزیّن ہے، یہی " لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ﴿۴﴾ " (التین ۹۵: ۴) (میں نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا) کا مظہر اتم ہے۔

سوال ۴۷: روح کیا ہے؟

جواب : قلب مصفّٰی کے چلمن میں ایک نور ہے۔

سوال ۴۸: سِرّ کیا ہے؟

جواب : ایک بحر بے کراں ہے جو نور سے ہر شئی کی حقیقت کیساتھ روشن ہے۔

سوال ۴۹ : خفی کیا ہے؟

جواب : دونوں عالم کے ہر چیز کی حقیقت کا خزانہ ہے۔

سوال ۵۰ : "انا" کیا ہے؟

جواب : عدم کا ایک راز ہے جو اپنے انوار سے تمام عالمین کو گھیرے ہوئے ہے صبغۃ اللہ کی مانند ہے اس کی شرح ممکن نہیں۔

سوال ۵۱ : دنیا کیا ہے؟

جواب : ''الست و بلی'' کے دودعوؤں کی شہادت گاہ ہے، امتحان گاہ ہے جو کامیاب ہوا وہ نوری ہوا اور جو ناکام ہوا وہ ناری ہوا۔

سوال ۵۲ : نفس کیا ہے؟

جواب : مکر وفریب کا ایک جادوئی جال ہے جو چاروں طرف سے قلب کو انسان کے وجود کے مانند گھیرا ہوا ہے اکثر لوگ اس کے پہچاننے سے دھوکہ کھاتے ہیں یہ اندھا نفس بغیر دیکھے سب کچھ اپنی خواہش کے مطابق دیکھ لیتا ہے اور یہ بڑا ہی دلکش سفید فام ہے۔ یہی نفس آب و ہوا کے مزاج کے مطابق کالی یا گوری چمڑیوں میں پرورش پاتا ہے۔

سوال ۵۳ : الحمدللہ کیا ہے؟

جواب : ظلمت کے اندھیروں کو چاک کر کے ہر حمد وثناء سے بے نیاز ذات پاک کا دیدار کرنے اور کروانے کا نام ہے ورنہ قالِ زبان ہے۔ بے نیاز ذات پاک کی صرف تعریف کرنا اپنی تعریف کرنا ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ میں علم عقل اور آنکھیں رکھتا ہوں۔ جس طرح روشن سورج کا انکار کرنا خود اپنی آنکھوں کا انکار کرنا اور اندھے پن کا ثابت کرنا ہے۔

سوال ۵۴ : وہم وگمان کیا ہے؟

جواب : قلب کی ظاہری صورت کا اندھیرا ہے جو ایک آگ ہے جس سے کم حوصلہ لوگ ڈر کر رہ جاتے ہیں ورنہ خدا تو ظن یعنی گمان سے قریب ہے اور بیشک قریب اس کی ذات ہے۔

سوال ۵۵ : صراطِ مستقیم کیا ہے؟

جواب : آگ سے گذر کر دریا تک پہنچنے کا راستہ ہے جس کے چاروں طرف خدا کے قہر کا میدان ہے جسے دیکھ کر جاہل لوگ بہک جاتے ہیں اور اسی کو صراطِ مستقیم سمجھ کر بھٹک جاتے ہیں۔

سوال ۵۶ : سرمۂ عشق کیا ہے؟

جواب : یہ سیاہ اور سفید نور کی چاندنی ہے جسکو آنکھوں میں لگا لینے سے اندھا بھی بینا ہو جاتا ہے۔

سوال ۵۷ : ''خلیفۃُ اللہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب : حرص، شہوت اور رُتبہ آرزو کے قاتل کو خلیفۃُ اللہ کہتے ہیں اور یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زیر قدم ہوتا ہے۔

سوال ۵۸ : ''اسم اللہ ذات ھوٗ'' کیا ہے؟

جواب : ایک چشمہ دم ہے، ایک چشمہ قلب صفا ہے، ایک قرب ناف ہے، ایک آنکھ کا تارا ہے۔

سوال ۵۹ : نفس وقلب کیا ہے؟

جواب : نفس کا ظاہر مکمل جسمِ انسانی ہے جہاں تک خون پہنچتا ہے اور شیطان خون میں گردش کرتا ہے قلب کا ظاہر عالمِ نور ہے جو ہر چیز پہ محیط ہے۔

سوال ۶۰ : خواب کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : ایک خواب نفسانی، ویران باطن کی ویران حقیقت ہے کہ خواب اس کے دل وجان کی تصویر دکھاتا ہے اور یہ قلب کے اطراف کو گھیرے ہوئے نفس سے ہوتا ہے۔ ایک سچا اور سچوں کا خواب ہوتا ہے جو محبط وحی

الہام سے ظاہر ہوتا ہے اس کا مقام آخری اور نوری آسمان ہے اور اس کی خبر عقل کے فرشتے کو بھی نہیں ہوتی ۔ ایسے خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ کے برابر ہیں اور یہ سچے کے باطن کے آبادی کی خبر دیتے ہیں۔

سوال ۶۱ : ''صبغة الله '' کیا ہے؟

جواب : اللہ کی ستّاری کا رنگ ہے جو اس کے کرم سے پردہ بن کر پڑ جاتا ہے اگر یہ رنگ ہر چیز کو نہ چھپاتا تو قدرت کا کارخانہ اس کی حکمت کے مطابق ہرگز نہ چلتا یہ رنگ ہے جو محبت اور نفرت کا غماز ہے اور یہ رنگ اس کی ذات کا نور ہے جو عدم محض سے ظاہر ہوتا ہے یہ رنگ آسمانی امر ہے۔

سوال ۶۲ : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کیا ہے؟

جواب : فی مقعد صدق کے تخت پر فائز ہیں اور مقعد صدق ایک گوہر آبدار کی مانند ہے۔

سوال ۶۳ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کیا ہے؟

جواب : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ عدل ہے اور آپ ''اسم اللہ ذات'' کے مظہر بنکر کرسی عدل پر فائز ہیں اور ہر ظاہر و باطن پر مطلع ہیں جن سے شیطان بہت ڈرتا ہے!

سوال ۶۴ : ''الانسان سری وانا سرہ'' کیا ہے؟

جواب : انسان عدم کا دریا ہے جس میں موتی چمکتے ہیں اور یہی سِرّ ہے اور انا سرہ بھی ایک نور ہے جس کی آغوش میں انسان مست ہے اور یہی

انسان عقل کا مظہر ہے اور یہی انسان رب کا آئینہ ہے۔

سوال ۶۵ : ''اِنَّ جسد آدم مضغة المضغة فی الفواد، والفواد فی القلب، القلب فی الروح، و الروح فی سر، السرّ فی خفی، والخفی فی اخفیٰ، والاخفیٰ و ھی ''انا'' کیا ہے؟

جواب : بیشک آدم کے جسم میں ایک گوشت کا مُضغہ ہے جس کا تعلق منہ کے حلقے سے ہے اور وہ منہ کا تعلق قلب سے ہے قلب کا تعلق روح سے ہے، روح کا تعلق سِرّ سے ہے اور سِرّ کا تعلق خفی سے ہے اور خفی اخفیٰ سے ہے اور اخفیٰ کا تعلق انا کے خزانے سے ہے۔

سوال ۶۶ : لطائف عشرہ کیا ہیں؟

جواب : کچھ حضرات نے دس لطائف انسان سے متعلق قرار دیئے ہیں مگر حقیقت میں لطائف تو صرف پانچ ہیں جو قدرت کے آسمان کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں جو مُضغہ والی حدیث سے ماخوذ ہیں: (۱) قلب (۲) روح (۳) سِرّ (۴) خفی (۵) اخفیٰ یا انا۔ یہ لطائف عالمِ نور سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کو پانچ مقامات کے طور پر یاد کیا گیا ہے۔

(۱) قلب کے ظاہر کا تعلق ناسوت سے ہے اور باطن کا تعلق لا مکاں سے ہے (۲) روح ملکوت (۳) سِرّ جبروت (۴) خفی لاھوت (۵) اخفیٰ یا انا لا مکاں ہے۔

(۱) قلب کے ظاہر کا تعلق مذہب شریعت ہے (۲) روح کا مذہب طریقت ہے (۳) سر کا مذہب حقیقت ہے (۴) خفی کا مذہب معرفت

ہے (۵) اخفیٰ یا انا کا مذہب بے نیازی ہے۔ قلب کا باطنی تعلق ان تمام مقامات سے ہے مذکورہ پانچ لطیفے عالم نور سے ہیں ان کے گواہ پانچ ہیں ان کو بھی بعضوں نے لطائف میں شمار کیا ہے دراصل یہ عناصر کی آگ سے ہیں نہ کہ نور سے ہمارے خیال میں یہ لطیف نہیں ہو سکتے البتہ یہ پانچ لطائف نور کا ثبوت ہیں جو اس عناصر کے جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۱) نفس (۲) آگ (۳) پانی (۴) مٹی (۵) ہوا۔

ان عناصر کی اصل کو یا عناصر کو ہم لطیف کس طرح کہہ سکتے ہیں جب کہ یہ تمام کثیف ہیں ان کثیف عناصر کو لطیف اس لئے کہا گیا ہے کہ تمام مذکورہ نوری لطائف کے رنگ میں اپنی اپنی اصل کے مناسبت سے رنگ جائیں جس طرح قالب قلب کے رنگ میں ڈھل جانے کے بعد قلب وقالب ایک ہو جاتے ہیں جس سے طے زمانی ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دوم درجہ کے عناصر جب تک اول درجہ کے لطائف کے ہمرنگ نہیں ہو جاتے تب تک انہیں عناصر ہی تسلیم کیا جائے گا نہ کہ لطائف۔ مذکورہ عناصر کو لطائف کے مذہب میں مکمل طور پر داخل ہونا ہو گا ورنہ لطائف وعناصر کا تغیر فرق کا ثبوت بن جائے گا مگر عبادت وریاضت کا تعلق ان دس مقامات سے ضرور ہے بوقت عبادت وریاضت دس میں سے کسی بھی مقام میں غفلت ہے تو نقص پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال ۶۷: شق صدر کیا ہے اور اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: شق صدر کا واقعہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں چار مرتبہ پیش آیا پہلی مرتبہ چار سال کی عمر میں دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں تیسری مرتبہ وقتِ بعثت چالیس سال کی عمر میں اور چوتھی مرتبہ شب معراج کے وقت پیش آیا بذریعہ جبرئیل اس امر کا صادر ہونا شق صدور ہے اور بذریعہ امر ربی کا صدور شرح صدر ہے۔ صدر سے مراد یہاں وہ سینہ نہیں جس کو سینہ بہ سینہ کا راز بنالیا گیا ہے یہ سینہ قدرت الٰہی کا گنجینہ ہے۔ سینہ کی خبر یا تو حضرت جبرئیل امین کو ہے یا اس کو جو تلمیذ الرحمٰن ہے ورنہ اس سینۂ اطہر کے گنجینہ کا علم کس کو ہے؟ عرف عام میں جو دل اور سینہ ہے وہ خواص کیلئے قدرت کاملہ کا گنجینہ ہے۔ چار سال کی عمر میں شق صدر سے نبی کریم ﷺ کے سینۂ اقدس کو شریعت مطہرہ کا گنجینہ بنادیا گیا تمام علوم کا خزانہ بنادیا گیا دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں طریقت کے تمام علوم ومعارف آپ کے سینہ اقدس میں پوشیدہ کر دیئے گئے تیسری مرتبہ چالیس سال کی عمر میں شق صدر ہوا تو تمام علوم کی حقیقت، معرفت اور مقاماتِ معرفت کے اِسرار آپ ﷺ کے سینہ اطہر میں پوشیدہ کئے گئے اور آپ اللہ کے خلیفہ نامزد کیئے گئے۔

اسی طرح پیر کامل کو جبرئیل کی مانند چار مرتبہ شرح صدر کا اختیار ہونا چاہئے اور یہ تمام مراحل سے گذارنے والا ہونا چاہئے۔ بس یہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے جو اس راہ شرح صدر سے واقف نہیں وہ پیر کہلانے کا اہل نہیں ہوسکتا۔

سوال ٦٨ : عالم و جاہل میں کیا فرق ہے؟

جواب : ''من رأنی فقد رأی الحق '' (حدیث) ''جس نے نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا وہ عالم ہے'' ایسے عالم جو محبّ اور محبوب کو نہ جدا کرتے ہیں نہ جانتے ہیں، نہ بولتے ہیں، نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں جو محبّ اور محبوب کو جدا کرنے کے علم میں الجھ گیا وہ جاہل ہے۔

سوال ٦٩ : توحید کیا ہے؟

جواب : توحید کی ابتداء اور انتہاء کا احاطہ ممکن نہیں قلب سے توحید اور لامکاں تک توحید مطلق ہے جو اس کا قطرہ بن گیا وہ دریا بن گیا بس اس کی سمجھ ایک نکتہ میں پوشیدہ ہے جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا! توحید فقر اور سلطان الفقر کا راز ہے دعویٰ کرنا اور ہے فنا فی التوحید ہونا اور ہے۔

سوال ٧٠ : کچھ لوگ دل کی نماز پڑھنے کا دعویٰ کرتے ہیں! کیا معنیٰ ہے؟

جواب : عبادت کا معنیٰ ہی دیدار الٰہی ہے، اللہ نور ہے اور نور سے ہی دیدار الٰہی ممکن ہے نار سے نہیں کیونکہ یہ ضد ہے، اب بندے کو دیکھنا چاہیئے کہ اس میں نور کیا ہے؟ نار کیا ہے؟ نور قلب و روح ہے اور نار نفس و عناصر ہیں نماز سے مراد نفس عناصر پر حکم ہے کہ قلب کی اقتداء میں قالب بھی قلب ہی کا رنگ اختیار کرے جس طرح لوہا آگ کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف سے واضح ہے کہ '' **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب** '' (قلب کی حضوری کے بغیر نماز نہیں ہوتی) یعنی جب تک قلب دیدار الٰہی میں محو نہ ہو جائے نماز نہیں ہوتی، نماز مؤمنوں

کی معراج ہے یعنی دیدار الٰہی ہے۔ قلب و قالب کے فراق سے یا غفلت سے نماز کو مقام معراج حاصل نہیں ہوسکتا! بس یہ قلب کی حضوری کے بغیر ایک جسمانی حرکت ہو کر رہ جاتی۔ معلوم ہوا کہ قلب امام کے مانند اور اعضاء و جوارح مقتدیوں کے مانند ہوتے ہیں مقتدی حاضر ہیں اور امام غائب ہے تو باجماعت نماز نہیں ہوتی اور نماز باجماعت کی فضیلت کا راز بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خاص اللہ کے دوستوں کے اجسام خوف الٰہی سے معطل ہو جاتے ہیں حرکت نہیں کر سکتے تو وہ '' **وَ یُصَلُّونَ فِی قُلُوبِھِم دَائِمُون** '' (حدیث) کے مطابق قلب میں نماز پڑھتے ہیں یعنی قلب میں دیدار الٰہی کرتے ہیں۔ آج کل قلب اور حقیقتِ قلب سے جاہل پیر بھی دل کی نماز کا بہانہ بنا کر لوگوں کو اپنے دجل و فریب کے جال میں پھانسنے لگے ہیں ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔

سوال ٧١ : فنا فی اللہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ کے راز دار کو کہتے ہیں جس سے دل زندہ ہو جاتے ہیں یعنی دریائے وحدت کے موتی ہو جاتے ہیں۔

سوال ٧٢ : تمام طاعات کی اصل کیا ہے؟

جواب : صرف اور صرف دیدار الٰہی ہے جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا اس کی ہر حرکت طاعت ہے۔

سوال ٧٣ : اسرار خداوندی کیا ہے؟

جواب : ''الٰہیہ'' سوالات ہیں جس کا حل کرنا عاشق پر فرض ہے اور اس کا حل مشق علم یعنی علم حاضرات و ناظرات سے ہی ممکن ہے جو مشق علم سے انپڑھ ہے وہ بانیاز ہے وہ بے نیاز کی مانند بے نیاز یعنی عارف باللہ نہیں ہوسکتا۔

سوال ۷۴: نبی اور اُمّت کا رشتہ کیا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ کی مکمل شخصیت اخلاق و کردار، حلم و علم اور قول و فعل سب کے سب اِسرار خداوندی سے ہیں اگر اِسرار نبوی ﷺ میں اُمّت کا حصہ نہیں تو کچھ بھی نہیں یعنی اِسرار محمدی ﷺ سے جو واقف نہیں وہ اور ایسے اشخاص لایعنی باتوں میں الجھ کر وقت کو اور علم کی اہمیت کو ضائع کر دیتے ہیں مثلاً (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ وہ ہم جیسے تھے یا نہیں؟ ایسے حقیقت سے نا آشنا مناظرات میں الجھ کر قلب و روح کی ترقی سے محروم رہ جاتے ہیں۔

سوال ۷۵: علم اسرار الٰہی کیا ہے؟

جواب : علم الٰہی ہے اس علم کا عالم راز دار الٰہی ہوتا ہے اور راز ہی راز دار کی طرف رہبر ہوتا ہے جو لاھوت و لامکان کا سیاح ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے۔

سوال ۷۶: ''کنہ کن'' کیا ہے؟

جواب : کنہ کن عشق ہے اور عشق ذات انسانی میں پوشیدہ ہے اور ذات انسانی ''اسم ھو'' ہے یعنی حضرت انسان عشق اور ''اسم ھو'' کا مظہر ہیں، عقل مند

کو اشارہ کافی ہے۔ بس اسم سے مسمّٰی تک سفر کریہی صراطِ مستقیم ہے عشق کی دلیل سے جو علم پڑھتا ہے اسکی ہر بات الہامی کیفیت کی گواہ ہوتی ہے۔

سوال ۷۷: عین اور عین العیان کیا ہے؟

جواب : عین سے مراد ظاہری آنکھ نہیں ہے یہ عین فقر کا نور اور دریائے وحدت کا پوشیدہ موتی ہے اور حق گواہ ہے قرب الٰہی ہی عین العیان کا مرتبہ ہے۔

سوال ۷۸: علمِ دعوت کیا ہے؟

جواب : علمِ دعوت اللہ کا راز ہے جو اسم اعظم یعنی دم کے ساتھ ''اِسم ھو'' کشش کے ساتھ جاری ہوتا ہے اور جو دعوت کا علم پڑھتا ہے وہ دعوت خوان عناصر کے انجام سے بے پرواہ ہوتا ہے ایسے دعوت خوان کو کتاب اسرار الٰہی پڑھنے کی نظر حاصل ہوتی ہے۔ علم دعوت ذکر غیب ہے اور خود سے غائب ہو کر ذکر غیب کیا جاتا ہے۔ ذکر غیب کیا ہے؟ اس کا حضور کس طرح ممکن ہے؟ نبی کریم ﷺ کی عطاء سے جب عاشق خزانۂ اسرار خداوندی پر پڑے ہوئے ازلی قفل کو کھولنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو علمِ دعوت جاری ہو جاتا ہے ورنہ ہر دعوت ناقص ہے۔

سوال ۷۹: حمایت کیا ہے؟

جواب : درویش کی صفات کا اثاثہ ہے جس کو درویش کی حمایت حاصل ہوتی ہے وہ بھی درویش یعنی ویش میں چھپا ہوا موتی بن جاتا ہے۔

سوال ۸۰ : مرشد کامل و ناقص کی پہچان کیا ہے؟

جواب : مرشد کامل امتّی کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں شرفِ حضوری سے مشرّف کرواتا ہے اور ناقص اپنی اور اپنے بزرگوں کے دلچسپ قصے کہانیوں میں مریدوں کو اُلجھا کر لوٹ لیتا ہے! کامل کو علم حی القیوم اور ناقص کو علم رسم و رسوم ہوتا ہے۔

سوال ۸۱ : فقیر اور فقر میں کیا فرق ہے؟

جواب : عام کا فقر یا ناقص پیر کا فقر شیطان سے ہوتا ہے کامل کا فقر رحمٰن سے ہوتا ہے۔ کامل کا فقر بحر وحدت کا انمول نگینہ ہے ایسے فقیر کے قدموں میں ارض وسماء کے راز دفن رہتے ہیں۔

سوال ۸۲ : سلطان الفقر کیا ہے؟

جواب : سلطان الفقر ذات الٰہی کے انوار یعنی صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو کر انوار الٰہی میں شامل ہو کر مرتبہ پانے کا نام ہے۔

سوال ۸۳ : حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کس طرح ممکن ہے؟

جواب : آنکھ کو بند کر، شیشہ دل پر نظر رکھ، مقام وصل خضر ظاہر ہو جائے گا۔

سوال ۸۴ : مراقبہ کی کامیاب تعریف کیا ہے؟

جواب : ''اسم ذات ھوٗ'' کے تصور کو آنکھ میں جما کر بند کرنا چاہئے دل کوئی گوشت کا لتھڑا نہیں یہ وہ دل ہے جو خدا کی کل قدرت کا مظہر ہے جس کا دیدار ربِ قدرت کا دیدار ہے۔ اس دل پر ظلمات کے ہزار ہا پردے پڑے ہوئے ہیں رفتہ رفتہ سات دنوں کے اندر دور ہو جائیں گے۔ ہمت نہ

ہار یکسوئی پیدا کر عشق حملہ آور ہو کر تمام پردے چاک کر دے گا۔ اسی دل میں ہی تجھے قرب خدا حاصل ہو گا اور قرب محمدی ﷺ یعنی مجلس محمدی ﷺ کی حاضری کا راستہ روشن ہو جائے گا اور تو خود کامیاب تصور کی صورت بن کر ذات باری تعالیٰ کے دیدار سے لامکانی حق الیقین کے مرتبہ پر آجائے گا مگر! پختہ توبہ اور پیر کامل کی رہبری شرط ہے۔

سوال ۸۵ : مقام بقا کیا ہے؟

جواب : مشاہدہ ذاتِ لامکانی سے مقام بقا حاصل ہوتا ہے یعنی لاھوت سے گذر کر لامکاں پر نظر ہونی چاہئے ایسا ناظر بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ علم ذاتِ خود ساختہ خیال کی من گھڑت بکواس کا نام نہیں ہے جیسے آجکل لوگ کلمہ کی ''لا'' سے معنٰی گھڑ لیتے ہیں اور مریدوں میں بے معنٰی فوقیت کا اظہار کرتے ہیں۔

سوال ۸۶ : ذکر وفکر، عبادات اور طاعت کی ضرورت کب تک رہتی ہے؟

جواب : جب تک عاشق کا رگ و ریشہ، روم روم اور بال بال اس کے وجود کو ثابت نہ کر دے اُس وقت تک سب کچھ ضروری ہے اگر کوئی ضروریات دین کا انکار کرے وہ احمق ہے۔

سوال ۸۷ : دین کیا ہے؟

جواب : اللہ کی محبت اور وحدت کا پہلا زینہ ہے جو پہلے زینہ میں بھٹک گیا وہ منزل تک کیا پہنچے گا؟ علم اور علمی خطاب سے محبت اور وحدت کی تعریف کما حقہ ادا نہیں ہو سکتی۔ رسمی عالم پانی کے ان بلبلوں کی مانند ہوتے

ہیں جو کچھ دیر تک اپنے اپنے وجود کو منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور جیسے ہی ہوا نکل گئی تو پھٹ کر بے نشاں ہو جاتے ہیں۔

سوال ۸۸: دل کی آنکھ سے مراد کیا ہے؟

جواب :دل میں دریائے توحید بھی ہے جس سے فنا فی التوحید کو نظر حاصل ہوتی ہے اور وہ اس نظر سے جب دریائے وحدت کو دیکھتا ہے تو نظر کے ساتھ غرق ہو کر ہیرے کی مانند روشن آنکھ حاصل کر لیتا ہے اور اس آنکھ کو عین الیقین بنا کر محبوب کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے اور لامکاں کے اسرار سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

سوال ۸۹ : اصل و وصل کیا ہے؟

جواب : اسم اور مسمّٰی کی معراج ہے۔

سوال ۹۰ : طہارت کیا ہے؟

جواب :ناپاک نفس کو مسلمان بنا کر انسانوں کے درمیان رہ کر مبلغ اسلام بننے کا نام ہے یا اگر نفس ہرگز مسلمان ہونے کے لئے راضی نہ رہے تو مجاہدہ کی تلوار سے قتل کر کے تارک الدنیا بن جانے کا نام طہارت ہے۔معلوم ہوا کہ تبلیغ اسلام اس پر فرض ہے جس کا نفس مکمل دین محمدی ﷺ کا متبع عامل اور کامل ہو ورنہ اس سے بہتر راستہ یہ ہے کہ ترک دنیا کرے اور نفس کی قید سے رہا ہو جائے۔اگر نفس ناپاک پلید ہے تو پاک وضع قطع حلیہ چہرے کی نمائش سے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ کیا کپڑے پاک پہن لینے سے نفس پاک ہو جائے گا؟ جب نفس ہی کافر

ہو تو کیا نماز ہو جائے گی؟

سوال ۹۱ :مقام ذکر کیا ہے؟

جواب :جسم عناصر اور عناصر تمام آگ ہیں۔آگ میں بیٹھ کر نور کا ذکر کرنا ذرا دشوار ہے اُس وقت تک جب تک عناصر نور سے ہم آہنگ نہ ہو جائیں جیسے لوہا آگ میں، ورنہ صرف ذکر سے فکر کا نور نمودار نہیں ہوتا اور نہ ہی فکر اللہ کے نور کی گواہی ثابت ہو سکتی ہے۔اس لئے پیران عظام اپنے محبوب طالب کو وہ مقام ذکر عطاء کرتے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے رنگین جلووں میں ہوتا ہے ورنہ تمام ذکر کے مقامات بس سالک کو طالب حقیقی بنانے کی معمولی کوشش ہیں یا کسب میں مبتلا رکھنے کی ترکیبیں ہیں۔ جب جسم ہی ناری مصلیٰ بن چکا ہے تو نماز دیدار کس طرح ادا ہو سکتی ہے؟ آج کل کے حالات اور علمی اور سرعتی دور کے مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے پیر کو چاہئے کہ ایک پختہ توبہ کے بعد مقام ذکر ذات دکھا دے۔

سوال ۹۲ : مقام حضوری کیا ہے؟

جواب :لامکانی جلوہ گاہ ہے جہاں سے ہم آئے تھے وہاں واپس لوٹ جانے کا نام ہے۔لاہوت سے گذر کر لامکاں میں داخل ہونے کا نام ہے۔ وہ اندھے لاہوت ولامکاں کو کیا جانیں کہ یہ مراتبِ قلب کے درجات میں ہیں معمہ نما کتابوں کے مطالعہ سے یہ مراتب سمجھ میں نہیں آسکتے لہٰذا بینا دل پیر کے ہاتھ پر بیعت شرط ہے۔ورنہ انسان بن کے بھی

انسان لازوال حضوری کے انعام سے محروم اس دنیا سے چلا جائے گا۔ ''صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ'' کی آیت کو بغور پڑھ لے اور معنٰی کا موتی حاصل کر لے۔

سوال ۹۳ : مقام وصل کیا ہے؟

جواب : مرید اسم بنے اور حق مسمّٰی اور دونوں کے درمیان فراق تو فراق وصل کی لذت بھی سمانے کی نہ گنجائش رہے نہ امکان۔ دراصل یہی مقامِ وصل اور حضوری ہے جو سمجھ گیا وہ سمجھ گیا سب سے بہتر رنگ تو صبغۃ اللہ ہی ہے۔

سوال ۹۴ : حدیث قدسی ہے کہ ''اِنَّ اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری'' (میرے دوست میری قباء کے نیچے ہیں انہیں میرے سوا میرا غیر نہیں پہچان سکتا) اس حدیث کے کیا معنٰی ہیں؟

جواب : ''بسم اللہ'' دراصل باسم اللہ ہے یعنی الف بسم اللہ میں غائب ہو کر انسان کے اول ''الف'' میں ظاہر ہوا ہے جب انسان طریق خداوندی کے مطابق چل کر اس کی قباء یعنی ''اسم اللہ ذات ھوٗ'' میں غائب ہو جاتا ہے تو یہ مقام پاتا ہے کہ اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا یا اللہ خود کسی اپنے دوست کو بتا نہ دے۔ خود کو چھپانا انسان کا کمال ہے خود کو ظاہر کرنا خدا کا جمال ہے۔ اس حقیقت کو علم میں الجھا ہوا انسان نہیں سمجھ سکتا۔

سوال ۹۵ : مرشدان اہل طریقت کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب : تین اقسام ہیں:

(ا) مرشدِ علم الیقین (۲) مرشدِ عین الیقین (۳) مرشدِ حق الیقین

ان کا خلاصہ اس طرح ہے۔

(ا) مرشد علم الیقین وہ ہے جو صرف علم الیقین کے نام پر کچھ نہ کچھ وہ علم جانتا ہے جس سے اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ قیل و قال، بزرگوں کے قصے کہانیاں، بزرگوں کی کتابوں سے باتیں چرا کر مریدوں میں پیش کرنا اپنی بزرگی کو منوانے کی کوشش کرنا اور مردان خدا کی وضع قطع اختیار کرنا ایسوں کا شیوہ ہوتا ہے۔

(۲) مرشد متوسط عین الیقین وہ شخص ہے جو اللہ کی تجلیات کو دیکھ کر غلبہ سے مغلوب ہو کر مجذوب ہو جاتا ہے۔ کثرتِ ذکر و فکر سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے اسی میں جل کر سہو، سکر یا قبض و بسط میں پہنچ کر بحرِ حیرت میں حیران ہو جاتا ہے اور مجذوبیت طاری ہو جاتی ہے ایسے کے ہاتھ پر بیعت کرنا کسی بھی طرح درست نہیں۔

(۳) مرشد حق الیقین وہ شخص ہے جو ارادہ کا قوی، برداشت پر جری ہوتا ہے ایسے مرشد کا قلب اللہ سے ہم کلام رہتا ہے ایسا شخص فنا فی اللہ بقا باللہ اور اس کی ذات کا ایک راز ہوتا ہے اسی کو اہل کمال ''کامل'' کہتے ہیں ایسے کامل مرشد کا دیکھنا، کہنا اور سننا سب کچھ حق سے حق ہوتا ہے۔

سوال ۹۶ : حدیثِ پاک میں ہے ''الفقر سواد الوجه فی الدارین'' عنی (فقر دونوں جہاں میں چہرے کی سیاہی ہے) سے مراد کیا ہے؟

جواب : یہاں چہرے سے مراد قالب کا چہرہ نہیں بلکہ قلب کا چہرہ ہے جو ''اسم ذات ھوٗ'' کی مظہریت اختیار کر کے عشق سے عاشق کے مرتبہ پر آیا ہوا ہوتا ہے اس قلبی چہرے کی سیاہی کیا ہے؟ دونوں جہاں ہیں، دونوں جہاں سے مراد نوری وناری جہان ہیں اس قلب کے چہرے پر ہزاروں ظلماتی پردے پڑے ہیں جسے حضرت عشق کے سوا کس کی مجال ہے کہ چاک کر دے؟ جب حضرت عشق ان پردوں کو چاک کرتے ہیں تو دریائے توحید میں فقر کی صورت میں گوہر آبدار روشن ہو جاتا ہے جسے بینا نظر پیر دیکھتا بھی ہے اور دکھاتا بھی ہے۔

سوال ۹۷ : داعی اسلام کسے کہتے ہیں؟

جواب : داعی اسلام حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو اس اسلام کے نور سے منور ہو جسے اللہ نے شرح صدر کے ساتھ داخل کیا ہو اور اس میں ایک نور نمودار ہو چکا ہو اور یہ نور ایک نظر عنایت ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ جس کے لئے دلیل یہ ہے ''**افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علىٰ نور من ربه**'' (اللہ جسے دوست رکھتا ہے اس کے سینہ کو چیر کر اسلام کو داخل کرتا ہے اور اس میں ایک نور نمودار ہوتا ہے) دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**اتقوا فراسة المؤمن ينظرُ بنور الله**'' (مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) یہاں نور سے مراد وہ نور ہے جہاں نظر پیدا ہوتی ہے اور یہ نظر اس کی ذات کے نوری خزانے سے پیدا ہوتی ہے اور یہ لا

مکانی ہے ورنہ آج کل جو لسانی داعیٔ اسلام نظر آرہے ہیں جن کے ایک ہاتھ میں قرآن ہے دوسرے ہاتھ میں حدیث کی کتاب ہے یہ ماخوذ اسلام عوام کا ہے جو ان کے رہنماؤں کے محبوب مشغلوں میں شامل ہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی صلاحیتِ علمی کے باعث مبلغ بنا ہوا ہے۔ بہت لوگ گروہ در گروہ پھیل کر اپنے کام کی اشاعت کر رہے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اسلام بحر توحید کا نور ہے جس میں رسالت کا ماہ منور روشن ہے اس کا دیکھنا اور ہے ماننا اور ہے عوام کا اسلام اور ہے خواص کا اسلام اور ہے۔

سوال ۹۸ : دعویٰ کیا ہے؟

جواب : دعویٰ بغیر دیکھے کیا جائے تو یہ ایک علمی ضد ہے جو دلیلوں اور تاویلوں سے ثبوت لاتی ہے۔ ایک دعویٰ وہ ہے جو چشم دید گواہ بن کر حضرت خواجہ اعظم کی مانند پیش ہوتا ہے تو لاکھوں کو دین کے انوار سے منور کرتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دیکھ کر دعویٰ کرنا خواص کا طرۂ امتیاز ہے اور مان کر علم کے سہارے دعویٰ کرنا عوام کا ثوابی مشغلہ ہے۔

سوال ۹۹ : دعوت کیا ہے؟

جواب : دعوت کے دو اقسام ہیں ایک دعوت لسانی ہے جو کتابی علم پر عمل کی شرط پر دی جاتی ہے۔ دعوت دینے والا خواہ مقلد ہو یا غیر مقلد کسی بھی صورت میں مقلد ضرور ہوتا ہے۔ گو وہ دعویٰ کرے کہ میں غیر مقلد ہوں تب بھی وہ مقلدین کی کتابوں کے بغیر اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

لہٰذا! ردّوقبول کے مناظرات میں دعوے پیدا ہوتے رہتے ہیں، ثابت بھی ہوتے ہیں، منفی بھی ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی ایسے داعیوں کے درمیان لسانی اور قلمی جنگیں چھڑ جاتی ہیں، نئے نئے نظریات جنم لیتے ہیں، جماعتیں جنم لیتی ہیں اور وحدتِ اُمّت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ حقیقت میں دعوت کیا ہے؟ دعوت ایک بحرِ بے کنار ہے جو اللہ کی ذات کے انوار سے جاری ہوتی ہے ایسا داعی بغیر شہادت کے کبھی دعویٰ نہیں کرتا ایسا داعی دعوت کو پہلے خود پڑھتا ہے پھر پیش کرتا ہے اور یہ مقام صرف صوفیانِ کرام کو حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ ایسے داعی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' یعنی لوگوں میں وہ شخص افضل ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

سوال ۱۰۰: ایمان کیا ہے اور اس کی انتہاء کیا ہے؟

جواب : ایمان بھی ایک نور ہے جو اسلام کے نور کے اندر اللہ نقش فرماتا ہے اور جس ایمان کو اللہ نقش فرمائے اس کا جانا مشکل ہے اس کی انتہا جنت ہے اور جنت ایمان پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے جس نے ایمان کے خلاف عمل کیا وہ گنہگار رہے۔

☆☆☆

مجلس دوم

{ یَاشَیْخَ مُحیُ الدِّیْنَ فَضلُ اللّٰہ }

سوال : ''یاشیخ محی الدّین فضل اللّٰہ'' کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: اللہ نے اس خطاب سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اے دین کو زندہ کرنے والے پیروں کے پیر آپ اللہ کے فضل کا مظہر ہیں۔ اللہ کا فضل کیا ہے؟ رحمت کا ایک دریا ہے اللہ نے قرآن میں فرمایا ''قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا'' (اے محبوب آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل و رحمت پر خوب خوب خوشیاں مناؤ) فضل خداوندی میں ایک اشارہ ہے کہ تم اللہ سے اللہ کی دوستی مانگو، ولایت مانگو میں تمہیں اپنا ولی بنالونگا اور یہ ولایت ایک نور ہے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روح اطہر کے فیضان سے اولیاء اللہ کی روح میں نمودار ہوتا ہے۔

☆☆☆

سوال ۱ : عقلمند کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو خود کا محقق ہو اور دیکھے کہ وہ ازل سے کیا لایا تھا اور دنیا سے کیا لے جائے گا اور آخرت میں اس کا حصہ کیا ہوگا؟

سوال ۲ : کلمۂ طیب لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کیا ہے؟

جواب :اللہ کا وعدہ ہے اس کے ماننے والے اور پڑھنے والے کثیر تعداد میں ہیں مگر مکمل تحقیقی شرائط سے ناواقف ہیں کیونکہ یہ لوگ کلمہ کو حرزِ جان نہیں حرزِ زبان بنا لیتے ہیں۔ محقق مسلمان جب کلمہ پڑھتا ہے تو کلمہ کے ہر حرف سے ایک مقام پا کر، گذر کر توحید اور توحیدِ ذات کے مشاہدے میں غرق ہو جاتا ہے اور ایسے ہی شخص کو کامل ولی اللہ کہتے ہیں جسے کلمہ سے اسم اعظم حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۳ :لقمہ کیا ہے؟

جواب :لقمہ آخرت کی کھیتی کا گواہ ہے اگر لقمہ حلال ہے تو اس سے طاعات و عبادت کا لطیفِ نور پیدا ہو کر مسلمان کو ترقی عطاء کرتا ہے۔ اگر کسی کا لقمہ مشتبہ ہے تو حق اس کی عقل و نظر سے چھپ جائے گا اور وہ ہر طرح کی بدعت و استدراج میں پھنس کر الجھ جائے گا۔ اگر لقمہ حرام ہے تو ظاہری و باطنی گناہوں پر جری ہو کر نارِ جہنم کا مستحق ہو جائیگا، معلوم ہوا کہ لقمۂ حلال تقوے کی ماں ہے۔

سوال ۴ :"**من عرف نفسه فقد كلّ لسانه**" (جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی) اس حدیثِ پاک کے کیا معنٰی ہیں؟

جواب :جس نے راہِ توحید میں صفات کے ساتھ رب کو پہچان لیا اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے حدیث پاک اس پر دلیل ہے "**من عرف ربه فقد طال لسانه**" یعنی (جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان دراز ہو جاتی ہے) اور جس کسی نے توحید مطلق میں اپنے رب کو ذات

کے ساتھ پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے اور یہ مرتبہ لامکانی ہے، مکانی نہیں ہے، اب مکان و لامکان کیا ہے؟ اس حقیقت کو نادان، عقل و دل کا اندھا کیا جانے!۔

سوال ۵ :تحقیق اور تصدیق کیا ہے؟

جواب :جس طرح جسم پر فرائض عائد ہیں اسی طرح قلب پر دو فرائض واجب ہیں تحقیق اور تصدیق۔ تحقیق اور تصدیق کیا ہے؟ اللہ کی توفیق سے مسلمان جب آئینۂ روشن ضمیری پر کلمہ کی تحقیق اور تصدیق حاصل کر لیتا ہے تو کامل ولی اللہ عارف باللہ، فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ یاد رہے مقام روشن ضمیری اللہ کے انوار کے بہترین رنگوں سے مزین ہے اور یہ مقام کامل پیر کی عطاء سے ہی حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ مطالعۂ کتاب سے یہ کام اہلِ قلبِ سلیم کا ہے نہ کہ دنیائے مردار کے طالب کا۔

سوال ۶ :حدیث پاک ہے "**ذکر الخیر ذکر اللہ**" یعنی (ذکر خیر ذکر الٰہی ہے) اس کا کیا معنٰی؟

جواب :اس حدیث پاک میں ذکر خفی کی تعریف بیان کی گئی ہے، ذکر خفی نگاہ مصطفٰی ﷺ سے عطاء ہوتا ہے جب یہ جاری ہوتا ہے تو دل پر الہامی انوار کا سلسلہ جاری ہوتا رہتا ہے یہ اللہ کا عطیہ ہے اس میں اللہ کے ذات کی معرفت پوشیدہ رہتی ہے یہ ذکر، ذاکر کو مکان سے لامکان میں داخلہ عطاء کرواتا ہے اور ذاکر فنا فی الذات کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

سوال ۷ : زندہ اور مردہ کیا ہے؟

جواب : جو سانسوں سے زندہ ہے وہ زندہ نما مردہ ہے جو ذکر و مشاہدۂ الٰہی سے زندہ ہے وہ مردہ نما زندہ ہے۔

سوال ۸ : اُخروی اور دنیوی کمائی کیا ہے؟

جواب : اخروی کمائی معرفت الٰہی ہے جسے انسان اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور دنیوی کمائی چاہے جیسی بھی ہو مرنے کے بعد وارثین کے حصہ میں چلی جاتی ہے۔

سوال ۹ : بغیر دیکھے اللہ کا ماننا کیا ہے؟

جواب : ظاہر میں حکم شریعت ہے باطن میں حکم معرفت ہے بغیر آنکھ سے دیکھنا بغیر کان کے سننا اور بغیر زبان کے بولنا اور ہے اور دانا ہونا اور ہے! دانا سے مراد قرب میں خموشی اختیار کر کے مؤدب رہنا ہے۔

سوال ۱۰ : فرض اور واجب کیا ہے؟

جواب : خالص محبت الٰہی فرض ہے اور خواہشات دنیا کا ترک کرنا واجب ہے۔ جو ان شرطوں پر پورا اُترا وہ **اطیعو اللہ** کے زُمرے میں آ گیا۔

سوال ۱۱ : سنت کیا ہے؟

جواب : اُمّت کا معنٰی پیروی ہے اور آپ ﷺ کے دو قدم مبارک ہیں ظاہری قدم شریعت مطہرہ ہے اور باطنی قدم "**من رأني فقد رأى الحق**" (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) کے مقام پر آنا ہے۔ یعنی باطنی قدم سے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو کر "**اطیعو اللّٰہ** و

اطیعو الرسول" کے مقام پر آنے کا نام سنت ہے ورنہ سب کچھ صرف کہنا ہی کہنا ہے کرنا نہیں ہے جس کے ظاہر و باطن میں تضاد ہے وہ ہرگز سنت کا عامل نہیں ہو سکتا۔

سوال ۱۲ : اللہ اور بندے کے درمیان کے حجابات کو کس طرح دور کریں؟

جواب : حجابات آنکھوں پر پڑے ہوئے ہوتے ہیں لہٰذا "اسم اللہ ذات" کا تصور ظاہری اور باطنی آنکھوں میں کرنا چاہئے تا کہ "اسم اللہ ذات" کی تجلیات سے ظلماتی پردے جل جائیں۔ ظاہری آنکھیں تو ظاہر ہیں باطنی آنکھیں بھی ہیں، ایک قلب ہے اور ایک قلب کی جان ہے! اس طرح کا تصور ایک ہفتہ بھی کر لیں تو باطنی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور سالک "فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ ۲:۱۱۵)" (تم جس طرف رخ کرو گے اس طرف ذات الٰہی ہے) کے مقام پر آ جائے گا۔

نوٹ: بعض حضرات ایسی مشق دماغ میں کرواتے ہیں فی زمانہ یہ ٹھیک نہیں ہے کیوں کہ سالک مقام حیرت میں جا کر مجذوب ہونے کا خطرہ رہتا ہے، خشکی کے سبب نیند غائب ہو جاتی ہے ہم نے بارہا تجربہ کیا ہے۔ ویسے دماغ کوئی خاص اہمیت بھی تو نہیں رکھتا کیونکہ یہ عناصر کا گڑھ ہے، تصور اور ذکر نور ہے تو یہ مقام نور میں کرنا چاہئے ہاں یہ درست ہے کہ سالک کا سر جب سِرّ بن جاتا ہے تو سر میں مجلس محمدی ﷺ کا مشاہدہ کرتا ہے۔

سوال ۱۳ : فقر محمدی ﷺ کیا ہے؟

جواب : بحرقدرت کا ایک بے مثال موتی کی مانند ہے۔

سوال ۱۴ : وحدت الوجود کیا ہے؟

جواب : یہ وہ مقام ہے جس سے روح کو حیات دائمی حضرت حی القیوم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے یہ وہ لامکانی وجود ہے جس میں دونوں عالم کی ہر چیز کی اصل مضمر ہے۔ نادان لوگ اسے مکانی سمجھ کر الجھے ہوئے ہیں مگر یہ لامکانی حقیقت ہے، حقیقت واحدہ کے اعتبار سے وحدت الوجود ہے اور کثرت کے اعتبار سے مقام صفات اور وحدت الشہود ہے! بس جھگڑا ختم۔ وحدت الوجود اس کی ذات وصفات کی ایک زندہ حقیقت ہے جس کا علم اللہ نے حضرت آدم کو ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱)'' (ہم نے آدم کو تمام علوم سکھائے) یعنی مقام کل پر لاکر وحدت الوجود کا مشاہدہ کروایا۔ جب تک بندہ مقام کل پر نہیں آسکتا دیدار وحدت الوجود نہیں کرسکتا۔ جو جزء سے تعلق رکھتا ہے وہ بس الجھ جائے گا۔ اگر کوئی خوش نصیب کامل مرشد رکھتا ہے تو آن کی آن میں وحدت الوجود کا مشاہدہ کرواسکتا ہے مگر افسوس! آج کل کے مادی دور کا انسان نہ اس علم کا طالب ہے، نہ قائل ہے، نہ کوشش کرتا ہے کہ اس مقام تک پہنچے اسے صرف مادہ سے محبت ہے اور یہ مادہ پرست ہوگیا ہے مادی دنیا میں مادہ کی مانند بس جی رہا ہے۔

سوال ۱۵ : حقیقت آدم کیا ہے؟

جواب : ظاہر تو چار عناصر کا پتلہ ہے اور عناصر کے افعال ظاہر ہیں مگر اس کے

باطن میں چار خزانے ہیں نفس، قلب، روح اور سرّ اللہ نے نفس کو عبادت اور ریاضت کے لئے پیدا کیا ہے، قلب کو تحقیق اور تصدیق کے لئے پیدا کیا ہے، روح کو طہارت کے لئے پیدا کیا ہے اور سرّ کو قرب و جمال حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو طالب اللہ ان خزانوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ الغرض! جب یہ چاروں منازل ایک ہوجاتے ہیں تو انسان حسن و جمال کی ایک نورانی ومہتابی شکل اختیار کرلیتا ہے اسی مقام کو غیب الغیب بھی کہتے ہیں اور اسی صورت کو توفیق الٰہی بھی کہتے ہیں ''**وماتوفیقی الا باللّٰہ**'' اسی مقام کا نام ہے۔ اے اللہ کے بندے! پیر دستگیر اختیار کر مضبوطی سے اس کا ہاتھ پکڑ اور اس بحر بے کنار میں چھلانگ لگا پھر اس صورت کا دیدار کر جس کے متعلق کہا گیا ہے ''**من رانی فقد رای الحق**'' (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) اسی صورت کے دیدار کو ''اسم اللہ ذات'' کا دیدار کہتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کیا ہے؟ یہ ذکر بھی ہے اور دیدار بھی ہے۔

سوال ۱۶ : مرید کسے کہتے ہیں؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**المرید لا یرید**'' یعنی مرید وہ ہے جو کسی بھی طرح کی خواہش نہ رکھے یعنی ہر خواہش سے پاک ہوکر مرشد کا دست تھامے اور مرشد خود اس کی فکر کرے کہ اس کا مرتبہ اپنے برابر کرلے۔ مگر آج کل کے مرید تھوڑے وقت کا نہ انتظار کرتے ہیں نہ اصلاح پسند ہیں، نہ امن پسند ہیں اور نہ ہی

مرشد کو حکیم تسلیم کر کے اس کے قول و فعل میں پوشیدہ حکمت کو دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ یہ تو مرشد پر حکمراں بن کر کہتے ہیں کہ اس سے بات کیوں کی؟ اس کے سلام کا جواب کیوں دیا؟ اسے قریب آنے کی اجازت کیوں دی؟ ہر طرح کے بیہودہ و لایعنی سوالات کھڑے کر دیتے ہیں! یہ کیا ہے؟ یہ ازلی شقاوت ہے جو پیر کے در پر مرید کی شکل میں آجاتی ہے، پیر کو بخوبی پہچان لینا چاہئے کہ وہ مردود ہے یا مسعود۔ یہاں تک ہم نے سنا ہے کہ خواہ ہم جہنم میں چلے جائیں ہمیں ہماری بات نہ ماننے والا پیر نہیں چاہئے معاذ اللہ! مرشد کو چاہئے کہ ایسوں سے قولِ خضر کہے کہ ''هذا فراق بيني وبينک'' (اب ہم دونوں میں جدائی ہے) یہ سب کیا ہے؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ سب کچھ مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فرسودہ خواہش کا انجام ہے۔ مرشد کو کنواں ہونا چاہئے اور مرید کو پیاسا مگر افسوس! آج کل کے پیر نل چھاپ ہوتے جا رہے ہیں اور پیاسوں کے لبوں تک خود پہنچ جاتے ہیں جہاں بھی ہو بس ٹوٹی کھولی اور پانی پی لیا، نل چھاپ پیری سے توبہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ایسی پیری سے پیری کا وقار گر جائے گا، پیری مریدی بد نام ہو جائے گی اور بد نام ہو رہی ہے۔ ہزاروں مریدوں کی کیا ضرورت ہے؟ کیا حضرت شمس تبریز رضی اللہ عنہ کو حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں محفوظ نہیں رکھا؟ ایک بھی ایسا خوش نصیب مرید ہے تو پیر کو مطمئن ہو جانا چاہئے کہ میں نے کسی نہ کسی کو اللہ کی راہ بتائی ہے اور ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ط (البقرہ۲:۳۰)'' کا فرض نبھا دیا ہے ورنہ آج کے مادی دور میں تو صرف اپنی عاقبت کی فکر کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

سوال ۱۷ : ''وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ'' (الحجر۱۵:۲۹) کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : یہ روحِ اعظم ہے یہ روح الروح ہے جو سورج کی مانند تابندہ ہے یہی ''اسم اللہ ذات ھوٗ'' ہے یہی ظاہر و باطن ہے یہی عشق بھی ہے یہی نور بھی ہے یہی ذات انسانی بھی ہے یہی راہ ہے یہی رہبر ہے اور یہی منزل ہے۔ مگر آخری منزل نہیں! اس کا پڑھنا ہی اقرار باللسان ہے اس کا دیکھنا ہی تصدیق بالقلب ہے۔ ''اسم اللہ ذات'' جسم میں جب تک ہے روح ہے، عشق ہے، اور جب قلب روشن ہو جاتا ہے تو روحِ اعظم کی طرح چمکتا ہے اور یہ پاک چیز پاک قلب میں قرار پاتی ہے۔ اے اندھے! دل کی آنکھ کھول اور تصدیق کر کے پڑھ لے۔ ''اسم اللہ ذات'' کلمہ کی اصل ہے اور یہی اصل تیری جان ہے کیوں اپنی جان پر زیادتی کرتا ہے خود کو پہچان بس یہی تیری پہچان ہے۔

سوال ۱۸ : فقیر کا مالک ہفت اقلیم ہونا کیا ہے؟

جواب : سات آسمان ہیں ہر آسمان کا ایک عرش ہے اور ہر آسمان پر اس کا عرشِ اقلیم کی مانند ہے یعنی بادشاہت کی مانند ہے مگر یہ ساتوں عروش کامل فقیر کے قلب کے زیر اثر آ جاتے ہیں کیونکہ فقیر! ''من له المولیٰ فله الکل'' (جو اللہ کا ہو گیا سب کچھ اسی کا ہو گیا) کے مقام پر ہوتا ہے۔ دوسرا لطیف اشارہ یہ ہے کہ جسمِ انسان عالم کبیر ہے جس میں نفس، قلب، روح، سرّ، نور، خفی اور اخفیٰ پوشیدہ ہیں اور فقیر اس پر حکمران ہو جاتا ہے۔

سوال۱۹ : توکل کیا ہے؟

جواب : مخلوق کو امید کے دائرے سے نکال کر باہر کرنا ہے۔

سوال۲۰ : دین وایمان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : دین وایمان حقیقت میں اللہ کے انوار ہیں اور ان کا تعلق بھی صرف نور سے ہے اور یہ نورِ قلب ہے ورنہ جسم تو قلب کا مجاز ہے اور مجازی لباس عناصر ہے۔ اللہ نے نورِقلب سے دین وایمان کا رشتہ کیا ہے نہ کہ نارِجسم سے جب دل ہی بے ایمان اور کافر ہے تو جسم ہزار آرائش اور وضع قطع سے مزیّن ہو جائے! یہ کس طرح مسلمان ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ زباں سے کہہ بھی دیا لا الہٰ تو کیا حاصل دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں اب رہا سوال قلب کسے کہتے ہیں؟ کیا ہمارے جسم میں دھڑکتے ہوئے گوشت کے لتھڑے کو قلب کہتے ہیں؟ اگر یہی قلب ہے تو پھر یہ عناصر کا مضغہ ہے اور آگ سے معمور ہے آگ تو نور کی ضد ہے نور اور نار ایک جگہ جمع کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں صاف صاف فرماتا ہے ’’**وماجعل اللہ لرجلٍ ما من قلبین فِي جوفه**‘‘ (کہ ہم نے کسی انسان کے جوف میں دو دل نہیں رکھے) تو معلوم ہوا کہ دل تو ایک ہی ہے۔ آخر کار دوسرے دل کی دلیل آئی تو کہاں سے آئی جو نور نہیں نار ہے۔ ہاں بعض حضرات نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو بنیاد بنا کر عنصری دل کو دل بنالیا ہے! حدیث پاک ہے کہ ’’انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ بگڑ گیا تو سب کچھ بگڑ گیا اور وہ سنور گیا تو سب کچھ سنور گیا‘‘ یہ حدیث پاک بلاشبہ درست ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ گوشت کا ٹکڑا بھی ہے جس پر بالکل

سیاہ اور ظلماتی پردے پڑے ہوئے ہیں یہ پردے چربی کے نہیں بلکہ ظلمت کے ہیں عرفی دل کی چربی کو ظلماتی پردے کس طرح تسلیم کریں؟ جب دل اور چربی دونوں عنصری ہیں۔ دوستو! یہ وہ قلب نہیں قلب ایک ہی ہے ظلمت نفس میں پوشیدہ ایک نور بھی ہے جس پر ہمیشہ اللہ کی نظر رہتی ہے اور نظر نور ہے۔ معلوم ہوا کہ قلب کی تحقیق شرط ہے مگر قلب اس وقت تک تحقیق میں نہیں آسکتا جب تک ظلماتی پردے جل نہ جائیں اور یہ ظلماتی پردوں کا تعلق آخر کس چیز سے ہے؟ نفس سے ہے اور نفس کا تعلق عناصر سے ہے کیونکہ یہ عناصر کا بادشاہ ہے۔ یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ جسم اور قلب پر پڑے ہوئے تمام پردے سراسر ظلمت ہی ہیں تو ہمیں قلب کو ظلمات سے گذر کر تلاش کرنا ہوگا دراصل ظلماتی جسم دنیا کی مانند ہے یعنی دنیا جسم کا عکس ہے اور یہ دنیا سراسر ظلمت ہے ’’**الدّنیا کلھم ظلمة**‘‘ ظلمت سے گذرنے کے بعد نور کا عالم ہے اس عالم میں قلب کو تلاش کرنا ہوگا تب کہیں دین وایمان کے انوار نظر آئیں گے ورنہ کتابی دلیلیں دین وایمان کے تقاضے پورا کرنے کے لئے شاید نا کافی ہو۔

سوال۲۱ : ’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ‘‘ (المائدۃ۵:۳۵) سے مراد کیا ہے؟

جواب : ’’اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو‘‘ اے ایمان والو! یعنی اے صاحب بصیرت لوگو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف یعنی قرب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو وہ وسیلہ دراصل ایسا پیر ہے جو ’’اسم اللہ ذات‘‘ کا مظہر بن چکا ہو، عشق کا مظہر بن چکا

ہو، حقیقت میں پیر بھی اسی کو کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وسیلہ صرف اور صرف حضرت عشق ہیں یعنی ''اسم اللہ ذات'' ہے اور یہی وہ وسیلہ ہے جو قلب تک پہنچاتا ہے۔ ''اسم اللہ ذات'' سے روح میں وجد کا نور بیدار ہوتا ہے تو روح ''بلٰی بلٰی'' کے نعرے لگاتی ہے نورِ وجد، نور محمدی ﷺ تک پہنچاتا ہے اور نور محمدی ﷺ کے وسیلے سے سالک نورِ صمدیت سے ہم کنار ہوتا ہے، نور صمدیت سے نور احد اور واحد حاصل ہوتے ہیں ان تمام انوار کے مجموعہ سے نور الہدیٰ ظاہر ہوتا ہے۔ اے بھائی! یہ ہے وہ وسیلہ یعنی ''اسم اللہ ذات'' کے مراتب۔

سوال ۲۲ : حجابات کیا ہیں؟

جواب : حجابات ان گنت ہیں مگر عوام اور خواص کیلئے صرف نو (۹) حجابات کو دور کر دینا ہی کافی ہے۔ (۱) نفس (۲) عارضی زندگی (۳) دنیا (۴) عبادات عادتاً کرنا اور فخر کرنا (۵) جنت کے خواب کو اپنے لئے حقیقت بنا لینا اور ثواب کے بھروسے بیٹھ جانا (۶) کسی کرامت کو ہتھیار بنا لینا (۷) اپنے آبائی حسب نسب پر غرور کرنا (۸) بغیر عمل کے علم پڑھنا (۹) بغیر تصدیق قلبی کے اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنا۔

سوال ۲۳ : ''النهاية هی الرجوع الی البداية'' ابتداء کی طرف پلٹنا ہی انتہاء ہے کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : دراصل انسان مکانی نہیں لامکانی ہے۔ لہٰذا انسان کی ابتداء اور انتہاء کو ایک کر کے لامکانی، فنافی اللہ ہونا ہی اس حدیث پاک کا منشاء ہے۔

سوال ۲۴ : ''خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَر'' (صاف ترین لے لے اور مکدر کو چھوڑ دے) سے مراد کیا ہے؟

جواب : قلب کو لے لے اور نفس کو چھوڑ دے۔

سوال ۲۵ : ''موتوا قبل ان تموتوا'' کیا ہے؟

جواب : ''مرنے سے پہلے مرنا'' سے مراد وقت زمانی سے نکل کر لی مع اللہ وقت میں پہنچنے کا نام ہے۔ یعنی فنافی اللہ ذات ہونے کا نام ہے جہاں وقت نام کی زندگی نہیں ہوتی۔

سوال ۲۶ : تقویٰ کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

جواب: تقویٰ ظاہری یہ ہے کہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، طاعات میں گذر بسر کیا جائے اور مرتبۂ صفات میں مصروف رہے۔ تقویٰ باطنی یہ ہے کہ فنافی الذات حق اس طرح ہو جائے کہ متقی نظر ہی نہ آئے اور نہ اس کے ہونے کا گمان باقی رہے۔ اللہ کو بس یہی تقویٰ محبوب ہے حقیقت میں متقی اسی کو کہتے ہیں جو ہر مخلوق کے شر اور اثر سے محفوظ رہے متقی اسی کو کہتے ہیں جو دنیا کے سرمائے سے ہرگز محبت نہ رکھے، متقی اسی کو کہتے ہیں جو شیطان کی پرستش کسی بھی صورت میں نہ کرے، متقی وہ شخص ہے جو نفس امارہ پر غالب ہو ورنہ برائے نام متقی ہے۔

سوال ۲۷ : امر بی کیا ہے؟

جواب : ''اسم اللہ ذات ہے، اسم ھُو'' ہے اور عشق ہے۔ لہٰذا ارشاد گرامی ہے ''واللہ غالب علیٰ امرہٖ'' یعنی ذات اپنے امر پر یعنی اسم اللہ پر

غالب ہے اور اسم اللہ دونوں عالم کی ہر چیز پر غالب ہے۔ اسم اللہ کیا ہے؟ فقر ہے اور فقر فقیر کی ذات ہے۔ فقیر کو فقر محبوب تو عالم کو علم محبوب ہوتا ہے۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ سلام کو سجدہ نہ کیا کیوں کہ یہ سجدہ اس کے علمی ادب کے خلاف تھا حالانکہ علم اور فقر اپنی اپنی جگہ دونوں برحق ہیں مگر علم اللہ کیلئے ہے اور عرفان بندہ کیلئے ہے۔

سوال ۲۸ : فقیر اور عالم میں فرق کیا ہے؟

جواب : بعض عالم کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں مگر فقیر کہتے کم ہیں اور کرتے زیادہ ہیں اور لوگ علم سے صاحب روایت اور فقیر فقر سے صاحب ہدایت ہوتے ہیں۔

سوال ۲۹ : علم کی تعریف کیا ہے؟

جواب : ''**اوتوا العلم درجات**'' (علم درجات عطاء کرتا ہے) مگر کب؟ جب کہ انسان علم کی عین سے علم کو پڑھتا ہے تو علم خود اپنے عالم کو اپنے مشاہدہ کے ساتھ درجات عطاء کرواتا ہے اور علم کلام حق بن جاتا ہے۔ جو عالم علم کو اپنی عین سے پڑھتا ہے تو علم درجاتِ ثواب سے گذر کر قیل وقال میں رہ جاتا ہے۔ غرض علم کو جب عالم علم کی عین سے پڑھتا ہے تو علم الہٰی کے انوار دیکھتا ہے معلوم ہوا کہ علم کا پڑھنا اور ہے علم کا دیکھنا اور ہے۔

سوال ۳۰ : ''اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کے زمرے میں کون آتے ہیں اور صاحب امر کون ہے؟

جواب : اس زمرے میں کامل اولیاء اللہ آتے ہیں جن کا امر روکا نہیں جا سکتا، امر تو امر الٰہی ''اسم ذات ھوٗ'' ہی ہے یعنی حضرت عشق ہیں۔ صاحب امر وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ کی قباء کے نیچے یعنی ''اسم ذات ھوٗ'' کا مظہر بنکر ''اسم ذات ھوٗ'' کی تلوار سے خود اپنے نفس کا قاتل بن چکا ہو ایسے شخص کی زبان بھی سیف اللہ ہوتی ہے ایسے کامل سے ڈرنا چاہئے جو خود اپنے نفس کا قاتل ہے تو دشمن کو قتل کرنا اس کیلئے کونسی بڑی بات ہے۔

سوال ۳۱ : ذکر بافکر انفاس کیا ہے؟

جواب : ذکر بافکر انفاس کا معنٰی ہے جس دم کے ساتھ ذکر کرنا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند بار گہری گہری سانس لیں اور چھوڑ دیں ''اسم اللہ ذات یاھوٗ'' پر اس قدر گہری نظر رکھیں کہ کہیں سلسلہ نہ ٹوٹے یا تار نہ ٹوٹے یعنی بالکل تصور کے ساتھ آتی جاتی سانس میں اسم یاھو پر نظر رکھیں پھر دو پانچ منٹ کے بعد اسم یاھو کو دماغ میں چڑھا کر فکر یعنی کچھ دیر حبس دم کریں۔ وقت متعین کر کے سہولت کے مطابق صرف ایک سے تین دن ۱۰ سے ۲۰ منٹ تک مشق کریں کافی ہے۔ سیاہ اور نیلی روشنیاں غائب ہو کر شیطانی ذریت ختم ہو جائے گی اور ایک سفید نور نمودار ہو کر ''اسم ذات یاھوٗ'' کے تجلیات میں سالک کھو جائے گا۔ پھر تین دن تک ان کے سیاہ حلقے میں ''اسم ذات ھوٗ'' کو پہچان کر قوت کے مطابق یا ''ھوٗ'' کا ذکر صرف تصور میں کریں اور سانس چھوڑ دیں۔ یاد رہے دم کو ہرگز نہ گھوٹیں ورنہ مشقت سے دھیان بھٹک جائے گا پھر مکمل

تصور کے ساتھ سانس کو چھوڑیں مگر تصور یا ''ھو'' کا سلسلہ نہ ٹوٹنے دیں ایک یا تین دنوں میں ظلماتی پردے چاک ہو کر قلب نمودار ہو جائے گا۔ اس طرح ''اسم ذات یا ھوٗ'' کو قلب میں تصور کریں یعنی جس دم کریں قلب کی زبان کھل جائے گی اور ذکر ذکر قلبی میں تبدیل ہو جائے گا اس ذکر سے روح وجد میں آ کر بلٰی بلٰی کہتی ہوئی محسوس ہوگی پھر ذکر روحی جاری ہو جائے گا۔ باقی اپنے پیروں سے پوچھ لیں ذکر روحی ذکر سری اور ذکر خفی کیا ہے؟۔

سوال ۳۲: عاقل کسے کہتے ہیں؟

جواب : حدیث پاک ہے ''**العقل فی الانسان والانسان مرأۃ الرب**'' عقل انسان میں ہوتی ہے اور انسان رب کا آئینہ ہوتا ہے اس حدیث پاک سے عقل کا مرتبہ ظاہر ہے ایک یہ کہ جو مرتبۂ انسانیت پر آ چکا ہے وہی عاقل ہے، انسانیت اللہ کا راز ہے اور انسان اللہ کا راز دار ہے۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں منقول ہے کہ ''**الانسان سِری وانا سرّہ**'' یعنی (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) جو اللہ کا راز دار ہے اس کی زبان غیروں کے ساتھ اللہ کی غماز نہیں ہو سکتی لہٰذا وہ خموشی اختیار کرتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے جاہل کا جواب خاموشی یہاں جاہل سے مراد وہ ہے جو اللہ کا راز دار نہ ہو!۔ جب انسان مرتبۂ انسانیت پر آ جاتا ہے تو کس سے بولے گا؟ اگر بولے تو انسان سے ہی بولے گا اس کی بات کو سمجھے گا تو کون سمجھے گا، انسان ہی سمجھے گا اس لئے عاقل عام

انسانوں میں خموش رہا کرتے ہیں کیونکہ ہر کوئی ان کی بات کو تو نہیں سمجھ سکتا! بسا اوقات جاہل ان کی خموشی کو ان کے علم کی کمی سمجھتے ہیں اللہ تو عاقل سے ہی ہم کلام ہوتا ہے نہ کہ جاہل سے معلوم ہوا کہ صاحب عقل کو عاقل کہتے ہیں۔ ایسے حضرات قدسیہ ''**فقد کل لسانہ**'' یعنی (ان کی زبان گونگی ہوگئی) کے مرتبے پر آ جاتے ہیں۔

سوال ۳۳: ''اسم اللہ ذات'' کی حقیقت بیان کیجئے؟

جواب : تمام کتابوں کی جان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریحات تمام کتب سماوی ہیں کتب سماوی کے کل اسرار ام الکتاب یعنی سورۂ فاتحہ میں ہیں، سورۂ فاتحہ کے فیوض و برکات تکبیر اولیٰ یعنی اللہ اکبر میں ہیں، اللہ اکبر کی رحمت وعطاء نماز میں ہے، نماز کی معراج کلمۂ طیب کے نور میں ہے اور کلمۂ طیب کے تمام انوار ''اسم اللہ ذات'' میں ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جو ''اسم اللہ ذات'' کی عظمتوں اور رحمتوں کا منکر ہے وہ اللہ، انبیاء کرام، اولیاء کرام اور صراط مستقیم کا منکر ہے۔ معلوم ہوا کہ جو ''اسم اللہ ذات'' کو اپنا ہادی و پیشوا بنا کر راستہ چلتا ہے اس کے ساتھ تمام مذکورہ اللہ کی عظمتیں اس کے حق میں دعا گو ہوتی ہیں۔ ''اسم اللہ ذات'' کا پیروکار حقیقت میں انسان ہے اور انسان کا دشمن شیطان ہے۔ لہٰذا! جس نے اس راہ کا انکار کیا اس نے راہ تصوف کا انکار کیا اور وہ گمراہ ہے کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس پر ''اسم اللہ ذات'' کے صدقے مذکورہ نعمتیں اللہ نے انعام فرمائی ہیں اور

انعمت علیھم سے مراد یہی نعمتیں ہیں۔معلوم ہوا کہ جو شخص ''اسم اللہ ذات'' اور اہل ''اسم اللہ ذات'' کا گستاخ ہے وہ بے ادب ،مرتد و بے دین ہے۔

سوال ۳۴: ''کن'' کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :اللہ رب العزت نے خود کی پہچان کے اظہار کا ارادہ فرمایا تو اپنا نام اقدس ''اسمِ اللہ'' کا اظہار کیا اور اپنے نام پاک نظر کی تو ''اسم اللہ ذات'' سراپا نور نظر آیا اور اسی نور پاک کو محبت سے محبوب وحبیب کہا اور اپنے محبوب کا نام محمد ﷺ رکھا ،اپنے محبوب وحبیب کی پہچان کیلئے خلقت کے اظہار کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ کے نور سے مخاطب ہو کر ''کن'' کہا اور '' فیکون '' کی جلوہ آرائی سے قدرت ظاہر ہوئی۔ معلوم ہوا کہ کن کی حقیقت نور محمدی ﷺ ہے۔ یہ نور کیسا ہے؟ اسی کو سراج منیر کہتے ہیں جس کو علم حاضرات و ناظرات کے پیران عظام اپنی جان کی جان سمجھتے ہیں بس فیکون سے نکل کر کن سے محبت کر سب کچھ مل جائے گا۔

سوال ۳۵: جنت اور جہنم کے ٹھکانے کہاں پوشیدہ ہیں؟

جواب : جنت رحمانی رحمت یعنی قلب سلیم کے سائے میں پوشیدہ ہے اور جہنم نفسانی وشہوانی خواہشات کی آگ یعنی نفس کی آڑ میں پوشیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ نفس سے پوری طرح ناجی ہونے کا نام ہی نجات ہے اور ناجی کا ٹھکانہ جنت ہے۔

سوال ۳۶ :تصوف میں حال ومقام کیا ہے؟

جواب :سالک کے سامنے واردات قلبی کے لحاظ سے کئی مناظر آتے ہیں اور جلد زائل بھی ہو جاتے ہیں اس کو عارضی حال کہتے ہیں یا کئی مقام آتے ہیں اگر سالک ثابت قدم ہو گیا تو مقیم ومقام کہتے ہیں اگر مقام بھی زائل ہو گیا تو حال کہتے ہیں۔

سوال ۳۷: رجا کیا ہے؟

جواب :رجا ایک حال ہے جو حال ماضی اور مستقبل کا آئینہ دار ہے یہاں کامل کسی بھی زمانہ کی عکاسی پیش کر سکتا ہے اگر سالک کو کوئی مقام محبوب ہوا اور اُس کو راحت مل رہی ہو تو اس حال کو رجا کہتے ہیں۔

سوال ۳۸: خوف کیا ہے؟

جواب :جس حال سے سالک غمگین اور خوف زدہ ہو،اس حال کو خوف کہتے ہیں۔

سوال ۳۹ :ذکر اور تذکرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب :عہد ماضی کا حال جو سالک کے سامنے پیش ہوتا ہے اور سالک ماضی میں پہنچ جاتا ہے تو اس حال کو ذکر وتذکرہ کہتے ہیں۔

سوال ۴۰: وجد کسے کہتے ہیں؟

جواب:اگر کوئی خوش آئیند حال دل میں جم جاتا ہے اور جب تک باقی رہتا ہے تب تک کے عرصہ کو وجد اور ذوق کہتے ہیں۔

سوال ۴۱: انتظار اور توقع کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ حال جو نفس کی جانب سے ہو اور قلب کو متأثر کر رہا ہو اور سالک آئندہ

سفر میں خطرہ محسوس کررہا ہوتو اس حال کو انتظار یا توقع کہتے ہیں۔

سوال ۴۲: ''**الایمان بین الخوف والرجا**'' یعنی (ایمان خوف اور رجا کے درمیان میں ہے) اس کا معنٰی کیا ہے؟

جواب: خوف کا مظہر نفس ناری ہے اور رجا کا مظہر قلب ہے اور یہ نور ہے ایک کفر ہے اور دوسرا اسلام ہے۔ ایمان کیا ہے؟ ایک نوری نظر ہے جو ''**فھو علٰی نور من ربہٖ**'' کا جلوہ ہے اور یہ کفر و اسلام پر منصف ہے اور دونوں کو جدا کرنے والا نور ہے۔

سوال ۴۳: گناہوں پر جری ہونا اور بخشش کی تمنا رکھنا کیسا ہے؟

جواب: گناہوں پر جری ہونا اور بخشش کی تمنا اور فضل کی امید رکھنا گناہِ عظیم ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''**الاحمق من اتبع نفسہ ھواہ موتمنٰی علی اللہ**'' یعنی (احمق وہ ہے جو نفس کو خواہشات کا فرمانبردار بنائے اور اللہ پر امید رکھے) تخم نار بونا اور جنتی فصل کی تمنا رکھنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ حکم کے غلط استعمال کا غلط نام گنہگار کی رجا ہے۔

سوال ۴۴: مغرور کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو اپنے اسلاف اور حسب و نسب کے قصے کہانیاں سناتا ہے، اہلِ خیر کی تعریفیں کرتا ہے اور خود اس میں وہ خوبیاں نہ ہوں تو وہ مغرور ہے۔

سوال ۴۵: علم اور عالم کی تعریف کیا ہے؟

جواب: علم حکمت کا خزانہ ہے اور عالم طبیب کی مانند ہوتا ہے خوف و رجا کے

مابین علم کو پیش کرتا ہے اس کا سابقہ دیندار اور دنیادار دونوں سے پڑتا ہے۔ لہٰذا عالم کو دین اور دنیا شناس بھی ہونا چاہئے اور مزاج شناس بھی ہونا چاہئے اگر وہ خوفزدہ دینداروں میں وعظ و نصیحت بیان کررہا ہے تو رجا کی آیات، احادیث اور اخبار و آثار سے امید کو اخذ کرکے امید افزاء بیان کرنا چاہئے۔ عام مسلمانوں کے جمِ غفیر میں جب وعظ و بیان کررہا ہو یا جن کے ایمان سست اور گناہوں پہ مائل ہوں تو امید کا بیان، امید کے آیات و احادیث عام لوگوں کے حق میں سمِ قاتل کا درجہ رکھتے ہیں۔ کئی زمانے گذر گئے تاریخ میں موجودہ زمانہ سے زیادہ پرفریب، خطرناک، بے حیا، بے وفا اور بے مروت زمانہ شاید کبھی نہیں گذرا ہوگا یہ ہماری بات زمانے سے مراد اہلِ زمانہ سے ہے، اہلِ زمانے کے مزاج سے ہے۔ ان حالات میں ان افراتفری کے ماحول میں اگر ہم عام امت کو امید کے فسانے سناتے ہیں، جنت کی لالچ دلاتے ہیں، قرآن و حدیث کی بنیاد پر مکمل نجات کی ضمانت دیتے ہیں تو شاید یہ کام علماء دین کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ یہ درمیانہ روی نہ ہوئی۔ علماء کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ اُمّت کو درجۂ اوسط پر لایا جائے۔ آج کے دور میں زیادہ رجا کی یا امید کی داستانیں سنانا گویا امت کو گناہوں سے چشم پوشی کا درس دینا ہے، خوش کن امیدوں کے بیانات عوام کے نفوس کو غفلت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ آجکل ہر مجمع میں امیدوں کے نعرے لگائے جاتے ہیں، امیدوں کی جنت سجائی جاتی ہے، امیدوں کے حور و قصور آراستہ کئے جاتے ہیں، امیدوں کی شراب پلائی جاتی ہے، اور ڈھیٹھ گنہگار بھی مجمع کی زینت بن کر سبحان اللہ! سبحان اللہ! کے نعرے بلند کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر آج کے علماء اُمیدوں کے میدان میں

خود بھی دوڑ رہے ہیں اور عوام کو بھی دوڑا رہے ہیں قوم سرکش ہوتی جارہی ہے انجام خدا جانے!

سوال ۴۶ : زندہ دل کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ کے راز دار فنا فی اللہ بقا باللہ اور بقا بالذات کو کہتے ہیں ورنہ مردہ دل ہے۔

سوال ۴۷ : ساعت دیدار کیا ہے؟

جواب : ساعت دیدار تمام طاعات کی معراج ہے اسکے بغیر وہ تمام طاعات کا مجموعہ بے کار ہے جس میں دیدار الٰہی کا نور نہ ہو۔

سوال ۴۸ : بے نیاز کسے کہتے ہیں؟

جواب : جو اسرار خداوندی کو حل کر کے عارف باللہ ہو گیا ہو۔

سوال ۴۹ : نبی اور امتی کا رشتہ کیا ہے؟

جواب : نبی اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہوتے ہیں اور امتی نبی کے رازوں میں سے ایک راز ہوتا ہے اور راز و منشاءِ راز کو بخوبی پہچانتا ہے کہ اس کا جی اس سے چاہتا کیا ہے؟

سوال ۵۰ : کامل اور ناقص کی زبان میں فرق اور اثر کیا ہے؟

جواب : ہر کامل اور ناقص کی زبان سے ہر بات میں اللہ کے راز جاری ہوتے ہیں جسے عاقل ولی اللہ خوب پہچانتے ہیں کہ اللہ نے کس کی زبان کیا بھیجا ہے اور کیا چاہتا ہے لیکن راز کے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔

سوال ۵۱ : ''**العلم نقطة**'' (علم ایک نقطہ ہے) سے کیا مراد ہے؟

جواب : علم کا گذر توحید کے بحرِ بے کراں تک ہے اور اس کے آگے عرفان ہے۔ معلوم ہوا کہ نقطۂ توحید ہی نقطۂ علم ہے۔ نقطۂ توحید اور توحید نقطۂ قلب ہے بلکہ یہ نکتہ ہے جس کو نکتہ شناس پہچانتے ہیں۔ یہ نقطہ ''اسم ذات ھوٗ'' میں ظاہر اور قلب میں باطن ہے۔

سوال ۵۲ : ازلی عالم و عارف باللہ کی پہچان کیا ہے؟

جواب : اس کی زبان پر اللہ کے نور کی ازلی روشنائی ہوتی ہے گویا اس کی زبان ''**لسان الفقراء سیف الرحمٰن**'' کا مظہر ہوتی ہے۔

سوال ۵۳ : ازلی تحریر کیا ہے؟

جواب : ''اسم اللہ ذات'' ہے جو اسکو پڑھا وہ عامل اور جو اسکو سمجھا وہ کامل ہے۔

سوال ۵۴ : حقیقت و معرفت کسے نصیب ہوتی ہے؟

جواب : جو ماسویٰ اللہ جو سب کچھ ترک کر دیتا ہے اسے نصیب ہوتی ہے۔

سوال ۵۵ : فقیر کی نظر کہاں سے ہوتی ہے؟

جواب : اللہ کے نورِ ذات یا لامکاں سے ہوتی ہے۔

سوال ۵۶ : کامل ولی اللہ کی قبر کا کیا معاملہ ہے؟

جواب : کامل ولی اللہ کی قبر اسکے جسم کی مانند اور جسم روح کی مانند ہوتا ہے یہ جب چاہے جہاں چاہے جسمِ مثالی کے ساتھ ظاہر ہو جاتے ہیں اور یہ مرتبہ کن کی عطاء سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۵۷ : باخبر کسے کہتے ہیں؟

جواب : جو اللہ کے قرب سے مرتبۂ عین العیان پر فائز ہو چکا ہو اور اللہ کی

رحمت کے لطیف اشاروں کی خبر رکھتا ہو۔

سوال ۵۸ : قرآن کی تعریف کیا ہے؟

جواب : قرآن اسم اعظم ''اسم اللہ ذات ھوٗ'' کی تشریح ہے۔ ''اسم ھوٗ'' کے دو حلقے دونوں عالم کے علوم پر دلیل ہیں۔ ''اسم اللہ ذات'' لامکانی ذات کا نور ہے اور یہی نور محبط وحی ہے۔ یہاں قرآن بے حرف، بے الفاظ اور بے آواز نور ہے۔ لامکان سے لوحِ محفوظ پر یہ نورِ پُرنور اور انتہائی دلکش نورانی تحریروں سے محفوظ ہے۔ لوحِ محفوظ سے بذریعہ جبرئیل قلب محمدی ﷺ کا زیور بنا اور آپ کے قلب اطہر سے رواں ہونے کے بعد جمع شدہ مجموعہ ہے۔ اس کی شانِ نزول بغیر اعراب ونشانات کے اور انسانی تصرف سے پاک ہے یہی حقیقت میں کلامُ اللہ ہے۔ اس کو سمجھنے سمجھانے پڑھنے اور پڑھانے میں آسانی فراہم کرنے کی غرض سے جو اعراب ونشانات لگائے گئے ہیں بعض ائمہ دین کی نظر میں کلامِ الٰہی میں بشری جسارت ہے۔ آج کل تو اس میں تراجم بھی شامل کیے گئے ہیں کچھ قبول ہو رہے ہیں کچھ رد ہو رہے ہیں۔ بحر حال اس کی تلاوت ثواب کا باعث ہے۔ قرآن مقدس ہے اس کو مخلوق، مخلوق کی تحریروں کا مجموعہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ نیک گمان ہونا چاہئے۔

سوال ۵۹: حافظ قرآن کی تعریف کیا ہے؟

جواب : حقیقت میں حافظ قرآن اسی کامل ولی اللہ کو کہتے ہیں جس نے محبط وحی میں اپنی ذات کے نور سے نور قرآن کو پڑھ کر حفظ کر لیا ہو۔ اور لوحِ محفوظ پر مرقوم قرآن کو بذریعہ روح پڑھ چکا ہو اور قلب و قالب کو ایک کر کے مجلس

محمدی ﷺ میں داخل ہو کر آپ ﷺ سے قرآن پڑھ چکا ہو اور دنیوی کاغذ پر مرقوم قرآن کو پڑھ کر عامل قرآن بن چکا ہو۔ ورنہ عرفی حافظ قرآن بھی قابل احترام ہوتے ہیں بس احترام کیجئے۔ حقیقی حافظ قرآن آن کی آن میں ایک ختم قرآن کر لیتا ہے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ گھوڑے کی رکاب میں ایک قدم مبارک رکھ کر دوسری رکاب میں دوسرا قدم رکھنے سے پہلے ایک ختم قرآن کر لیتے تھے۔ یہ بس یہی راز ہے! معلوم ہوا کہ حفظ قرآن کامل ولی اللہ سے کر لیں تو بہت بہتر ہے کیونکہ اس کا معیار حق کے نزدیک انتہائی پسندیدہ ہے۔

سوال ۶۰: دعوتِ خواجۂ اعظم اور دعوتِ علماء میں کیا فرق ہے؟

جواب : دعوتِ اسلام صرف داعی کا دعویٰ کرنا یا صرف دعوتِ حق دینا کافی نہیں ہے کیوں کہ دعوت اسلام صرف زبانی دعوے کی چیز نہیں ہے دعوت اسلام کی بنیاد کلمۂ طیب پر منحصر ہے اور کلمۂ طیب اپنے داعی پر دو فرائض یا شرطیں پیش کرتا ہے کہ پہلے تم میری شرطیں پوری کرو پھر دعویٰ کرو۔ وہ شرطیں کیا ہیں؟ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب ہیں۔ اب ان دونوں شرطوں میں سے صرف اقرار باللسان کافی نہیں ہے تصدیق وتحقیق یعنی مشاہدہ شرط ہے بغیر مشاہدہ کے دعوت اسلام کا منشاء کہاں پورا ہوتا ہے؟ پہلے دیکھو پھر پیش کرو۔ یہ اسلام کیا ہے؟ یہ ایک نور ہے اور ایک نور کا سمندر ہے جسے اللہ نے شرح صدر سے داخل کیا ہے۔ پہلے اس اسلام کو دیکھو اور پہچانو، اسلام کو دیکھ کر اسلام کے نور میں ڈھل کر، شریعت مطہرہ کا لبادہ اوڑھ کر، ایمان کے نور سے قلب وروح کو غسل دیکر مسلم ومؤمن بن کر نبی

کریم ﷺ کا وفادار غلام بن کر ’’لما تقولون مالاتفعلون‘‘ (وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو) کے عبرت انگیز فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے بیشک داعئ اسلام بن جاؤ اور بیشک دعوتِ اسلام دو تو پھر دیکھو اللہ تمہارے کام میں برکت ہی برکت دے گا۔ اللہ تمہیں ’’نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ط (الصّف ۶۱: ۱۳)‘‘ کی بشارت بھی دے گا۔

اے عزیزو! ایسی نسلیں ضرور تیار کرو جب یہ بولیں تو اسلام بولنے لگے، جب یہ چلیں تو اسلام چلنے لگے۔ یہ نہیں کہ بغیر استاد کے قرآن اور حدیث کی کتابیں اٹھالی اور بن گئے داعئ اسلام! اس کام سے نفع کم نقصان زیادہ ہوگا اور امت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ خواجۂ اعظم کے دم کرم سے آج جو کروڑوں مسلمان ہیں کیا ان کی دعوت اسلام بھی ہماری طرح کی دعوت اسلام تھی؟ پیارے! ہرگز نہیں۔ خواجۂ اعظم کی دعوتِ اسلام اللہ کی رحمت ہے۔ دعوت صرف دعویٰ نہیں یہ ایک گہرا علم ہے۔ خواجۂ اعظم دعوتِ قرآن وحدیث کے ماہر تھے، کامیاب تھے۔ خواجۂ اعظم نے اللہ کے حکم سے قرآن کو پیش کیا، نبی کریم ﷺ کے حکم سے حدیثوں کو پیش کیا یہ نہیں کہ کتابیں پڑھی اور حکم لگادیئے کہ یہ قوی ہے یہ ضعیف ہے۔

اے خود ساختہ مبلغو! خواجۂ اعظم کی دعوت خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے کیلئے تھی اور یہ آج کی دعوتیں خود کی جماعت بنانے کیلئے ہیں۔ خواجۂ اعظم کی دعوت جس نے قبول کیا سب ایک جسم و ایک جان ہوگئے۔ ہماری دعوت سے ہم جماعتی اور پریشان ہوگئے! کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ کس طرف جائیں کون حق ہے اور کون ناحق ہے؟ ایک عام مسلمان پہچان نہیں پارہا ہے ایک جماعت

دوسری جماعت کے نزدیک کافر مرتد، دوسری جماعت تیسری جماعت کی نظر میں کافر مرتد حتیٰ کہ ایک ہی جماعت کا دعویٰ کرنے والے اگر دو دھڑوں میں بٹ جائیں تو ایک دھڑا دوسرے دھڑے کی نظر میں کافر مرتد ثابت ہو رہا ہے آخر یہ کیسی دعوتیں ہیں؟ جو ہر طرف سے اُٹھ رہی ہیں عوام پریشان ہے کہ کریں تو کیا کریں اور کیا نہ کریں! کونسی مسجد میں نماز پڑھیں کونسی مسجد میں نماز نہ پڑھیں! کس کے پیچھے پڑھیں کس کے پیچھے نہ پڑھیں! کون سے مدرسہ میں دین سیکھیں کون سے مدرسے میں نہ سیکھیں! آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم پوچھتے ہیں خواجۂ اعظم نے جس دعوت کو پیش کیا تھا کیا اس کے تمام نقوش صفحۂ تاریخ سے مٹ گئے؟ کیا آپ کی دعوت کے تمام اصول ناکارہ ہوگئے؟ کیا کتابوں میں خواجۂ اعظم کی دعوت کے وہ تمام طریقے محفوظ نہیں ہیں؟ کیا خواجۂ اعظم کے اخلاق سیرت و کردار کے تمام چراغ بجھ گئے؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ تو خواجہ ہند کی فکر کے مطابق آپ کی دعوت کے اصول کے مطابق اگر دعوت پیش کریں تو کیا قباحت لازم آسکتی ہے؟ ان کے اصولِ دعوت تو اس قدر زرین ہیں کہ بت خانوں سے کعبہ کے پاسبان پیدا ہوگئے۔ ایک ہم ہیں کہ مسجدوں میں جماعتی پاسبان تلاش کر رہے ہیں! ہماری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ دعوت اسلام ہے یا دعوت جماعت ہے۔ بس ہم اس قدر جانتے ہیں کہ دعوت کے معنٰی اور مفہوم کو دیکھے بغیر، سمجھے بغیر، جو زبانی دعوتیں اُٹھتی ہیں اس سے فائدہ کم نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ خواجہ اعظم کی دعوتِ محبت نے غیر مسلموں کو مسلمان بنایا اور ہم اپنی جماعتی دعوتوں سے مسلمانوں کو کافر مرتد بنا رہے ہیں! جتنی جماعتیں اتنے دعوے! عجیب حال ہے۔ خواجہ اعظم کی دعوت

لازوال سورج کی مانند تھی جس کسی پر اس کی روشنی پڑی وہ مسلمان ہو گیا۔ ہماری دعوتیں علاؤالدین کا جادوئی چراغ بن گئی ہیں! کئی دعوے کئی دعوتیں اٹھتی ہیں کئی دعوتیں لیکر کئی علی بابا اپنے اپنے چالیس چالیس مستوں کو لیکر جماعتی کام کر رہے ہیں۔ خدا جانے آنے والی نسلوں کا انجام کیا ہوگا؟ اسلام ملے گا یا انسان کی بنائی ہوئی جماعت ملے گی؟

سوال ٦١ : خواجۂ اعظم نے اسلام کو پیش کیا یا اپنی ذات کو پیش کیا؟

جواب : خواجہ اعظم نے ہرگز اسلام کو نہیں پیش کیا بلکہ اپنی ذات کو سیرتِ مصطفٰی ﷺ کے لباس میں پیش کیا جس نے آپ کو دیکھا وہ آپ کا دیوانہ ہو گیا آپ کی محبت میں آپ کی دعوت کا حصہ بن گیا۔ مگر ہم لوگ اپنی دعوت کو پیش کرتے ہیں اور اپنی ذات کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔

سوال ٦٢ : حمایت کیا ہے؟

جواب : اللہ کی حمایت حمیت کا نور ہے جس سے آدمی دونوں جہاں میں منظور نظر ہو جاتا ہے۔ اس کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے اور ستر ہزار موکل ہر دم ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی حمایت رحمت کا سمندر ہے آپ کا کامل امتی سیلانی باران رحمت کی مانند ہوتا ہے اس کے قدم سے ارضی و سماوی آفات دور ہو جاتے ہیں۔ درویش کی حمایت غلام کو بادشاہ اور بادشاہ کو غلام بنا دیتی ہے اسکی زبان کن کی کنجی ہوتی ہے۔

سوال ٦٣ : سوختہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ کی محبت میں جس قدر جلتا ہے اتنا مسرور ہوتا ہے اور تکلیف میں

اس طرح مسکراتا ہے جیسے کاغذ آگ میں جلتے ہوئے مسکراتا ہے۔

سوال ٦٤ : مرد کسے کہتے ہیں؟

جواب : مرد فرد اور صاحبِ درد کو کہتے ہیں۔

سوال ٦٥ : رسمی علم کی تاثیر کیا ہے؟

جواب : رسمی علم اپنے عالم کو دنیوی شہرت، نام نمود، عزت و جاہ عطاء کرتا ہے اور دل کو مکدر کر دیتا ہے جس میں شیطان خود کو دیکھ کر مسکراتا ہے۔

سوال ٦٦ : قادری کی پہچان کیا ہے؟

جواب : اصلی قادری کو اصلی قادری بخوبی پہچانتا ہے کیونکہ اس کے باطن سے خوشبو دار سبز رنگ چھلکتا ہے۔ منہ بولے قادری کیا جانے کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ باطن کس چڑیا کا نام ہے!

سوال ٦٧ : فقیر کو شاہ یا الشاہ کے لقب سے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟

جواب : کامل فقیر کو ظاہراً ظاہر پیر سے فقیری عطاء ہوتی ہے اور باطناً اللہ سے خلافت کا فرض منصبی عطاء ہوتا ہے اور وہ ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ ۲:۳۰)'' کے منصب پر آ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''خادم الفقراء سید القوم'' (فقراء کا خادم قوم کا سردار ہے) اب قوم کے سردار کو شاہ نہیں کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا؟

سوال ٦٨ : ''حسنات الابرار سیئات المقرّبین'' (حدیث) کا کیا معنٰی؟

جواب : ابرار کی نیکیاں مقربین کیلئے گناہ کی مانند ہیں کیونکہ ابرار اپنے نیکیوں پر نظر رکھتے ہیں اور مقربین سلطان الفقر پہ نظر رکھتے ہیں۔ بلکہ فنا فی

الفقر ہو جاتے ہیں۔اس عدم میں چلے جاتے ہیں جس کو عدم نہیں۔ نیز نیکیوں کا ثمرہ ثواب ہے اور مقربین کا مقام دیدار ہے۔

سوال ٦٩ : مقامِ فقر کب حاصل ہوتا ہے؟

جواب : دیدارِ فقر کے بعد!

سوال ٧٠ : فقرِ مکمل کیا ہے؟

جواب : فقرِ مکمل دین مکمل کا نور ہے، فقیر کا لازوال کی ذات میں فنا ہونے سے فقرِ مکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ان مقامات کی طرف رہبری صرف بینا دل کامل پیر ہی کر سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھ کر رہ جانا کہ آج کل ایسے لوگ کہاں؟ بھائی میرے! قادریت وہ ہے جو قیامت تک ایسے فقراء سے خالی نہیں ہو سکتی جس دن قادریت ایسے فقراء سے خالی ہوگئی تو سمجھو قیامت قائم ہوگئی۔

سوال ٧١ : مرید یا طالب کا یقین پیر کے ساتھ کس طرح کا ہونا چاہئے؟

جواب : پیر جو کہتا ہے اس کے ثبوت میں دکھانا اس پر فرض ہو جاتا ہے۔ارشاد ربانی ہے ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۞ (الصف٦١:٢)'' (وہ بات کیوں کرتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو) لہٰذا اللہ کے فرمان کے مطابق اگر لاھوت اور لامکان کی بات تو کرتا ہے مگر مرید یا طالب کو دکھا نہیں دیتا یا اپنی کہی ہوئی بات پر ثبوت پیش نہیں کر سکتا تو ایسے پیر کے ہاتھ پر کسی بھی طرح بیعت کرنا درست نہیں۔ ورنہ پیری مریدی رسم بن جائے گی اور یہ حقیقت کا مذاق ہے۔ایسوں کے اندھے مقلدین

اللہ کے عاجز فقراء کو بھی خاطر میں نہیں لاتے جگہ جگہ نکتہ چینی اور تحقیر کرتے پھرتے رہتے ہیں!۔

سوال ٧٢ : اللہ کا فرمان ہے ''اگر تمہارے اعمال بگڑ جائیں گے تو تم پر ظالموں کو مسلط کر دوں گا'' اس قول کے کیا معنٰی ہیں؟

جواب : اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں اور علوم بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک علمِ خیر ہے جس پر عمل کرنے سے عمل صالحہ حاصل ہوتا ہے ایک علمِ شر ہے جو '' مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ '' کے ساتھ شیطان کو حاصل ہے اس علم پر عمل کرنے سے عمل شر کا ظہور ہوتا ہے۔ان دو طرح کے اعمال کے دو مراکز ہیں عملِ خیر و صالح کا مرکز و محور ذات محمدی ﷺ ہے جو آپ ﷺ کی ذات اقدس سے یا آپ ﷺ کی محبت سے کٹ گیا وہ شقی تباہ و برباد ہو گیا اس کا ہر اچھا عمل بھی نفس کو خوش کرنے کیلئے ہو جاتا ہے اور عمل شر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔اسی طرح عمل شر کا مرکز شیطان ہے جو شیطان سے جڑ گیا گویا وہ شیطان کا پرستار ہو گیا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۞ '' (یٰسین ٣٦:٦٠) (شیطان کی پرستش نہ کرو کیوں کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) معلوم ہوا کہ عمل صالح کی اصل عشق محمدی ﷺ ہے جو آپ ﷺ سے کٹ گیا وہ ہلاک ہو گیا اور اللہ ایسوں پر ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے۔

سوال ٧٣ : '' پیر کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے'' اس حدیثِ پاک کے کیا معنٰی ہیں؟

جواب : مرید کی نظر پیر پر ہوتی ہے اور پیر کی نظر اللہ پہ ہوتی ہے یعنی مرید پیر کو

دیکھتا ہے اور پیر اللہ کو دیکھتا ہے۔ اس طرح نظر نظر کی ہم آہنگی دیدار خداوندی کا سبب بن جاتی ہے۔ مرید پیر میں خدا کو دیکھتا ہے اور پیر مرید میں خود کو دیکھتا ہے اس طرح پیر کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہو جاتا ہے بشرطیکہ پیر کامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے پیر کا ہاتھ، پیر، زبان، کان اور آنکھ سب کچھ بن جاتا ہے۔

سوال ۷۴: مرید کو پیر سے کیا طلب کرنا چاہئے؟

جواب : وہ دل جو رب کا آئینہ ہوتا ہے۔

سوال ۷۵: سالک کے سفر کی ابتداء وانتہاء کیا ہے؟

جواب : اقرار باللسان سے تصدیق بالقلب تک یعنی زبان کے ذکر سے آنکھ کے مشاہدہ تک۔ ذکر سے مشاہدہ کا معنٰی یہ ہے کہ جو کچھ کہتا ہے وہ دیکھ لیتا ہے۔ لہٰذا ارشاد خداوندی ہے "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ (الصّف ۶۱:۲)" (وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے ہو) یہاں بات کا کہنا علم ہے اور عمل کرنا مشاہدہ ہے یعنی دیکھ کر کہنا اور ہے، بغیر دیکھے کہنے کا لطف دیرپا بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ کہنا دعویٰ ہے، عمل سچائی ہے اور عمل اس کی حقیقت ہے۔ معلوم ہوا کہ دعویٰ حقیقت ہو اور حقیقت دعویٰ ہو۔ بس یہی راز کلمہ "**لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه**" میں ہے۔ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب اس کی شرطیں ہیں۔ ایک علم ہے دوسرا عمل ہے۔ پہلی شرط ذکر ہے دوسری شرط مشاہدہ ہے۔ زبان کا تعلق جسم سے ہے اور قلب کا تعلق روح سے ہے۔ مجموعی طور پر معنٰی

یہ ہوا کہ جو کچھ زبان سے تو نے اقرار کیا ہے اس کو بذریعہ قلب وروح کی آنکھ سے دیکھ لے اور تصدیق کو پیش کر! بس یہی سالک کا سفر ہے زبان سے آنکھ تک اور ذکر سے مشاہدہ تک۔ اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔

سوال ۷۶: انسان عالم کبیر یا عالم صغیر ہے؟

جواب : انسان کو حکماء اہل علم عالمِ صغیر کہتے ہیں کیونکہ ان کا دعویٰ انسان کے جسم سے تعلق رکھتا ہے اور عرفاء حضرات انسان کو عالم کبیر کہتے ہیں کیونکہ ان کا دعویٰ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ جسم ناری ہے اور باطن نوری ہے۔ اب سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ناری عالم بڑا ہے یا نوری عالم بڑا؟ خود ہی فیصلہ کر لیجئے حکماء کا دعویٰ صفات پر منحصر ہے اور عرفاء کا دعویٰ ذات پر منحصر ہے۔ حکماء علماء ہیں اور عرفاء مقربان حق ہیں۔ ایک علمی تحقیق سے کہتا ہے دوسرا عملی تحقیق یعنی مشاہدے کے بعد کہتا ہے۔

سوال ۷۷: تصوف میں وقت کی تعریف کیا ہے؟

جواب : وقت اللہ کی رسی ہے ہر چیز کو وہ کھینچ رہا ہے ہر چیز اسی کی طرف سفر کر رہی ہے۔ لہٰذا جس نے مضبوطی سے اللہ کی رسی کو تھام لیا وہ اللہ کی طرف کامیابی کے ساتھ سفر کر گیا "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶ (البقرہ ۲:۱۵۶)" (اللہ کی جانب سے آیا تھا اور اسی کی طرف لوٹ گیا)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "**کل شیءٍ یرجع الی اصله**" (ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے)۔ ہماری اصل کیا ہے؟ ہم کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جانا ہے؟ خود سوچ لیجئے وقت بڑا قیمتی اثاثہ ہے جو اس کی ناقدری کیا وہ اللہ کی تلوار سے کٹ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا ''**الوقت سیف قاطع**'' (وقت کاٹنے والی تلوار ہے) وقت خود رسی ہے اور وقت خود کاٹتا ہے لہٰذا وقت کو مضبوطی سے تھام لینا چاہئے۔ اللہ کی رسی والی آیت سے ظاہر پرست نہ جانے کیا کیا معنٰی نکال لیتے ہیں۔ وقت تین حال سے خالی نہیں ہوتا طلوع، زوال اور غروب۔ پہلا حال نفس کی مانند دوسرا حال تیرے حال کے درمیان جان کی مانند ہے اور یہ زوال ایک برزخ کی مانند ہے اور غروب فنا فی اللہ کی مانند ہے۔ یہاں سے ایک اور حال شروع ہوتا ہے بقا باللہ طلوع کی مانند ہے فراقِ مشاہدہ برزخ وزوال کی مانند ہے اور فنا فی الذات غروب کی مانند ہے۔ اے اللہ کے بندے! وقت کی قدر کر وقت کی قدر ہی عبادت ہے اور وقت کی ناقدری ہی جہالت ہے۔ عبادت جنت کا نمونہ ہے اور جہالت جہنم کا نمونہ ہے۔ ہر چیز اپنے آپ میں اور کائنات میں ظاہر ہے کھینچنے والا پوشیدہ ہے۔ ادھر سے ادھر چلا جاوہی تیرا اصلی وطن ہے۔ وقت کی رسی میں صبح اور شام کے دو دھاگے ہیں ایک اجالا نما اور ایک اندھیرا نما ایک نور کا ہے اور ایک نار کا، ایک جنت کا ہے ایک جہنم کا ہے۔ ذرا عقل سلیم کے ساتھ رسی کے دھاگے کو بھی تھام لے۔

سوال ۷۸: نیکی اور بدی کیا ہے؟

جواب: ''نیکی بدی'' خیر وشر ہے یہ اللہ کے لکھے ہوئے دو نقطے ہیں۔ اگر بندہ عقل سلیم رکھتا ہے تو نیکی کے نقطہ کو کھینچ کر خدا تک پہنچ جاتا ہے اگر بندہ بدعقل ہے گمراہ ہے تو شر کے نقطہ کا انتخاب کرتا ہے اور ایسا خط خود کھینچتا ہے کہ وہ اسے جہنم کی طرف لے جائے۔ معلوم ہوا کہ نیکی بدی کے دو نقطوں کا یعنی اصل کا خالق اللہ ہے اور اس کو کھینچ کر خود کو اپنے انجام

تک پہنچانے والا بندہ ہے۔ بس یہی مسئلہ خیر وشر کا حال ہے اور یہ ان کیلئے بھی ہے جو ''**خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ**'' کے حکم کو کچھ کا کچھ سمجھ کر الجھ جاتے ہیں۔

سوال ۷۹: کسی نے ہم سے پوچھا کہ خدا کیا کرتا ہے؟

جواب: تو جیسا چاہتا ہے وہ ویسا ہی خدا کرتا ہے یعنی انسان کم از کم جسم وجان کا یا نفس وروح کا مجموعہ ہے، تیری روح نفس کی شکل میں خدا سے جیسا چاہتی ہے وہ ویسا ہی کرتا ہے، تیرا نفس روح کی شکل میں جیسا چاہتا ہے وہ ویسا ہی کرتا ہے۔ چاہنے سے مراد جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے جیسا کرتا ہے وہ ویسا ہی پاتا ہے جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ ہر طرح پاک ہے تو نے جو مانگا اس نے تجھے وہ دیا جیسا تو نے کیا ویسا ہی اس سے پایا۔

سوال ۸۰: شکر کیا ہے؟

جواب: کرم وعطاء کا زینہ ہے۔

سوال ۸۱: سجدوں کی اجرت کیا ہے؟

جواب: قربِ حق ہے۔

سوال ۸۲: سجدے کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب: سجدہ تو صرف ایک ہی قسم کا ہے وہ سجدۂ ربوبیت ہے۔ بعضوں نے دوسری قسم سجدۂ تعظیم کی پیش کی ہے دراصل وہ بھی سجدۂ ربوبیت میں ہی شامل ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام مظہر خدا تھے۔ سوال سجدہ میں نہیں

سجدہ کرنے میں پیدا ہوتا ہے یعنی آدمی اگر سجدہ نفس کی خواہش پر کرتا ہے فی نفسہ وہ سجدہ نفس کو ہی کرتا ہے گویا نفس ہی اس کا معبود بنا اور یہ شرک ہے۔ جو اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے خالص اللہ کو سجدہ کرتا ہے یا اللہ ہی کیلئے سجدہ کرتا ہے تو اسے قرب حق نصیب ہوتا ہے اور ٹھیک ٹھیک اجرت اللہ ہی سے پاتا ہے۔ جو شخص نفس کی خواہش پر نفس کو سجدہ کرتا ہے نفس کے جیسا ہی اس کا بھی انجام ہوتا ہے۔ ارشاد گرامی ''ان النفس امارة بالسوء'' یعنی (نفس تمہیں برائی کا حکم دیتا ہے) اللہ فرماتا ہے ''وَاسْجُدُوا وَاقْتَرِبْ'' یعنی (اور سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ) معلوم ہوا کہ سجدہ قرب حق عطاء کرواتا ہے۔

سوال ۸۳: جسم و روح کے رشتہ میں کیا راز ہے؟

جواب: جسم اللہ کی عبادت کرتا ہے تو روح کو قرب حق حاصل ہوتا ہے گویا جسم ایک ایسی سواری ہے جو روح کو اللہ تک پہنچا دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جسم عبادت کیلئے ہے اور روح قرب حق کیلئے ہے۔ اللہ پاک ہے، روح پاک ہے تو جسم کا پاک ہونا بھی ضروری ہے تاکہ قرب حق حاصل ہو۔ اگر جسم ناپاک روح پاک ہے تو دو ضدین کس طرح جمع ہو سکتے ہیں؟ اگر روح بے سواری ہے تو خدا کا قرب کس طرح حاصل کریگی؟ جسم انسان بنے، روح عاشق بنے تو خدا محبوب بنکر ملے گا۔

سوال ۸۴: عوام و خواص کی عبادت میں کیا فرق ہے؟

جواب: عوام کی عبادت اپنی خواہش اور اپنے علم کے تقاضے پر ہوتی ہے ان کا

حج خانۂ کعبہ کے دیدار سے ہوتا ہے اور خواص کی عبادت اللہ کی محبت میں اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے اور ان کا حج بیت اللہ کے مالک کے دیدار سے ہوتا ہے۔

سوال ۸۵: اللہ نے ہر چیز کو ایک کام کیلئے پیدا کیا ہے۔ اس کا کیا معنٰی؟

جواب: بیشک ہر چیز ہر ذرہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کسی نہ کسی کام کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر چیز اس کی مشیت کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے، ہر چیز تکمیل مشیت میں مجاہدہ کر رہی ہے اور اپنی مدافعت میں برسر پیکار بھی ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو ایک تلوار دیا ہے اسی لئے دھوپ کی تیزی سورج کی تلوار ہے، ٹھنڈی چاندنی چاند کی تلوار ہے، چبھن کانٹے کی تلوار ہے، خوشبو پھول کی تلوار ہے، رفتار ہوا کی تلوار ہے، جلنا اور جلانا آگ کی تلوار ہے، حرکت ذرّے کی تلوار ہے، بہنا شور مچانا خاموش ہو جانا پانی کی تلوار ہے، پھٹنا بننا سنورنا مٹی کی تلوار ہے اور سانس انسان کی تلوار ہے۔ پس ہر چیز ایک کام میں مصروف ہے۔ لہٰذا انسان کو بھی چاہئے فتح و نصرت، قرب وحق پانے کیلئے اللہ کے حکم کے مطابق رضا اور اطاعت میں نفس کے خلاف اللہ کی تلوار سے مجاہدہ کرے۔ بس انسان کے لئے یہی مشیت الٰہی ہے کہ انسان اپنے قریب آجائے۔ وہ بڑا بدنصیب انسان ہے جو اللہ کی دی ہوئی سانس کی تلوار کا استعمال نہ کرتا ہے نہ کرنے کا ہنر جانتا ہے اور نہ خدا کے قرب کی تمنا رکھتا ہے۔

سوال ۸۶: فقراء کے دشمنوں کو کیا کہتے ہیں؟

جواب : فقراء کے دشمنوں کو کتّے کہتے ہیں جو بھونکتے رہتے ہیں۔فقیر زندہ ہے تو بھی اس پر بھونکتے ہیں اور مر گیا تو بھی اس پر بھونکتے ہیں۔

سوال ۸۷: پیرِ قصہ خوان کو کیا کہتے ہیں؟

جواب : وہ خود قصہ بن جاتا ہے کیونکہ حقیقت سے اس کا دور تک واسطہ نہیں ہوتا اگر قصہ خواں قصہ کی شخصیت و کردار کا آئینہ ہے تو یقیناً وہ مرد ہے۔

سوال ۸۸: تصوف میں محبوب کسے کہتے ہیں؟

جواب : ظاہری معنٰی تو ظاہر ہے مگر باطنی معنٰی یہ ہے کہ دو دوستوں کے ساعتِ وصل کو محبوب کہتے ہیں۔ بندے اور خدا کے وصل کو محبوب کہتے ہیں۔

سوال ۸۹ :تصوف میں خوشبو سے کیا مراد ہے؟

جواب :عشق ہے۔

سوال ۹۰ :امید اور نا امیدی کیا ہے؟

جواب :آتی جاتی سانس ہے۔

سوال ۹۱ :اچھے اور برے کا فلسفہ کیا ہے؟

جواب :مخلوقات میں نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بری ہے۔اچھی بری تو صرف نسبت کی وجہ سے ہوتی ہے۔مثلاً ایک ہی آدمی کسی کے حق میں دوست ہے کسی کے حق میں دشمن،کسی کے لئے سراپا محبت کسی کے لئے سراپا نفرت، انسان سانپ کا دشمن ہے،سانپ انسان کا دشمن ہے،جیسی نسبت ویسی نظر ہوتی ہے۔جب تک آدمی اپنی نظر کی نسبت سے دیکھتا ہے اچھا یا برا نتیجہ نکلتا ہے۔عاشق و معشوق جب اپنی اپنی نظروں سے

ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں تو نتیجہ آج اچھا ہے کل برا بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح انسان اللہ کو اپنی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اگر اللہ کو دیکھنا ہو تو اللہ ہی سے نظر مانگ لینا چاہئے اور اسی کی نظر سے اس کو دیکھنا چاہئے ورنہ نظر کی نسبت فراق کا سبب بن جائے گی۔

سوال ۹۲ :دوستی اور دشمنی کیا ہے؟

جواب :جو کچھ بھی انسان کے حق میں اللہ کی جانب سے آتا ہے وہ سب کچھ اچھا ہے اگر اللہ کا دوست کسی کا دوست ہوتا ہے تب بھی انسان فائدہ مند ہے اگر دشمن ہوتا ہے تو تب بھی مفید ہے۔شاید قسمت سے سچی توبہ نصیب ہو اور اللہ قبول کرلے۔دنیا کے دوست اگر انسان کے دوست ہوتے ہیں تو یہ اپنے جیسا بنا لیتے ہیں اگر دنیا کے دشمن انسان کے دشمن ہوتے ہیں اور پیچھا کرتے ہیں تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ راہ دے دے تو وہ اللہ والا ہو جاتا ہے اور ان کی دشمنی دوا کا کام کر جاتی ہے۔جب نیک بختی کا وقت آتا ہے تو انسان کے دشمن بھی زیادہ ہوتے ہیں تاکہ وہ اللہ کی دہلیز مضبوطی سے پکڑ لے۔ڈھونڈ و تو ہر چیز میں ایک راز ہے اس لئے دشمنوں سے بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہئے اللہ جب کسی کو پسند کرتا ہے تو اس کے پیچھے دنیا کے کتے لگا دیتا ہے تاکہ اسے محبوب حقیقی کی طرف ہانکے۔

سوال ۹۳ :دنیا کی تعریف بیان کیجئے؟

جواب :دنیا بندے اور خدا کے درمیان برزخ کی مانند ہے اس کی صورت

آدھی سفید اور آدھی کالی ہے۔ دنیا کیا ہے؟ آدمی کے نام اور عناصر کے پتلے کی تشریح ہے۔ جو شخص دنیا کو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتا وہ اپنے باہر دیکھ لے پھر بھی اگر نظر نہ آئے تو آئینے میں اپنی آنکھیں دیکھ لے۔ دنیا ایک پردہ ہے جس کے باہر آگ ہی آگ ہے اور اندر نور قدیم ہے۔ ''**الدنیا کلھا ظلمۃ**'' (دنیا سراسر ظلمت ہے) اسی کے پردے میں آبِ حیات بھی ہے افسوس! اندھے کو نظر نہیں آتا باہر زہر ہے، اندر دودھ ہے اگر خلط ملط ہو گیا تو دودھ بھی زہر ہو جائے گا۔ اسی فرق کو بتانے کیلئے انبیاء کرام اور اولیاء عظام آئے اسی کے فرق کو ظاہر کرنے کا نام دین ہے۔

سوال ۹۴ : سنّی کی حقیقی تعریف کیا ہے؟

جواب : باطنی حواس خمسہ کے عقل کی آنکھ سنی ہے اور ظاہری حواس خمسہ کے علم کی آنکھ غیر سنی ہے۔ ایک علم کی آنکھ ہے، ایک عقل کی آنکھ۔ ظاہری علم کی آنکھ خدا کے سوا دیکھتی ہے اور باطنی عقل کی آنکھ صرف خدا کو دیکھتی ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا سے وصال سنّیت ہے خدا سے فراق غیر سنیت ہے۔ جس کے علم کی آنکھ کا مذہب عقل کی آنکھ کے سنّیت کے خلاف ہے وہ حقیقی سنّی نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں حواس خمسہ ظاہری سے نجات پانا ہی مکمل نجات ہے اور جو نجات پا لیا وہی سنی ہے اسی لئے حضور غوث الصّمد انی حضرتِ محبوبِ سبحانی سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا فرقۂ ناجیہ کو ہی سنّی کہتے ہیں۔

سوال ۹۵ : خدا کو باصورت یا بےصورت کہنا کیا ہے؟

جواب : ایسی باتیں اس وقت تک نازیبا ہیں جب تک کہنے والا خود صورت سے نہ گذر چکا ہو! یہ معمہ صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو عین میں عین ہو گیا ہو۔ ورنہ نادانوں کی ایسی مثالیں دینا یا اللہ پاک کے متعلق ایسا خیال رکھنا گمراہی ہے۔ صاف وشفاف آئینۂ قلب جسے حاصل ہے وہی اس حقیقت کا مشاہدہ کر پائے گا ورنہ الجھ جائے گا۔

سوال ۹۶ : خیالِ یار کسے کہتے ہیں؟

جواب : خیال یار ظاہر میں بت اور باطن میں بت شکن ہوتا ہے۔ اب خود سمجھ لے!

سوال ۹۷ : روح کے کتنے گواہ ہیں؟

جواب : دو ہیں ایک علم اور دوسری عقل۔

سوال ۹۸ : تدبیر کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : از روئے انصاف مکمل عدل ومحاسبہ کے ساتھ خود کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم یار کی یاری کے لائق ہیں یا نالائق ہیں۔

سوال ۹۹ : روح کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : روح ایک ندی ہے جو آنکھ میں ایک روزن سے جھانکتی ہے۔

سوال ۱۰۰ : کھلی ہوئی ظاہری آنکھوں کی بےقراری کیا کہتی ہے؟

جواب : چشمِ قلب کے اندھے پن کی گواہی دیتی ہے۔

☆☆☆

مجلس سوم

{ یَا اَوْلِیَاءَ مُحیُ الدِّیْنَ اَمَانُ اللّٰہ }

سوال: ''یا اولیاء محی الدین امان اللّٰہ'' کی حقیقت اور معنیٰ کیا ہے؟

جواب: یہاں خطاب الٰہی یا ولی محی الدین امان اللہ ہونا چاہئے تھا آپ کو اولیاء کے خطاب سے کیوں یاد کیا گیا؟ انسان کیا ہے؟ نفس، قالب، قلب، روح، سرّ، خفی، اور اخفیٰ وانا کا مجموعہ ہے۔ بعض اولیاء اللہ میں ایک کا مرتبہ وہ ہے جو شریعت کے لباس میں قالب ونفس کو مسلمان بنا لیتے ہیں۔ ان کو کامل مسلمان کہتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جن کا نفس، قالب اور قلب ایمان کے نور سے منور ہوتے ہیں ان حضرات کو بھی ولی کہا جاتا ہے اور یہ پکے مؤمن اور جنت کے حقدار ہوتے ہیں یہ لوگ شریعت کے علم سے آراستہ اور علم پر تقوے کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جن کا نفس، قالب اور قلب مؤمن ہوتے ہیں اور روح عاشق ہوتی ہے۔ ایسے اولیاء اللہ شریعت اور طریقت میں محنت کرنے والے ہمیشہ مضطرب اور بے قرار رہتے ہیں یہ جنت کے نہیں جنت کے مالک کے طلبگار ہوتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو مسلمان، مؤمن اور عاشق کی ہر قید وشرط سے آزاد ہو کر صرف ایک راز بن جاتے ہیں۔ اور ''اَلْاِنْسَانُ سِرِّی وَاَنَاسِرُّہٗ'' کے جلوے میں (میں انسان کا راز ہوں اور

انسان میرا راز ہے) کے مقام پر راز کی صورت میں پرواز کرتے ہیں انہیں قطب سے یاد کیا جاتا ہے بعض حضرات وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو قطبیت کے مقام سے ترقی کر کے عشق کی صورت میں مقام خفی میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور اللہ ظاہر ہو جاتا ہے ورنہ خفی سے پہلے کے تمام مقامات میں اللہ پوشیدہ اور ولی مظہر ہوتا ہے۔ جب اللہ کا ولی اس مقام سے اور آگے ترقی کرتا ہے مقامِ ''اخفی وانا'' پر آ کر ''انت انا وانا انت'' کے مطابق ہو بہو کے مقام پر آتا ہے تو فقر کا انتہائی مرتبہ حاصل کر کے ''الفقیرُ لایحتاج الا اللہ'' یعنی (فقیر اللہ کے سواء کسی کا محتاج نہیں ہوتا) کے مقام پر آجاتا ہے۔ ان تمام منازل پر محیط اللہ کی ولایت ہے اور اللہ کی قدرت ان تمام مقامات کے علوم اور احکام کی پابند ہے۔ لہٰذا اللہ کا وہ ولی جو ان مقامات کو طئے کر چکا ہو وہ کسی بھی مقام پر آ کر اپنی کرامت سے علم وعمل اور تقدیر کے نوشتہ کو پہچانتا ہے اور چاہے تو بدل دیتا ہے۔ ان تمام مقامات کے روحِ رواں پیرِ پیراں میرِ میراں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ قالب سے لیکر ''انا'' تک ہر مقام میں ولی اللہ ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولیاء کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ اب یا اولیاء محی الدین امان اللہ کا معنیٰ یہ ہوا کہ اے قالب تا ''انا'' ہر مقام کے ولی اللہ آپ دین کو ہر مقام کے انوار سے زندہ کرنے والے ہیں کیونکہ آپ اللہ کا امان ہیں۔ اللہ کا امان یعنی قدرت کو جو امان نصیب ہے یعنی حیات وبقا نصیب ہے وہ ایک نور ہے جو تاریک جسموں کی نگاہوں سے پوشیدہ آفتاب عالم تاب کی مانند ہے یعنی امانت کو قبول کرنے والا اور امان دینے والا ایک نور ہے۔ یہ مقام خاص حضور غوث پاک کے فیض وعطاء سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۱ : شیشۂ دل کو کہاں تلاش کریں؟

جواب : نفس کی آگ اور دھوئیں کے پہلو میں تلاش کریں یا اپنے محبوب کی آنکھوں میں تلاش کریں۔

سوال ۲ : خود کو کس طرح پہچانیں؟

جواب : یار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں پہچان بھی ہو گی اور آواز بھی آئے گی کہ ''میں تو ہوں، تو میں ہے'' اور دونوں کی یگانگی ایک ہے۔

سوال ۳ : روشن راستہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : آنکھ سے آنکھ تک پہنچنے والی راہ کو کہتے ہیں بشرطیکہ آنکھوں میں مستی کا سرمہ لگا ہوا نہ ہو۔

سوال ۴ : ''**لامعبود الا اللہ**' '**لامشھود الا اللہ**' '**لامقصود الا اللہ**'' اور **لاموجود الا اللہ** کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : دونوں عالم میں اس کی معبودیت کے سوا اور کوئی رنگ نہیں، دونوں عالم میں اس کے جمال کے جلوؤں کے سوا اور کوئی جلوہ نہیں، دونوں عالم میں اس کے مقصد کمال کے سوا اور کچھ نہیں، دونوں عالم کی آنکھوں میں اس کے وجود کے سرمہ کے سوا اور کچھ بھی موجود نہیں۔

سوال ۵ : شیطان کی چالیں کس طرح پہچانیں؟

جواب : دماغ کی بساط پر شطرنجی چال دیکھ اور پھر زمین پر نظر رکھ۔

سوال ۶ : ''صوفیان کرام سے مروج ذکر و فکر، مراقبات و مشاہدات کے وہ تمام طریقے جو آج تک رائج ہیں'' کیا عین نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے

مطابق ہیں؟

جواب : موجودہ تمام طریقے جو صوفیان کرام سے متوارث آئے ہیں وہ تمام کے تمام تو نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق تو نہیں بلکہ آپ کی عین تعلیمات کی منشاء کے مطابق ضرور ہیں کیونکہ ہر طریقہ نفس کے خلاف مجاہدہ کی آسانی فراہم کرتا ہے۔ ہر سلسلہ کے ائمہ و صوفیاء کرام نئے نئے اور آسان طریقے ایجاد کر کے خانقاہوں میں رائج کرتے گئے تا کہ مریدین کو نفس کی اصلاح اور تربیت کا شعور آ جائے۔

نبی کریم ﷺ کے لئے تمام ذکر و اذکار کا ماخذ قرآن تھا اور ہمارے لئے آپ کی شریعت ہے۔ قرآن و حدیث کے تائید کے ساتھ تمام طریقے ذکر و اذکار کا بہترین ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اذکار شریعت ہیں اور آپ کے افکار طریقت ہیں اور آپ کے طریقت کی جان تلقین ہے۔ صرف تلقین سے آپ ﷺ تمام صحابہ کرام کو منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے اور وہ تمام نفوسِ قدسیہ آن کی آن میں پہنچ جاتے تھے۔ مگر قرونِ ثانیہ کے بعد صوفیاء کرام کے ادوار میں سخت مزاجی کے باعث صوفیان کرام نے اصلاح کیلئے نئے نئے طریقے تلاش کر کے پیش کرتے آئے جو آج تک رائج ہیں ہر طریقے کا احسن اور واحد مقصد قربِ خداوندی ہے اس لئے کلی طور پر کسی بھی طریقے کا انکار حق کا انکار ہے۔

سوال ۷ : تلقین کیا ہے؟

جواب: حضرت عشق سے کلمہ پڑھنے کا نام تلقین ہے جب حضرت عشق کلمہ پڑھاتے ہیں تو قلب کو توحید اور توحید کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کا مظہر بنا کر صاف کر دیتے ہیں اور جب قلب محمد رسول اللہ کہتا ہے تو بارگاہ مصطفوی ﷺ میں پہنچ کر دونوں عالم کے ہر راز سے واقف ہوجاتا ہے بقاء اور لقاء کا حصول بھی ہوتا ہے۔ زبان کا اقرار زبانی گواہی ہے قلبی تصدیق قلبی گواہی ہے جو مرشد کامل ہوتا ہے وہ مظہر عشق ہوتا ہے اور تلقین کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائی کہ اے علی اپنی آنکھیں بند کرو میں تین مرتبہ کلمہ طیب ''لا الٰہ الا اللہ'' (انا) محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں اور تم اپنے قلب میں سنو پھر تین مرتبہ تم پڑھو ہم اپنے قلب میں سنیں گے۔ سبحان اللہ! کتنا آسان اور پاکیزہ راز و طریقہ ہے اس تلقین کا پہلا نکتہ آنکھوں کا بند کرنا ہے دوسرا نکتہ آقا کا کلمۂ طیب کا پڑھنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قلب میں سننا ہے تیسرا نکتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پڑھنا اور آپ ﷺ کا اپنے قلب مبارک میں سننا ہے۔ پہلے نکتے کا راز اگر اللہ کے دیدار کی تمنا ہے تو ماسویٰ اللہ کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لینا ضروری ہے تاکہ نظر باہر کے بجائے باطن میں دیکھنے کے قابل ہوجائے۔ نظر خدائی تحفہ ہے جس سے بندہ چاہے تو باہر دیکھ سکتا ہے یا اندر۔

دوسرا نکتہ کلمہ کا پڑھنا! غور طلب امر یہ ہے کہ کلمہ طیب میں دو مرتبہ ''اسم اللہ'' آیا ہے اور اسم اللہ کو حروف تخصیص سے آزاد کر لیتے ہیں تو صرف اسم ''ہ'' حاصل ہوتا ہے۔ پہلے جملے سے ایک اسم ''ہ'' اور دوسرے جملے سے ایک اسم ''ہ''

ان دو اسماء کو دو آنکھیں سمجھنا چاہئے۔ اسماء بھی نور ہیں اور آنکھیں بھی نور ہیں۔ تلقین میں آنکھوں کا بند کرنے سے مراد سانس کو روکنا چاہیئے یعنی حبس دم کرنا چاہئے کیونکہ اگر سانس چلتی ہے تو نفس کی آگ کو مزید بھڑکا دیتی ہے۔ اسلئے دو آنکھوں کو کلمہ تصور کر کے حبس دم کے ساتھ دونوں آنکھوں میں دو اسماء ''ہ'' کو دیکھنا چاہئے بس تھوڑی ہی دیر میں دو چاند کے مانند انوار نمودار ہوں گے جس سے کلمہ طیب جاری ہوجائیگا اور قلب چاہے جہاں بھی رہے آنکھوں میں روشن ہوجائے گا۔

تیسرے نکتہ کی تشریح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ اپنے قلب اطہر میں سماعت فرماتے ہیں اس سے مراد آپ ﷺ کلمہ کا دیدار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سالک کو کلمہ اس طرح پڑھنا چاہئے کہ اگر وہ پڑھے تو کلمہ براہ راست نبی کریم ﷺ اپنے قلب اطہر میں سنیں اور آپ پڑھیں تو سالک اپنے قلب میں سنے۔ تلقین کلمہ ایک ایسا رشتہ ہے جو امت کو نبی کریم ﷺ سے جوڑتا ہے بس تلقین اسی کو کہتے ہیں۔

سوال ۸: ایک مجلس میں نبی کریم ﷺ صحابۂ کبار کے درمیان معرفتِ الٰہیہ کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے اتنے میں حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوئے تو آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی آخر کیوں؟

جواب: یہ سوال انتہائی اہم ہے لہٰذا اس کا جواب مجھ سے نہیں خواجۂ خواجگاں ہند الولی عطائے رسول حضرت معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ سے سنئے جو آپ کے مکتوبات کا مجموعہ بنام ''اسرارِ حقیقی، سیرتِ خواجہ غریب نواز اور معین الارواح'' ان کتابوں سے ماخوذ ہے من وعن جواب ہم نقل

کر رہے ہیں۔

حضرت غریب نواز یوں رقمطراز ہیں:

''ایک روز کا واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت خالد، حضرت بلال و دیگر اصحابِ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے خطاب فرما کر رموز و اسرار حقیقت اور حقائق و دقائقِ معرفت بیان فرمارہے تھے لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر ؓ اس مجلس شریف میں حاضر نہ تھے ابھی آنحضرت ﷺ حقیقت و معرفت کے اسرار و رموز بیان ہی فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت عمر ؓ بھی مجلس مقدس میں حاضر ہوئے، پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے زبان! اب بس کر دے بعض صحابہ کو تعجب ہوا اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آنحضرت ﷺ حضرت عمر کو یہ حقائق و معرفت بتانا نہیں چاہتے۔ حضرت ابوبکر و دیگر بعض مقربین بارگاہ نے حضور پرنور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ حضور! یہ کیا ماجرا ہے؟ آنجناب نے حقائق و معارفِ الٰہی دیگر تمام صحابہ کے سامنے بیان فرمادیئے لیکن حضرت عمر ؓ سے وہ رموز و حقائق آپ نے چھپا لیئے ہیں۔

جنابِ سید المرسلین ﷺ نے تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رموز و اسرارِ باطنی کو چھپایا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ شیر خوار بچے کو اگر مرغن حلوہ اور گوشت وغیرہ ثقیل غذا کھلائی جائے تو اسے مضر پڑتی ہے لیکن جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو کھانے پینے کی کوئی

چیز اِسے نقصان نہیں پہنچاتی۔

حضرتِ رسالت مآب ﷺ، حضرت عمر ؓ کی باطنی استعداد و قابلیت کے موافق ان سے دیگر اسرار و معرفت بیان فرمانے لگے، چنانچہ منزل جبروت ولاہوت کے حقائق و دقایق حضرت عمر رضی ؓ کو تلقین فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر! ''مَنْ عَرَفَ اللہَ، لَا یَقُوْلُ اللہُ وَمَنْ یَّقُوْلُ اللہُ مَا عَرَفَ اللہُ'' یعنی جس شخص کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اس کو منہ سے اللہ اللہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی اور جو منہ سے اللہ اللہ کہتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اسے معرفت الٰہی نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عمر نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسی معرفت ہے کہ بندہ اپنے مالک کا نام ہی نہ لے اور اس کی یاد کو ترک کر بیٹھے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے جواب دیا کہ ارشادِ خداوندی ہے: ''وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ'' یعنی (جہاں کہیں تم ہو وہیں خدائے تعالیٰ تمہارے ہمراہ ہے) پس اے عمر! جو ذات ہر وقت ہمراہ ہو اور کسی وقت نظر سے اوجھل نہ ہو اس کا یاد کرنا کیوں کر ضروری ہے؟ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ کہاں ہے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بندہ کے دل میں، حضرت عمر ؓ نے عرض کی کہ بندہ کا دل کہاں ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قالبِ انسان میں لیکن یاد رہے کہ دل دو قسم کا ہوتا ہے ایک دلِ مجاز ہے دوسرا دلِ حقیقی۔ اے عمر! حقیقی دل وہ ہے جو نہ داہنی جانب ہے نہ بائیں جانب نہ اوپر کی طرف ہے نہ نیچے کی طرف، نہ دور ہے نہ نزدیک ہے لیکن اس حقیقی دل کی شناخت کوئی آسان کام نہیں ہے یہ محض ان

مقربانِ الٰہی کا حصہ ہے جو حضورِ الٰہی میں ہمیشہ مستغرق رہتے ہیں کیونکہ مؤمن کا دل درحقیقت عرش اللہ جلّ وجلالہٗ ہی ہوتا ہے۔ ''وَقَلبَ الْمُؤْمِنُ عَرْشُ اللہِ تَعَالٰی'' اور یہ قرب وحضور بجز صحبتِ مرشدِ کامل کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کامل لوگ اور طالبان سوال وجواب نہیں کیا کرتے بلکہ وہ خاموش اور باادب رہتے ہیں۔

چنانچہ جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قَلْبَ الْمُؤمِنُ حَاضِرَۃٌ مِنْ ذِکْرَالْخَفِیُ قَصُوَ اَیِّ اِنَّ مَقَامِیُ ذِکْرَالْخَفِیُ فَھُوَ مَیِّتٌ'' (مؤمن کے دل میں ذکرِ خفی ہر وقت موجود رہتا ہے) لہٰذا اسے حیاتِ جاودانی حاصل ہوتی ہے اور مسلم کا دل خفی ذکر سے چونکہ غافل ہوتا ہے اس لئے وہ درحقیقت مردہ شمار ہوتا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ! مومن اور مسلم میں کیا فرق ہے؟

حضور ﷺ نے جواب دیا کہ مومن عارفِ الٰہی ہوتا ہے اور عارف میں یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ خاموشی اور غمگینی کی حالت میں رہتا ہے اور مسلم زاہد اور خشک ہوتا ہے۔ اس کے بعد جناب سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لَیسَ الْمؤمنون یجتمعون فی المساجد ویقولون لااِلٰہ اِلّا اللّٰہ'' (مومن وہ نہیں جو مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور زبانی طور پر'' لااِلٰہ اِلّااللّٰہ '' کہتے ہیں) اے عمر! ایسے کلمہ گو گو چہ حقیقت سے بے بہرہ اور بے خبر ہیں یہ مومن نہیں بلکہ منافق ہیں کیونکہ زبان سے تو کلمہ لااِلٰـہ الاالـلّٰـہ کا اقرار کرتے ہیں لیکن کلمہ کے اصل معنی سے ناواقف ہیں انہیں خاک بھی پتہ نہیں ہے کہ کلمہ سے اصل مقصود کیا چیز ہے؟ یعنی ''لااِلٰہ اِلّااللّٰہ'' تو کہہ لیتے ہیں لیکن ان کو کیا خبر کہ نیست سے کیا مراد ہے اور

ہست سے کیا؟ ایسا شکی طور پر کلمہ کہنا شرک ہے اور شرک وشک عین کفر ہے ایسے کلمہ گو کافر کہلاتے ہیں کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم کہ کلمہ میں کس کی نفی مراد ہے اور کس کا اثبات۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ پھر کلمہ طیب کا اصل مقصد کیا ہے؟ جناب سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کی سوائے ذاتِ وحدہ لاشریک کے دنیا میں کوئی موجود نہیں ہے اور محمد ﷺ مظہرِ خدا ہیں۔ پس طالب الٰہی کو چاہئے کہ اپنے دل میں غیر اللہ کا خیال تک بھی نہ آنے دے اور ذات خداوندی کو ہی ہر جگہ موجود سمجھے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے ''فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط'' (البقرہ ۲:۱۱۵) یعنی (جدھر دیکھو خداوند تعالیٰ کا ظہور ہے)

اے عمر! جب سالک اپنی تمام صفات کو معدوم سمجھے اور ذات الٰہی کو ہی موجود سمجھے اس وقت وہ سالک مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے اس مرتبہ میں سالک کی حالت حدیث'' مَنْ عرف ربہ فقد کَلّ لِسَانہ وَ قَطِعَ اَرْجُلُہ'' کا صحیح مصداق بن جاتی ہے یعنی جس شخص کو اپنے رب کی معرفت حاصل ہوگئی وہ گونگا اور لنگڑا ہوگیا۔

مطلب یہ ہے کہ عارفِ کامل پر سکوت وسکون کی حالت طاری ہوجاتی ہے کیونکہ آہ وزاری اور حرکات اضطرابی اسی وقت تک دامن گیر رہتے ہیں جب تک کہ مطلوب کا وصال حاصل نہیں ہوتا جب طالب کو مطلوب مل جائے تو لازمی امر ہے کہ جو افعال اور حرکات مضطربانہ طلب کی حالت میں اسے دامن گیر رہتے تھے ان سب کا سلسلہ ختم ہو کر اس کی حالت دگر گوں ہوجائے اور بجائے آہ وبکا

اور قلق و اضطراب کے اسے نہایت دل جمعی اور سکوت وسکون حاصل ہو جائے۔ جبھی تو عارف کامل صحیح معنوں میں شہنشاہ ہو جاتا ہے اسے بجز ذات خداوندی کے نہ کسی سے امید ہوتی ہے نہ کسی کا ڈر ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد باری ہے: ''وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ (البقرہ۲:۶۲)'' یعنی اولیاء اللہ کو نہ کسی کا خوف ہوتا ہے نہ کسی کا غم۔ (مترجم)

عارف کامل کی حالت یادالٰہی سے بھی گزر جاتی ہے۔ اے عمر! یقین جانو کہ جب تک سالک غیر اللہ کا وجود بھی اپنے دل سے نہ نکال دے تب تک ایک قدم بھی منزل عرفان کی راہ پر نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی عارف کامل بن نہیں سکتا ہے۔ کیونکہ یاد بھی ایک قسم کی دوئی ہے اور دوئی عارفین کے نزدیک عین کفر ہے یہ کلمہ طیب کی حقیقت ہے، جب تک اس حقیقت تک نہ پہنچے اس وقت تک طالب سچا موحد نہیں بن سکتا اور اپنے دعوائے موحدیت میں سراسر جھوٹا ہے۔ (مترجم)

سوال ۹ :حبسِ دم کیوں کرنا چاہیئے؟

جواب :نفس آگ ہے، سانس ہوا ہے، آگ اور ہوا کی دوستی ہے اس طریقۂ ذکر سے یا ہر اس طریقے سے جس میں بہت زیادہ سانسیں استعمال ہوتی ہیں اس سے قلب روپوش اور نفس ظاہر ہو جاتا ہے معلوم ہوا کہ سانس کے روکنے سے نفس کی آگ بھی بجھنے لگتی ہے اور آنکھوں کی تاریکی ختم بھی ہو جاتی ہے اور نور بھی نمودار ہو جاتا ہے۔

سوال ۱۰: '' قُمْ بِاِذْنِي اللهِ'' کیا ہے؟

جواب: ایک طیب وطاہر سانس ہے جس کی رفتار حضرت جبرئیل سے تیز تر ہے

جو ذات میں بیدار ہوتی ہے! بحر حیات کے پانی میں غسل کر کے اللہ کے نور کے سورج سے ظاہر ہوتی ہے اور مردے جلاتی ہے یہ دم بھی عجیب دم ہے۔

سوال ۱۱ :''قم باذنی'' کیا ہے؟

جواب :فرمان فنافی الذات ہے یہ وہ امر ہے جو روکا نہیں جا سکتا۔ یہ اس کا کام ہے جو خود سے نہیں خدا سے جیتا ہے۔

سوال ۱۲ :عالم اور صوفی کی کمائی میں کیا فرق ہے؟

جواب :عالم کی کمائی قلم دوات اور حروف ہے اور صوفی کی کمائی صاف اور سانچے موتی کی مانند چمکتا ہوا دل ہے جو اس کی آنکھ کا تارا ہے۔

سوال ۱۳ :''اَنَامَدِينَةُ الْعِلْمِ وعَلِي بَابُهَا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب :نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس مکان و لا مکان کے علوم کا شہر ہے اور آپ ﷺ کا قلب اطہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقت اور دروازہ ہے اسکی دلیل میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں یعنی آپ ﷺ کی ذات نبی ہے اور آپ ﷺ کا قلب اطہر علی ہے۔

سوال ۱۴ :تصوف میں مشرق اور مغرب کسے کہتے ہیں؟

جواب :قلب مشرق ہے جس سے ہزاروں سورج طلوع ہوتے ہیں اور قبر مغرب ہے جہاں ہزاروں سورج غروب ہو جاتے ہیں ایک مشرق سے مراد ماں کا شکم بھی ہے اور مغرب سے مراد قبر ہے۔

سوال ۱۵ :پیر کامل کی تعریف کیا ہے؟

جواب: پیر اس وقت کامل ہوتا ہے جب اسے چار مراتب اول، آخر، ظاہر اور باطن کا اتحاد نصیب ہوتا ہے۔ اول یعنی جب کچھ نہیں تھا تب بھی یہ بحر حق میں پیر کامل تھے جب کچھ نہیں ہوگا تب بھی یہ پیر کامل ہی رہیں گے یعنی ظہور سے پہلے یہ پیر کامل تھے، بطون کے بعد بھی پیر کامل ہی رہیں گے۔ پیر کامل بغیر جسم کے زندہ بغیر عمر کے عمر گذارے ہوئے آتے ہیں، پیر کامل دریائے حق کا لازوال و بے مثال موتی ہوتا ہے اس حقیقت کو صرف وہی جانتے ہیں جو آنکھ والے ہیں ورنہ داہنے ہاتھ میں اعصاء تھام لینے سے کوئی موسیٰ نہیں بن جاتا۔

سوال ۱۶: فکر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: عوام کی فکر دو حال سے خالی نہیں ہوتی ایک ماضی ایک مستقبل! اگر فکر حال سے متعلق ہے تو یہ نفسانی منصوبہ ہے اور خواص کی فکر ماضی اور مستقبل سے آزاد ہوتی ہے۔

سوال ۱۷: مرد خدا کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے عدم محض میں وجود کا مشاہدہ کیا ہو۔

سوال ۱۸: عدم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایک بحر بے کنار ہے جو وجود سے عاری ہے، انگور میں شراب کی مانند پوشیدہ ہے، ہاں روح اگر قدسی ہے تو معدوم سے موجود کو دیکھ سکتی ہے۔

سوال ۱۹: عشق اور مشک کیا ہے؟

جواب: اللہ کا پاک نام ہے جس کو جسم پر نہیں قلب پر ملنا چاہئے۔

سوال ۲۰: اللہ رب العزت نے کئی قسمیں کھائی! وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ وغیرہ وغیرہ اگر یہ قسمیں نور دائمی اور قدیم پر کھائی ہیں تو اس کی شایان شان ہیں اگر فانی شئی پہ جیسے ''والعصر'' قسم ہے زمانہ کی! تو یہ فانی چیز پر اللہ باقی ہو کر کس طرح قسم کھا سکتا ہے؟

جواب: بیشک اللہ باقی ہے وہ فانی پر قسم نہیں کھا سکتا جب فانی اور ڈوبنے والے تارے چاند اور سورج کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے پسند نہیں فرمایا تو اللہ کس طرح فانی کو پسند کر کے قسم کھا سکتا ہے! معلوم ہوا کہ وہ چیزیں جس پر اللہ نے قسم کھائی ہیں وہ ظاہراً لغوی معنٰی کے ساتھ فانی نظر آتی ہیں بلکہ باطناً ان آیات کا معنٰی ہی کچھ اور ہے جن کو صرف اہل حق واہلِ نظر ہی پہنچانتے ہیں اور ایسی آیات دراصل عام آیات کی طرح نہیں بلکہ آیاتِ متشابہات میں سے ہیں۔ خبردار جان لو! خدا نے اپنے محبوب اور اپنے محبوب کے حسن کے سوا کسی چیز کی قسم نہیں کھائی ہے۔ والعصر سے مراد ظاہری معنٰی زمانہ جو لیتے ہیں وہ نہیں یہاں عصر سے مراد اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر ہے جو آپکے قالب کے درمیان ہے۔ والضحٰی اور واللیل سے مراد شان رحمت ہے، رحمت کی گھٹا ہے۔ اس لئے قرآن کا معنٰی ومفہوم صرف لغت کے سہارے حاصل کرنا بہت دشوار ہے اگر ہم اپنے ترجمہ کے مطابق یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ نے فانی پر قسم کھائی ہے تو کیا فنا اور فانی چیز اللہ کی قسم کے شایان شان ہے؟ ہرگز نہیں! تو اللہ فانی پر قسم کھانا کس طرح پسند

فرماتا ہے؟ جب کہ حکم قسم بندہ کے لئے بھی روا رکھا گیا ہے تو صرف اللہ پر قسم کھا سکتا ہے کیونکہ وہ باقی ہے فانی نہیں جب بندہ فانی کی قسم نہیں کھا سکتا تو اللہ فانی کی قسم کس طرح کھا سکتا ہے؟۔

سوال ۲۱ : علم و جہل کیا ہے؟

جواب : علم قلب ہے اور جہل قالب، عالم، عالم القلب ہی کو کہتے ہیں نہ کہ عالم القالب کو۔

سوال ۲۲ : زندہ اور مردہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : جس کا قلب زندہ قالب مردہ ہو اسے زندہ کہتے ہیں جس کا قالب زندہ اور قلب مردہ ہو اسے مردہ کہتے ہیں۔

سوال ۲۳ : کفر و ایمان کے پہچان کی کسوٹی کیا ہے؟

جواب : انبیاء کرام اور اولیاء کرام ہیں جس نے ان کو مردہ جانا وہ کافر ہے جس نے ان کو زندہ جانا وہ مؤمن ہے۔

سوال ۲۴ : انبیاء اور اولیاء اللہ کس لئے آتے رہے ہیں؟

جواب : کھرے اور کھوٹے کو سچے اور جھوٹے کو الگ کرنے کیلئے آتے ہیں اور ان کی ظاہری مقدس زندگی اسی میں صرف ہو جاتی ہیں۔

سوال ۲۵ : سماع کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب : سماع کا جواز بزم الست سے ملتا ہے، اللہ رب العزت نے ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (الاعراف ۷:۱۷۲)'' کہا اور روحیں مست و مسرور ہو کر ''بَلٰی بَلٰی '' کا شور مچانے لگی اس سے معلوم ہوا کہ سماع روحوں کی غذا و سرور ہے۔

ایک سماع سماعِ محبت ہے جو اللہ رب العزت اور فرشتوں میں ہو رہا ہے لہٰذا خود ارشاد فرماتا ہے: '' اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط الٰی آخر! (الاحزاب ۳۳:۵۶) '' یعنی (میں اور میرے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی درود و سلام بھیجو) اس حکم سے معلوم ہوا کہ سماع اظہار محبت کا بہترین ذریعہ بھی ہے جس سے ایمان والوں کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ سماعِ محبت ایمان اور محبت کی سلامتی کا ضامن ہے اسی طرح ہر مخلوق اپنی اپنی زبان میں سماع کا جواز پیش کرتی رہتی ہے۔ ممکن ہے مخالفین سماع نے رسمی سماع کے تعلق سے مخالفت کی ہوگی مگر اس مسئلہ میں قائلین اور مخالفین سماع کے حق میں کوئی عوامی فتویٰ نہ دیا جائے لہٰذا دونوں جماعتوں کا احترام ہمارے نزدیک واجب ہے۔ اس لئے محتاط فتوے صادر کرنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی رائے کی زد فطرت اور فاطر پر پڑے، ہاتھ میں لاٹھی آتے ہی اندھا دھند نہیں گھمانا چاہئے اور یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ کسی کا سر کسی کی آنکھیں تو نہیں پھوٹ رہی ہیں۔

سماع خواجگانِ چشت کی نظر میں

(۱) حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ بھی سماع کا ذوق رکھتے تھے اور کثرت سے سماع سنا کرتے تھے حضرت کی محفل میں جو شخص ایک مرتبہ بھی شریک ہو جاتا وہ بھی صاحبِ ذوق ہو جاتا تھا۔

(۲) حضرتِ غریب نواز کے پیر و مرشد حضرتِ خواجہ عثمان ہیرونی بھی سماع کے دلدادہ تھے حضرتِ خواجہ عثمان ہیرونی کے زمانہ میں جو خلیفۂ وقت تھا وہ خاندانِ سہروردیہ میں مرید تھا۔ایک روز اس خلیفہ نے اپنا قاصد حضرتِ خواجہ عثمان ہیرونی کی خدمت میں بھیج کر کہلوایا کہ خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے اواخر میں سماع سے توبہ کرلی تھی اگر سماع اچھی چیز ہوتی تو وہ سماع سے توبہ نہ کرتے؟ لہٰذا میرا حکم ہے کہ اب جو شخص سماع سنے اس کو سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور قوّالوں کو قتل کردیا جائے گا!

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سماع خدا اور بندہ کے درمیان ایک بھید ہے اگر ہم سماع سے تائب ہوگئے تو بیکار ہوجائیں گے ہم اپنے پیروں کی تقلید سے باز نہیں رہ سکتے لہٰذا ہم علماء کی مجلس میں آئیں گے اور دیکھیں گے کہ علماء ہمارے سماع کو قبول کرتے ہیں یا رد۔خلیفۂ وقت نے علماء کی مجلس منعقد کی حضرت خواجہ عثمان ہیرونی مع مریدین مجلس میں تشریف لے گئے جیسے ہی حضرت خواجہ کا روئے انور علماء نے دیکھا تو قدر رعب اور ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اپنا سب پڑھا لکھا بھول گئے یہانتک کہ حروفِ تہجی بھی یاد نہ رہے! فوراً سارے علماء حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور عرض گذار ہوئے بیشک آپ اللہ کے ولی ہیں، آپ کے لئے بلاشبہ سماع مباح ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ جس زمانے میں حضرت جنید نے سماع سے توبہ کی تھی یہ ان کا ذاتی فعل تھا انھوں نے سماع کے اہل لوگوں کے لئے سماع کو حرام نہیں فرمایا نہ ہمارے پیروں نے سماع سے توبہ کی اور نہ ہم توبہ کریں گے ہمارے تمام

پیروں نے سماع سنا ہے، جنیدؒ کی توبہ ہمارے لئے حجت نہیں ہے یہ سنکر علماء نے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا حضرت نے ان علماء پر ایک نظر رحمت ڈالی سب خدا رسیدہ ہوگئے۔خلیفہ نے جب یہ دیکھا حضرت سے معافی کا خوستگار ہوا اور قوالوں کو بلوا کر سماع کی اجازت دی اور ان کی تنخواہیں مقرر کی۔حضرت خواجہ صاحب محفلِ سماع مین اکثر رویا کرتے تھے آپ کی یہ حالت ہوجاتی تھی کہ آپ کا رنگ زرد ہوجاتا تھا، آنسو خشک ہوجاتے تھے اور نعرہ مار کر رقص کرنے لگتے تھے۔

(۳) حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع سنا کرتے تھے بارہا ایسا ہوا کہ آپ محفلِ سماع سے غائب ہوگئے! ایک صوفی کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ ابھی تک تیری باطن کی آنکھ روشن نہیں ہوئی ہے اہلِ سماع نور کے ایک انتہائی مقام پر پہنچ جاتے ہیں، ظاہر میں نگاہوں کو نظر نہیں آتے کبھی سماع میں آپ اس قدر روتے کہ سینۂ مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتا۔

(۴) حضرت خواجہ ابو محمد چشت رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے ان کے زمانہ کے کسی مولوی یا مفتی کو سماع پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ تھی! صرف ایک عارضی مجتہد فضیل مکی سماع کا منکر تھا یہ بات حضرت کے کانوں تک پہنچ گئی، حضرت نے اس وقت متوجہ بخدا ہوکر دعا کی یا الٰہی اگر ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کسی فعل بدعت کا مرتکب ہو تو اسے سزا دے ورنہ فضیل مکی کی تادیب کر آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ فضیل مکی پر ایسی بیماری آکر پڑی کہ اس کا جسم گلنے لگا اس نے بہت حکیموں سے علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا آخر کار مجبور ہوکر خدا کی طرف متوجہ ہوا تو خواب میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا اس نے عرض کی کہ

حضور میرے لئے دعا فرمائیں تاکہ اس بیماری سے مجھے نجات مل جائے، حضور پرنور ﷺ نے فرمایا تو نے ابو محمد چشتی کے سماع کا انکار کیا ہے، تجھے معلوم نہیں کہ تیرا یہ انکار اس کے پیروں کا انکار ہے! تو اگر اس زحمت سے نجات چاہتا ہے تو ابو محمد چشتی کے سماع میں صدق دل سے حاضری دے تجھے اس بیماری سے نجات مل جائے گی! اس نے حسبِ ارشاد حاضری دی اور تائب ہو کر نجات پالی۔

(۵) قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ مقامِ تسلیم و رضا میں تھے، قوّال نے جب یہ شعر پڑھا کہ

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگرے

آپ پر وجد طاری ہو گیا آپ کی حالت یہ تھی کہ حالتِ رقص میں کبھی چند قدم آگے جاتے تھے اور کبھی پیچھے ہٹتے تھے تین روز اسی حالت میں گذر گئے اور ۴ ربیع الاول کو جان بحق تسلیم ہوئے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ تسلیم کیسی تھی! تسلیم اہلِ محبّت تھی یا تسلیم اہلِ معرفت ان دونوں میں سے ایک ضرور تھی معاملات کی تسلیم ایسی نہیں ہے جس میں دل خرچ کیا جائے۔ محبّ کو باوجود سوز و گداز اور درد کے دل تسلیم کے ساتھ ہی دینا چاہئے یہی مقام روح کے خرچ کرنے کا ہے۔ شہیدِ محبت حضرت قطب الاقطاب نے ایسا ہی کیا ہر زمان از غیب جان دیگرے کا یہی مطلب ہے کہ جان جانِ جاناں کے ساتھ زندہ ہوئی وہ جان بیشمار جانوں کیلئے زندہ ہے۔

(۶) مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

دنیا میں جو چیز بھی حسن رکھتی ہے وہ عالمِ بالا کی ہے! اور روح بھی عالمِ بالا کی ہے مگر حکمِ الٰہی سے مجبور ہو کر عالم میں گرفتار ہے۔ سو جب روح نغمہ کا حسن یا صورت کا حسن ملاحظہ کرتی ہے تو اس کو اپنا وطن یاد آتا ہے اور وہ مضطرب ہو جاتی ہے۔ دورانِ سفر میں اپنے گھر کا خط پڑھ کر مسافر کی جو حالت ہوتی ہے یہی حالت روح کی بھی ہے لہٰذا محفلِ سماع میں صوفی کو چاہیے کہ وہ اپنا دل مراقبہ یا ذکرِ خفی کی طرف متوجہ کرے ایسا کرنے سے بہت جلد اس کی روح کو عروج نصیب ہوگا۔ مخدوم العالم حضرت خواجہ نصیر الدین قدس سرہٗ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ وہ محفلِ سماع میں مراقب ہو جایا کرتے تھے روح طیر و سیر میں مشغول ہو جاتی تھی۔

۷) تذکرۂ نظامی میں منقول ہے کہ جب غیاث الدین تغلق نے حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کو اپنے دربار میں محتسب صاحب کے ذریعہ بلوا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سماع کی سند طلب کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی حدیث پڑھی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مدینہ کے انصار کی لڑکیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انھوں نے لڑکیوں کو گانے سے روکا اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ان کو گانے بجانے سے مت روکو آج ان کی عید کا دِن ہے اور ہر قوم میں ایک عید کا دِن ہوتا ہے۔ (مفہوم)۔

اس حدیث شریف کا مولویوں کے پاس کچھ جواب نہیں تھا تو پریشان ہو کر کہنے لگے آپ کو حدیث سے کیا مطلب؟ آپ حنفی ہیں لہٰذا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیجئے۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا۔ سُبحان اللہ! حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

تو اُمتی تھے اور میں رسول اللہ ﷺ کا قول پیش کر رہا ہوں۔

(۸) ایک روز حضرتِ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس میں ارشاد فرمایا کہ میرے پیرومرشد کی مجلس میں سماع کا تذکرہ تھا، حضرتِ شیخ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں (۱) حلال (۲) حرام (۳) مکروہ (۴) مباح۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر صاحبِ وجد کا دل زیادہ تر حق سبحانہٗ کی طرف ہے تو اس کے لئے سماع مباح ہے اور اگر دل مجاز کی طرف ہے تو یہ سماع مکروہ ہے اور اگر بالکل حق سبحانہ کی طرف ہے تو سماع حلال ہے اور اگر ریاکار کیلئے سماع حرام ہے۔ اسی طرح حضرتِ خواجہ بندہ نواز اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ امام ابراہیم بن سعد بہت بڑے عالمِ حدیث ہیں وہ حضرت امام شافعی اور امام بخاری کے استاد تھے وہ اپنے شاگرد طالبِ علموں کو حدیث سنانے سے پہلے ان کو محظوظ کرنے کیلئے سماع سنایا کرتے تھے اور ان کیلئے دف بجائی جاتی تھی۔

سوال ۲۶ : صاحبِ صراطِ مستقیم کی پہچان کیا ہے؟

جواب : صاحبِ صراطِ مستقیم جو مانگتا ہے عطاء کیا جاتا ہے۔

سوال ۲۷ : حاسد اور عیار کی نشانی کیا ہے؟

جواب : حاسد مونچھیں نوچتا ہے اور عیار ڈاڑھی نوچتا ہے۔

سوال ۲۸ : دل اور جسم کی زندگی میں کیا فرق ہے؟

جواب : دل کی زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اور جسم کی زندگی فرعون کا دربار ہے۔

سوال ۲۹ : اندھی تقلید کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : آنکھ کی پتلی کو دیکھ لے۔

سوال ۳۰ : دنیا مانگنے کیلئے اللہ اللہ کہنا کیسا ہے؟

جواب : گھاس پھوس کیلئے گدھے کا قرآن پڑھنے جیسا ہے۔

سوال ۳۱ : ''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط'' (الحشر ۲۱:۵۹) یعنی (اگر ہم اس کتاب حق کو پہاڑ پر اُتارتے تو پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتا) اس آیت کے کیا معنی ہیں؟

جواب: بیشک پہاڑ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتا اگر وہ کلام اللہ سے واقف ہوتا! کوہِ طور واقف تھا اللہ کے نام سے جل کر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اسی طرح ناواقف حفاظ کے دل قرآن کی عظمت سے واقف ہوتے تو پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوجاتے، ناواقف لوگ قرآن کو صرف ایک کتاب سمجھتے ہیں کاش یہ واقف ہوتے اور طور کا جگر لاتے تو کلام اللہ کی اہمیت ظاہر ہوجاتی۔

سوال ۳۲ : واقف اور ناواقف میں کیا فرق ہے؟

جواب : واقف اہل قلب اور تقلید سے آزاد اور ناواقف نفسانی تقلید کا پابند ہوتا ہے۔

سوال ۳۳ : تقلید اور تحقیق میں کیا فرق ہے؟

جواب : پانی پر اپنا عکس دیکھ یہ تقلید ہے بار بار دیکھ خود کی اور عکس کی حقیقت کو پانے کی کوشش کر یہ تحقیق ہے۔

سوال ۳۴: ہستی اور نیستی کیا ہے؟

جواب : ہستی مکان ہے، نیستی لامکان ہے۔ انسان دراصل لامکانی ہے جو مکان میں لایا گیا ہے۔ ہستی سے نیستی کی طرف لوٹنے کا نام ہی ''کل شیءٍ یرجع الیٰ اصلہ'' ہے۔ یعنی (ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اللہ نے ہر درد کا علاج پیدا کیا ہے اپنا علاج انسان کو تلاش کرنا چاہئے اپنی اصل پر نظر رکھنی چاہئے۔ دنیاوی رنگ و بو اور ہے اے اندھے! لامکانی رنگ و بو اور ہے۔ عالمِ ہستی کیا ہے؟ فقط نقش و نگار ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ہر کاریگری کا محل نیستی اور لامکان ہے۔ ملک جہاں سراپا ہے، ملک عدم حقیقی ہے، سراپا سے عدم تک کے سفر کو صراط مستقیم کہتے ہیں، صراط مستقیم پر آجا اگر تو حقیقت میں اللہ کا طالب ہے تو ہستی سے نیستی کی طرف چل مگر چلے گا کیسے؟ تجھے تو کامل رہبر بھی میسر نہیں، افسوس صد افسوس! اے اللہ کے بندے! ہماری کتاب کو رہبر سمجھ کر شاید تجھے منزل مقصود مل جائے یہ جہان اسی لامکان کا نشان ہے تو خود ایک مرض ہے اپنا مداوا کر لے۔ شہید کی آنکھ کو دیکھ کس طرف لگی ہوئی ہوتی ہے اپنی آنکھوں کو عدم کے بے رنگ رنگوں میں پیوست کر دے اور اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تیرے درد کا علاج کر دے بس یہی ایک بہترین طریقہ تھا یہی ایک راستہ تھا جو ہم نے پیش کر دیا اب ہستی سے نیستی کی طرف چلنا تیرا کام ہے۔

سوال ۳۵: مراقبۂ ہستی کیا ہے؟

جواب : جب تک خود ثابت ہے مراقبۂ ہستی اور دوئی کی جدائی ہے۔

سوال ۳۶: مراقبۂ نیستی کیا ہے؟

جواب : مراقبۂ عدم، مراقبۂ نیستی ہے خود سے خود غائب ہو جانے کا نام ہے، مکان سے لامکان میں غائب ہو جانے کا نام ہے مگر اندھے کو لامکان کی فضاء رنگ و بو کب راس آتے ہیں نظر بڑے کام کی شئی ہے اسے باہر نہیں اندر کے کام میں مصروف کر کے ہر آسمانی چھت سے گذر کر لامکانی نور میں غائب کر دے۔

سوال ۳۷: کیمیاء گری کیا ہے؟

جواب : خدا کی قدرت کا لامکانی راز ہے اسکے پاس انگنت کیمیاء کے خزانے ہیں ہر چیز کی تخلیق میں اسکی کیمیاء داری ہے اسکی قدرت کے خزانے میں ہر کیمیاء کا رنگ و نور ہے بس دیکھنے والی خوش نصیب آنکھ چاہئے۔

سوال ۳۸: عشق کیا ہے؟

جواب : عشق صورت نہیں ہے! جو عشق صورت سے ہو وہ عشق نہیں فتنہ ہے دو جہاں میں کسی بھی صورت سے عشق نہیں ہو سکتا! لہٰذا بے صورت پر جان دے کر جان بن جانے کا نام عشق ہے۔ اسے بے صورت بھی نہیں کہہ سکتے ہاں مگر ہر صورت ہر شئی سے پاک کہہ سکتے ہیں۔ عشق ظاہر ہے اس کا معشوق پوشیدہ ہے، عشق حس اور احساس سے آزاد ہے، صورت پرستی کا نام عشق نہیں ہے۔

سوال ۳۹: منافق کی نشانی کیا ہے؟

جواب : تاویل بازی، بہانہ بازی اس کی فطرت میں شامل ہوتی ہے اس کی عیار زبان سے ہمیشہ ''اگر، مگر'' کے تیر برستے رہتے ہیں پورے وثوق سے محروم، شاید یہ ہے، شاید وہ ہے، میرے خیال میں یہ ہونا چاہیئے، میرے خیال میں وہ ہونا چاہیئے جیسے ضعف سے بھرپور ہوتا ہے! اور اپنی بات کو یقین بنانے کی، قبول کروانے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''ان، لو، **تفتح عمل الشیطان**'' ''اگر، مگر'' کی بات شیطانی دروازہ کھولتی ہے۔

سوال ۴۰ :انسانیت کیا ہے؟

جواب :انسانیت کا زیور قلب ونظر ہے اور قلب تو کارخانۂ قدرت کا راز ہے۔ ہم بتا چکے ہیں نظر حضرت حق کا ایک تحفۂ جاریہ ہے جو لامکان کے انوار سے ہر لمحہ عطاء ہوتا ہے، آن کی آن میں نظر سات آسمانوں سے اور ستّر ہزار حجابات سے گذر کر انسان کی رہبری کرتی ہے! نظر مہبط وحی کی ہمسایہ ہے نظر جبرئیل کی رفتار سے تیز ہے! صرف نظر کی وجہ سے انسان فرشتوں سے زیادہ مقرب ثابت ہوسکتا ہے! بس باطن میں انسان کو نظر کا استعمال اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح ظاہر میں استعمال کرتا ہے اے صاحبِ نظر! توفیق خداوندی سے نظر کے رنگ کو پہچان یہ عدم کا نیستی کا نور ہے۔ تو اگر، مگر سے نکل کر نظر کی مانند ہو جا یہی تیری نیستی ہے کیونکہ نظر ہست نما نیست ہے، نظر زندگی ہے، نظر موت ہے، نظر کو پہچان!

اے اللہ کے بندے! شامِ کاذب سے نکل، صبحِ حق میں قدم رکھ، نرگسی آنکھ بند کر، تیرے باہر عناصر کی رنگینیاں و رعنائیاں اور رنگ رلیاں ہیں، تیرے اندر محبوب کی گلیاں ہیں، رنگین بہاروں کے نظارے ہیں، مٹی کنکر پتھر کو ہیرے موتی سمجھ کر نہ چن تو موتی پیدا کرنے والا دریا بن جا یا موتی بن جا، سات آسمانی پردوں سے گذر کر لامکانی سورج بنکر چمک دمک وہ وہی ہے جس کی تو امانت ہے! عدم میں قدم رکھ، فاعل اور افعال کا مشاہدہ کر جو کچھ تو دیکھ رہا ہے دراصل وہ پوشیدہ ہے اور جو نہیں دیکھ رہا ہے وہ کارخانۂ قدرت میں ظاہر ہے اور کھلا ہوا ہے، تو نے الٹا دیکھا، کھلے کو نہ دیکھا، تو، تو پوشیدہ کو کیا دیکھے گا؟ کیسے پہچانے گا؟ یہ دنیا سراسر ظلمت ہے۔

سوال ۴۱ : دل کا دشمن کون ہے؟

جواب : یہ جسم ہے جو سب کچھ کرواتا ہے، دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اور جسم فرعون کی مانند ہوتا ہے۔

سوال ۴۲ : عقل کیسی ہے؟

جواب : جبرئیل کے جیسی ہے۔

سوال ۴۳ : انسان کو کہاں تلاش کرنا چاہیئے؟

جواب : زبان میں کیونکہ زبان جان کا پردہ ہے۔

سوال ۴۴ : فکر کسے کہتے ہیں؟

جواب : ایک دریا، ایک موتی اور ایک موتی کا نور ہے۔

سوال ۴۵ : کان اور آنکھ کے مراتب کیا ہیں؟

جواب: کان ولی ہے، آنکھ صاحب وصل ہے، آنکھ صاحبِ حال ہے اور کان حال کی زبان ہے، کان کا تعلق صفات سے ہے اور آنکھ کا تعلق ذات سے ہے۔ کان سے گذر، آنکھ سے کام لے! یہی جادۂ حق ہے۔

سوال ۴۶ : کیا جان صرف ایک ہوتی ہے؟

جواب :نہیں! جان ایک سمندر ہے ایک جان میں ہزاروں جانیں ہیں ہر لمحہ ایک جان قربان ہوتی رہتی ہے۔ نادان! ایک دانہ کو صرف ایک دانہ سمجھتا ہے وہ جانتا نہیں کہ دانہ میں دانوں کا ایک کھلیان پوشیدہ ہے۔ شہید کو مردہ نہ کہو! کا مطلب یہی ہے کہ ایک جان کے جانے کے بعد وہ دوسری ہزار جانوں کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ اولیاء اللہ ایک جان دیگر ہزاروں جانوں میں جیتے ہیں! اس راز سے وہ بخوبی واقف ہوتا ہے جو جان کے سمندر کا چشم دید گواہ ہو، بخیل ایک جان پر مرتا ہے، سخی ہزار جانوں میں جیتا ہے۔

سوال ۴۷: نور معرفت کیا ہے؟

جواب :ایک برقِ قدیم ہے جو ازل میں روحوں پر چمک چکی ہے! ایک موتی کا نور جو تمام انبیاء کا مقدر بنا، موتی دریا میں ہے، دریا موتی میں ہے، جو موتی بن جاتا ہے وہ موتی برساتا ہے اسی موتی کا نور تمام انبیاء کے معجزات میں جاری ہوا۔

سوال ۴۸: سخاوت کا تعلق کس چیز سے ہے؟

جواب :صرف آنکھ سے ہے نہ کہ علم وعقل اور ہاتھ سے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے

فرمایا کہ سخی قیامت میں ایک کے بدلے دس پائے گا یعنی دیکھ لے گا! قرآن بھی کہتا ہے ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝'' (الزلزال ۹۹: ۷-۸) یعنی (جس نے بھی ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس کسی نے ذرہ برابر بھی بدی کی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا) یہ آیت جس کے لئے دلیل ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ہر خیر وشر کو دیکھ رہا ہے معلوم ہوا کہ سارا کمال نظر کمال رکھنے والی ذات کا ہے۔

سوال ۴۹ :منبع معجزات وکرامات کیا ہے؟

جواب :ایک بحر بے کنار کے مشرق کا سورج ہے جس کو اندھے دیکھ نہیں سکتے اور اندھے پیر دکھا بھی نہیں سکتے! یہی سورج، صدق، عدل، غنا اور ستّاری کا نور ہے۔

سوال ۵۰ :جسم وجان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :جسم سیپ کی طرح اور جان موتی کی مانند ہے۔

سوال ۵۱ :لقمۂ انسانی کیا ہے؟

جواب :''فِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ'' (تمہارا رزق آسمان میں ہے) کے مطابق رحمتِ خدا ہے۔

سوال ۵۲ : غذائے جسمانی کیا ہے؟

جواب : غذائے حیوانی ہے۔

سوال ۵۳ : ''بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝'' (آل عمران ۳: ۱۶۹) یعنی (بلکہ وہ

زندہ ہیں اپنے رب کے پاس انہیں رزق دیا جاتا ہے) کا معنٰی کیا ہے؟

جواب: شہداء کرام سے متعلق یہ آیت ہے بلکہ وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں اور ان کو غذا فراہم کی جاتی ہے۔ یہاں غذا سے مراد عام غذا نہیں، غذائے نور ہے جو منہ اور ہاتھ کے بغیر دل تک پہنچتی ہے۔

سوال ۵۴: ''وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط'' (آل عمران ۳:۲۶) سے کیا مراد ہے؟

جواب: عزت کا مقام ہستی میں نہیں نیستی میں ہے اسی مقام میں مقربین روشن سورج کی مانند درخشاں رہتے ہیں اللہ جسے چاہتا ہے یہ مقام عطاء فرماتا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے وہ مقام ذلت یعنی نفس میں ڈال کر رُسوا کر دیتا ہے اور یہ مقامِ فِراق ہے۔ زمانی سورج کے لئے طلوع و غروب ہے اللہ کے محبوب درخشندہ سورج کے لئے نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے! ظاہری سورج کا سایہ ہے وہ سورج بے سایا ہوتے ہیں! کیا کسی نے نبی کریم ﷺ کا سایا دیکھا؟۔

سوال ۵۵: اعجاز مسیحائی کیا ہے؟

جواب: اندھے کو بینا کرنا ہے! بیشک یہ ممکن ہے، خدائی مصلحت مانع رہتی ہے ورنہ اللہ نے ان محبوبوں کو جو حضرت عیسیٰؑ صفت ہوتے ہیں انہیں یہ اعجاز عطاء فرمایا جاتا ہے بیشک! ایک خدائی سرمہ ہے جس کو اگر سو سال کے اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں تو بینا ہو جائے! اور خدا کی قدرت سے لطف اندوز ہو جائے یہ سرمہ نہیں چاند کی چاندنی ہے زود اثر خدائی چاندنی اندھیرے کو دور کر کے آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے والی ہے۔

سوال ۵۶: دن اور رات میں کیا فرق ہے؟

جواب: آنکھ سے پوچھ یہ موتی اور تنکے کا فرق جانتی ہے! یہ لوہے اور سونے میں فرق جانتی ہے یہ سفید و سیاہ کو جانتی ہے باہر رات ہے اندر سویرا ہے، اندھا کیا جانے۔ فہم من فہم!

سوال ۵۷: مقصدِ حیات کیا ہے؟

جواب: ذرہ کا سورج بننے کی کوشش کرنا ہے نہ کہ مچھلی کی مانند پانی پر صبر کئے بیٹھے رہنا آج بھی وہ سورج جو کامل اور کامل ترین انسانوں کی جان ہے اسی سے امید و ناامید قائم ہے مگر حوصلہ ضرور رکھ کر سفر جاری رکھنا چاہیے۔

سوال ۵۸: پیاسا سالک کب تک گردش میں رہتا ہے؟

جواب: جب تک وہ کھارے اور میٹھے دریاؤں کی تحقیق نہیں کر لیتا جب تک سیاہ اور سفید، ظلمت اور ضیاء میں فرق نہیں جان لیتا گردش میں رہتا ہے بس مجاہدہ بھی یہی ہے۔

سوال ۵۹: زندگی اور موت کی اصل کیا ہے؟

جواب: دن اور رات، روح اور نفس، ظاہر اور باطن کی مانند ہے۔ اے اندھے! آئینہ میں بغور دیکھ۔

سوال ۶۰: صوفیاء کے نزدیک باز سے مراد کیا ہے؟

جواب: ''اسم اللہ ذات'' ہے یہی عشق ہے یہی دم ہے جس سے نفس کا اُلّو خوفزدہ رہتا ہے جب یہ آتا ہے اُلّو کا کالا گھونسلہ برباد ہو جاتا ہے۔

سوال ۶۱: دل کا نور کہاں پوشیدہ رہتا ہے؟

جواب : خون کے ایک قطرہ میں!

سوال ۶۲ : خوشی کہاں ہے؟

جواب : گردے میں ہے۔

سوال ۶۳ : غم کہاں ہے؟

جواب : جگر میں ہے۔

سوال ۶۴ : عقل کہاں ہے؟

جواب : سر میں ہے۔

سوال ۶۵ : خوشبو کہاں ہے؟

جواب : ناک میں ہے۔

سوال ۶۶ : گویائی کہاں ہے؟

جواب : زبان میں ہے۔

سوال ۶۷ : لہو ولعب کہاں ہے؟

جواب : نفس میں ہے۔

سوال ۶۸ : دلیری کہاں ہے؟

جواب : قلب میں ہے۔

سوال ۶۹ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے کس طرح پیدا ہوئے؟

جواب : جان اور جان جاناں سے پوچھئے یا کرن یا آفتاب سے پوچھئے۔

سوال ۷۰ : لبیک یا عبدی کیا ہے؟

جواب : جب بندہ اللہ اللہ کہتا ہے تو اللہ، لبیک یا عبدی کہتا ہے یہ آواز نہیں یہ

حروف نہیں بلکہ ایک لذت ہے جو چکھی جاتی ہے مگر یہاں کہنے اور سننے میں فرق ہے! بندہ سے مراد بندے کا قلب صفا ہے جب اللہ کہتا ہے تو اللہ کا نام اس کے نور کے دریا میں غوطہ لگاتا ہے اور اللہ لبیک یا عبدی کہتا ہے اس عجیب کیفیت کو وہی جانتے ہیں جن کی نمازیں باراز ہوتی ہیں! بے نمازی یا عادتاً عبادت کرنے والے اس راز سے ناواقف رہتے ہیں یہ راز وہی جانتے ہیں جو خاک پر نہیں آب حیات پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتے ہیں۔

سوال ۷۱ : نماز کیا ہے؟

جواب : لذت قرب خدا ہے جب نمازی اللہ کی طرف اپنا رخ کر کے اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ عناصر کی خود ایک ایسی دیوار کی مانند ہوتا ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہو۔ ہر چیز اس کی حمد وثناء کرتی ہے کے مطابق جب بندہ کھڑے ہو کر قرآن پڑھتا ہے تو قرآن کے نور سے جسم کی دیوار متزلزل ہو کر رکوع میں جھک جاتی ہے اس وقت اللہ کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے پھر پوری حرکت کے ساتھ یہ دیوار سجدے میں گر جاتی ہے یعنی پردہ بنی ہوئی دیوار گر پڑتی ہے، سجدے میں بندہ کہتا ہے ''سبحان ربی الاعلیٰ'' تو اللہ بندے کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اللہ سے لبیک یا عبدی کی آواز سن کر مؤدب ہو جاتا ہے اور قعدہ میں مشاہدہ الٰہی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اے پیارے! یہ مشاہدہ ہے یہاں مصلیٰ مقامِ وحدت پر بچھانا ہوتا ہے نہ کہ زمین پر۔

سوال ۷۲: حدیث پاک ہے کہ ''نفس تیرے دو پہلوؤں کے درمیان ہے'' کیا معنیٰ ؟

جواب : ''اسم اللہ'' کی مظہر بندہ کی ذات ہے اور بندہ عشق کا مظہر بھی ہے یہ مظہریت انسان کا ایک پہلو ہے دوسرا پہلو یعنی قلب ہے۔ معلوم ہوا کہ ''نفس'' دم اور قلب کے درمیان ہے۔ لہٰذا سالک کو چاہئے کہ اس ظالم کو جلال و جمال کی چکی کے دو پاٹوں میں پیس دے۔

سوال ۷۳: دوزخ کیا ہے؟

جواب : جسم انسانی میں سمائی ہوئی دوزخ نفس ہے اس کے تقاضے وہی پورے کرتے ہیں جو دوزخی ہوتے ہیں۔ کل قیامت میں اسی نفس کو اللہ اس کی اپنی حقیقت و ماہیت کے ساتھ ظاہر کر دے گا تو یہی دوزخ کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

سوال ۷۴: جنت کیا ہے؟

جواب : ایمان ہے! جس کی حقیقت باغ و بہار کی شکل میں مکمل ظاہر ہوگی اور ایمان کیا ہے؟ ایک لامکانی نظر ہے جو انسان کے اسلام سے نمودار ہوتی ہے۔ ایمان سراسر نور ہے اور نار کی ضد ہے۔ ''**اِتَّقُوا فِراسة المؤمنین فانه ینظر بنور الله**'' (مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اس کی دلیل ہے! جہنم بھی بروز حشر مؤمن سے کہے گی اے مؤمن تو سرعت کے ساتھ پل صراط سے گذر جا میری آگ ٹھنڈی ہو رہی ہے بروزِ حشر جب اللہ ایمان کی حقیقت و

ماہیت کو ظاہر کر دیگا تو یہی جنّت کی شکل اختیار کر لے گی۔

سوال ۷۵: نفس مؤمن سے کیوں ڈرتا ہے؟

جواب : نفس آگ سے بنا ہے اور مؤمن آب رحمت کا چشمہ ہے اور مؤمن کی روح آب حیات ہے ظاہر ہے آگ پانی سے ڈرتی ہے اس راز کا چشم دید گواہ پیر کامل ہوتا ہے۔

سوال ۷۶: سیدھے راستے میں رکاوٹ کیا ہے؟

جواب : سیدھا راستہ ایمان کے پانی سے شروع ہو کر روح کے دریا تک ہے درمیان میں آگ کا کنواں ہے جس میں نفس شیطان اور اس کی ذریت راستہ روکی ہوئی ہے لہٰذا کنویں کو بجھا کر گذرنا چاہئے۔

سوال ۷۷: نفس اور نجات کیا ہے؟

جواب : نفس ایک سیاہ جال کی مانند ہے عقلمند اس سے بچکر دریا کی تہہ میں پوشیدہ ہو جاتے ہیں ظاہر ہے مچھلی وہی محفوظ رہتی ہے جو تہہ میں پوشیدہ ہوتی ہے جو تہہ پر ہوتی ہے شکار ہو جاتی ہے یہی نجات ہے یعنی تہہ نشین ہو جانے کا نام نجات ہے۔

سوال ۷۸: وقت کا بے وقت ہونا کیا ہے؟

جواب : جو اپنے وقت سے نکل کر پیر کامل کی صحبت میں پہنچ گیا وہ بے وقت میں شامل ہو گیا اور اس کا سفر وحدت کے دریا کی طرف ہوتا ہے۔

سوال ۷۹: عمر دراز کس طرح کرنا چاہئے؟

جواب : آتی جاتی دو سانسوں کو مساوی کر کے حبس دم کر انشاء اللہ! عمر دراز

ہوجائے گی کیونکہ دو کے ملنے سے تیسری چیز پیدا ہوتی ہے یعنی عمر! حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ نے تجھے گنتی کی سانسیں دی ہیں! اس کو ضائع نہ کر اور مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے! تو معلوم ہوا کہ زندگی اور موت سانسوں میں پوشیدہ ہے۔

سوال ۸۰ : نورعلیٰ نور کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : ایک نور جسے صوفیانِ کرام حبس نور کہتے ہیں اس حبس نور کے حلقے میں اس کی ذات کا موتی پُرولے بس معنٰی سمجھ جائے گا اور یہ ایک طرح کا مراقبۂ نور ہے جسے حبس دم کیساتھ کرنا چاہیئے۔

سوال ۸۱ : اللہ کے نور اور حس نور کی صورت کیسی ہے؟

جواب : اللہ کا نور سمندر اور حس نور شبنم کی مانند ہے۔

سوال ۸۲ : حس نور لطیف ہے یا کثیف؟

جواب : بظاہر کثیف ہے کیونکہ یہ سیاہی میں روپوش ہے اور بباطن لطیف ہے جو سواری کا کام دیتا ہے اور اللہ کا نور اس پر سواری کرتا ہے۔

سوال ۸۳: علم غیب کیا ہے؟

جواب : علمِ غیب غیبی بادِ مست کی مانند ہے نہ حروف والفاظ نہ اشارہ نہ آواز! یہ قدرت کا راز ہے جو غائب میں غائب ہوگیا وہی اس بادِ مست کے علم غیب سے آشنا ہوسکتا ہے۔ گیند حرکت نہیں کرتی دراصل اسے ہوا حرکت کراتی ہے آدمی گیند کو پکڑ سکتا ہے، پہچان سکتا ہے، ہوا کو کس طرح پکڑ سکے گا؟ عقلمند جانتا ہے کیونکہ اس کا پیر کامل ہوتا ہے ورنہ ناقص کیا

جانے؟ دنیا کے تمام علوم کی حرکت و تحریک سب کچھ علم غیب سے متحرک ہے ہر شئ کی حرکت کے پیچھے علم غیب ہے اور یہی حکمت ربی ہے جو جان جاناں بن گئی ہے ایک ہیرا، ایک نگینہ بن گئی ہے بس اس مقام تک رسائی اللہ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے معلوم ہوا کہ تمام علوم سواری کی مانند اور علم غیب سوار کی مانند ہے۔

سوال ۸۴: خلوص کیا ہے؟

جواب : خود سے خالص ہونے کا نام خلوص ہے بعض حضرات خود کو مخلص بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر خود کو قائم رکھ کر مخلص بن جانا انتہائی دشوار ہے۔

سوال ۸۵ : کیا فقر کو ماتھے کی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے؟

جواب : جو آنکھ نور خدا سے روشن ہے وہ ضرور دیکھتی ہے! اگر کوئی طالب اللہ پیر کامل رکھتا ہے تو پیر کا تصرف بھی دیکھے گا کہ پیر بغیر بولے علم پڑھاتا ہے حاضرات و ناظرات سے گواہی لاتا ہے! کامل پیر کے ہاتھ میں مرید کا دل موم کی طرح نرم و نازک ہوجاتا ہے۔

سوال ۸۶ : کیا دل بھی بولتے ہیں؟

جواب : بیشک بولتے ہیں گونگا دل حکمت و دانائی سے محروم رہتا ہے جب دل بولتا ہے تو اللہ بھی لبیک یا عبدی کہتا ہے کیونکہ حقیقت میں عبد جسم کو نہیں دل کو کہا گیا ہے۔ جب دل بولتے ہیں اور آواز بازگشت میں تبدیل ہوتی ہے تو بحرِ نور میں طوفان آجاتا ہے۔

سوال ۸۷: ''اناالحق'' کیا ہے؟

جواب :لوہا آگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور آگ کا کام کرتا ہے، لوہا لوہا ہے آگ آگ ہے، باقی سب گمراہی ہے۔ یہی ''انا انت انت انا '' کا راز ہے۔ بندہ جب خدا کے نور سے مزین ہو جاتا ہے تو مسجود ملائکہ قرار پاتا ہے اگر فرشتوں کا مسجود ہے تو انسانوں کا کیوں نہیں؟ یہی سوال کی صورت سے سجدۂ تعظیم کو پیر کے لئے روا رکھا گیا ہے۔ ورنہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا شرک ہے۔

سوال ۸۸: حدیث قدسی ہے ''من طلبني وجدني، و من وجدني احبّني، ومن احبني عرفني، ومن عرفني عشقني، ومن عشقني قتله، فمن قتله فعليّ ديّته، وانا ديّته '' یعنی (جو میرا طالب بنا وہ مجھے پالیا، جو مجھے پالیا وہ میرا محبّ بنا، جو میرا محبّ بنا، وہ میرا عاشق بنا، جو میرا عاشق بنا، میں خود اسکا قاتل بن جاتا ہوں جسے میں قتل کرتا ہوں بدلے میں خون بہا میں خود بن جاتا ہوں اور اس کی دیت میں خود بن جاتا ہوں) اس حدیث سے کیا مراد ہے؟

جواب :جب عقل و جان قتل ہو جاتی ہے تو اسکی وحدت کا دربار ہو جاتی ہے! یہی معاوضہ ہے جو دریا سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۸۹ :وضوء کامل کسے کہتے ہیں؟

جواب :حوض دل کے پانی سے وضو کرنے کو کہتے ہیں اسی کو وضوء لامحدود بھی کہتے ہیں اور تمام وضوء کو وضوء محدود کہتے ہیں جو بنکر ٹوٹ جاتے ہیں۔

سوال ۹۰ :ناجی کسے کہتے ہیں؟

جواب :جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔

سوال ۹۱ :انسان کا حشر کس صورت میں ہوتا ہے؟

جواب :انسان پر جو خصلت غالب ہوگی اسی صورت پر حشر ہوگا۔ اگر انسان پر نفس غالب ہے تو بھیڑیے کی شکل میں اس کا حشر ہوگا۔

سوال ۹۲ :عقل کیسی ہوتی ہے؟

جواب :دریا جیسی ہوتی ہے۔

سوال ۹۳ :مظہر العجائب والغرائب کسے کہتے ہیں؟

جواب :حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ہے دراصل یہ عقل کُل ہے، آپ مظہر ہیں یہ عقل دریا بھی ہے موتی بھی ہے۔

سوال ۹۴ :''کنت کنزاً مخفياً '' کیا ہے؟

جواب :میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ یہ کیسا خزانہ تھا یا ہے؟ وہ ایسا خزانہ ہے جو ہر خزانے سے آزاد و عاری ہے وہ خزانہ ہر خزانے سے پاک ہے وہ خزانہ بے خزانہ ہے وہ ایسا شاہ ہے جو ہر شاہی سے پاک اور بے نیاز ہے وہ ایسا وجود ہے جو ہر وجود سے پاک و مبراء ہے وہ شخص نادان ہے جو اسے کچھ کا کچھ سمجھتا ہے۔

سوال ۹۵ : دنیوی عزت وذلت کیا ہے؟

جواب : ظاہری عقل کا جال ہے یعنی نفسانی اور شیطانی جال ہے۔

سوال ۹۶ : شعور کیا ہے؟

جواب : ایک عالم سے دوسرے عالم تک بہت سے باتیں مثالی ہیں ان کو الٹا

سمجھنا چاہئے۔

سوال ۹۷ : راز کیا ہے؟

جواب : راز وہ ہے جو اپنے آپ سے بھی چھپائے تا کہ تو اپنی ہی نظر بد سے محفوظ رہے۔

سوال ۹۸ : شیطان کس راہ سے آتا ہے؟

جواب : جس راہ سے تو مطمئن ہو جائے۔

سوال ۹۹ : تدبیر کیا ہے؟

جواب : تقدیر کے خلاف عذر ہے۔

سوال ۱۰۰ : ''لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ'' کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

جواب : اس کلمہ سے حروف غیر مکررہ اخذ کرتے ہیں تو صرف تین حروف ''ل ا ہ'' حاصل ہوتے ہیں حروف ''ل ا'' تخصیص ہے باقی رہ گیا اسم ''ہ'' اسم ''ہ'' ظاہر بھی ہے اور یہ توحید کا سمندر بھی ہے جلتی سلگتی آگ کا دریا ہے اس کا مظہر قلب ہے، قلب کا ظاہر نفس ہے اور باطن روح ہے اسی میں نفی اور اثبات کا مقام ہے۔ یہاں انسان نفی و اثبات کے نام پر کسی چیز کی نفی کر سکتا ہے نہ اثبات! جب تک ہمیں مقام و حقیقت معلوم نہ ہو تو ہم کیا نفی کیا اثبات کر سکیں گے! اندھے نے دیکھا تو کیا دیکھا ہوگا؟ کہ وہ نفی و اثبات کا معمہ حل کرنے چلا! اندھا کیا جانے کہ مقام نفی کیا ہے؟ اور مقام اثبات کیا ہے۔

☆☆☆

مجلس چہارم

{ یَا مِسْکِیْنَ مُحَیُ الدِّیْنَ نُوْرُ اللّٰہ }

سوال : ''یا مسکین محی الدین نور اللّٰہ'' کیا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے مسکینیت کی اہمیت کو اپنی دعاوں سے واضح فرمادیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللھمّ احیینی من المساکین و امتنی من المساکین و احشرنا من المساکین'' (اے اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ اور مسکینوں میں موت نصیب فرما اور مسکینوں میں میرا حشر فرما)۔ مسکینیت کیا ہے؟ مسکینیت عدم محض ہے جہاں سکون ہی سکون ہے۔ ہر چیز ذاتِ الٰہی کی ملکیت ہے مگر وہ بے نیاز ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی معزز و معطر فضاء کو عدمِ محض کہتے ہیں اور یہی مقامِ سکون ہے اس مقام میں نبوت کا ظاہر ولایت اور ولایت کا ظاہر نبوت ہو جاتی ہے۔ بس مزید لکھنا ہرگز مناسب نہیں!

اب یا مسکین محی الدین نور اللہ کے معنی یہ ہوئے کہ اے دین کو زندہ کرنے والے بے نیاز آپ نور اللہ ہیں۔ اللہ کا نور کیا ہے؟ کیسا ہے؟ یہ بے مثل و بے نیاز ہے جس کا بیان اللہ نے آیت نور یعنی ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط الیٰ آخرہٖ (النور ۲۴: ۳۵)'' میں بیان کیا ہے جس کا جی چاہے قرآن پڑھ لے اور سمجھنے کی کوشش کر لے۔

سوال ۱ : جب قلم غدار کے کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

جواب : منصور سولی پر لٹک جاتا ہے، ہزاروں اہل حق منصوروں کی جبینوں پر زندیق لکھ دیا جاتا ہے۔ آج بھی ہزاروں غدار موجود ہیں جو حق پرست منصور کا تعاقب کرتے ہیں تاکہ ان کے حق میں زندیق لکھ دیا جائے۔

سوال ۲ : ''اسم اللہ'' کیا ہے؟

جواب : اللہ کا نام میرے دل میں پوشیدہ موتی کی مانند ہے اور اس نام کو میرے پیر نے لکھا ہے ورنہ ہر کس و ناکس تو صرف نام سے جانتے ہیں اور کس کی مجال ہے کہ بغیر پیر کی توفیق کے اس کی حقیقت کو دیکھ سکے۔ یہ وہ چراغ ہے جو رحمت کے سمندر میں روشن ہے۔ دل جب لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ سورج میرے وجود کے روم روم میں تجلی فرماتا ہے، نفیِ نفس اور اثباتِ قلب سے یہ مزید تابناک ہو جاتا ہے۔

سوال ۳ : مراتب نبوت اور ولایت کیا ہے؟

جواب : صوفیائے کرام کی اصطلاح میں مرتبہ نبوت وہ ہے جو رسول اکرم ﷺ بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام حق تعالیٰ سے اسرار توحید ظاہر اخذ کرتے تھے۔ یہ ظاہر شریعت ہے اور ولایت کا مرتبہ وہ ہے جو حضور ﷺ بلا واسطہ جبریل علیہ السلام اسرار باطن خدائے تعالیٰ سے تعلیم پاتے تھے۔ چنانچہ حدیث لی مع اللہ وقت سے ثابت ہے اور یہ مرتبہ ولایت ہے اکثر لوگ آنحضرت ﷺ کی ظاہری متابعت میں مشغول رہے لیکن وہ لوگ تھوڑے ہیں جو آپ ﷺ کی متابعت باطنی میں

ولایت سے فیض یاب ہوئے۔ کیونکہ حضور سرور کونین ﷺ اس بات پر مامور ہوئے تھے کہ بغیر طالب صادق کسی کو مرتبہ ولایت کے اسرار سے مطلع نہ فرمائیں۔

جوہر غیبی میں ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ اس فکر میں مغموم تھے کہ احکامِ شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرار باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اس روز امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں القا ہوا اور آپ ﷺ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسرار باطن معلوم کرنے کی استدعا کی۔ رسالت ماب ﷺ شگفتہ خاطر ہوئے کہ ان اسرار کا اہل اور لائق پیدا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ مجھ کو حکم تھا کہ بجز طالب صادق یہ اسرار کسی کے سامنے ظاہر ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے دل میں ان کی طلب پیدا ہوئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ یہ علم سینہ نہ سینہ اور گوش بگوش ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پس جناب سرور کائنات ﷺ نے وہ اسرار حضرت علی مرتضٰی کو تعلیم فرمائے۔ پھر اس علم باطنی کا خزانہ بہ وسیلہ علی کرم اللہ وجہہ اولیائے کرام تک پہنچا اور قیامت تک ان مقدس ہستیوں سے یہ سلسلہ فیض جاری رہے گا۔ **العلماء ورثة الانبياء** سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اس خزانہ کی تفویض کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **انا مدينة العلم وعلى بابها** میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کا انکشاف سیدنا غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ الحسنی الحسینی نے کچھ اس طرح فرمایا۔ سیدنا غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں جس کے

کنارے پر انبیاء کرام کھڑے ہیں۔ کون سا سمندر! ولایت محمدی ﷺ کا سمندر۔
(مناقب رومی)

سوال ۴ :طوقِ لعنت کیا ہے؟

جواب :لعنت ظلمت ہے ظلمت کی اصل آگ ہے، آگ کا مظہرِ اعظم نفس امارہ ہے جو ابلیس پر تعینات ہے۔ اس کا مقام ظاہری عقل بنکر دماغ میں ہے جس کی وجہ سے دنیا پر آدھی لعنت اور دنیا دار پر پوری لعنت برستی ہے۔

سوال ۵ :ازل اور ابد کیا ہے؟

جواب :بہار و خزاں ہے، چشم و جسم کی مانند ہے۔

سوال ۶ :قلب کیا ہے؟

جواب :دونوں عالم کا خزانہ ہے اور اس کے اطراف آگ جلتی ہے۔

سوال ۷ :دل لگی کیا ہے؟

جواب :دوست کی محبت میں جلتی ہوئی آگ ہے۔

سوال ۸ :درویش کون ہے؟

جواب :لامکانی نورِ نظر ہے۔

سوال ۹ :فنافی اللہ کیا ہے؟

جواب :وہ قلب جو ''اسم اللہ'' کا مظہر ہے اس میں فنا ہو جانا یعنی فنافی القلب یعنی فنافی توحید ہو جانا ہے یا فنافی لا الٰہ الا اللہ ہو جانا ہے۔

سوال ۱۰ :بقاباللہ کیا ہے؟

جواب :قطرہ بن کر سمندر میں مل جانا ہے۔ بابصیرت کیلئے اشارہ کافی ہے۔

سوال ۱۱ :'' الم '' کیا ہے؟

جواب :حضرت انسان یعنی قلب کو خدا کی جانب سے عطاء شدہ تین نگاہیں ہیں جو 'انس' کے ''ا، ن، س'' سے جھلکتی ہیں۔ جبروت کی گواہ ہے اور ''میم'' کی نظر ملکوت و ناسوت کی گواہ ہے۔ مقام کے بدلتے ہی نظر اور مشاہداتی کیفیت بدل جاتی ہے۔

سوال ۱۲ :احدیت وصمدیت کیا ہے؟

جواب :انسان جب ''الف'' کی نظر سے احد و صمد کا دیدار کرتا ہے تو اس کی تجلیات میں جل کر فنائے مطلق حاصل کر لیتا ہے جہاں نہ کون و مکاں ہے نہ عشق و محبت، نہ حسن و جمال کا نشاں ہے، نہ جسم و جاں ہے، نہ منزل و مقام ہے، نہ قرب و وصال کا امتحاں ہے یہ وحدت سبحانی حضور محبوب سبحانی کو مبارک ہو جو آپ کے مبارک قدم کے نیچے قادری بنکر آ گیا وہی اس مقام کا مستحق ہے جہاں ''**اذا تم الفقر فھو اللہ**'' کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ نام گنوانا سوئے ادب ہے ورنہ اچھے اچھے اس مقام کی خوشبو سے بھی رہ گئے!۔

سوال ۱۳ :علم و معرفت کیا ہے؟

جواب :علم میں نفس کی زندگی ہے اور معرفت میں نفس کی موت ہے۔ نفس کی آگ علم سے مزید بھڑکتی ہے اور آبِ معرفت سے بجھ جاتی ہے کیونکہ علم اللہ کیلئے اور معرفت بندے کیلئے ہے۔ اللہ کے نام سے پڑھنا اور

ہے، اللہ کے نام پر مٹنا اور ہے۔ یہ فن پیر کامل کے سوا کسی کو نہیں آتا۔

سوال ۱۴ : عشق کیا ہے؟

جواب : ''**العشق هو النار** '' عشق اس کی آگ ہے، ''ہ'' کی آگ ہے، آگ کا دریا ہے یہ عشق میری نظر کا نور ہے۔ آگ، ایندھن، سوز و جلن، دھواں سب کچھ میرے اندر ہے۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں، اس کی تپش صبح و شام ایک نئے مقام کی خبر دیتی ہے یہی عشق ہے جو شہ رگ سے قریب خدا کا دیدار کرواتا ہے۔ اندھے کو کیا معلوم کہ آنکھ والوں کی باتیں کتنی نازک ہوتی ہیں!

سوال ۱۵: ''**اَجسَامُهُمْ فِي الدُّنيَا وَ قُلُوبهم فِي الأخرة وَ يُصَلُّونَ فِيْ قُلُوبِهِمْ دائمون** ''یعنی (ان کے جسم دنیا میں ہیں اور دل آخرت میں، اور ان کے قلوب دائم نماز میں ہوتے ہیں)۔ اس حدیثِ پاک میں نمازِ قلب سے کیا مراد ہے؟

جواب: کامل ولی اللہ کا قلب بارگاہ خداوندی ہوتا ہے۔ نماز قلب بھی باتکرار اور دائمی ہوتی ہے۔ یعنی روح میں قیام کرتا ہے، روح سر میں رکوع کرتی ہے اور سر خفی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے اور خفی بارگاہ ''انا'' میں مؤدب ہو کر قعدہ میں عبرت حاصل کرتا ہے۔ اس بھید کو وہ نہیں جان سکتا جس کی آنکھوں پر علم کی پٹی بندھی ہوتی ہے۔ اس نماز کا قعدہ اور راز وہی جانتا ہے جس کو حضرتِ عشق نے یعنی کامل عشق کے مظہر نے کلمہ پڑھایا ہوا اور یہ مقام نبی کریم ﷺ کے دونوں قدموں کی پیروی

سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۱۶ : ایمان اور عشق کیا ہے؟

جواب : ایمان نورِ نظر یا نظرِ نور ہے، ایمان شعاع ہے اور عشق کوئلے کی کان میں چھپا ہوا تابناک ہیرا ہے جس کی قدر عاشق ہی جانتے ہیں۔ ایمان کو مقاماتِ عشق کی گرد کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔

سوال ۱۷ : دم کیا ہے؟

جواب : دم عشق ہے جو آنکھ سے غائب ہو کر جسمانی ناف کے دو انگل نیچے نمودار ہو کر جسم کو متحرک رکھتا ہے اگر دم جسم کی سلطنت کو ٹھکرا کر اپنے اصل ٹھکانے یعنی نظر سے گذر جاتا ہے تو خدا کا محبوب بن کر قلب و جان بن جاتا ہے۔

سوال ۱۸ : کشف کیا ہے؟

جواب : ''**وبی یسمع وبی یبصر** '' (وہ اسی سے سنتا ہے، وہ اسی سے دیکھتا ہے) جب کامل ولی اللہ کا وجود اس بحر محیط کا گوہر آبدار بن جاتا ہے تو وہ عشق کی عین سے دیکھتا ہے، عشق کے کان سے سنتا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ نظر کامل مؤمن ہوتی ہے اور اس کا اسلام نور کا دریا ہوتا ہے جس کو صرف اللہ داخل کرتا ہے ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ'' (الزمر ۳۹:۲۲) (اللہ جسے دوست رکھتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے اور ایک نور کو نمودار کرتا ہے)۔

معلوم ہوا کہ اسلام بھی نور ہے ایمان بھی نور ہے یعنی نظر نور ہے۔

۱۹ سوال : کشف القبور کیا ہے؟

جواب: کامل فقیر روشن ضمیر جب قبرستان سے گذرتا ہے یا کسی قبر کی طرف توجہ کرتا ہے تو لوح ضمیر سے فقیر کے ضمیر پر اہل قبور کا حال روشن ہو جاتا ہے اور یہ لوح ضمیر خدا کے قدرت کے آسمان پر انوار کی روشنائی سے مرقوم ہے۔ بس اس کے پڑھنے کے لئے حاضرات و ناظرات، لوح ضمیر کا علم رکھنے والا کامل پیر چاہئے ورنہ پیر کے بغیر سب کچھ بے سود ہے!

سوال ۲۰ : ''**موتوا قبل ان تموتوا**'' کیا ہے؟

جواب : مرنے سے پہلے مرنا ہے۔ جب بندہ اپنے باہر نفس کے ساتھ جینا ترک کر کے اپنے تن کے اندر حی القیوم کے دیدار میں محو ہو جاتا ہے تو وہ خود بخود مر جاتا ہے یعنی یہ نفس سے مردہ حق سے زندہ ہوتا ہے، نفس کی ظلمت سے نکل کر نور میں زندہ رہتا ہے۔ کوئی فنا فی اللہ میں ہوتا ہے، کوئی دریائے سر میں غرق ہو کر بقا باللہ ہو جاتا ہے یا لقائے الٰہی حاصل کر کے مقام معشوقیت پر آ جاتا ہے۔ ایسے سالک کا قلب و قالب ایک ہو جاتے ہیں! ''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ؕ'' (البقرہ ۲:۲۵۷) (اللہ مومنوں کا دوست ہے جو ظلمات (نفس) سے نکال کر اپنے نور کی طرف لے جاتا ہے) یہ مقام عجیب ہے اس کو دیکھنے والی آنکھ چاہئے جو آنکھ ابو جہل کی طرح اندھی ہے جس کو اللہ نے بھی اندھا کہا ہے ''وہ گونگے بہرے اندھے ہیں'' خدا کی نظر میں

یہ آنکھ بت پرست ہے۔

سوال ۲۱ : علم الیقین کیا ہے؟

جواب : یقین اور تلقین صرف اور صرف دیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ صرف سننا، پڑھنا اور پڑھانا چار و نا چار مان لینے کا نام ہے یا دوسرے معنیٰ میں اپنی ہی بصارت کی نفی کرنا اور اپنے اندھے پن پہ مہر تصدیق ثبت کرنا ہے اس مقام میں ضعف ممکن ہے اگر عین الیقین حاصل نہیں! کیونکہ یقین ایک نور مجسم ہے جو اپنی قدرت سے قلب صفا میں منعکس ہوتا ہے کیونکہ قلبِ یقین کُل ہے اور ہر چیز جُزء ہے۔

سوال ۲۲ : عین الیقین کیا ہے؟

جواب : یہ عین عشق کی عین ہے اور عشق کی عین جب دیکھتی ہے تو ہر چیز کے یقین سے واقف ہو جاتی ہے اور الہام و ادراک، کشف و انکشاف سے معمور ہوتی ہے اس یقین کا نور نفس کی ظلمت سے رہا ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۲۳ : حق الیقین کیا ہے؟

جواب : یقین کی صورت اختیار کر کے سراپا یقین بن جانے کا نام ہے۔ یقین کے سمندر میں جو غرق ہو گیا وہ گوہر یقین سے مالا مال ہو گیا بس وہی فلاح کو پہنچ گیا۔ جب تینوں یقین ایک ہو جاتے ہیں تو فقیر کا نفس قلب، قلب روح، روح سرّ، سرّ خفی، خفی اخفیٰ یا ''انا'' میں معدوم ہو جاتا ہے تو فقیر ''**اذا تم الفقر فھو اللہ**'' (جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو

وہی اللہ ہے) کہ مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں خواص نے اس مقام کی تمنا کی مگر شاید ہی کوئی کامیاب ہوا!

مثلاً: پنجتن پاک، حضرت امام حسن بصری اور حضور غوث الصمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی رضوان اللہ تعالیٰ عنہم جیسے ارواح قدسیہ اس سجانی مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑوں نے اس فقر کی تمنا کی مگر نہیں ملا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کیا ہی بہترین چیز فقر تو نے میری طرف اتاری۔ یہ وہ مقام ہے۔

سوال ۲۴ : مرید کسے کہتے ہیں؟

جواب : مرید صرف اور صرف قلب کو کہتے ہیں نہ کہ عام عقل وقالب کو۔ قلب ہی صاحب ارادہ اور ادراک ہوتا ہے جب قلب میں اپنے یار کی محبت کی آگ جلتی ہے تو وصل کی خوشبو اسے بے چین رکھتی ہے وہ نفس سے لاشعوری طور پر بیزار ہوکر، نفس سے نجات حاصل کرنے کیلئے مہربان اور کامل مرشد کی تلاش کرتا ہے اور جب پالیتا ہے تو عرفان کے ساتھ ہی وہ اپنے محبوب کی طرف رِخت سفر باندھتا ہے جس کا علم عقل اور جسم مرید ہو اور قلب ارادۂ محبوب سے غافل یا وصال یار کی تڑپ سے محروم ہو تو وہ برائے نام رسمی اور گمراہ ہے کیونکہ پیری مریدی اللہ کا خالص راز ہے۔

سوال ۲۵ : مرشد کسے کہتے ہیں؟

جواب : مرشد وہ نہیں جو اپنے حسب ونسب کی نفیس چادر کو اپنے غیر نفیس

حریص جسم پر اوڑھ کر منافع بخش سجادہ سے غیر منافع بخش سجادگی کی تشہیر بن گیا ہو، مرشد وہ بھی نہیں جو اپنے آباء واجداد کے قصے کہانیوں میں مریدوں کا وقت ضائع کرتا ہو، مرشد وہ بھی نہیں جو راگ ورنگ اور رقص کا رسیا ہو، مرشد وہ بھی نہیں جو جادو ٹونے، جنتر منتر اور تنتر میں عوام کو اُلجھا کر لوٹ رہا ہو بلکہ مرشد وہ ہے جس کے مرید کا قلب صاحب ارادہ ہو اور وہ خود مرید کے خدا کی ذات کا مظہر ہو۔ کامل مرشد قدرت کے سمندر کا ایک گوہر مقصود ہوتا ہے، کامل مرشد کا دیدار اللہ کا دیدار ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کامل پیر کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہے۔ کامل پیر کا دیدار کروڑوں حجوں سے افضل ہے۔ کامل مرشد اللہ کا خالص راز ہے جو لامکاں میں تابناک سورج کی طرح ضوفشاں رہتا ہے ورنہ کرنے کو پیری مریدی کا دھندہ بھی خوب ہے۔ ناقص اور نالائق مرشد گدھے کی مانند اور اس کے مرید چارہ کی مانند ہوتے ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا ''**خلقت الحمار بصورت البشر** ''(اللہ نے انسان کی صورت میں گدھے بھی پیدا فرمایا ہے) خبردار! ایسے گدھوں کا چارہ بننے سے بہتر ہے کہ شریعت مطہرہ کو مرشد بنا کر اتباع کریں انشاء اللہ جنت کے حقدار ہو جاؤ گے۔

سوال ۲۶: دنیا کیا ہے؟

جواب: دنیا ''دون'' سے ماخوذ ہے ''دون'' یعنی فنا ہونے والی۔ **الدنیا کلھم ظلمۃ** (دنیا سراسر ظلمت ہے) یعنی نفس کی مظہر ہے۔

حدیث پاک ہے ''الدنیا جیفة و طالبها کلاب'' (دنیا مردار ہے اور دنیا کا چاہنے والا کتا ہے) ''طالب الدنیا مخنث'' (حدیث) ''دنیا کا طالب مخنث ہے'' دنیا اور خصوصاً آج کی دنیا ایک حیض و نفاس میں مبتلا عورت کی مانند ہے چاہے ہزار بار غسل دے لو یہ پاک نہیں ہوسکتی۔ افسوس! آج کے پیر، آج کے علماء میں سے اکثر حضرات اس کے حصول کے لئے وظیفے پڑھ رہے ہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے علم دین بیچ رہے ہیں، نئی نئی ترکیبیں نکال رہے ہیں، ہر مال کو جائز کرنے کے بہانے تلاش کر رہے ہیں، لمبی لمبی دعائیں اور فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔ خدا اس دور پر فتن سے محفوظ رکھے خدا جانے ایسے رہبروں کی رہبری میں اس قوم کا حال اور مستقبل کیا ہوگا؟ الغرض دنیا نفس کی بہترین اور بدترین تصویر ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت فرماتا ہے ''دع نفسک و تعالیٰ'' (نفس کو چھوڑ اور اوپر آجا)

افسوس صد افسوس! ہم اس دنیا کو تین بار طلاق بھی نہیں دے سکتے کیونکہ ہماری جائز عورتیں بھی ہماری اس جائز دنیا کا ایک حصہ ہیں۔

سوال ۲۷: فنا کیا ہے؟

جواب: عشق کی آگ میں جل کر، مٹ کر، لا الٰہ الا اللہ کی توحید میں ابھرنے کا نام فنا ہے اور اس کا مقام قلب سے شروع ہو کر قلب ہی پر ختم ہوتا ہے۔ اے اندھے! اپنے دم کو آنکھوں میں لا کر دیکھ کہ عشق کی آگ کس طرح دہک رہی ہے ہمت کر، حوصلہ پیدا کر، مرشد کا ہاتھ پکڑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح اس آگ میں کود جا۔ یہ آگ

نفس کی آگ ہے جو تیرے جسم کی ہر رگ و ریشے میں دہک رہی ہے اس مقام سے گذرے بغیر نہ قرب محمدی ﷺ حاصل ہوتا ہے نہ دیدار یار میسر آتا ہے۔ نفس کی آگ کے مُصلے پر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ہزار اذانیں دے لے، نمازیں پڑھ لے، ساری عمر ذکر و اذکار کر لے نہ طہارت قلب میسر آتی ہے نہ تیرے اعمال شرف قبولیت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

سوال ۲۸: کعبہ اور حج کیا ہے؟

جواب: کعبہ روئے زمین کا قلب ہے جس کے اطراف حاجی طواف کرتے ہیں اور اس کعبہ کو انسان نے بنایا ہے اور ظاہری حج تو ظاہر ہے مگر یہ کعبہ حضرت انسان کے قلب کی مثال اور اُسکا مظہر ہے اور اس قلب کو خاص اللہ نے بنایا ہے۔ اس قلب کا بھی ایک کعبہ ہے جو قلب میں پوشیدہ ہے یہ رحیم و کریم کعبہ یہاں سے کوئی دعا قبولیت کے بغیر نہیں لوٹتی اس کعبہ کا دیدار حاضرات و ناظرات کے کامل پیر کی نظر ہی سے ممکن ہے ورنہ نہیں! یہاں طلب طالب، شوق عشق اور طواف ایک نظر ہو کر دیدار کرتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں اللہ کے ایسے نیک بندے جنہیں ظاہری حج کے ساتھ باطنی حج کی توفیق حاصل ہوگئی۔ ورنہ ''لاصلوٰة الا بحضور القلب'' (حدیث) یعنی (حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی) کے مصداق حضور قلب کے بغیر نماز، حج کس طرح قبول ہونگیں؟ حضور قلب چاہئے بس اس سے زیادہ اور نہیں، حضور قلب

کا معنٰی یہ ہے کہ قالب نماز میں رہے اور قلب دیدارِ یار میں محور ہے۔

سوال ۲۹ : قرب وبعد کیا ہے؟

جواب : قرب دیدار الٰہی میں زندہ رہنا ہے اور بعد نفس کی آگ میں جل کر فراق میں مبتلا ہونے کا نام ہے۔

سوال ۳۰ : کتاب کیا ہے؟

جواب : کتابِ دل ہے بس اس ایک کتاب کے سواء شیخیت، مشیخیت، علمیت اور عالمیت کی تمام کتابوں کو دریا برد کر دینا چاہیئے جس کو پڑھکر نفس مغرور ہوتا ہے۔جسم کو ''لا الہٰ'' سے نفی کر کے صرف ایک سبق ''الا اللہ'' پڑھنا چاہیئے اگر بندہ مقبول ہوگیا تو سمجھو دونوں عالم کے علوم منکشف ہو گئے ورنہ جو کتاب دل کے پڑھنے سے اندھا ہے وہ ہرگز عالم نہیں ہوسکتا۔

سوال ۳۱ : توحید اور وحدت کیا ہے؟

جواب : یہ دو دریا ہیں، مرج البحرین جسے کہا جاتا ہے۔توحید کا دریائے بیکراں قلب میں ہے اور وحدت کا دریا مقلب کے قدم سے بے کراں ہے یہ دونوں ایک نہیں الگ الگ مقامات سے جاری ہوتے ہیں اول الذکر کا پتہ لا الہٰ الا اللہ سے ملتا ہے اور ثانی الذکر کا پتہ محمد رسول اللہ سے ملتا ہے۔

سوال ۳۲ : نمازِ عشق کیا ہے؟

جواب : قلب کا دریائے وحدت میں غرق ہونے کا نام ہے جس کے بعد اسے لقائے الٰہی میسر آتی ہے اور وہ لقاء گوہر بے بہاء کی مانند ہوتی ہے۔

سوال ۳۳: خود فروشی کیا ہے؟

جواب : خود فروشی دو طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ خود کو علم دین میں ڈھال کر وعظوں، نصیحتوں، خطبوں اور تقریروں میں بیچ کر عوام سے مناسب یا غیر مناسب قیمت دنیا حاصل کرنا ہے۔دوم یہ ہے کہ علم کو، عقل کو، عشق میں ڈھال کر قلب کے ہاتھوں بیچ دینا ہے اور بدلے میں دیدارِ یار سے سرفراز ہونا ہے۔ پہلے درجہ کے لوگ نفسی اور ناری ہوتے ہیں دوسرے درجہ کے لوگ قلبی اور نوری ہوتے ہیں۔

سوال ۳۴: علم ظاہر و باطن کیا ہے؟

جواب : ایک سکےّ کے دو پہلو ہیں اگر ایک پہلو بھی مسخ ہو جائے تو سکہ کھوٹا ہو جاتا ہے لہٰذا سکہ کو کھرا ثابت کرنے کیلئے دونوں پہلوؤں کا ایک دوسرے کیلئے لازم و ملزوم ہونا شرط ہے۔اگر صرف علم ظاہر حاصل کیا اور علم باطن سے جاہل رہ گیا تو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''ڈرو جاہل عالموں سے'' صحابہ کرام کے استفسار پر فرماتے ہیں کہ جس کا قالب عالم ہو اور قلب عرفان سے جاہل ہو وہ جاہل عالم ہے۔ایک رخہ علم کو صاحب کشف المحجوب نے نفاق یا زندقہ ثابت کیا ہے ایک رخہ علم اللہ کی نہیں بندوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔تصوف میں کمال جسے کہتے ہیں وہ علم ظاہر و باطن کو ایک کر کے ایک کو پہچان کر، ایک ہو جانے کا نام ہے! ایک رخہ علم پھٹے ہوئے دودھ کی مانند ہے جس سے مکھن نہیں حاصل کیا جاسکتا۔

سوال ۳۵: خدا کیسے ملتا ہے؟

جواب: خدا اُس خوش نصیب کو ملتا ہے جس نے دنیا میں کسی کی بھی حق تلفی نہ کی ہو، خدا اُس خوش نصیب کو ملتا ہے جو برا دیکھنے، برا سننے، برا بولنے، برا چاہنے اور کرنے سے پختہ توبہ کر کے خدا سے ملنے کا عزم مصمم کرتا ہے۔

سوال ۳۶: ارشاد ربانی ہے ''تنگی کے ساتھ فراخی ہے'' کا معنٰی کیا ہے؟

جواب: تنگی نفس کی پہچان ہے اور فراخی نور کا عرفان ہے۔ اس جملے میں اللہ نے نفس اور اپنے نور کی خبر دیا ہے افسوس! اندھے کی آنکھوں کو نور کیا نار کیا۔

سوال ۳۷: طہارت کسے کہتے ہیں؟

جواب : عام مسلمان کو طہارت پانی سے نصیب ہوتی ہے، مؤمن کو توبۂ کامل سے طہارت نصیب ہوتی ہے، خواص کو عشق حق سے طہارت حاصل ہوتی ہے، عاشق کو دریائے وحدت کا موتی بننے کے بعد نصیب ہوتی ہے۔ مجموعی نکتہ یہ ہے کہ عشق رسول پاک ﷺ کے بغیر ہر طہارت ناقص ہے۔

سوال ۳۸: فنا اور بقا کیا ہے؟

جواب : اپنے ہی ہاتھوں اپنی ہی آگ کو سرد کر کے مر کر، موت میں زندہ ہو کر نور میں ڈھل جانے کا نام ہے۔ الغرض فنا موت ہے اور موت نار کیلئے ہے اور نار نفس ہے، بقا حیات ہے اور حیات نور ہے اور نور عرفان ہے۔ یہ راز میری نظر میں پوشیدہ ہے جو خوش نصیب ہے میری نظر کو پڑھ لیگا۔

سوال ۳۹: نفی اثبات کیا ہے؟

جواب: اس سوال سے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ سالک کس کی نفی اور کس کا اثبات کرے؟ خود کی نفی قدرت کی نفی ہے اور قدرت کی نفی کفر ہے۔ خود کا اثبات اور خدا کا اثبات دو ہستیوں کا ثبوت شرک ہے۔ آخر یہ معمہ کیا ہے؟ آج کی نسل اگر اس معمہ میں اُلجھتی ہے تو کلمہ طیب کو کلمۂ مغلظہ اور اسلام کو ناپاک ثابت کر کے رکھ دے گی۔ یہ سمجھ، یہ نظریہ غلط اور سراسر گمراہ کن ہے۔ کلمۂ طیب میں دو جملے ہیں اور دونوں جملوں میں اللہ کا نام آیا ہے اور اللہ کے نام کی اصل اسم ''ہ'' ہے اور یہی ''ہ'' آتی جاتی سانسوں کے ساتھ دو چشمی بنکر موت اور حیات کی خبر دے رہا ہے دراصل حضرت انسان اس لئے شریف ہیں کہ یہ 'اسم ذات' کا مظہر ہیں باقی ہر مخلوق اسماء صفات کی مظاہر ہیں۔ حضرت انسان کا قلب اسم ذات ''ھوٗ'' کا لباس ہے اور اسم ذات ''ھوٗ'' ہی حضرت انسان کی اصل ہے۔ دو چشموں سے زندگی اور موت کی خبر آ رہی ہے زندگی دل کیلئے ہے اور موت نفس کیلئے ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نفی اور اثبات اپنی ذات کے کلمہ میں ہونا چاہئے۔ اپنی ذات کے کلمہ میں زندگی اور موت ہے۔ ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (آلِ عمران ۳:۱۸۵) (ہر نفس کو موت آنی ہے) تو موت کے آنے سے پہلے ''موتوا قبل ان تموتوا'' مرنے سے پہلے مر کر، نفس کی نفی کرنی چاہئے اور زندگی کو قلب کے حوالے کر کے مر کر بھی نہیں مرنا چاہئے۔ یہی اثبات ہے کہ

قلب کی امانت قلب کو مل گئی، یہی ثبوت بھی ہے، یہی ثابت بھی ہے۔
اس طرح کے معمے لکھنے والوں کے دور میں اگر میں ہوتا تو ان سے یہ بات ضرور پوچھتا کہ آپ آنے والی نسلوں کو ان معموں کے ذریعہ کیا پیغام، کیسا کلمہ اور کیسا اسلام دینا چاہتے ہیں؟ اس لئے فقیر اپنی کسی بھی تحریر میں معمہ لکھتا ہے نہ پسند کرتا ہے یہ اور بات ہے کہ ہماری تحریریں کسی کی سمجھ میں آتی ہوں گی کسی کی نہیں۔ لہٰذا اگر کچھ سمجھ میں نہ آئے تو کامل پیر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

سوال ۴۰ : ’’من عرف نفسه فقد عرف ربه‘‘ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : یہ دو جملے جلال اور جمال کا پیغام دے رہے ہیں یہ دو جملے علم معرفت کی دو آنکھوں کی مانند ہیں جلال بایاں ہے اور جمال دایاں ہے۔ بایاں نفس کا آتشی مکان ہے اور دایاں عشق کا آتشی سمندر ہے۔ لہٰذا تو اپنی ذات کے دو چشموں کو ایک کر کے یعنی دم کو تھوڑی دیر روک کر داہنے سے گذر اور اپنی اصل یعنی قلب کو پہچان اور قلب ہی کی صورت میں اپنے خورشیدِ لازوال یعنی رب کو قلب میں ہی پہچان لے۔ بس یہی اس کا معنیٰ ہے۔

سوال ۴۱ : پیری مریدی میں معرفت کیا ہے؟

جواب : میرا وجود ایک کائنات ہے، میری ذات ’’اسم ھُو‘‘ کا مظہر ہے، میری جان اللہ سے فراق کے جلال میں میرے بائیں پہلو میں چمک رہی ہے، دین اور دنیا کے درمیان بھٹک رہی ہے، صراطِ مستقیم درکار ہے،

بارگاہ جمال کے داہنے گھر میں حضرت عشق رہتے ہیں یہی ہمارے پیر ہیں مگر یہاں تک میرا پہنچنا اور انہیں پہچاننا ذرا دشوار ہے۔ زہے نصیب مجھے وہ پیر میسر آ گیا میں نے دین و دنیا کا سب کچھ وہیں نثار کیا، میں حیران ہوں فنا سے بقا میں گیا، وحدت کے سمندر میں ڈوب کر مزید پاک ہو گیا اور محمد رسول اللہ کی گواہی دیکھ کر دیا۔ بس اس قدر ازلی سعید سالک کے لئے مقام کافی ہے۔ آگے مقامات کے بیان کی گنجائش نہیں۔ میری جان مرید ہے، میری ذات مرشد ہے اور مرشد عشق ہے جو خانۂ جمال میں تشریف فرما ہے۔

سوال ۴۲ : اسلام، ایمان اور کفر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : اسلام نور ہے جو قلب میں ایک دریا کی مانند موجود ہے۔ ایمان بھی ایک نور ہے جو دریائے اسلام میں نظر کی مانند روشن ہوتا ہے جن کو ہم رنگ کہیں تو سفید ہے۔ کفر عرش کے قریب یعنی (قلوب المؤمنین عرش اللّٰه تعالیٰ) ایک مقام ہے جس کا رنگ سیاہ ہے۔ یہ سیاہی کیا ہے؟ یہ کفر کیا ہے؟ اس کا ظاہری معنیٰ اللہ سے فرار ہونا ہے اس کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ شیطان کافر کیوں ہوا؟ اللہ کی محبت میں ہوا یا نفرت میں ہوا؟ بڑی اہمیت والا سوال ہے اگر شیطان اللہ کی محبت میں حضرت آدم کی فضیلت کا انکار کیا ہے تو یہ قابل معاف گناہ تھا آخر اللہ نے معاف کیوں نہیں کیا؟ یہ کیا راز ہے اس کا انکشاف صرف کامل پیر ہی کر سکتا ہے ورنہ اگر ہم جواب تحریر کرنے کی کوشش

کریں تو ممکن ہے لوگ کچھ کا کچھ سمجھ جائیں۔ابلیس میں جو خدا کی محبت اور اطاعت کا خالص جذبہ تھا وہ کفر کی شکل کس طرح اختیار کر گیا؟ یہ جاننے والے جانتے ہیں کہ آخر یہ کفر ہے کیا؟

سوال ۴۳: اصطلاحِ تصوف میں ظاہر و باطن کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : ظاہر نار ہے اور باطن نور ہے۔ اب پرستش کا معنٰی سمجھ لیجئے۔

سوال ۴۴: مقام نفی و اثبات کیا ہے؟

جواب : مقام نفی نفسانی اور سیاہ ہے اور مقام اثبات قلبی اور سفید ہے ایک جسم سے دوسرا قلب سے تعلق رکھتا ہے جب تک ان مقامات کا علم نہ ہو کس کی مجال ہے کہ عرفیت کے سہارے حقیقت آشنا ہو جائے۔یہ مقامات جب تک پیر نہ دکھائے تب تک مرید ان الفاظ کے معنٰی کی تلاش میں بھٹکتا ہی رہے گا۔

سوال ۴۵: مقام ''اسم اللہ ذات'' کیا ہے؟

جواب : دریائے توحید کا خورشیدِ عالم تاب ہے جو کامل پیر کے دست جمال پر ید بیضائے موسوی کی مانند روشن رہتا ہے۔اس مقام سے روح کی مانند ندی سے گذرنا حاصل ہوتا ہے، ہر سیاہ و سفید منزل سے گذر کر ''اسم اللہ'' کی کنجی حاصل کرنا ہوتا ہے بس جسے قلب کا پتہ ہے وہ بخوبی جانتا ہے۔

سوال ۴۶: مقام قرآن کیا ہے؟

جواب : یہ مقام لامکانی ہے صبغۃ اللہ کے رنگ سے مزیّن سبز مقام ہے جس

کو عارفانِ ذات کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا۔

سوال ۴۷: علم و معرفت کیا ہے؟

جواب : علم دودھ کی مانند ہے، عشق اس کیلئے دہی بنانے والے جھاگ کی مانند ہے اور معرفت مکھن کی مانند ہے۔علم کا رنگ سفید، جھاگ کا رنگ سرخ اور معرفت کا رنگ سفید ہے۔سمجھدار کو اشارہ کافی ہے! رہبر کے بغیر ہر آدمی جاہل ہے جو ازلی سعید ہے سعادت کی نظر سے علم ضرور پڑھتا ہے۔

سوال ۴۸: مراقبہ کا آسان طریقہ کیا ہے؟

جواب : بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○، درود شریف، آیۃ الکرسی ''سلام قولا من رب رحیم'' چاروں قل، سورہ فاتحہ، کلمہ تمجید اور کلمہ طیب وغیرہ تین تین مرتبہ پڑھے اور کلمہ طیب پڑھتے وقت ''اسم اللہ ذات'' اپنے قلب کے آئینے میں اور ''اسم محمد'' دریائے وحدت کے بے مثال چاند پر نظر رکھے اور آنکھیں بند کر کے انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور اللہ کی معرفت کی نیت کرے۔

سوال ۴۹: تصور ''اسم اللہ ذات'' کیا ہے؟

جواب : قلب ہی ''اسم اللہ ذات'' کا مظہر ہے۔انسان کا دم ''اسم اللہ'' کا مظہر ہے جب یہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں تو نفس کی تاریکی چھوٹ جاتی ہے اور قلب روشن ہو جاتا ہے ایسے قلب کا تصور ہی ''اسم اللہ ذات'' کا تصور ہے۔

سوال ۵۰ : تصورِ شیخ کیا ہے؟

جواب : تصوف میں حقیقی شیخ جسے کہتے ہیں ''حضرت عشق ہیں'' جو پیر کامل حضرت عشق کا مظہر بن جاتا ہے وہ مقام پیری پر آجاتا ہے ایسے پیر کا تصور آنکھ بند کر کے جلنے والی آگ میں کیا جاتا ہے تو فوراً حضرت شیخ کی صورت جلوہ گر ہوتی ہے اور اپنے طالب کو ہر مقام طے کرواتی ہے یہ تصور بت پرستی سے پاک ہے ورنہ برائے نام پیر کا تصور کرنا شرک ہے۔

سوال ۵۱ : فنافی اللہ کیا ہے؟

جواب : قلب توحید کا مظہر ہے جو ظلمات کے ستر ہزار پردوں میں پوشیدہ ہے جب حضرت عشق طالب اللہ کو توحید میں غسل کرواتے ہیں تو بعض کم حوصلہ غرق ہو جاتے ہیں، بعض ازلی تشنہ سمندرِ توحید پی کر اُبھر آتے ہیں تا کہ حضرت عشق کی ہمراہی حاصل ہو۔

سوال ۵۲ : فنافی الرسول کیا ہے؟

جواب : ''اسم محمد'' ﷺ جو نور سے پر نور سورج ہے اس کے تصور سے طالب اللہ مجلس محمدی ﷺ میں پہنچ جاتا ہے اور نفس سے پاک ہو کر آپ کے غلاموں میں شامل ہو جاتا ہے اور یہاں نبی کریم عاشق اور آپ ﷺ کا خوش نصیب امتی معشوق ہو جاتا ہے۔

سوال ۵۳ : فنافی ذات کیا ہے؟

جواب : ''اسم اللہ ذات'' کے تصور کے اثر سے طالب کا وجود سراپا قلب نور بن جاتا ہے تو اس پر وحدت مطلق کی معرفت ظاہر ہو جاتی ہے جو فقیر

اس بحرِ بے کنار میں غوطہ لگاتا ہے تو وہ ازل تا ابد مست و مخمور ہو کر روشن ضمیر ہو جاتا ہے اور ذات کو ذات میں فنا کر کے فنافی الذات ہو کر سلطان الفقر کے دیدار سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت کا منکر، نفس کا مظہر کافر ہے۔

سوال ۵۴ : سِرّ الٰہی کیا ہے؟

جواب : تصور ایک نور ہے جو کمال کو پہنچ کر معرفت الا اللہ اور مجلس محمد رسول اللہ کی عطاء سے مقام فقر عطاء کرواتا ہے اس کے بعد حضور مطلق لامکانی سے الہام جاری ہوتا ہے۔ سالک سِرّ الٰہی سے واقف ہو کر صاحب کشف ہو جاتا ہے۔ لامکان کیا ہے؟ اس کی قدرت کے آسمانوں کا جلالی اور جمالی نور ہے اگر سالک پر حضرت عشق مہربان ہوتے ہیں تو یہ رازِ ربوبیت فاش ہو جاتا ہے۔

سوال ۵۵ : مقام حضور کیا ہے؟

جواب : لامکانی تجلیات و اسرار کا راز ہے۔

سوال ۵۶ : نفس مطمئنہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : جب نفس سِرّ الٰہی کے گوہر مقصود کا مظہر بن جاتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے، نفس جب دریائے وحدت کو نوش کر لیتا ہے تو نفس ملہمہ کہلاتا ہے، نفس جب بحر توحید کو قلب میں نوش کر لیتا ہے تو نفس لوامہ کہلاتا ہے اور نفس آتش پرست خدا بن جاتا ہے تو نفس امارہ بن جاتا ہے۔

سوال ۵۷ : عشق و نفس کیا ہے؟

جواب :اسم اللہ ''ھوٗ'' جو انسان میں دم کی شکل میں متحرک ہے وہ ذکر پاس انفاس کے ذریعہ یا کسی خاص ذکر جس دم کے ذریعہ تاریک نفس کے ساتھ مجاہدہ کرتا ہے تو نفس مغلوب ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور عشق بیدار ہو جاتا ہے اور سالک کے تن من میں ایک آگ بھڑک اُٹھتی ہے اور یہی پیر اور رہبر بن جاتا ہے۔

سوال ۵۸: علم الیقین کی تعریف مختصر کیجئے؟

جواب : علم الیقین عرش کے قریب دودھ کی ایک ندی ہے جو خالص ہے۔

سوال ۵۹ : عین الیقین کیا ہے؟

جواب : عین الیقین چشم قلب اور توحید کا گواہ ہے۔

سوال ۶۰ : حق الیقین کیا ہے؟

جواب : ایک خورشید انوار ہے جو لاہوت اور لامکان کی حقیقتوں کا گواہ ہے۔

سوال ۶۱ : انسان کسے کہتے ہیں؟

جواب : ''**خیر الناس من ینفع الناس** '' (حدیث پاک) (بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے) پہلا مرتبہ عقل و جسم کیلئے ہے دوسرا مرتبہ روح کیلئے ہے تا کہ نبی کریم ﷺ کی غلامی کا شرف روح کو حاصل ہو جائے۔ الختصر انسان حضرت عشق یعنی دم ''اسم اللہ'' کا مظہر ہے۔

سوال ۶۲ : شریعت کیا ہے؟

جواب : شریعت کی اصل کلمہ طیب ''**لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ**'' ہے۔ ان دو جملوں سے قرآن اور احادیث کی اہمیت ظاہر ہے۔ شریعت

عقل و جسم سے تعلق رکھتی ہے کیوں کہ جسم سے اسمِ اعظم ''ھوٗ'' کا تعلق ہے اور اسم اللہ ''ھوٗ'' ہی عشق ہے یہی نفس کی آگ کو ٹھنڈا کر کے انسان کو مقام عطاء کرواتا ہے، عہد الست بھی یہی ہے کہ اسی اسم ''ھوٗ'' نے عاشق ہونے کا دعویٰ کیا تھا پس عشق کے لئے جسم شریعت کی مانند ہے۔ اسم اعظم صرف مرشد سے جاری ہوتا ہے۔

سوال ۶۳ : طریقت کیا ہے؟

جواب :عشق یعنی ''اسم اللہ ذات ھوٗ'' جو انسان کا دم اور اسم اعظم ہے وہ جب ''**وجاھدوا فی سبیلہ**'' کے فرمان کے مطابق اللہ کی راہ میں نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے تو بالآخر شیطان اور نفس کو شکست دیکر نفسانی ظلمت مٹا کر آئینۂ قلب کو روشن کر دیتا ہے۔

سوال ۶۴ :حقیقت کیا ہے؟

جواب :عشق روح کی حقیقت سے واقف ہو کر آئینۂ قلب میں ہر حقیقت کا دیدار کرتا ہے اور قلب مرتبۂ عشق پر آجاتا ہے۔

سوال ۶۵ :معرفت کیا ہے؟

جواب :عاشق یعنی قلب اپنی لاہوتی معشوق کا دیدار و قرب حاصل کر لیتا ہے۔

سوال ۶۶ :قرآن وحدیث کا برزخ کیا ہے؟

جواب :قرآن وحدیث کا برزخ ''اسم اللہ ذات'' ہے جو دریائے وحدت کا تابناک سورج ہے جو بھی اس سورج کی نورانی وحدت میں شامل ہو گیا اور جس قدر مئے وحدت پیا اسی قدر علوم قرآن و حدیث حاصل

ہوں گے ورنہ عناصر سے متعلق ظاہری معنٰی پہ عمل کرنے سے ثواب کے سوا کچھ خاص مرتبہ حاصل نہیں ہوگا۔

سوال ٦٧ : کتابِ مبین کیا ہے؟

جواب : ظاہر تو قرآن ہے اور ایک کتابِ مبین باطنی ہے۔ کتابِ ظاہر یعنی قرآن سے ترجمہ کے ذریعہ ہم کچھ سمجھ سکتے ہیں اور کچھ نہیں یعنی جن کا ترجمہ ہی ممکن نہ ہو وہ نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں کتابِ مبین باطنی کا قاری کامل فقیر جب آسمانی انوارِ الٰہی پر نظر ڈالتا ہے تو اللہ کی توفیق سے اللہ کی منشاء اور مراد کے مطابق معنٰی حاصل کر لیتا ہے مگر ان انوار کی تحریروں کا پڑھنا آسان نہیں ہے کیونکہ یہ حروف و الفاظ میں مرقوم نہیں ہوتے بلکہ حروف اور الفاظ کے معنٰی کے انوار سے مرقوم ہوتے ہیں۔ اس لئے ظاہر پرست قرآن کی جس بات کو وثوق کے ساتھ سمجھ نہیں سکتے وہاں تاویلی معنٰی اخذ کر لیتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتابِ مبین رنگ انوار کی تحریریں ہیں جو قدرت کے سایہ فگن آسمان پر مرقوم ہیں۔

سوال ٦٨ : ''فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ'' (البقرہ ٢:١٥٢) کیا ہے؟

جواب : ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا'' کے معنٰی یہ ہے کہ جب تک زبان جاری ہے تب تک غفلت کے طاری ہونے کا امکان ہے اور جب قلب جاری ہو کر اللہ اللہ کہتا ہے تو'' لبّیک یا عبدی'' کی آواز آتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ جنت کی خواہش نفس کرتا ہے، جنت کے مالک سے وصال کی خواہش قلب کرتا ہے۔

سوال ٦٩ : ابتداء اور انتہاء سے کون واقف ہوتا ہے؟

جواب : وہ جو ''ینظر بنور اللہ'' یعنی (اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) کے مقام پر آ جاتا ہے اور یہ حق بھی ہے کہ جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اس کی نظر سے کیا پوشیدہ رہ سکتا ہے؟

سوال ٧٠ : سالک بدبخت کون ہے؟

جواب : جو اپنے شیخ سے مقابلہ پر آتا ہے وہ سالک بدبخت ہے۔

سوال ٧١ : انسانیت کا معیار کیا ہے؟

جواب : قُرطاس روح پر کالی اور سفید تحریر دیکھ لے اور پہچان کہ کون غالب ہے!

سوال ٧٢ : حِسّی اور قلبی آنکھوں میں کیا فرق ہے؟

جواب : حِسّی آنکھ جسے شبنم دیکھتی ہے، قلبی آنکھ اسے دریا دیکھتی ہے یعنی ایک نکتہ دیکھتی ہے اور دوسری تحریر دیکھتی ہے۔

سوال ٧٣ : عقل و مذہب کا دشمن کون ہے؟

جواب : حِسّی آنکھ ہے اور حِسّی آنکھ بوجہلی ہے کیونکہ یہ ابوجہل کی طرح اندھی ہوتی ہے ایسی آنکھ والے کو اللہ نے اندھا کہا ہے اور انہی کو'' صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ'' (البقرہ ٢:١٨) یعنی (گونگے، اندھے، بہرے) کہا گیا ہے۔ خدا کی نظر میں ایسی آنکھ والوں کو بت پرست کہا گیا ہے اور یہی لوگ عقل و مذہب کے دشمن ہیں۔

سوال ٧٤ : کامل عبادت کسے کہتے ہیں؟

جواب : کامل سے کامل عبادت ہوتی ہے اور کامل ولی اللہ کا قلب بارگاہِ

خداوندی ہوتا ہے۔ نمازِ قلب بھی باتکرار اور دائمی ہوتی ہے یعنی روح میں قیام کرتا ہے، روح سرّ میں رکوع کرتی ہے، سرّ خفی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے، اور خفی بارگاہ ''انا'' میں مؤدب ہوکر قعدہ میں عبرت حاصل کرتا ہے۔ اس بھید کو وہ ہرگز نہیں جان سکتا جس کی آنکھوں پر علم کی پٹّی بندھی ہو۔ اس نماز کا قعدہ اور راز وہی جان سکتا ہے جس کو حضرتِ عشق نے یعنی کامل عشق کے مظہر نے کلمہ پڑھایا ہو اور یہ مقام نبی کریم ﷺ کے دونوں قدموں کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۷۵: صلح کلی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: صلح کل کے قائلین امن وامان، آپسی بھائی چارگی، سماجی اتحاد واتفاق کی بنیاد پر صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ اور صلحِ مکہ کے اتفاق سے دلائل لاتے ہیں۔

مثلاً: میثاقِ مدینہ کے تحت نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ صلح کیا اور صلح نامہ پر دستخط کی جس کے اہم شرائط یہ تھے کہ تمہارا مذہب تمہارے لئے اور ہمارا مذہب ہمارے لئے ہے، **لکم دینکم ولی دین** کے مطابق تم اپنے مذہب پر، ہم اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں۔ مگر ہماری قومیت ایک ہے لہٰذا اگر تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہو تو ہم مسلمان تمہارے ساتھ ہوں گے اور اگر ہمارے خلاف ہمارا دشمن حملہ آور ہو تو تم یہودی ہمارا ساتھ دو گے۔ نیز حج کے دوران کئی مذاہب اور عقائد کے لوگ اجتماعی طور پر فریضۂ حج ادا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ

حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کو بنیاد بناتے ہیں ملاحظہ کیجئے!

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص وعام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

اس کے علاوہ صاحب مرأۃ الاسرار اپنی کتاب میں عقیدۂ چشت ظاہر کرتے ہیں کہ ہم چشتی بزرگوں کے عقیدہ کی بنیاد ہی صلح کلی پر ہے۔ نیز حضرت فریدالدین گنج شکر کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے اپنے خانقاہ کے صدر دروازہ پر یہ لکھوایا تھا کہ بلاتفریق مذہب وملت خوش آمدید۔ مجموعی طور پر قائلین صلح کل کا مذہب قومیت کی بنیاد پر اتفاق اتحاد، محبت، امن وشانتی ہے۔ مخالفین صلح کلی کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بد مذہبوں، بدعقائد اور گمراہ فرقوں سے اجتناب کے دلائل و براہین لاتے ہیں اور ان میں علماء ظاہر پیش پیش رہتے ہیں۔ مذکورہ قائلین سماجی زندگی، سماجی اتفاق، ملکی، قومی اور ملیّ فلاح کے تحت صلح کلی کو ترجیح دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی راہ پیرانِ طریقت کی رہی ہے لہٰذا کیا بہتر ہے اور کیا ضرورت ہے، کیا وقت کا تقاضہ ہے؟ یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر خود ہی فیصلہ کرلیں۔

سوال ۷۶: توبہ کا راستہ کہاں ہے؟

جواب: آنکھ سے دل تک ایک روزن ہے اکثر بداعمالی کی وجہ سے راستہ بند ہو جاتا ہے جب آدمی روتا ہے گڑگڑاتا ہے تو ندامت کی وجہ سے یہ راستہ کھل جاتا ہے اور پچھتاوے کا احساس اس راہ سے گذر کر بارگاہ الٰہی تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ سب کچھ زبانی (Theory) نہیں عملی (Practical) بھی ہے جس کو عارفان حق بخوبی جانتے ہیں۔

سوال ۷۷: حکم سجدہ عام ہے یا خاص؟

جواب :عوام نے سمجھا ہے کہ یہ عام جسموں پر عام ہے مگر خواص جانتے ہیں کہ یہ حکمِ خاص صرف خاص دلوں پر ہے یعنی سجدہ جسموں پر نہیں دلوں پر فرض ہے اور یہی حکمِ خاص ہے۔

سوال ۷۸: ذکر جسمانی کیا ہے؟

جواب : ناقص خیال ہے جس سے ذات وصفات الٰہی منزہ ہے۔

سوال ۷۹ : مذہب عشق کا تعلق کس سے ہے؟

جواب : اللہ کی ذات سے ہے اسلئے عشاق اللہ کی ذات کے سوا کسی اور چیز سے راضی نہیں ہوتے۔

سوال ۸۰ : دوئی کسے کہتے ہیں؟

جواب : جب تک آئینے میں اپنی صورت ہے تب تک دوئی ہے، اس صورت کے بدلے آئینے کی مورت جب ظاہر ہوجاتی ہے تو یکتائی رہ جاتی ہے۔

سوال ۸۱ : دردوسوز بہتر ہے یا ذکر بہتر ہے؟

جواب : دردوسوز بہتر ہے کیونکہ ذکر تشبیہ ومثال سے آلودہ ہوتا ہے اور اس کی ذات منزہ ہے دردوسوز اس لئے بہتر ہے کہ یہ آلودگی سے پاک ہوتا ہے۔ ذکر وعبادت کو بھی اللہ قبول کرتا ہے، یہ اسکی رحمت ہے۔

سوال ۸۲ : دین کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب : دین کے دو اقسام ہیں ایک دین عوام کا ہے جو اقرار وتسلیم سے ہے ایک دین خواص کا ہے جو روح کا نور ہے اور وہ دار الامن میں ہوتا ہے

بعض لوگ ایسوں کو کافر تصور کرتے ہیں جب کہ ان کا کفر عین ایمان ہوتا ہے۔

سوال ۸۳: کئی اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں کہ جن پر بے نمازی ہونے کا الزام تھا یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب : ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہوتا ہے وہ ولی جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زیرِ قدم ہوتا ہے وہ آپ کے قلب کی اطاعت کرتا ہے اور آپ کے قلب نے ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کیا جیسا کہ آپ کا فرمان ہے (لااحبّ الآفلین) یعنی (میں ڈوبنے والے کو پسند نہیں کرتا) رہا سوال نماز کا، نماز میں بندہ اپنا سر سجدے میں اوندھا رکھ دیتا ہے اور یہ غروب کی نشانی ہے۔ لہٰذا وہ ڈوبنے سے گریز کر لیتے ہیں اور حقیقت میں ان کے قلوب کا رخ اسی ذات کی طرف ہوتا ہے "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ" (البقرہ ۲:۱۱۵)

(جس طرف رخ کروگے وہاں وجہ اللہ پاؤگے) جس کا یہ حکم ہے کہ "فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪" (البقرہ ۲:۱۴۴) (اے محبوب ﷺ تم اپنا رُخ اپنے محبوب قبلہ کی طرف کرلو)۔ لہٰذا ظاہری ترکِ عبادت کی وجہ سے تارکِ نماز کا الزام درست نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ باطناً درست ہے۔ لہٰذا اولیاء اللہ کے ظاہری اعمال کو دیکھ کر زبان وقلم کو حرکت دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال ۸۴: نئے نئے فرقے کیوں وجود میں آتے ہیں؟

جواب : جب نفسانی علماء کے قلم کی عیاریاں رسواء ہو جاتی ہیں تو وہ نئے اجتہاد واعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے پیروکار ان کے تحفظ میں ان کے نکتۂ نظر کی پیروی کرتے ہیں۔

سوال ۸۵ : آج کل کچھ لوگ سرے سے تصوف اور علم تصوف کا انکار کیوں کرتے ہیں؟

جواب : چمڑے کے کارخانے میں کام کرنیوالے خوشبو سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ'' (النور ۲۴:۲۶) (پاکیزگی پاکیزہ لوگوں کے لئے ہے)۔

سوال ۸۶ : بیمار آنکھ کا علاج کیا ہے؟

جواب : قدرتی موتی کو پیس پاس کر پانی کا سرمہ لگا دینا چاہئے۔

سوال ۸۷ : اللہ بندوں کو کیوں آزماتا ہے؟

جواب : تاکہ بندے کا پوشیدہ عقیدہ ظاہر ہو جائے۔

سوال ۸۸ : حصول دنیا کے لئے لوگ دعائیں کیوں کرتے ہیں؟

جواب : نادان ہیں، اس لئے دعاؤں سے اللہ کا امتحان لیتے ہیں۔ انہیں کیا کرنا چاہئے خود سوچ لیجئے!

سوال ۸۹ : یہ دنیا کیا ہے؟

جواب : جوتیوں کی دکان ہے۔

سوال ۹۰ : ذکر اور طریقۂ ذکر کی حقیقت صاف بتائیے؟

جواب : اے اللہ کے بندے! ذکر کا تعلق جب تک زبان، لفظ اور آواز سے

ہے اسے ذکر مثالی کہتے ہیں کیونکہ اللہ کا نام تشبیہ اور مثال سے پاک ہے تو نے اس کے نام کو اپنی آواز اور الفاظ سے آلودہ کر دیا ہے اس کا نام غیر مخلوق ہے، تیری زبان، الفاظ اور آواز مخلوق ہے غیر مخلوق کو مخلوق سے کس طرح یاد کرے گا؟ کس طرح واسطہ بنائے گا؟ اگر بنایا تو یہ تشبیہ اور مثال ہوگی اور اللہ ان چیزوں سے پاک ہے۔

لہٰذا ذکر وہ نہیں جو تو ارادۃً یا غیر ارادۃً زبان سے کر رہا ہے الفاظ کو نہیں معنٰی کو پڑھ، ذکر کا معنٰی ایک دریائے بے کراں ہے تو اپنی حقیقت کو پہچان کہ تو کیا ہے؟ تو اللہ کا علم اور اس کا ارادہ ہے اور ارادہ اس کا تصور ہے جس کو اس مصوّر نے صورت عطاء کی لہٰذا تو تصور کی صورت اختیار کر لے اور ذکر کے معنٰی یا دریائے نور پر مصلّٰی بچھا اور سانس کو روک لے کیونکہ تیری سانس میں وسوسے پوشیدہ ہوتے ہیں اور آنکھ کو لامکان کے حسین وجمیل رنگوں میں غائب کر دے اور پھر دیکھ تو خود خدائی قدرت کا خزانہ ہے ورنہ زندگی بھر ذکر کر لے سوائے ثواب کے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ ذکر اس کی رحمت کا پانی ہے اگر ذکر کرنا ہے تو جسم کی مٹی سے نہیں اس کی رحمت کے پانی سے کر اور دیکھ کہ اللہ کے ذکر کا کمال کیا ہے۔ اللہ نے ذکر کی حقیقت کو صاف ظاہر کیا ہے، ''خذ ما صفاً واترک ما کدر'' (صاف صاف لے لے اور مکدر و میلے کو چھوڑ دے) بس یہی ذکر کی حقیقت ہے۔ ورنہ ہزاروں زاہد، عابد، ذاکر اور متقی سب کے سب اس کی صفات میں کھو گئے، فراق میں ایسے رہے جیسے سورج اور ستارے۔ دراصل معدوم وہی ہے جو اس کے ذکر کے پانی میں ڈوب کر اس کی ذات میں فنا ہو گئے۔ ہر مخلوق اس کی کسی نہ کسی صفت

کو بیان کرتی ہے تو اشرف المخلوقات اور انسان ہے تجھے صفات میں نہیں ذات میں معدوم ہونا ہے۔ حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی دور میں اگر کوئی اللہ کا نام لیتا تو اس کا منہ شکر سے بھر دیتے تھے پھر اس کے بعد ایک دور ایسا آیا کہ اگر کوئی اللہ کا نام لیتا تو تلوار لے کر اس کے قتل کے درپے ہو جاتے اور کہتے کہ اس کی پہچان کے بغیر اس کا نام تو نے کیوں لیا؟ یعنی وہ ذات پاک ہے اس کا نام پاک ہے تو نے عناصر کی زبان سے اس کے نام کو آلودہ کیوں کیا؟

سوال ۹۱: فراق کیا ہے؟

جواب: فراق جدائی ہے، جدائی ایک طرح کا عذاب ہے۔ فراق یافتہ روح، روحِ حیوانی سے مماثلت رکھتی ہے، روحِ ربانی سے نہیں۔ لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾'' (یٰسین ۳۶:۲۹) (ایک زوردار آواز ہوگی تو ایکدم سب لوگ ہمارے حضور حاضر ہوں گے) جاننا چاہئے جو حاضر ہے وہ فانی نہیں ہے، جو فانی ہے وہ حاضر نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ روح بقا سے دور بچھڑی ہوئی ہے جو فنا فی اللہ ہو گیا وہ بقا باللہ ہو گیا اور جو بقا باللہ ہو گیا وہ معدوم ہو گیا اور معدوم حاضر نہیں ہوتے۔

سوال ۹۲: تمنا کیا ہے؟

جواب: تمنا مناجات ہے۔ اور میری مناجات یہ ہے کہ اے پروردگار، اے وہ پاک ذات آج شب قدر ہے، رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ سال ہے، دور پرفتن ہے، ترچھی اور زہریلی نگاہ سے مجھے لوگ دیکھ رہے

ہیں کیونکہ میں اللہ کے رازوں کی بات کرتا ہوں، یہ تیرا کرم ہے کہ تو نے مجھے زمانے کی نگاہوں میں پوشیدہ رکھا ہے، لوگ جان کر بھی مجھ سے انجان ہیں، میری ڈاڑھی میں تنکہ ہے، گز بھر صاحب کی آنکھ میں شہتیر ہے، میں کہتا ہوں، میں لکھتا ہوں، کس کے لئے؟ آنے والی بے قصور نسلوں کے لئے۔ میرا لکھنا ان کی امانت ہے، میری تحریر آج کے مغرور کے لئے حقیر ہے کیونکہ یہ جنت کے خوابوں میں مست ہیں، میں جنت کے مالک کی بات کرتا ہوں، انسانیت کی، امن کی پریم کی، محبت کی، اور دین کے ساتھ وطن سے محبت کی بات کرتا ہوں، میرا خیال شاید کچھ لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ مرنے کے بعد کی جنت بعد کی بات ہے، میں جیتے جی ساری کائنات کو جنت بنتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔

''اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ'' (البقرہ ۲:۳۰) مجھے زمین کا خلیفہ بنایا گیا ہے، میرے ہوتے ہوئے میں دنیا کو جہنم بنتے دیکھ نہیں سکتا۔ اے اللہ میں بڑا حریص ہوں، مرنے کے بعد جنت تو ٹھیک ہے، میں جیتے جی میرے وطن کو انسان اور انسانیت سے آباد اور جنت سے بھی زیادہ حسین دیکھنا چاہتا ہوں۔ حاسدین میرے پیغام کو، میری تمنا کو نظر انداز کرتے ہیں، اے اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ میری تمنا، میری آرزو، میرے اخلاص کی روح ہے۔ یہ میری کتابیں، یہ میرا پیغام، یہ تیرے اسرار کے مجموعے، اور یہ قادریت کے گلدستے، تمام کے تمام میرے بعد آنے والی نسلوں کی امانت ہے، تو امین ہے، تو منصف ہے، تو کریم

ورحیم ہے، رحم فرما اور اس امانت کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں تو ہی میرے بعد کی نسلوں تک اس امانت کو پہنچا دے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

سوال ۹۳ : راز قیامت کیا ہے؟

جواب : راز قیامت بھی قیامت خیز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھی اور طور کا انجام، ایک تجلی کا جلال، یہ سب کچھ کیا ہے؟ قیامت کا ثبوت اور راز ہے۔ بروز حشر اللہ اپنے جلال اور جمال کے ساتھ ظاہر ہو جائے گا اس کے جلال کا سورج سوا نیزے پر آئے گا ہر موجود چیز کو وہ طور کی مانند ریزہ ریزہ ہو جائے گی ہر چیز، ہر انسان اپنی خصلت کی شکل میں نمودار ہوگا۔ کامل انسانوں کی شکل میں بہت کم لوگ ہوں گے۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، عشق کا اسرافیل صور پھونک رہا ہوگا اور ایمان کا پل صراط بچھا ہوا ہوگا، نیچے نفس اپنی حقیقت کے ساتھ آتش جہنم کی شکل میں ظاہر ہوگا، اللہ کے محبوب ﷺ حوضِ کوثر کے قریب یا لواء الحمد کے سبز میدان میں تشریف فرما ہوں گے، مومن حوضِ کوثر سے سیراب ہو رہے ہوں گے، عاشق لواء الحمد کے نیچے جمع ہو رہے ہوں گے۔

سوال ۹۴ : ''**واللّٰہ غالب علی امرہ**'' (اللہ اپنے امر پر غالب ہے) سے کیا مراد ہے؟

جواب : اللہ کا امر کامل اولیاء اللہ ہوتے ہیں، اللہ غالب اور وہ مغلوب ہوتے ہیں۔ مغلوب سے مراد عدم محض میں معدوم ہو جاتے ہیں۔ عالمِ امر کہاں ہے؟ لامکان کے حسین و رنگین وادیوں میں ہے۔ اندھے کہاں

دیکھ سکتے ہیں۔

سوال ۹۵ : وعظ و نصیحت کیا ہے؟

جواب : وعظ زبانی جمع خرچ ہے، نصیحت صرف اور صرف عمل کے ذریعہ ہوتی ہے اگر یہ بھی زبان کے ذریعہ ہوتی ہے تو وعظ و نصیحت میں کیا فرق رہ گیا۔ جنت کی تعمیر علمی اور زبانی جمع خرچ سے ہرگز ممکن نہیں بلکہ جنت تو دین کے خالص اعمال سے تعمیر کی گئی ہے، جنت کی نعمتیں اور محلات تمام کے تمام اعمال حسنہ اور عبادات سے تعمیر کے گئے ہیں نہ کہ دنیا کی طرح مردہ مٹی اور پانی سے۔

سوال ۹۶ : جنت کیا ہے؟

جواب : قلبی زندگی ہے۔ قلب ہی جنت کا نمونہ بنتا ہے، قلب ہی جنت کا باغ ہے۔ اس کے نیچے نہریں ہوتی ہیں۔ مومن کا سفر، اس کی تمنا، اس کی عبادت کا اثر، اس کے حسین اعمال کا صلہ صرف جنت ہے اور اس کا مظہر قلبِ مومن ہے۔ اس طرح کافر، بے دین، بداعمال، جاہل گنوار انسانیت کا دشمن جہنمی ہے۔ کل اس کا اپنا نفس ہی جہنم کی شکل اختیار کر لے گا، مومن کا سفر قالب سے قلب تک ہوتا ہے، عاشق کا سفر مکان سے لامکان تک ہوتا ہے اس لئے کامل صوفیان کرام کہتے ہیں فقیر جنت کو بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

سوال ۹۷ : ظاہر و باطن کیا ہے؟

جواب : ظاہر ظاہر ہے، باطن معدوم ہے۔ ظاہر زمین بنانے والا ہے، باطن

آسمانوں کی ماہیت بنانے اور سجانے والا ہے، ظاہر مکانی ہے، باطن لامکانی ہے، ظاہر مجاز ہے، باطن حقیقت ہے ظاہر رنگ ہے، باطن نور ہے، ظاہر علم ہے، باطن معرفت ہے اور قلب کو باطن کہا گیا ہے۔ قلب باطن کا ایک حصہ ہے، جزء ہے کُل نہیں ہوسکتا! البتہ باطن کا ادراک قلب کی معرفت پر منحصر ہے۔

سوال ۹۸ :معراج کا معنٰی کیا ہے؟

جواب :معراج عروج سے ہے۔ بیج کا پودا پیڑ بن جانا بیج کی معراج ہے، انڈے کا چوزہ اور مرغ بن جانا انڈے کی معراج ہے، شکر سے حلوہ بن جانا شکر کی معراج ہے، انسان کا کمال انسانیت پر فائز ہونا انسان کی معراج ہے، ہستی سے نیستی، مکان سے لامکان میں جانا نبی کریم ﷺ کی معراج ہے۔

سوال ۹۹ : بُراق کیا ہے؟

جواب : سواری ہے اور یہ سواری فنا ہے۔ بغیر فنا کے مقام کا حصول ناممکن ہے۔

سوال ۱۰۰: جبرئیل کیا ہے؟

جواب : وجودِ علم ہے اور عقل جُزء ہے۔

☆☆☆

مجلس پنجم

{ یَاغَوۡثُ مُحۡیُ الدِّیۡنَ قُطۡبُ اللّٰہ }

سوال : ''یا غوث محی الدین قطب اللّٰہ'' کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: غوث بمعنیٰ فریاد رساں اور محی الدین بمعنی دین کو زندہ کرنے والا، قطب اللہ سے مراد اللہ کا قطب ہے۔ زمانے میں بہت سے اقطاب و اغواث گذرے ہیں کیونکہ یہ مراتبِ ولایت ہیں اور جو صرف اور صرف میرے غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے فیضان و برکات سے حاصل ہوتے ہیں۔ تخلوا باخلاق (اللہ کے صفات کو پیدا کرو) کے حکم کے مطابق مظہریتِ صفاتِ باری تعالیٰ اختیار کرنے کے بعد بعض حضرات قدسیہ صفاتی قطب اور اقطاب ہوتے ہیں مگر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے فیوض و برکات سے مظہرِ ذاتِ قطبیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے ایسے حضرات صفاتی اور ذاتی مقامات پر قطبیت کے مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔ قطب کیا ہے؟ ایک نور ہے جو ستارے کی مانند روشن ہے۔ آفاق میں یہ ستارہ روشن رہتا ہے اس کے نور سے احکام جاری ہوتے ہیں۔ جس کو سالک الہام کی شکل میں اخذ کرتا ہے۔ اب سوال کا معنی یہ ہوا کہ اے فریاد رساں دین کو زندہ کرنے والے آپ اللہ کے ذاتی قطب ہیں۔ یہاں پہنچ کر نورِ قطب سے جو فیض حاصل کر کے اس درجہ پر آتا ہے وہ اللہ کا ایک راز بن جاتا ہے۔

سوال ۱ : قدیم کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: یہ تمام ارواح کا عدم ہے اور لا مکان کا نور ہے۔

سوال ۲ : کیا عقل کے ذریعہ اللہ تک پہنچا جا سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! عام عقل تو عقلِ جزء ہے وہاں اس کی قیمت تنکے سے بھی کم تر ہے۔

سوال ۳ : اللہ کی بارگاہ میں کیا تحفہ پیش کرنا چاہئے؟

جواب: خود کو تحفہ بنا کر پیش کرنا چاہئے ورنہ سب کچھ حقیر ہے۔

سوال ۴ : شرک برا کیوں ہے؟

جواب: اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو پوجنا کیا یہ اعلیٰ کی تحقیر نہیں ہے؟ سورج کو پوجنا کیا سورج کے پیدا کرنے والے کی تحقیر نہیں؟

سوال ۵ : کیمیاء اور اکسیر میں کیا فرق ہے؟

جواب: کیمیاء پانی کی طرح ہے اور اکسیر موتی کی مانند ہوتی ہے۔ یہی دو چیزیں ترکیب اور کسب کی جان ہیں ورنہ ناقص پریشان ہیں۔ کامل کیمیاء گر اپنی نہیں بلکہ خدا کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور خدا کی نظر سے تانبہ سونا بن جاتا ہے۔

سوال ۶ : دن اور رات کا فرق کب مٹ جاتا ہے؟

جواب : جب مغرب بھی مشرق ہو جاتا ہے یعنی کامل انسان جب نورِ مجید سے روشن ہو جاتا ہے تو اس کے چاروں طرف ایمان کا نور ہوتا ہے۔ نورِ مجید کیا ہے؟ یہ اس کی ذات اقدس کا وہ لا مکانی نور ہے جس سے

کروڑوں سورج پیدا ہوتے ہیں۔

سوال ۷ : انسان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: انسان وہ ہے جس کی جان جانِ جاناں کو پہچانتی ہو۔

سوال ۸ : آسمانِ رحمت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: آسمانِ رحمت وہ ہے جس سے پانی نہیں موتی برستے ہیں، یہ قدرت الٰہی کے خزانوں کا امین ہے، اسی میں تمام رنگ برنگے آسمان پوشیدہ ہیں اور ظاہری آسمان اسی کا عکس ہیں۔

سوال ۹ : ناسوت کیا ہے؟

جواب: اس کا ظاہر جسم عناصر اور کائنات ہے اور اس کا باطن نفس ہے۔

سوال ۱۰ : ملکوت کیا ہے؟

جواب: ظاہری ملکوت عالمِ عقول اور دماغ سے متعلق ہے اس کا باطن قلب ہے اور قلب نور ہے۔

سوال ۱۱ : جبروت کیا ہے؟

جواب: اس کا ظاہر جسمِ انسانی سے متعلق صلب کے نیچے ایک قوتوں کا تکونی خزانہ ہے مگر اس کا باطن روح اور قوتہائے روح سے متعلق ہے۔

سوال ۱۲ : لاھوت کیا ہے؟

جواب: اس کا ظاہر خلائے آسمانی اور باطن عالم نور ہے جو سرّ اور سرّ الاسرار کا ملک ہے۔

سوال ۱۳ : لامکان کیا ہے؟

جواب: اس کا ظاہر آسمانوں سے آگے نہ معلوم عدم اور باطن نیستی ومعدوم اور عدم محض ہے۔

سوال ۱۴ : قول اور فعل میں تضاد کیا ہے؟

جواب : نفاق اور اللہ کی مخالفت ہے اور مخالفت خود کو خدا ثابت کرنے کی دلیل ہے۔

سوال ۱۵ : اللہ کے بغیر دونوں عالم کی ہر چیز کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : ان کی لذت سے محروم تصویروں کی حقیقت ہے کیا!۔

سوال ۱۶ : جسم وجان کیا ہے؟

جواب : جسم پردہ ہے اور جان دریا ہے۔

سوال ۱۷ : کیا کسی اللہ کے ولی نے بُت خانہ میں نماز پڑھی ہے؟

جواب : نہیں بلکہ بُت ہی ان کو سجدہ کرتے ہیں نادان عقل کے اندھے الٹا دیکھتے ہیں۔

سوال ۱۸ : روح اور جسم کی کیفیت کیا ہے؟

جواب : روح جسم کے لئے عزت ہے اور جسم روح کے لئے ذلت ہے۔

سوال ۱۹ : سخاوت کیا ہے؟

جواب : سخاوت ایک ایسا سمندر ہے جس کے اطراف بخل اور کفر کا گھیرا ہے۔

سوال ۲۰ : تمام اُمتیں ظاہر ہیں کیا کوئی ایسی اُمت بھی ہے جو سب سے پوشیدہ ہے؟

جواب : حضرت عشق کی امُت ہے اور وہ تمام اُمتوں سے پوشیدہ ہے جس کو

معشوق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال ۲۱ : کیا کوئی پرندوں کی بولی جانتا ہے؟

جواب : جو وحی اور نور کی بولی جان کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر قدم آچکا ہو وہ روحِ حیوانی کی بولی جانتا ہے۔

سوال ۲۲ : ''لاالٰہ الااللّٰہ'' یہ کلمہ سب سے پہلے کس نے پڑھا؟

جواب : حضرت عشق نے پڑھا۔ ''لا'' کیا ہے؟ غیرتِ عشق ہے۔ حضرتِ عشق کو حالت غلبہ میں ماسواء اللہ کے اُجالے میں بھی اندھیرا نظر آیا اور گذر گئے ''لاالٰہ الاھو'' (نہیں کوئی معبود مگر وہ) کے یہی معنٰی ہیں مگر بعد والوں کو جب یہ کلمہ ملا، تو عشق سے بھٹک کر کیا کچھ سمجھ بیٹھے۔

سوال ۲۳ : بیداری کیا ہے؟

جواب : جب تک وحدت سے ایک نئی جان داخل ہو کر جسم کو بیدار نہیں کرتی تب تک ہر کوئی خوابیدہ ہے یہ محض پیر کا واسطہ اور اللہ کا کرم ہے۔ جان وحدت کیا ہے؟ ایک لطیف موتی ہے جس سے کثیف جسم باادب ہو جاتا ہے۔

سوال ۲۴ : روح جسم میں کہاں بستی ہے؟

جواب : صلب میں بستی ہے اس کو عقرب کی دُم بھی کہتے ہیں کیونکہ دماغ جسم میں عقرب ہے اور ہمارے باہر آسمانی عقرب اس کا عکس ہے جب کسی عاشق میں وحدت کی جان کا سورج طلوع ہوتا ہے تو روح اس کے نور میں آجاتی ہے تو اس حالت کو بیداری بھی کہتے ہیں۔

سوال ۲۵ : علمِ تصوف کے منکر کو کیا کہیں گے؟

جواب :اس علمِ تصوف کو علمِ تصوف نہ کہیئے کچھ پاگلوں کو اس لفظ سے خطرناک الرجی (Allergy) ہے۔ لہٰذا اس علم کو علمِ معرفتِ الٰہی کہیئے۔ ہاں منکرینِ علمِ معرفتِ الٰہی کے متعلق ہم کچھ نہیں کہیں گے اگر وہ انسان ہوتے تو ہم ضرور کچھ کہتے۔

سوال ۲۶ :انسان کے لئے غرور کیسا ہے؟

جواب :مٹی، نطفہ اور مضغہ کو خود دیکھ کر اندازہ کرلو۔ ان تینوں حقیر چیزوں کو کسی بھی طرح کا دعویٰ خدا کے کرم کا انکار ہے اور انکار کفر ہے۔ کیونکہ خدا کی بخشی ہوئی عزت کے خلاف تینوں نے خود پر غرور کیا۔

سوال ۲۷: تقدیر کیا ہے؟

جواب :اللہ کے جلال کی آگ ہے اس تختی کا پڑھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ لہٰذا جلال خداوندی میں کلام کرنا سوءِ ادب ہے۔

سوال ۲۸ :بینا کسے کہتے ہیں؟

جواب :جو اللہ کی کاریگری کو جان کی آنکھ سے دیکھتا ہے وہ بینا ہے اگر یہ حال نہیں تو نابینا ہے۔

سوال ۲۹ :ظاہر و باطن کیا ہے۔ صاف بتایئے؟

جواب :ظاہر مٹی ہے اور باطن ہیرا ہے۔

سوال ۳۰: مجاہدہ کیا ہے؟

جواب :ظاہر و باطن کی لڑائی ہے۔ ظاہر کہتا ہے صرف میں اور کچھ نہیں اور باطن خود کو ثابت کرتا ہے، ظاہر باطن کا منکر ہے، باطن اپنے وجود پر

شاہد ہے، ظاہر نفس ہے، باطن دریائے وحدت کا موتی ہے، ظاہر علمِ ظاہر ہے، باطن معرفت الٰہی ہے۔ اس مجاہدہ میں سالک پر غیبی مدد نازل ہوتی ہے ''نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِيۡبٌ ؕ'' (الصّف ۶۱:۱۳) (اللہ کی مدد عنقریب ہے) اللہ صبر پر شاہد ہوتا ہے، صبر کو عزیز رکھتا ہے اور اپنی طرف قربت والے ٹھکانے عطاء کرتا ہے۔

سوال ۳۱ :ہم انسان ہیں۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟

جواب : بحرِ الٰہی کے موتی کو دیکھ لے۔

سوال ۳۲: علم لدُنّی کیا ہے؟

جواب :ایک بحرِ بے کنار ہے جس کے ہر قطرے سے موتی بنتے ہیں، لازوال چانداور سورج بنتے ہیں۔ اندھے منکر کو کیا معلوم کہ علم لدُنّی ہے کیا۔

سوال ۳۳: ''القلب بین الاصبعین'' (قلب دو انگلیوں کے درمیان ہے) سے کیا مراد ہے؟

جواب :یعنی قلب وصل اور فراق کے درمیان ہے یعنی نور اور نار کے درمیان ہے اس سے مراد روح اور نفس کے درمیان ہے۔

سوال ۳۴: قدرت کیا ہے؟

جواب :ایک ٹھہرا ہوا پانی ہے جس کی پوشیدہ رفتار سے دونوں عالم کی رفتار اور حرکت ظاہر ہے۔

سوال ۳۵:نصیب سے راضی رہنا چاہئے یا نہیں؟

جواب :نصیب سے راضی رہنا تو بہت خوب ہے لیکن نصیب بھی اللہ کا غیر

ہے، غیر سے راضی رہنا بھی مشکل ہے مگر یہ نکتہ عوام کے لئے نہیں ہے۔

سوال ۳۶ : مسجد میں کس طرح کے لوگ آتے ہیں؟

جواب : ناخواستہ دل کے ساتھ تو بہت لوگ آتے ہیں مگر اہل عشق تو کبھی کبھار آتے ہیں جن کے دیدار سے مسجد کی معراج ہوتی ہے۔

سوال ۳۷ : انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں اور عوام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں کیا فرق ہے؟

جواب : انبیاء کرام اور اولیائے کرام کی تعمیر کردہ مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت وثواب اور ہے اور عوام کی بنائی ہوئی مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب اور ہے۔ یہ تفاوت اس لئے ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام بغیر کسی لالچ کے، بغیر حرص ثواب کے، بغیر کسی مفاد کے، خالص اللہ کی محبت میں، اللہ کیلئے اللہ کے گھر بناتے ہیں۔ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بنایا، مسجد اقصیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا، یہ بھی عبادت گاہیں ہیں اور عوام کی بنائی ہوئی بھی عبادت گاہیں ہیں مگر دنیا کی کسی مسجد کو مسجد اقصیٰ یا بیت الحرام نہیں کہتے کیونکہ یہ شریف مسجدیں خالص اخلاص کے ساتھ تعمیر ہوئی ہیں۔ عوام کی بنائی ہوئی مسجدیں فضیلت میں کچھ اور ہوتی ہیں ورنہ اینٹ پتھر اور سیمنٹ وگارے میں کوئی فرق نہیں۔ ثواب میں فرق صرف ان حضرات قدسیہ کے خلوص کی وجہ سے برقرار ہے، ان کے تبرکات دوسروں کی جانوں سے افضل ہیں، ان کی کتابیں دوسروں کی کتابوں سے افضل ہیں۔

سوال ۳۸ : ہر انسان پر ایک شیطان مسلط کیا گیا ہے (حدیث) اس کا معنی کیا ہے؟

جواب : دماغ کو دیکھ ایک مکڑی کا جال ہے۔ شیطان لفظ ''شطن'' سے ماخوذ ہے۔ ''شطن'' کا معنٰی ایک بے انتہاء دراز دھاگا ہے۔ دماغ کو جب ٹیکنالوجی کی مدد سے کھولا گیا تو سائنسدان حیران ہو گئے کہ اس سے گلوب کے تین چکر تک لپیٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ناسوت، ملکوت اور جبروت ظاہر تک اسی کی رسائی ہے اسی لیئے حضور غوث الصمدانی سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''**الملکوت والجبروت شیطانان**'' (ملکوت اور جبروت دو شیاطین ہیں) لہٰذا انسان ناسوت کے ذریعہ شکر وثناء کا مرکز بن جاتا ہے تو یہ شیطان مغلوب ہو جاتا ہے ورنہ کس کی مجال ہے کہ اسے زیر کر سکے۔

سوال ۳۹ : ''بلّی بیس سال پیر کے مدرسہ میں پڑھ کر عالم ہوگئی'' اب اس کی فضیلت کو کس طرح آزمانا چاہیئے؟

جواب : اس کے سامنے چوہا چھوڑ دینا چاہیئے۔

سوال ۴۰ : مرید کو کیسا ہونا چاہیئے؟

جواب : اصحاب کہف کے کتّے کے جیسا ہونا چاہیئے ورنہ رسم ہی رسم ہے۔ عیسیٰ نام رکھ لینے سے کوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا ہو نہیں سکتا۔

سوال ۴۱ : القاب کب زیبا دیتے ہیں؟

جواب : جب آدمی اپنی صورت اور نام سے گذر جاتا ہے یعنی فنا ہو جاتا ہے۔ ورنہ سب کچھ فریب اور ڈھونگ ہے!۔

سوال ۴۲ : پیر کو کہاں تلاش کریں؟

جواب : پیر کے قول اور فعل کے درمیان تلاش کریں ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ (الصّف ۶۱: ۲، پ ۲۸)'' ورنہ ہر شخص کعبہ تعمیر نہیں کرسکتا، یعنی دل بنا نہیں سکتا۔

سوال ۴۳ : علمِ نجوم اور علمِ طِب کیا ہے؟

جواب : یہ پاک انبیاء کی وحی ہے جو لامکانی خزانے سے وارد ہوتی ہے اس راز کو وہ بخوبی جانتا ہے جو لوح محفوظ پر مرقوم روشنائی سے آشنا ہے۔

سوال ۴۴ : ناقص اور کامل عقل میں کیا فرق ہے؟

جواب : ناقص عقل دوسری عقل کی شاگرد ہوتی ہے اور کامل عقل صاحب وحی کی شاگرد ہوتی ہے۔

سوال ۴۵ : ''مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾'' (النجم ۵۳: ۱۷) (نہ نظر بہکی اور نہ سرکشی کی) اس آیت کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : یہ خطاب عقلِ کُل سے ہے۔ یہ ایک نورِ خاص ہے جو دریائے رحمت میں چاند کی طرح روشن رہتا ہے اور یہ خاصان خدا کو عطاء ہوتا ہے۔

سوال ۴۶ : دل کی آنکھ کسے کہتے ہیں؟

جواب : دل کے گوہر مقصود کو کہتے ہیں اور یہ آنکھ اللہ کی توفیق سے صرف کامل پیر کھولتا ہے۔

سوال ۴۷ : آثار خدا کیا ہے؟

جواب : دل ہے۔ باہر صرف آثار کے آثار ہیں۔

سوال ۴۸ : جنت کے باغات کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : کسی جھیل کے پاک پانی میں باغات کا عکس دیکھ لو!۔

سوال ۴۹ : مرنے سے پہلے مرنا کیا ہے؟

جواب : آب حیات پی کر انمول موتی بن جانے کا نام ہے۔

سوال ۵۰ : نورِ بصر کیسا ہے؟

جواب : سبز ہے۔

سوال ۵۱ : علمِ ظاہر و باطن کی بہترین تعریف کیا ہے؟

جواب : ظاہر رسمی علم، دلیل و تاویل کا محتاج ہوتا ہے، حقیقی باطنی علم نورِ وحی سے ہوتا ہے۔ نورِ وحی کے ہوتے ہوئے کتاب سے حضرت بشر حافی کبھی دلیل نہیں لاتے کیونکہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم درست نہیں۔ لہٰذا کاملین اہل ظاہر کے پیچھے چل کر ان کو ہی آگے بڑھا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے جنّتی بھولے بھالے ہوتے ہیں جان بوجھ کر نادان بنتے ہیں تاکہ ایمان سلامت رہے۔

سوال ۵۲ : ولی کی بہترین تعریف کیا ہے؟

جواب : کامل ولی کی عقل حیرت میں غرق ہوجاتی ہے جس کی عقل حیرت سے دور ہے وہ ناقص ہے۔ پھر بھی کسی کو اس کی عقل کی وجہ سے عوام نے ولی بنالیا ہو تو وہ عوام کا ولی ہے نہ کہ اللہ کا۔

سوال ۵۳ : مفتی کسے کہتے ہیں؟

جواب : مفتی محقق کو کہتے ہیں۔ اب مفتی کا مقام و مرتبہ قیل وقال کا رسیا کیا

جانے؟ ہمارے امام امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جانیں۔ {جب اسلامی ریاستوں میں درباوں کے لئے مفتیوں کی تقرری کیلئے وقت آیا تو امامِ اعظم کی بارگاہ میں قاصد عریضہ لئے حاضر خدمت ہوا۔ تو امامِ اعظم نے فرمایا میرے سینکڑوں تلامیذہ میں چھتّیس (36) تلامیذہ اسلامی عہدوں کے قابل ہیں ان میں اٹھائیس (28) قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور صرف چھے (6) افراد میں مفتی بننے کی صلاحیت ہے اور صرف دو (2) یعنی ابو یوسف اور زفر قاضیوں میں مفتیوں کو تربیت دینے کی صلاحیت ہے }۔ اللہ اکبر! اندازہ لگایئے کہ مفتی بننا کس قدر کٹھن کام ہے۔

سوال ۵۴: محقق کسے کہتے ہیں؟

جواب : محقق اس شخص کو کہتے ہیں جو ''من عرف نفسه'' اور'' فقد عرف ربه '' کے مقام پر آ کر خود اور خدا کی تحقیق کر لیا ہو ورنہ قلمی، لسانی، قیل وقال کا نام نہ فتویٰ ہے اور نہ تحقیق۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو سانس یادِ الٰہی کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے یعنی مکمل نفسی ہے اور نفس سے متعلق قرآن فتویٰ دیتا ہے کہ ''ان النّفس لامّارة بالسوء '' (نفس برائیوں کی طرف راغب کرواتا ہے) لہٰذا فتویٰ سب سے پہلے اپنے نفس کے خلاف لکھنا چاہیئے۔

سوال ۵۵ : جسم میں حرکت کہاں پیدا ہوتی ہے؟

جواب : بوقتِ شکار بلّی کی دُم کو دیکھ اس کی دُم ظاہر ہے اور تیری دُم یعنی

صلب پوشیدہ ہے۔ چھپکلی کی کٹی ہوئی دُم کو دیکھ! پتہ چل جائے گا کہ حرکتِ بے سر کیسے ہوتی ہے۔

سوال ۵۶ : ''قتل الموذی قبل الایذاء'' موذی کو مارنے کا حکم کیوں ہے؟

جواب : تا کہ اس کی حقیر سی جان اس کے منحوس اور پلید جسم سے آزاد ہو جائے۔ یہ ظلم نہیں مدد ہے کیونکہ اللہ نے پاگل بے عقل کے ہاتھ میں تلوار دیا ہے اور اس کا چھین لینا ثواب ہے ورنہ وہ بے قصور کو ڈستے پھیریں گے اسی لئے اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا ''قتل الموذی قبل الایذاء'' یعنی موذی کو ایذاء دینے سے پہلے ماردو۔

سوال ۵۷: علم، مال اور مرتبہ کا مستحق کون ہے؟

جواب : وہ شخص جو اللہ کا منتخب شدہ ہو اس کے علاوہ غیر مستحق ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو کے ہاتھ میں ہتھیار۔ غیر مستحق شیطان صفت کو علم سکھانا خود علم کی توہین ہے کیونکہ شیطان اس کی دلیل ہے بخیل کو مال ملنا بخل میں اضافہ کرنا ہے، نا اہل کو مرتبہ ملنا انصاف کا قتل یقینی ہے۔

سوال ۵۸ : مومنوں پر جہاد کس لئے فرض ہے؟

جواب : مومنوں پر جہاد اس لئے فرض ہے کہ وہ انسانیت کے دشمن، پاگل، بے عقل، دیوانوں کو زیر کر کے ان کے ہاتھوں سے ہتھیار چھین لیں تا کہ وہ اللہ کے بندوں کو اور کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ عقل کے دشمن کی جان پاگل ہوتی ہے اور اس کا اپنا جسم اس کے ہاتھ میں ہتھیار کی مانند ہوتا ہے۔ اس کی اپنی پاگل جان کو اسکے جسم کے ہتھیار سے نجات دلانا ہی

جہاد کا مقصد ہے تا کہ بے قصور انسان اور انسانیت زندہ رہ سکے ورنہ ہر طرح کا خون خرابہ سخت حرام ہے یہ جہاد نہیں اللہ کے حکم کی توہین ہے۔

سوال ۵۹ : ناقص پیر کسے کہتے ہیں؟

جواب : جو پیر راہ فقر میں بچہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کے مرید نحوست میں گھر جاتے ہیں یہ جھیل میں چاند دکھا کر کہتا ہے کہ حقیقی چاند یہی ہے۔

سوال ٦٠ : عقل مندوں کو کہاں تلاش کریں؟

جواب : ازلی گدڑی میں تلاش کریں کہ وہ سب سے منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔

سوال ٦١ : دنیا اور قیامت کیا ہے؟

جواب : دنیا خدا کی قدرت کا اظہار ہے اور حشر محبوب خدا ﷺ کی حقیقتِ کُلی کا اظہار ہے تا کہ کھرے کھوٹے پوری طرح سے الگ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اول ماخلق اللہ نوری و کل خلائق من نوری'' (اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور میرے نور سے تمام خلائق کو پیدا فرمایا ہے) مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''لولاک لما اظہرت الربوبیة''، یعنی (اے محبوب ﷺ آپ کو نہ پیدا کرتا تو ربوبیت کا اظہار ہی نہ کرتا) پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ''لولاک لماخلقت الافلاک'' (اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کل شیءٍ یرجع الیٰ اصلہٖ'' (ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) ان تمام دلائل میں نبی کریم ﷺ کی حقیقت پوشیدہ ہے جب یہ حقیقت منتظر ظاہر ہو

جائے گی تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ ورنہ علم روایات میں تمام راوی کھو گئے اصل مدعا ہاتھ نہ آیا۔ قربان جائیں آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کہ آپ کی ذات سے ہزاروں جہان آباد ہو گئے، ہر جہان کا میلان آپ کی ذات کی طرف ہے۔ ترک الجواب جواب، جواب نہ دینا ہی جواب ہے۔ اس سے زیادہ جواب نہیں دیں گے۔

سوال ٦٢ : انسان فرشتوں سے بہتر کب بنتا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے فرشتوں میں عقل رکھی ہے، چوپایوں میں شہوت رکھی اور انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہے۔ قلبِ انسان عقل کا مظہر ہے، نفس شہوت کا مظہر ہے۔ اگر عقل انسانی شہوت پر غالب آ گئی تو وہ انسان فرشتوں سے بہتر ہو جاتا ہے اور اگر عقل شہوت سے مغلوب ہوگئی تو وہ انسان جانور سے بدتر ہو جاتا ہے بس اس مجاہدے کے امتحان میں جو کامیاب ہو گیا وہی مرتبۂ انسانیت پر آ گیا۔

سوال ٦٣ : علم دنیا کیا ہے؟

جواب : علمِ دنیا یہ علم نفس ہے۔ یہ گدھوں کے اصطبل کی تعمیر کا علم ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

سوال ٦٤ : خدا نے ''واضل سبیلا'' یعنی گمراہ کسے کہا ہے؟

جواب : وہ جان جو جسم سے باہر نکل کر خدا کی بارگاہ میں جیتے جی پیش نہیں ہوتی وہ گمراہ ہے۔

سوال ٦٥ : اقرار و تصدیق کیا ہے؟

جواب : زبانی اقرار کے مطابق دل میں پوشیدہ نور کا دیکھنا ہے ورنہ نفاق کا خدشہ رہتا ہے۔

سوال ٦٦ : نیک بخت اور بد بخت کی پہچان کیا ہے؟

جواب : نیک بخت انجام کو بخوبی دیکھ لیتا ہے بد بخت انجام سے غافل ہوتا ہے۔

سوال ٦٧ : ''کانا دجال ایک آنکھ والا، ایک کان والا ہوگا'' اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : کانا شیطان ہے۔ آدھا بینا اور آدھا نابینا ہے۔ علمِ ظاہر سے عالم ہے مگر علم باطن سے جاہل ہے۔ دو آنکھوں سے مراد علوم ظاہر و باطن ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آخری زمانے میں کئی دجال نکلیں گے یعنی یہ وہ شیاطین ہوں گے جو دنیا کے اعتبار سے عالم اور حق کے اعتبار سے جاہل ہوں گے کیونکہ شیطان نے حضرت آدم کو مٹی سمجھا مگر ان کا دین نہ دیکھا اس نے مٹی دیکھا اور نور نہ دیکھا۔

سوال ٦٨ : ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ'' (النساء ۴:۳۴) عورت پر مرد کو فضیلت کس لئے زیادہ ہے؟

جواب : اس لئے کہ مرد انجام پر زیادہ نظر رکھتے ہیں اور عورتیں انجام سے اکثر غافل رہتی ہیں۔

سوال ٦٩ : دنیا ظاہر اور قیامت پوشیدہ کیوں ہے؟

جواب : دنیا ناری ہے پہلے نار کو ظاہر کیا یعنی نفس کے مظہر کو ظاہر کیا جب وہ بے مثال گوہر یکتا کا نور ظاہر ہوگا قیامت بھی قائم ہو جائیگی اسلئے دنیا ظاہر ہے اور قیامت پوشیدہ ہے۔ جب قیامت ظاہر ہوگی دنیا پوشیدہ

ہو جائے گی۔

سوال ٧٠ : دنیا و آخرت کیا ہے؟

جواب : لغات سے گذر اور معنٰی تلاش کر! دنیا ناری ہے اور آخرت نوری بلکہ ایک ایسا نور ہے جو عاشقوں کی جان ہے جب جسم غروب ہو جاتا ہے تو قلب کے مشرق سے یہ سورج طلوع ہوتا ہے۔ یہ وہ سورج ہے جسکی روشنی سے ہزاروں سورج بنتے ہیں ''رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾'' (الرحمٰن ۵۵:۱۷) کا معنٰی یہی ہے اس مقالہ کو بلا تاویل کہیں تو وہ جان کا جانِ جاناں ہے۔ عقل مند دنیا کو نہیں آخرت کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔

سوال ٧١ : اول و آخر، ظاہر و باطن کیا ہے؟

جواب : ایک نور الانوار ہے۔ چاہے تو کامل پیر کی آنکھوں میں دیکھ لے! مگر ایسے پیر کی آنکھوں میں نہیں جو شکم کا غلام ہو۔

سوال ٧٢ : لامکان کیا ہے؟

جواب : یہ قلبِ عارف ہے جو بلندی و پستی، نشیب و فراز کچھ بھی نہیں رکھتا۔ قلب ایک اصطلاح ہے اس کا معنٰی لغت سے بیان نہیں ہوسکتا۔

سوال ٧٣ : نجات کیا ہے؟

جواب : ایک ٹھہرا ہوا پانی ہے جس کی پوشیدہ رفتار ازل سے جاری ہے اسی میں غرق ہو کر سکون پا لینے کا نام نجات ہے۔

سوال ٧٤ : مجلس محمدی ﷺ کیا ہے؟

جواب : ''اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ

مُّقۡتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ‘‘ (القمر ۵۴:۵۴-۵۵) (وہ متقین ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی عزت کی جگہ مقتدر بادشاہ کے مقرب ہوں گے) ایک نور الانوار ہوگا، سِرّ الاسرار ہوگا، باقی سب جنتی لباس سے ملبوس موتیوں کی مانند چمکتے دمکتے ہوں گے۔ میرے آقا ﷺ اس تختِ عزت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں آپ ﷺ کے اطراف جنت کے باغوں اور نہروں میں صداقت کے موتی شرفِ باریابی سے مسرور ہوتے ہیں۔ انبیاء اولیاء صالحین اور کاملین اسی بزم پر فخر کرتے ہیں۔ یہ مجلس محمدی ﷺ لامکانِ قلب میں سجتی ہے نہ کہ دماغ میں۔

سوال ۷۵: کامل ولی اللہ کی نظر کا حال بیان کیجئے؟

جواب : کامل ولی اللہ سے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ’’ **انهم جواسيس القلوب فجالسوهم بالصدق** ‘‘ یعنی (وہ دلوں کے جاسوس ہیں ان کی ہم نشینی صدق کیساتھ کرو) کیونکہ یہ مرید ہو یا غیر مرید اس کے دل اور دین سے واقف ہوتے ہیں، چہرہ لہجہ اور آنکھ کا رنگ دیکھ کر سامنے والے کا حال پہچان لیتے ہیں بغیر دیکھے بھی کسی کا نام سن کر اس کی روح سے اس کی کیفیت جان لیتے ہیں۔

سوال ۷۶: مکان اور لامکان کیا ہے؟

جواب : دل کے باہر مکان ہی مکان ہے، دل کے اندر لامکان ہے۔

سوال ۷۷: اولیاء اللہ کے پیدا ہونے سے پہلے کیا کسی کو خبر ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں پیدا ہونے والے ہیں؟

جواب : ہاں اولیاء اللہ کے پیدا ہونے سے پہلے اس بستی سے ان کی خوشبو ظاہر ہوتی ہے اگر کوئی کامل ولی اللہ یہ خوشبو سونگھ لیں تو مکمل شناخت کے ساتھ پیشین گوئی کرتے ہیں کہ ’’ فلاں ولی اللہ آنے والے ہیں اور ان کا یہ مرتبہ ہوگا، فلاں جگہ فلاں مدّت کے بعد پیدا ہوں گے‘‘ جیسا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے بہت پہلے آپ کی ولادت کی خبر دی جا چکی تھی اسی طرح حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جب شہر ’’ رے ‘‘ سے گذر رہے تھے تو ایک خوشبو سونگی اور حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق خبر دی کہ وہ مرد خدا خرقان میں پیدا ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرن سے ایک دیوانے کی خوشبو آ رہی ہے۔

سوال ۷۸: لوحِ محفوظ کیا ہے اور کہاں ہے؟

جواب : لوحِ محفوظ ہر غلطی سے محفوظ ہے اور یہ لامکان کے انوار میں ایک دل کش نور ہے جو محبط وحی کی آغوش میں ہے۔ عوام سے چھپانے کیلئے صوفیانِ کرام اسے وحی قلب کہتے ہیں ’’ ینظر بنور الله ‘‘ (وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اس سے مراد وحی قلب کے ذریعہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے۔ کون دیکھتا ہے؟ اللہ کا ولی دیکھتا ہے۔

سوال ۷۹: ’’ اِنَّ اللّٰهَ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ ‘‘ (آلِ عمران ۳:۳۷) یعنی (اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) اس کا کیا معنٰی ہے؟

جواب : جب انسان اللہ کی محبت میں دریائے رحمت کا موتی بن جاتا ہے تو

اللہ دریائے رزق یعنی دریائے رحمت سے بے حساب رزقِ دیدار عطاء کرتا ہے وہ شخص خوش نصیب ہے جس کا دنیوی رزق کم ہوگیا ہو کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے ''تنگی کے بعد فراخی ہے''۔ جنت تکالیف کا صلہ ہے بس اندازہ کرلو بے حساب رزق سے مراد وہ رزّاق اس کو خود رزق بنا دیتا ہے اور لوگ اس سے رزق حاصل کرتے ہیں۔

سوال ۸۰ : ''ظاہر زمین اور آسمان کے مانند باطنی زمین اور آسمان بھی ہیں''۔ اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب : بیشک باطنی زمین اور آسمان بھی ہیں۔ باطنی زمین موتیوں کی طرح چمکدار اور روئی کی طرح نرم ہے اور آسمان ہر طرح کے رنگ و نور سے مزین ہیں مگر دیکھنے والی وہ آنکھ چاہئے جسے اللہ عطاء کرتا ہے۔ لہٰذا سالک راہِ خدا کو اس زمین سے نہیں اس زمین سے آسمان تک کا سفر طے کرنا ہے۔ پیر وہی ہے جو مرید کو اس زمین سے نکال کر اس زمین تک پہنچا دے تاکہ سفر آسان ہو مگر کیا کریں کہ انسان پانی اور مٹی کی زمین کا پتلہ ہے۔ اے آنکھ کی چربی دیکھنے والے! آنکھ کا نور دیکھ۔ وہ نور سات آسمانوں سے آگے گذر جاتا ہے، وہ نور بغیر آنکھ کے خواب دیکھتا ہے اور آنکھ نور کے بغیر مردار دنیا دیکھتی ہے۔ اے جسم اور ڈاڑھی کے مغرور انسان! جان کی مدد کر جس کے بغیر تیرا جسم حقیر ہے، تیرا حلیہ روح حیوانی کی عزت اور شان ہے، روحِ انسانی کو پہچان وہ سورج تیرے اندر روشن ہے اور تو باہر اندھیرے میں بھٹک رہا ہے۔

سوال ۸۱ : حد جبرئیل کیوں مقرر ہے؟

جواب : جبرئیل کی جان علم ہے اور علمِ مخلوق کنارہ رکھتا ہے اور جو کنارہ رکھتا ہے وہ محدود ہے۔ اس لئے علم کا کنارہ حضرت جبرئیل کے لئے سدرۃُ المنتہٰی ثابت ہوا جس کو بیری یا اس کے مشابہ درخت کہا گیا ہے۔ انسانِ کامل، محسنِ انسانیت نبی کریم ﷺ ہر حد سے آگے گذر گئے۔ لہٰذا جبرئیل نے کہا۔

اگر یک سر موئے بر پرم
فروغ تجلیٰ بسوزد پرم

سوال ۸۲ : امر الٰہی کس طرح ظاہر ہوتا ہے؟

جواب : اللہ کا حکم لوح محفوظ پر ظاہر ہوتا ہے۔ لوحِ محفوظ سے قلب پر ظاہر ہوتا ہے اور قلب سے قالب پر ظاہر ہوتا ہے۔

سوال ۸۳ : ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (الانبیاء۲۱:۳۵)'' (ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے) سے کیا مراد ہے؟

جواب : نفس ہر عام انسان کو محبوب اور اس کی آنکھ میں سرمہ کی مانند لگا رہنا چاہتا ہے یا ہر عام انسان کی آنکھ کا تارہ بن کر رہنا پسند کرتا ہے مگر دماغ میں ظاہری عقل کی صورت میں اپنی کاریگری دکھاتا ہے۔ بس یہ کیا ہے؟ ظاہری عقل کی موت کے بعد یہ تارہ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔

سوال ۸۴ : عقل کہاں ہے اور کیا ہے؟

جواب : عقل جان کے سمندر کا نور ہے اور جان کے قریب ہے۔

سوال ۸۵ :"السلطان العادل ظل اللّٰہ" (عادل سلطان اللہ کا سایہ ہے)
اس حدیثِ پاک سے کیا مراد ہے؟

جواب : یہاں عادل سلطان سے مراد ظاہری سلطان تو ٹھیک ہے مگر حقیقت میں انسان میں عادل سلطان عقل ہوتی ہے اسلئے یہاں عقلِ کُل کو عادل سلطان اور اللہ کا سایہ کہا گیا ہے یعنی عادل عقلِ کُل اللہ کا سایہ ہے۔

سوال ۸۶ :عقل کی صورت کیسی ہے اور یہ کہاں سے آئی ہے؟

جواب :عقل عدم سے وجود میں آئی ہے۔اللہ نے اس کے ہزاروں نام رکھے ہیں ان میں ایک نام لایحتاج یا اسے عقلِ کُل بھی کہتے ہیں یہ کاجل سے زیادہ کالی ہے مگر یہ رات کو دن بنا دیتی ہے اور سرکش ہو جائے تو دن کو رات بنا دیتی ہے مگر افسوس! اس میں ایک الّو نے بسیرا کر لیا ہے، جب یہ الّو سے پاک ہو جاتی ہے تو اپنا کرشمہ ضرور دکھاتی ہے۔

سوال ۸۷: عقلمند کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟

جواب :عقلمند تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) وہ جن کی عقل روح کے نور سے یا نورِ علیٰ نور سے غذا حاصل کرتی ہے یہی اسکا ایمان ہے اور اسی کو ایمان کہتے ہیں، یہی صاحبِ عقل "المؤمن مرأۃ المؤمن" کے مرتبے پر ہوتے ہیں۔(۲) اس درجہ کے لوگ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتے صاحب کامل نظر کی آنکھ سے دیکھتے ہیں یہ نیم عقل رکھتے ہیں یہ اس وقت تک چلتے رہتے ہیں جب تک خود صاحب عقل نہ ہو جائیں۔(۳) اس درجہ کے لوگ جن میں نہ عقل ہوتی ہے نہ عقلمند کی آنکھوں کا سہارا لیتے

ہیں یہ بے سہارا لوگ خود گرتے پڑتے چلتے ہیں غفلت، بحث ومباحثہ میں شاطر، خود پر فخر کرنے والے اور علم پر فخر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نہ کامل عقلِ کُل والے کو پسند کرتے ہیں اور نہ یہ درمیانی عقل والے کو پسند کرتے ہیں بس خود کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں حالانکہ عقل کے نور کا ذرہ بھی انکے پاس نہیں ہوتا۔

سوال ۸۸ :عقل کی ضد کیا ہے؟

جواب :شہوت ہے۔ جو شہوت پسند ہے اسے عقلمند ہرگز نہیں کہتے بلکہ وہمی کہتے ہیں نادانوں نے وہم کو عقل کا نام دیا ہے جب کہ عقل خالص نور ہے اور شہوت نار۔

سوال ۸۹ :عقلِ کُل کیا ہے؟

جواب :اللہ کے رسول اور حجّت ہے۔اللہ کے رسول "صاحب عقلِ کُل" آئے تو صرف اس لئے آئے کہ شہوت پرست فرعونی وہم کے مریضوں کو شفاء عطاء کر سکے۔

سوال ۹۰ :مرتبۂ رسالت کیا ہے؟

جواب : عقلِ کُل کا نور ہے۔"لاالٰہ الا اللّٰہ" حق توحید ہے اور "محمد رسول اللّٰہ" عقلِ کُل کا نور ہے معلوم ہوا ہے کہ پہلے جملے میں علم الٰہی ہے اور دوسرے جملے میں عقلِ کُل کا نور ہے۔

سوال ۹۱ :رمزِ دنیا و آخرت کیا ہے؟

جواب :دنیا ایک سیب کی مانند ہے چار عناصر سے مرکب تمام مخلوقات نفس و

شیطان اور انسان بھی اس میں کیڑوں کی مانند رینگ رہے ہیں اسی میں بے عقل اور عقلمند انسان بھی ہیں مگر وہ اپنی تدبیر سے سیب کے چھلکے کو توڑ کر کامیابی کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور آخرت میں پہنچ جاتے ہیں یہی مکان اور لا مکان کی حقیقتیں بھی ہیں یعنی مکان سے نکل کر لا مکان میں پہنچ جاتے ہیں۔

سوال ۹۲ : سالک جو مراقبات میں عجیب وغریب مناظر دیکھتا ہے دراصل ان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : اس کی اپنی روح کے بدلتے ہوئے نقوش ہیں کیونکہ روح کے ہزاروں رنگ ہیں جنت اور جنت کی نہریں بھی دیکھتا ہے مگر انکی پہچان ہونی چاہئے۔ پہچان یہ ہے کہ وہ نقوش اگر افسردہ ہوکر کانپتے ہوئے ایک صفت بن جاتے ہیں تو سمجھ لے یہ تیرے لئے برے اور راہ کی رُکاوٹ ہیں۔ ہمت کر اور آگے گذر جا۔

سوال ۹۳ : اللہ کی رسّی کیا ہے؟

جواب : اللہ کی رسّی وقتِ مراقبہ ہے جس نے نیک اور کامیاب مراقبہ کیا وہ یقیناً اللہ تک پہنچ گیا۔

سوال ۹۴: قلب کیا ہے؟

جواب : ایک کالا توّا ہے تُو صاف کرلے تاکہ تجھے چاندی جیسے جسموں والے حسینوں کا جھرمٹ نظر آئے اگر تونے اس کالے توّے کو یوں ہی چھوڑ دیا تو وہی نفس کہلائے گا۔

سوال ۹۵ : صیقل کرنا سے مراد کیا ہے؟

جواب : عقل کا استعمال کرنا ہے۔

سوال ۹۶ : فرشتے، حور اور غلمان کسطرح نظر آسکتے ہیں؟

جواب : دل کو صیقل کرنے کے بعد ہر قیمتی نقش ابھر آتا ہے۔

سوال ۹۷ : انسان کی جان کیسی ہے؟

جواب : ایک بادِ مست کی طرح ہے جب وہ گرد آلود ہوتی ہے تو آنکھ پر پردہ بن جاتی ہے اس لئے اللہ نے کہا ”وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾“

(الذّریٰت ۵۱:۲۱) (اور میں تمہاری جانوں میں ہوں تم مجھے کیوں نہیں دیکھتے)۔

سوال ۹۸ : کیا آسمان سے کوئی ندا آتی ہے؟

جواب : بیشک یہ ندا آسمانِ صفا سے آتی ہے، ہر لمحہ آتی ہے، آرہی ہے۔ تینوں زمانوں کی خبریں آرہی ہیں مگر کیا کریں مادّی آسمانوں کی سننے والی حِسّیں (Senses) مرچکی ہیں اگر میں بیان کروں تو افشاء راز ہوگا اور دوست ناراض ہوگا۔

سوال ۹۹ : آسمان صفا کیا ہے؟

جواب : جس طرح تُو باہر دیکھ رہا ہے اسی طرح اندر دیکھ، آسمانِ صفا سے موتی برس رہے ہیں۔ دراصل یہی آسمانِ حق ہے اور جو باہر ہے وہ اسی کا عکس ہے اور کچھ نہیں۔ سمٹا ہوا کھل کے نظر آرہا ہے۔

سوال ۱۰۰: توبہ کا دروازہ کب تک کھلا رہے گا؟

جواب : جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

مجلس ششم

{ یَاسُلْطَانُ مُحیُ الدِّیْنَ سَیْفُ اللّٰہ }

سوال : ''یا سلطان محی الدین سیف اللّٰہ'' کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : حدیث پاک میں ہے'' **السلطان العادل ظلّ اللّٰہ** ''یعنی عادل سلطان اللہ کا سایا ہوتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اللہ کا تو سایہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ سراسر نور ہے معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ کا پرتو ہیں یا اسم اللہ کا مظہر ہیں۔ ان کا حکم اللہ کا حکم، ان سے مانگنا، پانا، دیکھنا، بولنا اور سننا سب کچھ اللہ کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس نے مظہر کو دیکھا اس نے ظاہر کو دیکھا۔ اللہ نور ہے آپ نور کا نور اور پرتو ہیں۔ ان حقائق کا معنیٰ کچھ اس طرح ہوا کہ'' اے اللہ کے نور کے نور دین کو زندہ کرنے والے، آپ اللہ کی تلوار ہیں'' یہاں سیف اللہ سے مراد کلمۂ طیب **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ہے۔ جس کی چوٹ سے باطل ہلاک ہو جاتا ہے۔ کلمہ کی تلوار سے نفس بغیر پانی مانگے قتل ہو جاتا ہے اور کلمہ ہی رہبر بن کر اپنے پڑھنے والے کو اللہ تک پہنچا دیتا ہے۔ یہاں خطابِ الٰہی'' سیف اللہ'' کے ساتھ ہے یعنی آپ کلمۂ طیب کے مظہر ہیں یعنی آپ کا ظاہر ولایت کا مظہر ہے اور باطن نبوت کا مظہر ہے اس لئے اللہ نے آپ کو'' سیف اللہ'' کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔

سوال ۱ : توبہ کا دروازہ کہاں کھلا ہوا ہے؟

جواب : مغربِ نفس میں کھلا ہوا ہے۔ اے اندھے! آنکھیں کھول اس دنیا سے توبہ کر اور اللہ کی رسّی پکڑ یعنی مراقبہ کر اُس تک پہنچ جائے گا۔ اے دوست! جنت کے آٹھ دروازوں میں سے توبہ ایک دروازہ ہے بس اسی دروازے سے تو جنت میں داخل ہو سکتا ہے بقیہ سات دروازے کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں مگر توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا ہے۔ اے دوست! اپنے حاسد نفس کی آنکھ میں دھول جھونک اور توبہ کے راستے سے گذر جا، دنیائے ملعون اور جائے کفر سے فرار ہو جا۔

سوال ۲ : کفر کی صورت کیسی ہے؟

جواب : وہ ہزاروں من کا کالا قفل ہے جو کسی تدبیر سے نہیں ٹوٹتا۔ جسے شیطان نہ توڑ سکا اسکو عام انسان کیا توڑ سکے گا۔

سوال ۳ : ''جنت میں شہد اور دودھ کی نہریں ہیں'' وہ کیا ہیں؟

جواب : شہد حیات کا ضامن ہے اسلئے شہد کی نہر سے مراد چشمۂ آبِ حیات ہے، دودھ کی نہر سے مراد عقل کی پرورش کرنے والی نور کی نہر ہے، شراب سے مراد خدا سے ہم کلامی کے ذوق وشوق کی مستی مراد ہے۔

سوال ۴ : جنت الماویٰ کسے کہتے ہیں؟

جواب : نفس سے آزاد دل کو کہتے ہیں۔

سوال ۵ : نفس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : یہ ایک ویرانہ ہے جس کے نیچے خزانہ دفن ہے!

سوال ۶ : روح کس چیز کی تلاش میں پریشان ہے؟

جواب: روح اس خزانے کی تلاش میں پریشان ہے جو جسم کو ویران کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۷ : وہ خزانہ کیا ہے؟

جواب: ایک یمنی عقیق کی مانند ہے جس کی ایک ایک کرن سے ہزاروں چاند ورسورج، لعل وگوہر پیدا ہوتے ہیں۔ اےئ انسان! کوئی ایسا کام کر کہ تجھے گوہر مقصود ملے۔ ''وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾'' (النجم ۵۳:۴۰) (انسان کے لئے وہی ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی) کام ظاہر ہے، اُجرت معدوم ہے۔

سوال ۸ : انسان کو علمِ ظاہر طلب کرنا چاہئے یا علم غیب؟

جواب: علم غیب طلب کرنا چاہئے کیونکہ اسی علم غیب میں انسان کا معدوم وطن ہے۔ وطن کے نقش ونگار انسان کی آنکھوں میں گھومتے رہتے ہیں مگر وہ اسے حقیقت نہیں خواب سمجھتا ہے۔ ہائے! وہ رنگین وطن جس میں ہر انسان کی، ہر مخلوق کی اصل پوشیدہ ہے جس کے فراق سے عشاق کا دل جلتا ہے۔ اےئ نادان! مراقبہ کر، آنکھیں بند کر بصارت کو اس نقش و نگاری میں پیوست کر پھر دیکھ کہ علم غیب کی گتھیاں کس طرح سلجھتی ہیں۔ ایک تُو ہے کہ قیل وقال کے بکھیڑے میں الجھ کر ٹوٹ گیا۔

سوال ۹ : حوضِ کوثر کا پانی کیسا ہوتا ہے؟

جواب: عمدہ شیریں وشفاف موتیوں کی مانند ہوتا ہے جس سے بصارت مطمئن

ہوجاتی ہے۔ جسکا پیر اندھا ہے اس کا مرید اندھا ہی ہوتا ہے وہ کیا جانے ان نکات کو کیونکہ یہ راستہ بغیر قدم کے طے کرنا پڑتا ہے۔

سوال ۱۰ : شہید کسے کہتے ہیں؟

جواب : جس کا بے رحم سخت پِتّہ خدا کے لئے پھٹ جاتا ہے صرف اسی کو شہید کہتے ہیں ورنہ صرف مارے جانے کا نام شہادت نہیں ہے۔

سوال ۱۱ : حقیقتِ انسانی کیا ہے؟

جواب : انسان قلب کو کہتے ہیں اور قلب ہی ذاتِ انسانی ہے۔ رہا سوال انسان کے وجودِ عناصر کا تو ہر عنصر اپنا عارضی وجود رکھتا ہے اور ہر وجود کی ایک حقیقت ہے جس طرح ابلیس صرف آگ کا مظہر ہے اور اپنا عارضی وجود رکھتا ہے اسی طرح انسان کے چاروں عناصر چار آدمیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی اگر انسان قلب وقالب کا مجموعہ ہے تو یہ ایک ہی انسان کہلاتا اور نظر آتا ہے مگر حقیقت میں ایک انسان چار آدمیوں کا مجموعہ ہے کبھی بھی کسی وقت بھی انسان میں موجود آدمی سے خطاء یا جرم یا ثواب ممکن ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ انسان ہی بولتا سنتا اور کرتا ہے دراصل یہ انسان نہ بولتا ہے، نہ سنتا ہے اور نہ کرتا ہے۔ تو یہ سب کچھ کون کرتا ہے؟ کبھی آگ کا وجود آدمی کی شکل میں بولتا ہے یا کرتا ہے تو اکثر شیطانی کام سرزد ہونے لگتے ہیں، کبھی مٹی کا وجود بولتا یا کرتا ہے تو رحمانی کام رونما ہونے لگتے ہیں، کبھی ہوا یا پانی کا وجود کرتا یا بولتا ہے ان افعال میں عناصر کی فطرت پوشیدہ ہوتی ہے، یعنی جیسی

فطرت ویسے افعال ثابت ہوتے ہیں۔ حضرات انبیاء کرام قلب و قالب کی حیثیت سے تمام تر نور ہوتے ہیں ان کی ذات بھی معصوم ہوتی ہے اور عناصر بھی معصوم ہوتے ہیں ان کی ذات کا تعلق خدا سے اور عناصر کا تعلق خدا کے صفات اور بندوں سے ہوتا ہے، ان حضرات سے سرزد ہونے والی حرکت کبھی کبھی عوام کے نزدیک خطاء معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک خبطی کو قتل کرنا بظاہر یہ خطا معلوم ہوتی ہے بباطن عین منشاء الٰہی کے مطابق ہے اس لئے ان حضرات کے فیصلے ناری نہیں نوری ہوتے ہیں۔

سوال ۱۲ : دنیا کی صورت کیسی ہے؟

جواب : حسین عورت کو دیکھ لے کیونکہ یہ دنیا کی سگی بہن ہے۔

سوال ۱۳ : ڈاڑھی رکھنا فرض ہے یا سنت ہے؟ اور اس میں حکمت کیا ہے؟

جواب : ڈاڑھی رکھنا سنّت ہے۔ ڈاڑھی حُلیہٗ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ پاکیزہ حُلیہٗ وفادار غلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پہ ہی اچھا لگتا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار غلام ڈاڑھی رکھتا ہے تو اس ڈاڑھی کی عظمت کا کیا کہنا جیسا کہ

''ایک صحابیٔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی میں صرف دو ہی بال تھے جب بھی آپ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو آپ کا چہرہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہو جاتے شاید آپ کے اس غلام کو حیا آئی اور آپ نے ڈاڑھی کے دونوں بالوں کو نوچ دیا بعدہٗ جب دوسری مرتبہ بغیر دو بالوں کی ڈاڑھی کے آپ

بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کا چہرہ دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخِ انور پھیر لیا۔ صحابی رسول نے ندامت سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غلام سے کیا خطا ہوئی ہے کہ آپ نے مجھے دیکھ کر چہرہ انور پھیر لیا؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری ڈاڑھی کیا ہوئی؟ کہا کہ آپ جب بھی میری ڈاڑھی کو دیکھتے تھے تو مسکراتے تھے مجھے کچھ حیا آئی۔ لہٰذا میں نے ان دونوں بالوں کو نوچ دیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری ڈاڑھی دیکھ کر نہیں مسکراتا تھا بلکہ تمہاری ڈاڑھی سے دو رحمت کے فرشتوں کو جھولتے ہوئے دیکھ کر مسکراتا تھا نہ کہ تمہاری ڈاڑھی کے دو بال دیکھ کر'' معلوم ہوا کہ ڈاڑھی کی سنت میں حکمت یہ ہے کہ مومن متقی وفادار غلام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کا ہر بال رحمت کے فرشتوں کا جھولا ہے۔ ان گنت ڈاڑھی کے بال ان گنت فرشتوں کے جھولے ہیں نہ کہ صرف بے حکمت سنّت کہ جسے کوئی بھی اپنی جماعت کی نشانی کے طور پر بڑھالے یا اپنے آپ کو متقی ثابت کر سکے۔ ایسی ہی رحمت والی، فرشتوں کے جھولنے والی، ڈاڑھی تمام انبیاء اور اولیاء کی سّنت ہے۔ اب ڈاڑھی کی مقدار یعنی تحت السّنہ اور فوق السّنہ میں جو اختلافات ہیں، ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے بلکہ شمس العلماء، بدر العرفاء حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ڈاڑھی کیا ہے اور ڈاڑھی کے تعلق سے آپ کا فیصلہ سنا دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائے۔

مولانا (رومی) کی ریش مبارک: منقول ہے کہ ایک دن حجام مولانا کا خط بنا رہا تھا اس نے عرض کیا یا حضرت ڈاڑھی کس قدر لمبی رکھوں، فرمایا اس قدر رکھو کہ مرد اور عورت میں فرق معلوم ہو جائے۔ دوسرے دن مولانا فرمانے لگے مجھے

قلندروں پر رشک آتا ہے کہ وہ ڈاڑھی بالکل نہیں رکھتے ہیں اور یہ حدیث بیان فرمائی ''من سعادة المرؤ خفة الحية'' (بندے کی خوش نصیبی ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی ہلکی رکھے) فرمایا کہ صوفیوں کے واسطے ڈاڑھی اچھی چیز ہے لیکن اس کی آراستگی خدا رسیدوں کا ہی کام ہے۔ (کتاب مناقبِ رومی پاکستان) معلوم ہوا کہ ہلکی پھلکی ڈاڑھی پر نبی کریم ﷺ نے خوش بختی کی گواہی دی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک مُشت یا کم سے کم ہلکی پھلکی ڈاڑھی رکھنی سُنت ہے۔ رہا سوال خشخشی ڈاڑھی کا! وہ دراصل یہ ہے کہ جیسے گالوں پر خشخش بچھادی گئی ہو یعنی دو تین دِن کی ڈاڑھی خط بنالیا تو یہ حرام ہے۔

سوال ۱۴ : تصوف میں راز کسے کہتے ہیں؟

جواب : راز ایک سفید باز ہے جس کی نہ شرح ممکن ہے نہ افشاء کی کسی میں قوت ہے۔

سوال ۱۵ : احادیث کریمہ میں کچھ اقوال متضاد نظر آتے ہیں۔ کیوں؟

جواب : ہاں تہتر (73) فرقے اپنے اپنے حق ہونے میں دلائل و براہین لاتے ہیں اور وہ تمام کے تمام قرآن و احادیث کو ہی اپنے مقصد کی تبلیغ کا ذریعہ بناتے ہیں قرآن کا سمجھنا منشائے الٰہی کا سمجھنا اللہ کا حقیقی مطالبہ سمجھنا اس قدر آسان نہیں ہے۔ ہم صرف ترجمہ کی بنیاد پر منشائے الٰہی کو نہیں سمجھ سکتے اس کے سمجھنے کے لئے احادیث کریمہ کو سمجھنا ہوگا احادیث کریمہ کو سمجھنے کیلئے کسی ماہر و مستند محدث کی جوتیاں سیدھی کرنی ہوگی تب کہیں جا کر ہم احادیث کے ظاہری و باطنی معنیٰ کو سمجھ سکتے ہیں

بغیر استاد کے انسان ایک موٹر کار نہیں چلا سکتا تو کیا ہم قرآن و احادیث کو بغیر استادِ کامل کے صرف تراجم پڑھ کر نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟

احادیث کریمہ میں بھی اکثر متضاد قول نظر آتے ہیں مثلاً:

نبی کریم ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا پھر اجازت عطاء فرمائی۔ کبھی پیغمبروں کی مزاروں پر یہودیوں کے میلے دیکھ کر فرمایا کہ تم میری قبر کو پرستش گاہ نہ بناؤ بعدہٗ فرمایا کہ ''من زار قبری وجبت له شفاعتی'' (جس نے میرے قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے) کبھی فرمایا میں بھی تمہاری مانند انسان ہوں، کبھی فرمایا میرے جیسا کون ہے؟ کبھی فرمایا تمام بدعتی جہنم کے کتّے ہیں! کبھی فرمایا جس نے دین کی فلاح کیلئے کوئی نیک طریقہ اختیار کرتا ہے تو وہ ثواب کا مستحق ہے۔ بظاہر یہ تضاد نظر آتا ہے اہل سنّت و جماعت کے سواء تمام فرقوں نے اسی تضاد کو ثابت کرتے کرتے اس امت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا دراصل انبیاء کرام کے اقوال متضاد کیوں نظر آتے ہیں؟ اے بھائی! وہ اس لئے کہ انبیاء کرام سنتِ الٰہیہ کو جاری کرنے والے ہوتے ہیں سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ اللہ ہر لمحہ ایک نئی شان میں متجلی ہوتا ہے ہر لمحہ اس کی شان نرالی ہوتی ہے اسے تضاد نہیں کہتے۔ قرآن سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے ایک آیت یا حکم پہلے نازل فرمایا پھر دوسری آیتِ ناسخہ نازل فرما کر اس پہلی آیت یا حکم کو منسوخ کر کے اس کی جگہ آیتِ ناسخ کو لایا یہ اس کی شان ہے جو دوسری شان سے بدل گئی۔ بالکل اسی طرح انبیاء کرام سنت الٰہیہ کے مطابق پہلے قول کو منسوخ کر کے دوسرا قول لاتے ہیں۔

نبی کریم روف الرحیم ﷺ کے علوم میں دوطرح کی وحی شامل ہے ایک وحی متلو، ایک وحیٔ غیر متلو۔ یعنی ایک قرآن، ایک آپ کے احادیث تو یہاں پہلا قول دوسرے قول سے بدل جانے کا معنیٰ بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہی نسخ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ محدثینِ کرام نے دونوں اقوال کو احادیث میں محفوظ کر گئے۔ کیونکہ یہ حالات کے تقاضہ کے عین مطابق ہوتے ہیں اب امت کو یہ دیکھنا چاہئے کہ سوادِ اعظم کا اتفاق کس قول پر ہے اور عملِ کثیرہ کس قول پر ہے؟ تاکہ امت میں اتحاد و اتفاق محفوظ رہے یہ نہیں کہ بضد منسوخ قول پر عمل کیا اور اسکے کرنے پر دلیل لایا اور امت مسلمہ میں انتشار پیدا کر دیا۔ اےئ ترجمہ پڑھ کر احادیث کو دلیل بنانے والو! پہلے جاؤ کسی کامل محدّث کی بے لوث خدمت کرو اور علمِ احادیث حاصل کرو پھر احادیث کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بناؤ۔

سوال ۱۶: تعظیم کس کی کرنی چاہئے؟

جواب: " وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿۳۲﴾ " (الحج ۲۲:۳۲)
تعظیم اللہ تعالیٰ کی، انبیاء کرام، کتب سماوی، ملائکہ، اولیاء اللہ اور شعائر اللہ کی کرنی چاہئے اور وہ پیر جو شعائر اللہ میں داخل ہو چکا ہو اس کی تعظیم واجب ہے۔ ورنہ برائے نام پیر کی تعظیم کرنا اس کو متکبر بنا کر ہلاک کرنے کے برابر ہے اس کے لئے شیطان کا انجام دلیل ہے، فرشتوں نے بہت تعظیم کی، شیطان میں تکبر آیا اور وہ ذلیل ہو گیا۔ اس لئے عوام کو چاہئے کہ اخوان المسلمین پر عمل کر کے آپس میں معانقہ کریں اس سے محبت کے چراغ جلتے ہیں۔

سوال ۱۷: عصاء کیا ہے؟

جواب: عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ معجزہ کے اظہار کا ذریعہ تھا جو زمین پر ڈالتے ہی فرعون کے نفسانی وظلماتی اژدھوں کو خود اژدھا بن کر نگل جاتا تھا۔ بزرگ عصاء اس بزرگ ترین شخص کے ہاتھ میں اچھا لگتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم آچکا ہو اور اس کی کرامت کا ذریعہ بن چکا ہو ورنہ برائے نام عصاء اندھے کی آنکھ کی مانند ہے جس کے سہارے دیکھتا اور چلتا ہے۔

سوال ۱۸: مسجد اور ممبر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: مسجد کا ممبر مسجد کے امام کا گواہ، مسجد اللہ کا دربار اور ممبر عرش کی مانند ہوتا ہے مسجد کے ممبر کے پانچ زینے آقائے امت ﷺ اور خلفائے راشدین کے دین وایمان کے گواہ ہیں یہ برگزیدہ ہستیاں کل تک ممبر کی زینت بنے رہے، آج مقعد صدق پر فائز اور اللہ کے مقرب ہیں۔ مسجد بارگاہ خداوندی ہے، بارگاہ خداوندی کے ممبر پر فائز حضرات میں نبی کریم ﷺ کی خصلتیں، خوبیاں اور سیرت ہونی چاہئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صدق، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت وحیاء، حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کا جذبۂ ستر پوشی ہونا چاہئے اور امت کا معنیٰ بھی پیروی ہے، پیروی پیر سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دو پیر مبارک ہیں ایک پیر ظاہر یعنی شریعت ہے اور دوسرا پیر طریقت ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ امت بھی اسی کو کہتے ہیں جس

میں نبی کریم ﷺ کی خوبیاں اور خصلتیں ہوں ورنہ سب کچھ برائے نام ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے!

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا
کیسے اس بات کو سمجھیں گے دو رکعت کے امام

الغرض! ممبر اسے کہتے ہیں جس پر بندہ صرف روایات سے نہیں بلکہ اللہ کے الہام کی خبر بھی دیتا ہو اور ممبر صاحبِ امر کی جگہ ہے۔

سوال ۱۹ : محراب کسے کہتے ہیں؟

جواب : آیات نور یعنی ''اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط الی آخرہ (النور ۲۴:۳۵)'' پڑھ لے۔

سوال ۲۰ : دنیادار دنیاداری میں کس لئے مشغول ہیں؟

جواب : دنیادار اللہ کی توفیق سے محروم ہیں کیونکہ باطن کو باطن میں مصروف کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

سوال ۲۱ : مئے وحدت کے مست کا مرتبہ کیا ہے؟

جواب : مستِ وحدت دونوں عالم سے نجات پالیتا ہے یعنی معدوم، فنافی اللہ وبقاباللہ ہوجاتا ہے۔ بد بخت شراب بدبختی میں اضافہ کرتی ہے اور یہ نفس کے لئے ہے۔ خوش بخت شراب خوش بخت کی عقل کے لئے ہے جس کا مست ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جو کبھی منتقل نہیں ہوتا یعنی لامکان میں پہنچ جاتا ہے ورنہ مکان تو وہ ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال رکھتا ہے۔

سوال : ''حبل اللہ'' یعنی اللہ کی رسّی کسے کہتے ہیں؟

جواب : عقل سلیم کو کہتے ہیں یعنی عقلِ قلب کو کہتے ہیں۔ اللہ کی رسّی سے مراد عقل سلیم اسلئے ہے کہ اسکی خلقت فرشتوں کی ہم جنس ہے۔ جاننا چاہئے کہ حبل اللہ کے کئی معنی ہیں مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے۔

سوال ۲۳ : جہنمی کی پہچان کیا ہے؟

جواب : حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جہنمی وہ شخص ہے جو خود بیٹھا ہو اور اس کی تعظیم کے لئے لوگ کھڑے ہوں۔ تعظیم پسند شخص دل کے نور سے محروم ہوتا ہے اس لئے صاحب علم وعقل کو اس قول سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ جو دل کے نور سے اللہ کو نہیں پہچانتے ان کو چاہئے کہ چاپلوس تعظیم سے بچیں ورنہ شوق سے جہنمیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوالیں، آخر فرشتوں سے تعظیم کروا لے کر شیطان نے کیا پایا۔

سوال ۲۴ : انسان اپنے کفرودین کو کس طرح پہچانے؟

جواب : انسان کو اپنا فطری میلان دیکھنا چاہئے کہ وہ نفس سے محبت کرتا ہے یا نورقلب سے محبت کرتا ہے، وہ دنیا سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اللہ سے محبت کرتا ہے بس کفروایمان کا فیصلہ ہوجائے گا۔ اگر نفس اور نورِقلب دونوں سے محبت رکھتا ہے تو مجاہدہ واجب ہے اس لئے تجھے کسی پیر کامل کا مرید ہوجانا چاہئے تاکہ تو پیر کے وسیلے سے نفس پر غالب آکر نورِقلب سے آراستہ ہوجائے۔ اللہ کا فرمان ہے ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ'' (المائدہ ۵:۳۵)

(اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جو تمہیں اس کی راہ میں مجاہدہ کرنا سکھا دے ممکن ہے تم فلاح پا جاؤ) یہاں وسیلہ سے مراد پیر کامل ہے۔

سوال ۲۵ : زوال کسے کہتے ہیں؟

جواب : دور حاضر میں مسجود ملائکہ یعنی مرحومِ امت کا حال دیکھ لے۔

سوال ۲۶ : دوزخ اور جنت کہاں ہے؟

جواب : دوزخ دل پر ظاہر و باہر ہے مگر عناصر کے گرد و غبار سے پوشیدہ ہوگئی ہے۔ اپنے نفس کو دیکھ لے یہ اسی کا مظہر ہے، اس کے علاوہ اللہ جس جگہ چاہے دوزخ پیدا کر دیتا ہے۔ جسمانی بیماریوں اور تکالیف سے اندازہ کر لے۔ دریائے نیل قبطیوں کیلئے جہنم بن گیا اور سبطیوں کیلئے جنت بن گیا یہ اسکا اختیار ہے۔ انسان کی عقل بھی عجیب چیز ہے جب اس پر خدا کا کرم ہوتا ہے تو جنت بن جاتی ہے جب عقل پر خدا کا غضب ہوتا ہے تو جہنم بن جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ جنت اور جہنم کا ماخذ عقل انسانی ہے، عقل پر نفس غالب آتا ہے تو عقل جہنم بن جاتی ہے، عقل جب نفس پر غالب آتی ہے تو عقل ہی جنت بن جاتی ہے۔

اے بے عقل! سوال مختصر ہے تو جواب بھی مختصر ہے۔ عقل کی نگرانی کرو ورنہ پچھتائے گا۔ عقل وہ سورج ہے جو دل کے مشرقی سمندر سے طلوع ہوتا ہے۔

سوال ۲۷ : دوستی کس سے کرنی چاہئے؟

جواب : ارشاد باری ہے ''وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ'' (یوسف ۱۲:۲۱) (اللہ اپنے امر پر غالب ہے) باقی دونوں عالم کی ہر چیز مغلوب ہے۔ لہٰذا غالب سے ہی دوستی کرنی چاہئے ورنہ مغلوب سے مغلوب کی دوستی کبھی کبھی دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

سوال ۲۸ : ولی اور غیر ولی کی موت میں کیا فرق ہے؟

جواب : ولی کی جان اللہ خود قبض کرتا ہے اور غیر ولی کی جان غیر اللہ یعنی حضرت عزرائیل قبض کرتے ہیں دونوں موتوں میں بہت فرق ہے۔ ولی کی موت ''لی مع اللہ وقت'' میں ہوتی ہے جہاں زندگی ہی زندگی ہے، غیر ولی کی موت ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ'' (الانبیاء ۲۱:۳۵) کا مزہ ہے۔

سوال ۲۹ : تصوف میں رات اور دن سے کیا مراد ہے؟

جواب : نفس اور جان ہے کیونکہ اللہ نے نفس کو تارکول جیسے اندھیرے کمرے میں رکھا ہے اور اندھیرے میں ہی اسکی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اور جان کے سورج کو سمندر میں پوشیدہ رکھا ہے اس لئے اجالے میں اس کی حقیقت کا اظہار کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے رات کو ہم نے پردہ بنایا ہے اور دن کو روزی کا ذریعہ بنایا ہے۔ جب اندھیرے کا پردہ پڑتا ہے تو اسی پردے میں جان کا سورج چھپ جاتا ہے۔ اللہ کے دوست جب رات سے نکل کر دن میں پہنچتے ہیں تو رزق دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ نیز ارشاد گرامی ہے کہ دن اور رات کی گردش میں تمہارے لئے

نشانیاں ہیں یعنی نفس اور جان کی ہزاروں نشانیاں ہیں جسے صرف آنکھ والا دیکھ سکتا ہے، اللہ والے راتوں میں اکثر عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ نفسِ شہوت کے حق سے محروم ہو کر رسوا ہو جائے نفس کو ذلیل کرنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔

سوال ۳۰: مقرب کسے کہتے ہیں؟

جواب : جو کفر و دین سے بالاتر ہو جائے۔

سوال ۳۱: مخلوق کیا ہے؟

جواب : کثیف، محجوب اور مقید ہے۔

سوال ۳۲: عشق کہاں ہوتا ہے؟

جواب : عشق کا راز شہباز ہے۔ جو دل میں نہاں ہوتا ہے اسکی قدر و قیمت عاشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال ۳۳: حمد و ثناء کیا ہے؟

جواب : تعریف ہے۔ تعریف کا معنٰی یہ ہے کہ نفس کے پردۂ ظلمت کو چاک کر کے پہچاننے کا دم بھرنا ہے۔ مگر وہ ہر تعریف سے مطلق بے نیاز ہے اگر بے نیاز سورج کی کسی نے تعریف کی گویا اپنی ہی تعریف کی کہ وہ آنکھیں رکھتا ہے اگر کسی نے تعریف نہ کر کے سورج کا انکار کیا تو خود اپنے اندھے پن پر مہر تصدیق ثبت کیا۔

سوال ۳۴: ادب اور تعظیم کا پھل کیا ہے؟

جواب : ایک بے مثال نور ہے جو سو (۱۰۰) سال کے اندھے کو بینا بنا دیتا ہے۔

سوال ۳۵: حقیقت معراج کیا ہے؟

جواب : یہ حقیقت اظہار کے حق سے محروم ہے پھر بھی عقلمند کیلئے اس قدر اشارہ کرتے چلیں کہ ''فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝'' (النجم ۵۳:۹) یعنی (دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا) دونوں کمانوں کو ایک پر ایک دائرے کی شکل میں جوڑ دے دائرہ ہی بن جائے گا یہ دائرہ، دائرۂ قدرت ہے یہی وحدت کا بحرِ بے کنار ہے جو تمام عالمین کی اصل ہے یہیں سے ہر چیز کی حقیقت کے چشمے پھوٹتے ہیں ہر چیز کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ مکان و لامکان کی اصل یہیں نمودار ہوتی ہے اور یہیں تمام حقیقتوں کے موتی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ روشن ہو جاتے ہیں۔

سوال ۳۶: بابِ علم کیا ہے؟

جواب : بابِ علم قلب ہے۔ جس پر نفسانی اور شہوانی پردے پڑے ہوئے ہیں ورنہ قلب کے پار کوثر و تسنیم کے جھرنے بہہ رہے ہیں جہاں علم بھی ہے عرفان بھی ہے۔

سوال ۳۷: عارف کسے کہتے ہیں؟

جواب : جس کا منہ بند اور آنکھ کھلی ہو۔ کیونکہ منہ قیل و قال پسند ہے اور آنکھ حال پسند ہے، منہ دوزخ کا دہانہ ہے اسلئے اللہ قیامت میں اسے تالا لگا دے گا اور آنکھ کے لئے یہ دنیا برزخ کی مانند ہے، آئینہ دیکھ، تیری آنکھ اور عکس آنکھ کے درمیان کیا ہے؟ آئینہ برزخ کی مانند ہے ایسا ہی دنیا کا حال ہے تیری آنکھوں کے بغیر یہ دنیا کتنی بھی روشن ہو اندھی ہے۔

سوال ۳۸: متقی کسے کہتے ہیں؟

جواب : متقی وہ شخص ہے جو اپنی سانسوں کو صرف یادِ الٰہی میں صرف کرے۔ آقائے دوعالم ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے گنتی کی سانسیں دی ہیں ایک بھی سانس اگر یادِ الٰہی کے بغیر نکلے تو وہ مردہ ہے'' لوگ دیکھ چکے ہیں اور ثابت بھی ہوا کہ اولیاء اللہ قبروں میں بھی تازہ و تابندہ رہتے ہیں۔ عام لوگ مٹی کے ساتھ مٹی ہوجاتے ہیں یہ سب کچھ سانسوں کی نگرانی کا ثمرہ ہے۔ اے اللہ کے بندے! تو سمجھتا ہے کہ اولیاء اللہ کی قبریں مٹی ہیں جسے لوگ بناتے ہیں! دراصل یہ حضرات قدسیہ اپنی قبر خود اپنے ہاتھ سے دریائے وحدت میں بنالیتے ہیں اور وہیں دفن ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی ایک جماعت کے اجسام قبر میں تازہ رہتے ہیں اور کئی اولیاء اللہ جسم کی قید سے بھی آزاد جیتے ہیں۔

سوال ۳۹: خودی کیا ہے؟

جواب : اپنی خودی کو اس کی خودی یعنی دریائے وحدت میں غرق کرنے کا نام ہے۔ اس سے انسان ہمیشہ کیلئے زندہ ہوجاتا ہے۔ حدیث قدسی ہے ''ان اولیاء اللّٰہ لایموتون بل ینتقلون من الدار الی الدار'' (بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجاتے ہیں)۔ وہ گھر اس کی خودی کا ہے اور وہ نورِ صفاء ہے ایسے شخص کو حقیقت میں صوفی کہتے ہیں۔

سوال ۴۰: خدا نے ''واضل سبیلا'' کہا ہے۔ اس کا معنٰی کیا ہے؟

جواب : اور وہ گمراہ ہے، کون گمراہ ہے اور کیوں گمراہ ہے؟ لالچی گمراہ ہے اور لالچ گمراہی کا سبب ہے، لالچ راستے کا رہزن ہے۔

سوال ۴۱: حیلہ کیا ہے؟

جواب : بزدل، کمزور اور لالچی انسان کا ہتھیار ہے، جس سے وہ دوسرے کے بھروسے کا خون کرتا ہے۔

سوال ۴۲: حیلۂ شرعی کیا ہے؟

جواب : لنگڑے کیلئے بیساکھی ہے، اس میں شریعت کے مفاد کے علاوہ اگر ذرہ بھر بھی اپنا مفاد شامل ہے تو یہ خطرناک فریب ہے اگر حیلۂ شرعی مال کے حصول کیلئے ہے تو صرف شریعت کی راہ میں صرف ہونا چاہئے۔ اگر کسی نے اس میں سے اپنا حصہ مقرر کرلیا اور دینے والے کو خبر نہ ہو تو یہ بھی فریب ہے۔ کیونکہ مال انسان کی محنت سے حاصل ہوتا ہے اور محنت میں انسان کا خون صرف ہوتا ہے گویا مال انسان کے خون کے مساوی ہے جس نے اپنے مفاد اور مال حاصل کرنے کیلئے حیلۂ شرعی کیا گویا اس نے دینے والے کا خون چوس لیا اور خون حرام ہے۔ اسلئے اسلام میں خیانت اور بددیانتی کیلئے بڑی وعیدیں ہیں خیانت کرنے والا جہنمی ہے۔ حیلۂ شرعی کوئی ہتھیار نہیں کہ اسے جب چاہے جہاں چاہے استعمال کرلیں۔ یہ انتہائی مجبور رخصت ہے۔ تحریر بھدی اور معنٰی حسین ہو تو مبارک ہے، تحریر حسین اور معنٰی بھدہ ہو تو فریب ہے۔

سوال ۴۳: دین میں نوالہ کی اہمیت کیا ہے؟

جواب :خصوصاً نوالہ کے چار اقسام ہیں:

(۱) حلال (۲) مباح (۳) مشتبہ (۴) حرام مذکورہ نوالوں میں سے مشتبہ اور حرام کی حرمت پر اگر ہم بات کرتے ہیں تو یہ نوالے انتہائی مذموم ہیں جسکی فقہہ میں شدت کے ساتھ مذمت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''حرام کا ایک بھی نوالہ جسکے پیٹ میں چلا جاتا ہے تو اللہ اس بندہ کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں فرماتا'' جاننا چاہیئے کہ آقا ﷺ نے اس حدیث کے ذریعہ ایک پیمانہ عطاء کر دیا ہے جس سے بخوبی ہم تناسب لگا سکتے ہیں کہ لقمہ حرام نیکیوں کو، عبادات کو، کس قدر غارت کرتا ہے۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کی اوسط عمر ۷۰ سال ہے ان ۷۰ سالوں کو دنوں میں تبدیل کر لیتے ہیں تو ایک انسان اوسط ۲۵۲۰۰ دنوں تک جیتا ہے اور حساب لگائیے کہ ایک حرام کا نوالہ اگر چالیس دنوں کی عبادت کو غارت کر دیتا ہے تو ۶۳۰ نوالے ۲۵۲۰۰ دنوں کی مالی اور بدنی ہر عبادت کو مکمل طور سے محروم کر دیتے ہیں یعنی کوئی بھی عبادت اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ہوتی۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کو اللہ کا منع کردہ ایک نوالہ جنت جیسی عظیم نعمت سے محروم کر کے پست زمین تک لاسکتا ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ جب کہ وہ نوالہ جو حضرت آدم نے کھایا تھا حرام نہیں تھا صرف ممنوع تھا۔ حرام کا نوالہ تو اللہ کو ناپسند و ناگوار ہے، رہا حرام کا نوالہ اس کا سائنس سے ثبوت بھی ملتا ہے کہ جیسا 'اَنَ' ویسا من ہوگا اور جیسا من ویسا تن ہوگا جیسا تن ویسی ہی عقل ہوگی جیسی عقل ہوگی انسان ویسا ہی کام کرے گا۔

سوال ۴۴: قصداً غلطی کیا ہے؟

جواب :تعمیر وقت کی ابتداء ہے جیسی ابتداء ہے ویسا ہی وقت تعمیر ہوگا۔

سوال ۴۵: اللہ والوں کے اشارے کیا ہیں؟

جواب :پوشیدہ عنایتیں ہیں جس کو خوش نصیب پا لیتے ہیں۔

سوال ۴۶: دعا کس سے کروانا چاہیئے؟

جواب :زندہ دم، حضرت عیسٰی صفت سانسوں کے نگراں اور اہل صفا سے کروانا چاہیئے ورنہ مردہ دم نفس کے مرید سے دعا کروانا بے سود ہے۔ دعا کی حرمت کے خلاف عمل کرنے والے سے دعا کروانا گو یا دعا کا مذاق اڑانا ہے۔

سوال ۴۷: اللہ سے پناہ کس منہ سے مانگیں؟

جواب :اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو ورنہ یہ کام دوسروں کے منہ سے کروالیں کیونکہ بندہ دوسروں کے منہ سے اپنا گناہ نہیں کرتا یا اللہ پاک کا پاک ذکر صبح و شام کرتا کہ اس کے پاک نام لینے سے تیرا نا پاک منہ پاک ہو جائے۔

سوال ۴۸: کیا ہر کوئی صدائے ''لبیک یا عبدی'' اللہ سے سن سکتا ہے؟

جواب :بیشک ہر مخلص اس آواز کو سنتا ہے مگر پہچانتا نہیں۔ تجھے ذکر کس نے عطاء کیا؟ تجھے کعبہ تک یا مسجد تک کس نے لایا؟ تیری حرکت کس کی عطاء سے ہے؟ سب اسی کا فیضان ہے جس پر اللہ کا فیضان ہے وہ اللہ سے لبیک کی صدا کیوں نہیں سنے گا؟ اے نادان بندے! ذرا پہچان کہ تیرا اخلاص کے ساتھ، بے ریائی کے ساتھ اللہ اللہ کہنا ہی اس کا

لبیک کہنا ہے، تیرے ذکر میں ہی اس کی صدا پوشیدہ ہے مگر تو سن نہیں سکتا۔اس لئے کامل پیر کا ہاتھ پکڑ اور یہ صدا بھی سن لے۔

سوال ۴۹ : ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ ۝۱۵۶'' (البقرہ ۲:۱۵۶) کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ہم نور کے بحرِ بے کراں سے آئے تھے اسی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ اس راز کو کامل مرشد سے جاننا چاہئے کہ وہ بحرِ بے کراں کہاں ہے۔

سوال ۵۰ : جنگ اور صلح کیوں ہوئی ہے؟

جواب : رحمٰن کے دو انگلیوں کے درمیان کی وجہ سے ہوتی ہے یا اپنی آنکھوں سے پوچھ کہ جنگ و صلح کا معنیٰ کیا ہے؟ اپنے ہی احوال کو دیکھ کہ یہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں۔ جنگ کا کمانڈر نفس ہے اور صلح نورِ صفاء کا دریا ہے۔

سوال ۵۱ : بحرِ صفاء تک یا مقامِ صلح تک کس طرح پہنچنا چاہئے؟

جواب : حروف، آواز اور سانس سے جدا ہو کر یعنی حبسِ دم کر کے پہنچنا چاہئے۔

سوال ۵۲ : آواز، حروف اور قیل وقال کیا ہے؟

جواب : آنکھوں پر پڑا ہوا ایک تاریک پردہ ہے اور کچھ نہیں۔ پردہ اٹھا دو تو حقیقت کھل جائے گی! اللہ کے نام کی خوشبو کو ہوش کے ساتھ کھینچئے سے یہ پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

سوال ۵۳ : ''لسان الفقراء سیف الرحمٰن'' کیا ہے؟

جواب : فقیر کی زبان اللہ کی تلوار ہوتی ہے اس سے مراد اللہ نے فرمایا ہے کہ ''وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے، ان کی بات منہ الیہ اُس کی،

اُسی کی طرف سے ہوتی ہے'' (حدیث) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان میں اللہ بولتا ہے۔معلوم ہوا کہ فقیر کی زبان میں اللہ بولتا ہے۔سیف اللہ کیا ہے؟ تیغ شمسِ نور ہے جو دریائے وحدت میں طلوع ہوتا ہے۔

سوال ۵۴ : سورج چاند اور آسمانوں کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : ظاہری چاند اور سورج تو حقیقی چاند سورج کے عکوس ہیں۔ وہ سورج جو تمام سورجوں کی جان ہے وہ جانِ جاناں ہے، جان کے مشرقی سمندر سے طلوع ہوتا ہے۔ چاند حقیقی سورج کے نور سے روشن ہے۔قوسِ قزح کی آسمانی رنگوں میں نمودار ہے، شق القمر کا اشارہ اسی چاند کی جان بن گیا ہے، سات نیلے آسمانوں کی شان سورج سے تابندہ ہے مگر دیکھنے والی جان کی آنکھ چاہئے۔

سوال ۵۵ : توفیق تحقیق اور رفیق کیا ہے؟

جواب : توفیق ''وماتوفیقی الاباللہ'' (اللہ کی توفیق کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا) توفیق خودی کے سمندر کا ایک موتی ہے جس سے اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے اور اس نور کا مظہر کامل پیر ہوتا ہے جس سے خود کی اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ تحقیق دو طرح کی ہوتی ہے ایک علمی تحقیق جس سے انسان عالم و محقق ہوتا ہے اور وہ مسئلہ اور مسائل میں فیصلے صادر فرماتا ہے۔ایک خودی تحقیق جس سے انسان خودی اور خدا کی تحقیق سے تصدیقِ قلبی حاصل کر کے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہو کر گواہی دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسدِ انسانی میں

ایک ٹکڑا ہے وہ ٹکڑا منہ میں ہے، منہ قلب میں ہے قلب روح میں ہے، روح سِرّ میں ہے، سِرّ خفی میں ہے خفی، اخفٰی میں ہے اور خفٰی ہی ''انا'' ہے۔ اس کو تحقیق کہتے ہیں اور رفیق سب سے بہتر حضرت عشق ہیں جسکا رفیق عشق ہوگیا ''من لہ المولی فلہ الکل'' (جو اللہ کا ہوگیا سب کچھ اُسی کا ہوگیا) کے مقام پر آجاتا ہے۔ عشق کیا ہے مشک کی طرح خوشبودار اللہ کا نام ہے جس کی مظہریت ذاتِ انسانی نے اختیار کی ہے۔ ایک اسم ہے دوسرا مسمّٰی۔

سوال ۵۶ : زندہ اور مردہ قلب کس کو کہتے ہیں؟

جواب : جو نفس سے دھڑکتا ہے وہ دل مردہ ہے، وہ خواہشاتِ دنیوی کا بت کدہ ہے، یہ روح حیوانی کا مرکز ہے، یہ فانی ہے، فانی سے باقی تک پہنچنا ممکن نہیں، یہ دل نفس کا غلام ہوتا ہے اور دراصل دل اسکو کہتے نہیں دل تو لامکاں میں ہوتا ہے اس دل میں دونوں عالم کی ہر چیز سما سکتی ہے اور یہ دل کسی میں نہیں سما سکتا یہ دل اللہ کے خاص نور سے چمکتا ہے اسی کو قلبِ زندہ کہتے ہیں۔ جب اس دل کی تحقیق سالک حاصل کر لیتا ہے تو اسرارِ خداوندی اس پر فاش ہو جاتے ہیں۔ دل علم غیب میں سے ایک غیب ہے کامل پیر کے سوا اس معمہ کو کوئی نہیں حل کر سکتا کیونکہ اس پر ستر ہزار ظلماتی پردے پڑے ہوئے ہیں اور یہ پردے عناصر سے تعلق رکھتے ہیں چاہو تو آئینہ میں اپنی صورت دیکھ لو کیونکہ اپنی صورت پر دل کے نور کی تجلیات ہوتی ہیں۔

سوال ۵۷ : وصال وفراق کیا ہے؟

جواب : وصال جنّت ہے، فراق جہنم ہے، وصال دریائے وحدت ہے، فراق دریائے ظلمت ہے، وصال قلب کے نور سے حاصل ہوتا ہے، اور فراق نفس کی آگ سے حاصل ہوتا ہے۔ قلب و نفس کی تحقیق سے وصال وفراق کے مقامات سمجھ میں آتے ہیں۔ ایک علیین ہے دوسرا سجّین ہے ایک سفید ہے، اور دوسرا سیاہ ہے۔

سوال ۵۸ : نفسِ مطمئنہ کیا ہے؟

جواب : جب سالک سراپا قلبِ صفا بن جاتا ہے تو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں اس نفس کا سفر عدم کی طرف ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے ہر قدم سالک لبیک یا عبدی کی آواز سنتا ہے راضیہ و مرضیہ کے مقامات سے گزر کر اللہ سے ہر لحہ ہم کلام رہتا ہے۔

سوال ۵۹ : وجود میں یکتائی کا حصول کس طرح ہوتا ہے؟

جواب : وجود جب بحرِ وحدت کے موتی کی صورت اختیار کر لیتا ہے تو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ''انا انت و انت انا'' میں یہی راز ہے ''المؤمن مرأة المؤمن'' میں بھی یہی راز ہے۔ ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾'' اس کی دلیل ''ان اللہ خلق آدم علیٰ صورة الرحمٰن'' اسی صورت کو کہتے ہیں۔

سوال ۶۰ : عنایت کسے کہتے ہیں؟

جواب : بحرِ وجود میں غرق ہو کر موتی کی صورت اختیار کرنے کو عنایت کہتے ہیں۔

سوال ٦١ : ''وانتم الفقراء واللہ غنی'' کا کیا معنی ہے؟

جواب : صورتِ وجود کو صورتِ فقر کہتے ہیں اور تمام کاملین فقر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں مگر اللہ کی ذات ہر صورت سے منزہ، لامکانی انوار و تجلیات میں پاک ہے۔

سوال ٦٢ : ہدایت کیا ہے؟ ہدایت کی ابتداء وانتہاء کیا ہے؟

جواب : ہدایت بحرِ نور ہے۔ خودی یعنی قلب اسکی ابتداء اور انتہاء عدم ہے مگر صحرائے عدم میں قدم رکھنا محال ہے۔

سوال ٦٣ : فقر اور فقر محمدی کیا ہے؟ اور فقر فرعون کیا ہے؟

جواب : فقر بحرِ صفا کا ایک لازوال سورج ہے اور یہی فقر محمدی ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی امت جب اس فقر کو اختیار کرتی ہے تو آپ ﷺ اس فقر پر فخر فرماتے ہیں۔ اور فقر فرعون سیاہ نفس ہے۔

سوال ٦٤ : تخلیق آدم سے پہلے اللہ نے فرشتوں سے مشورہ کیوں کیا؟

جواب : اللہ نے آدم میں فرشتوں کی صفت عقل بھی رکھی تھی اور حیوانات کی شہوت بھی رکھی تھی۔ فرشتے عقلِ آدم سے تو مطمئن تھے مگر شہوت کے عنصر پر فرشتوں نے اعتراض کیا کیونکہ شہوت ظلم وجہل کا مرکب ہے اگر انسان پر شہوت غالب آگئی تو ظلم وجہل اور فساد برپا ہوگا مگر اللہ نے کہا ''اِنّی اَعلَمُ مَالَاتَعلَمُون'' (بیشک جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے) اس قول سے مرتبۂ انسان ثابت ہوتا ہے۔

سوال ٦٥ : مستغرق فی اللہ اور فنا فی اللہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : غرق بےخودی ثابت کرتا ہے اسلئے غرق رحمتِ الٰہی کو مستغرق فی اللہ کہتے ہیں۔ فنا فی اللہ فنا فی الذات ہے اس کی ذات کے خزانے میں معدوم ہو جانے کو فنا فی اللہ بقا باللہ کہتے ہیں۔ صبغۃ اللہ، اللہ کا رنگ بہت خوب ہے جو اس کے رنگ میں گھل گیا وہ معدوم ہو گیا۔

سوال ٦٦ : ''سیم و زر'' زمین میں کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟

جواب : فنا فی اللہ بقا باللہ صاحبِ کمال ولی اللہ جب باطنی چاند اور سورج سے زمین کے کسی حصہ پر توجہ کرتا ہے تو وہاں چاندی اور سونا پیدا ہوتا ہے جس طرح حضرت علاؤ الدین شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ بنکاپوری، ضلع ہاویری، کرناٹک نے جادوگر گوسائیں کے تقاضہ پر کنویں میں تھوک دیا تو کنویں کا سارا پانی سونے کے تختیوں میں تبدیل ہو گیا۔

سوال ٦٧ : قادری کی ابتداء وانتہاء کیا ہے؟

جواب : قادریت کی آٹھ یا نو شاخیں ہیں صرف ایک خالص ہے باقی سب کسی نہ کسی سے جڑے ہوئے ہیں یا قیل وقال کے متوالے، حسب نسب کے مغرور، باپ داداؤں کے افسانوں پر ناز کرنے والے، تعویذ باز، گانے بجانے کے رسیا بہت ہیں مگر حقیقی قادری صاحب علمِ حاضر و ناظر آوازِ الست سے مست حضرت عیسیٰ صفت پیدا ہوتا ہے اسکی ابتداء لاہوت اور انتہاء لامکاں میں معدوم ہونا ہے۔

سوال ٦٨ : ''من سکت سلم من سلم فنجا'' (جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ ناجی ہوا) اس کا معنی کیا ہے؟

جواب :اس حدیث پاک میں گویائی گویا زندگی ہے اور خاموشی موت کی دلیل ہے جو خود سے مر گیا وہ حق میں زندہ ہو گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰىؕ ۝ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰىۙ ۝'' (النجم ۵۳:۳-۴) (وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے بلکہ اس کی زبان میں حق ہی بولتا ہے) اس کا کلام نرالہ ہوتا ہے یعنی اسی کی طرف سے ہوتا ہے! ''موتوا قبل ان تموتوا'' اس کی دلیل ہے جب اس حالت کو انسان پہنچتا ہے تو وہ دونو جہاں سے نجات پا کر عدم میں معدوم ہو جاتا ہے یہی وہ سلامتی ہے جس کو نہ زوال ہے نہ عروج۔

سوال ۶۹ :توجہ نظرِ کرم اور نظرِ بد کیا ہے؟

جواب :توجہ ذات صبغۃ اللہ سے کی جاتی ہے اگر یہ جلالی ہے تو ہر طُور جل جاتا ہے اگر یہ جمالی ہے تو مرید کا نفس فوراً مر جاتا ہے بعض دیوانے ہو جاتے ہیں، بعض مست و بے خود ہو جاتے ہیں۔ تصور میں پختگی کے بغیر توجہ کا عمل انتہائی خطرناک ہے اور ہر کس و ناکس کا یہ کام بھی نہیں ہے۔ نظرِ کرم وجود مسعود کے حسین چاند کے دریائے رحمت سے کی جاتی ہے اور نظر بد پلید نفس سے کی جاتی ہے۔

سوال ۷۰ :مردہ دل کو کیسے زندہ کریں؟

جواب :حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند آب حیات کے چھینٹے چھڑکیں یعنی زندہ نظر سے زندگی عطاء کریں یا تصدیق قلبی کا سبق پڑھائیں اور یہ کام کامل مرشد کے سواء کوئی نہیں کر سکتا۔

سوال ۷۱ :طالبِ کامل اور طالبِ ناقص میں کیا فرق ہے؟

جواب :طالب کامل کامل پیر کا مرید، صاحب عقل وقلب ہوتا ہے اور ناقص پیر کا مرید صاحبِ نفس، بدظن، جادوٹونے کے علم کا رسیا، ڈھونگی ہوتا ہے۔

سوال ۷۱ :شریعت، بدایت اور نہایت کیا ہے؟

جواب :شریعت سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، شریعت لباس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کا منکر گمراہ فرعون کی مانند ہے۔ اور بدایت ونہایت دونوں ایک ہیں ''کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ'' (ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے) معلوم ہوا کہ ابتداء اور انتہاء عدم ہے۔

سوال ۷۳: کیا شریعت اور طریقت ایک ہے یا جدا ہے؟

جواب :دودھ اور مکھن صورۃً جدا ہیں حقیقۃً ایک ہیں۔ شریعت کا منکر کافر اور طریقت کا منکر زندیق ہے۔

سوال ۷۴: کیا جسمِ عناصر اور روح ایک ہیں یا جدا؟

جواب :جسم کثیف ہے اور روح لطیف ہے۔ جسم کی اصل دنیا ہے اور روح کی اصل لامکاں ہے اور آج بھی لامکاں سے ہی حرکت کرتی ہے۔ جب تک نفس حکمراں ہے جسم ناری ہے، نفس اگر مرنے سے پہلے مر جاتا ہے تو جسم وجان ایک ہو جاتے ہیں ورنہ دونوں جدا جدا ہیں۔

سوال ۷۵: کیا کوئی علمِ ظاہر رکھنے والا کسی سے خلافت لے کر مسند پیری پر بیٹھنے کے قابل ہو سکتا ہے؟

جواب :نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اِتقوا عالم الجاھل قبل من العالم

الجاهل قال عالم للسانِ و جاهل القلبِ ''(ڈرو جاہل عالم سے) کسی نے پوچھا عالم جاہل کس طرح ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' جس کا صرف ظاہر عالم ہو اور باطن جاہل ہو اسے جاہل عالم کہتے ہیں''۔ اور حقیقت بھی یہی ہے دراصل وہ عالم نہیں ہوتا بلکہ اس کا نفس عالم ہوتا ہے اور قلب جاہل۔ صاحب کشف المحجوب اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جو شخص صرف علم ظاہر رکھتا ہے اور علم باطن سے جاہل ہے تو یہ نفاق ہے یعنی منافقت ہے جو شخص علمِ باطن کا دعویٰ کرتا ہے اور علم ظاہر سے جاہل ہے تو وہ زندیق ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو پیری مریدی ہرگز زیبا نہیں دیتی کیونکہ پیری مریدی اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جب تک پیر اور مرید اس راز سے واقف نہیں ہوجاتے تب تک نہ پیر پیر ہوتا ہے اور نہ مرید مرید لیکن آج کے دور میں کیا چلا ہے اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔

سوال ۷۶: اکابر اولیاء اللہ نے کتب کے ذخائر دریا برد کیوں کیئے؟

جواب: جو کتابِ قلب کا عالم ہوتا ہے اسے کاغذی تحریروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کتابی تقلید سے قلبی تحقیق بہتر ہے۔ تقلید کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان کو تحقیق کا مرتبہ حاصل ہوتا کہ وہ تصدیق بالقلب کا اہل ہوجائے۔

سوال ۷۷: کیا پیری مریدی کے لئے خاندانی شرافت اور حسب ونسب کوئی معنی رکھتا ہے؟

جواب: حضرت آدم کو اللہ نے خلافت سے نوازا۔ کیا حضرت آدم کا کسی خاندان

سے تعلق تھا؟ آپ کا حسب نسب کیا تھا؟ یہ سب کچھ غلط اور گمراہی ہے۔ ہم نبی کریم ﷺ کی امت ہیں اگر ہم میں نبی کریم ﷺ کی سی خصلتیں اور خوبیاں نہ ہوں یا ہم آپ ﷺ کی سی خوبیوں کے یکسر خلاف ہوں تو ہم امت کس طرح کہلائیں گے؟ حضرت نوح نے فرمایا! اے اللہ تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو میری اولاد کو ضائع نہیں کرے گا مگر میرا بیٹا تو ضائع ہو رہا ہے۔ اللہ نے فرمایا! اے نوح وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے اس کی فکر نہ کرو۔ معلوم ہوا کہ خاندانی شرافت اگر اہل خاندان میں موجود نہ ہو تو وہ خاندان سے جدا ہوجاتا ہے اگر شرافت موجود ہے تو بیشک اہل ہے۔ اسی طرح حسب ونسب کا معاملہ ہے اگر حسب ونسب کے علوم عمل وشرافت محسوب ومنسوب میں نہیں ہیں یا ان کے اخلاق کے خلاف عمل رکھتا ہے تو بس یہ بھی نمائش ہے البتہ شریعت مطہرہ کے قانون کے مطابق سادات کا ادب ضروری ہے۔ بس ادب کرنا چاہئے۔

سوال ۷۸: خلافت کیا ہے اور خلافت کون دے سکتا ہے؟

جواب: خلافت اللہ کی سنت ہے۔ خلیفہ دونوں جہاں سے بے نیاز اور حضرت آدم علیہ السلام جیسا ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱)'' کا عالم ہونا چاہئے۔ ظاہر میں وہ نبی کریم ﷺ کی شریعت اور طریقت کا خلیفہ ہونا چاہئے اور باطن میں اللہ کا خلیفہ ہونا چاہئے ورنہ سب کچھ تجارت ہے۔ خلافت دینے والا مریدوں سے دین ودنیا کے نام پر نیاز حاصل کرنے والا نہ ہو بلکہ اللہ کی مانند بے نیاز ہو۔

سوال ۷۹ : مسئلہ سجادگی کیا ہے؟

جواب : یہ ثابت ہے کہ خلافت کی آخری کڑی اللہ تک پہنچتی ہے۔ ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝'' (طٰہٰ ۲۰:۵) (رحمٰن عرش پر ہے) ''**وفی مقعد صدق**'' (ان کے لئے اچھے ٹھکانے ہیں) کے مطابق کامل پیر کی ایک مسند ہوتی ہے جسے سجادہ کہتے ہیں۔ سجادہ کے معنی گدّی ہے اس گدّی کا اگر کوئی مستحق ہو تو پیر اس کو اپنا نائب بنا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ موروثی زینت نہیں ہے بلکہ یہاں تو صرف اہل کو نامزد کیا جاتا ہے اگر کوئی پیر کسی کو بھی نامزد نہیں کر گیا ہو تو یہ اسکی اپنی مرضی ہے۔ فی زمانہ سجادگی کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ گئی ہے بلکہ یہ پوری طرح موروثی تحفہ بن گئی ہے۔ یہ سجادہ نہ عرش کے مثل ہو سکتا ہے نہ ''**فی مقعد صدق**'' کے تحت کوئی مطابقت رکھتا ہے بس نام اور کام ہے ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔

سوال ۸۰ : کیا خلافتِ الٰہیہ آج بھی جاری ہے؟

جواب : بیشک جاری ہے ورنہ قیامت آ گئی ہوتی۔ جب تک اللہ اللہ کرنے والا اللہ کا خلیفہ اور دوست اس زمین پر زندہ ہے اس وقت تک قیامت ہر گز نہیں آئے گی مگر خلافت الٰہیہ سے سرفراز کون ہوتا ہے؟ بس وہ کامل فقیر جو سلطان الفقر کی بارگاہ کا حاضر اور ناظر ہو، فنا فی اللہ بقا باللہ ایسے ہی فقیر کو کہتے ہیں ورنہ سب کچھ برائے نام ہے۔

سوال ۸۱ : ٹوپی اور عمامہ سے مراد کیا ہے؟

جواب : یقیناً یہ سنت ہے مگر اس سنت میں حکمت کیا ہے؟ ٹوپی میں حکمت یہ ہے کہ اپنے چاروں عناصر سے رہائی پا کر اپنے عناصر کو قابل احترام بنا کر ٹوپی کی طرح یا تاج کی طرح پہن لیا ہو گویا اس میں پوری طرح فرشتوں کے اوصاف پیدا ہو چکے ہیں اس لئے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بغیر ٹوپی پہنے کوئی چاند کی گواہی بھی دے تو درست نہیں مانی جاتی کیونکہ وہ عناصر کی قید سے رہا نہیں ہوا ہے اور نہ اس کے عناصر قابل احترام ہیں۔ رہا سوال عمامہ کا یہ پیچ دار عمامہ وہی پہن سکتا ہے جو شیطان کے ہر پیچ و خم کی چالوں سے آزاد ہو اور اللہ کی جانب سے بارِ امانت اُٹھانے کا مستحق قرار پا چکا ہو۔ یہ مرتبہ فرشتوں سے بہتر ہے، صاحبِ عمامہ اللہ کا ہمراز ہوتا ہے وہ اسی سے دیکھتا ہے اور اسی سے کلام کرتا ہے۔ یہ پیران عظام کی سنت ہے کہ پہلے عمامہ خود باندھتے ہیں اور باندھا ہوا ہی اپنے خلیفہ کے سر سجا دیتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن، قلب و قالب ایک ہو چکا، مطلق تضاد باقی نہ رہا، جس کے قلب و قالب میں تضاد ہو جس کے جسم و جان میں تضاد ہو اور جس کے کہنے اور کرنے میں تضاد ہو اس کیلئے ٹوپی اور عمامہ بس پہننے کی چیز ہے۔ محکمۂ پولیس کا لباس ڈرامہ کے اداکار بھی پہن لیتے ہیں مگر حقیقی حقیقی ہوتا ہے اور نقلی نقلی ہی ہوتا ہے۔

سوال ۸۲ : ایک مرید کو مرشد کامل کی بارگاہ میں کیا تحفہ پیش کرنا چاہئے؟

جواب : بس اللہ کے نام کی خوشبو پیش کرنا چاہئے اور اگر مرشد کامل ہے تو

مرید کو مرید سے نکال کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دے گا۔

سوال ۸۳: مزاراتِ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے فرمایا بعض قبریں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہیں اور بعض قبریں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ بیشک اللہ کے مومن کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور نفس کے بندے اور ابلیس کے شاگرد کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوتی ہے۔ مزارات اولیاء اللہ، شعائر اللہ ہوتے ہیں ان کی زیارت باعث ثواب ہے۔ غیر مومن کی قبر کی زیارت جائز نہیں۔ اگر مومن ولی اللہ کی قبر جنت کا باغ ہے تو اس کی زیارت بھی مومن ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی جنتی ہیں جو جنت کی زیارت سے روکے وہ دشمنِ خدا اور دشمنِ جنت ہے۔ اب بتایئے جنت کے باغ کی زیارت کون نہیں کرنا چاہے گا!۔

سوال ۸۴: مزارات اولیاء اللہ پر گل پوشی، چادر پوشی کرنی چاہیئے یا نہیں؟

جواب : بیشک کرنا چاہیئے کیونکہ پھول جنت کے باغ میں بہت اچھے اور عمدہ لگتے ہیں اور یہ جب تک تازہ ہیں تب تک اللہ کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور تسبیح کے اثر سے صاحبِ مزار کے مراتب اور بلند ہوتے رہتے ہیں اور اگر مزار گناہ گار مسلمان کی ہے تو عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ صحیح حدیثِ پاک میں وارد ہوا ہے کہ { ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کا اپنے مخصوص صحابہ کے ساتھ ایک قبرستان سے گزر ہوا، اچانک آپ

ﷺ قبرستان میں رک گئے اور جاں نثاروں سے فرمایا ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے لہٰذا تم کسی سبز درخت کی دو شاخیں لاؤ، جب صحابہ سبز درخت کی شاخیں لائے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے دونوں قبروں پر نصب کر دیا اور فرمایا جب تک یہ شاخیں تر و تازہ رہیں گی، اللہ کی تسبیح و تہلیل کرتی رہیں گی اور اس تسبیح کی برکت سے اہل قبور پر عذاب موقوف ہوگا } سبحان اللہ! اللہ کے حبیب رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اس عملِ مبارک سے یہ ثابت ہوا کہ ہر تر و تازہ چیز چاہے وہ شجر کے پھول ہوں یا پتےّ اللہ کی تسبیح و تہلیل بیان کرتے ہیں جب یہ پھول پتےّ کسی مزار پر چڑھا دیں تو صاحبِ مزار کو اسکا فائدہ حاصل ہوگا اگر صاحب مزار گنہگار ہے تو عذاب میں تخفیف ہوگی اور اگر صاحب مزار اللہ کا ولی ہے تو یہی پھول تحفہ بن جائی گی اور پھولوں کی تسبیح کی برکت سے اللہ کے دوست کے درجات میں بلندی ہوگی۔

سوال ۸۵: کون مرشد اپنے مریدوں میں 'رسول' کی مانند ہوتا ہے؟

جواب : جو مرید کو نفس کی آلودگیوں سے پاک کر کے اس کے ہاتھ میں دل کا آئینہ تھما دیتا ہے۔

سوال ۸۶: شہبازیت کیا ہے؟ حضور غوث پاک کو سفید باز کیوں کہتے ہیں؟

جواب : شہبازیت سورج کا وطن ہے جو عدم محض میں ہوتا ہے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ اس ملک میں سفید باز کی مانند پرواز کرتے ہیں۔ شہباز تو بہت ہوئے مگر سفید شہباز آپ کے سواء کوئی نہ ہوا اسی لئے آپ کو امر بی

کہتے ہیں۔ ہزاروں رنگوں کی اصل تو سفیدی ہی ہے۔

سوال ۸۷: شفاء اور دستِ شفاء کیا ہے؟

جواب : شفاء اللہ کی جمالی تاثیر کا ایک خزانہ ہے جو لامکاں میں ہے اس کا رنگ کبھی سبز کبھی سرخ ہوتا ہے یا دونوں کی آمیزش میں ظاہر ہوتا ہے، دست شفاء صاحب اسم اعظم حضرتِ عیسیٰ صفت محبوب کو عطاء ہوتا ہے۔

سوال ۸۸: عامل وکامل میں کیا فرق ہے؟

جواب : عمل مرتبۂ علم میں محصور ہوگیا تو بس عامل ہے اگر عمل مرتبۂ علم سے آزاد ہوکر مرتبۂ کمال تک پہنچتا ہے تو اسے کامل کہتے ہیں۔

سوال ۸۹ : ''قم باذنی'' کیا ہے؟

جواب : اُٹھ میرے حکم سے! یہ مقامِ محبوبیت اور معشوقیت کے امر ربی سے ہے۔ امرِ ربی کے امر کا خلافِ امر ہونا رب کے خلاف ہونا ہے۔ یہ وہ امر ہے جو کبھی خطاء نہیں ہوتا، صاحبِ امر وہ ہرگز نہیں ہوتے جن کے امر کے خلاف نتیجے برآمد ہوتے ہیں بلکہ صاحبِ امر وہ ہوتا ہے جس کے امر کے خلاف کرنا موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ یہ جو علماء ظاہر اپنے لئے صاحبِ امر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس دعوے کی اصل انہیں سے پوچھنا چاہئے۔

سوال ۹۰ : ''عیادت سنت نبوی ﷺ ہے'' اس میں حکمت کیا ہے؟

جواب : عیادت میں چار نقطے اور عبادت میں تین نقطے ہوتے ہیں۔ بوقت عیادت، عیادت کا پہلا نقطہ دوسرے نقطہ میں ضم ہوجاتا ہے تو عیادت

عبادت بن جاتی ہے اور ممکن ہے کہ صاحبِ عیادت کے اثرات اس میں منتقل ہوکر اسے شفاء عطاء ہو، ممکن ہے اللہ صاحبِ عیادت کے ایمان کے نور سے اسے منور کردے۔

سوال ۹۱ : زم زم اور اس کی فضیلت کیا ہے؟

جواب : زم زم کی اصل آبِ حیات ہے جو لامکاں میں پوشیدہ ہے جس کے ہر قطرے سے موتی بنتے ہیں۔ اللہ نے اپنی رحمت سے اسے زمین پر جاری کیا اور تاثیر رکھی۔ جسمِ انسانی میں زبان کے نیچے سے بھی زم زم کی ایک شاخ پھوٹتی ہے جسے ہم لعاب دہن کہتے ہیں اور لعابِ دہن کے کرشمات مروی اور ثابت ہیں۔

سوال ۹۲ : بیت اللہ کا طواف کیوں اور اس کے سات چکر کیوں لگاتے ہیں؟

جواب : حدیثِ قدسی ہے: ''قُلُوبُ المؤمنین عرشِ اللہِ تعالیٰ'' (مومنین کے قلوب اللہ کا عرش ہیں) اور اس عرش کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور طواف فرشتوں کی سنت ہے، بندہ جب لبیک یا عبدی کی آواز سنتا ہے تو سات طوافوں میں سات آسمانوں کا سفر کرجاتا ہے گویا خود سے بے خود ہوکر اس کے قرب کا خواہاں ہوتا ہے۔

سوال ۹۳ : حجرِ اسود کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : حجرِ اسود عالمِ عناصر میں آنے سے پہلے بالکل سفید اور نورانی تھا اور اب عالمِ عناصر کی آلودگی سے سیاہ ہوگیا یہی قلب کی حقیقت ہے جب انسان کو قلب عطاء کیا گیا تھا بالکل نور تھا آج اس پر عناصر کی آلودگی

سے سیاہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حجرِ اسود اور قلب کی حقیقت ایک ہے۔ یہ بوسہ حقیقتِ قلب کو دیا جاتا ہے یا حقیقتِ حجر اسود کو دیا جاتا ہے ورنہ کوئی بھی پتھر لائقِ تعظیم نہیں ہوتا۔

سوال ۹۴ : شریعت اور طریقت کا کفن کیا ہے؟

جواب : عام مسلمان کا عمامہ شریعت کا کفن ہے اور فقیر کا خرقہ طریقت کا کفن ہے۔

سوال ۹۵ : حرمِ کعبہ میں احرام ہے اور مدینہ میں کیوں نہیں؟

جواب : ایامِ حج حشر کا منظر پیش کرتے ہیں گویا تمام مردے قبروں سے اٹھ آئے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے بے خود ہو کر دوڑ رہے ہیں، احرام گویا مردوں کے کفن ہیں، مدینہ منورہ مردوں کی نہیں زندوں کی جنت ہے اور آدمی بخشش کے بعد جنت میں کفن یا احرام کے ساتھ نہیں جاتا۔

سوال ۹۶ : مزاراتِ اولیاء اللہ پر قبہ (گنبد) بنانے کا کیا کوئی ثبوت ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''قُبُورُ الاَوْلِیَاءِ رَوْضَةٌ من ریاضِ الْجنّة'' (اولیاء کی مزارات جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں) نیز اور جنّت کے تعلق سے خود اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے کہ ''جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار'' (اور مؤمن کے لئے ایسی جنت ہے جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں)۔

معلوم ہوا کہ اس زمین پر اولیاء اللہ جو مومنوں سے افضل ہیں وہ عاشقین میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے مزارات کو ہی باغِ جنت کہا گیا ہے، جنت ہو اور

ان کیلئے محل نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے اسلئے احادیث کریمہ میں جنت اور باغاتِ جنت کے ساتھ محلاتِ جنت کا بھی تذکرہ ملتا ہے اگر محل ہو تو محل میں قبے یا گنبد ضرور ہوں گے بس اس حدیث مبارک سے استدلال لا کر کئی انبیاءِ سابق کی مزاروں پر گنبدیں تعمیر کی گئی ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مزار اقدس پر گنبد ہے اس طرح اللہ کے برگزیدہ بندوں کی مزارات پر گنبدوں والی عمارت ضرور ہوتی ہے تا کہ دیکھنے والوں کو پتہ چلے کے یہاں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور باغ میں محل ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محل تو زندوں کیلئے ہوتا ہے بیشک جنتی اور باغِ جنت میں رہنے والے زندہ ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ'' (البقرہ ۲:۱۵۴) (جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں) ہر ولی اللہ کی راہ میں جہاد اکبر کرتا ہے یعنی جہاد بالنفس کرتا ہے اور آخرکار کامیاب اس دنیا سے جاتا ہے تو اسے ابدی زندگی عطاء ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اِنّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدّارِ اِلَی الدّار'' (بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں) معلوم ہوا کہ قبہ بنانا جائز ہے اور اس کا سائنسی ثبوت بھی ہے جس کی وضاحت کی یہاں ضرورت نہیں۔

سوال ۹۷ : اکثر قدیم اولیاء اللہ کے آستانوں پر نقارہ کیوں بجایا جاتا ہے؟

جواب : دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں شادیانے اس لئے بجائے جاتے تھے کہ نقارہ بادشاہ کی موجودگی کا اعلان کرتا ہے اور ادب کو ملحوظ رکھنے کا فرمان صادر کرتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ دین کے اور دینداروں کے

باشاہ ہوتے ہیں اسی طرح ان کی زندگی اور موجودگی کا اعلان یہ نقارہ ہے۔ اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ وحی اور الہام کی آواز اور آوازِ الست نقارے کی مانند آتی ہے۔ جس سے سعید روحیں مؤدب ہوجاتی ہیں اولیاء اللہ کی بارگاہوں میں جو نوبت بجتی ہے اس آواز میں جو راز چھپا ہے اس کے سننے والے کان چاہیئے کہ یہ صرف آواز نہیں بلکہ اس میں وعدہٗ الست کی یاد دہانی ہوتی ہے پچھلے زمانے میں کئی سعیدانِ ازل نقارہ کی آواز سے مست ہوکر میدانِ الستُ میں بلیٰ بلیٰ کہتے ہوئے پہنچ جاتے تھے یہ اور بات ہے کہ یہ آواز ہم پر بس ایک آواز ہے کیونکہ ہم مادّی دور میں جی رہے ہیں اسلیئے بڑی بڑی کئی آوازوں کے عادی ہوگئے ہیں یہی نقارہ کی آواز طوطی کی آواز کی مانند ہوگئی ہے۔

سوال ۹۸ : ریاضت کیا ہے؟ اور ریاضت مشاہدہ و بے مشاہدہ کیا ہے؟

جواب : راہِ حق میں خلق سے اندھا ہوجانے کا نام ریاضت ہے اس کی انتہاء مشاہدہ ہے سالک اگر درمیان میں دریائے حیرت کے کنارے حیران ہوکر کھڑا ہوگیا یا ڈوب نہیں گیا تو مجذوب و بے مشاہدہ ہوجائے گا۔

سوال ۹۹ : ذکر و فکر کیا ہے؟

جواب : ذکر بے مشاہدہ بس ایک کسب ہے جس سے نفس مغرور ہوجاتا ہے کیونکہ ابھی یہ صفات میں ہوتا ہے کیونکہ ذاکر ثواب کا حقدار ہوتا ہے اور دیدار کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ اس کا ذکر بلا فکر ہوتا ہے ذکر با فکر میں زبان و الفاظ نہیں ہوتے بلکہ ایک قلبی کیفیت ہوتی ہے فکر سے فنائے

نفس حاصل ہوتی ہے۔ اب صاحبِ فکر کا سفر فنا سے شروع ہوتا ہے کیونکہ فکر مراقبہ ہے اور مراقبہ سے مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اس مقام سے نکالنا فکر کا کام نہیں عشق کی دستگیری چاہیئے اور عشق محبوب یا معدوم کر دیتا ہے۔

سوال ۱۰۰ : ''فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ (النحل ۱۶:۴۳)'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : اہل ذکر صاحب ارشاد و تلقین ہوتے ہیں۔ اہل ذکر اس پیر کو کہتے ہیں جس میں حضرت صدیق اکبر کا صدق، حضرت عمر فاروق کا عدل، حضرت عثمان غنی کی سخاوت اور حضرت علی کی حیاء اور ستر پوشی کے اخلاق بدرجہ اتم موجود ہوں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) یعنی اہل ذکر سے مراد صرف علماء ظاہر و باطن کامل ولی اللہ ہوتے ہیں اہلِ ذکر کو اہلِ علم ظاہر پر منطبق کر لینا درست نہیں ہے بلکہ عالم کی ٹھیک ٹھیک تعریف بھی یہی ہے کہ چاروں خلفائے راشدین کے صفات و اخلاق اس میں موجود ہوں ورنہ صرف علم تو شیطان بھی رکھتا ہے۔ کیا ہم شیطان کو اور اس کی ذرّیت کو اہلِ ذکر کہیں گے۔

☆☆☆

مجلس ہفتم

{ یَاخَوَاجَه مُحیُ الدِّیْنَ فَرْمَانُ اللّٰه }

سوال: ''یاخواجہ محی الدین فرمان اللّٰہ '' کیا ہے؟

جواب: لفظ ''خواجہ'' بھی 'سید' کا ہم معنیٰ ہے، محی الدین دین کو زندہ کرنے والا اور فرمان اللہ کا معنیٰ علمِ الٰہی ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوا کہ اے دین کو زندہ کرنے والے خواجہ آپ اللہ کا فرمان ہیں یعنی آپ اللہ کے علم کا مظہر ہیں یعنی آپ کی ذات میں اللہ کی ذاتی وصفاتی علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔ محیطِ وحی کا نور آپ کا علم ہے، لوحِ محفوظ کا نور آپ کا علم ہے، ازل سے ابد تک آپ کے علم کے گواہ آتے رہیں گے، آپ کے علوم سے فیض حاصل کرتے رہیں گے، علم ولایت آپ کے علمِ قلب کی ایک سطر ہے بس اس سے زیادہ کچھ معاملات بیان میں نہیں آ سکتے۔ مقامِ فرمان کیا ہے؟ ذاتِ صمدیت کے انوار کا راز ہے یہاں نہ لفظ ہے نہ آواز ہے اور نہ صورت ہے۔ ہر صورت سے منزہ ایک ذات کا نور ہے، یہاں ہر حکم لکھا ہوا ہے مگر ہر کوئی اس کو پڑھ نہیں سکتا نہ کوئی اس کو تحریر کر سکتا ہے۔ یہ کام اللہ کی کسی بھی مخلوق کے لئے ہوا میں تحریر کرنے کے برابر ہے۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

سوال ۱ :عشق کیا ہے اور اس کی ابتداء وانتہا کیا ہے؟

جواب :عشق ایک شہباز ہے یہ رفتار میں جبرئیل سے زیادہ تیز ہے یہ آیتوں کے دھویں میں پرواز کر کے مکاں سے لامکاں تک پہنچ جاتا ہے یعنی ابتداء مکاں اور انتہا لامکاں ہے یعنی عدم ہے۔

سوال ۲ :اَلْجُوعُ اَشَدّ مِنْ عَذابِ الْقَبر یعنی (بھوک کو عذاب قبر سے زیادہ شدید کہا گیا ہے) اس حدیث کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : یہ جسمانی بھوک نہیں، روحانی بھوک ہے۔ سالک جب تک دیدار خداوندی نہیں کر لیتا تب تک فراق کے عذاب میں جلتا رہتا ہے اور یہ عذابِ قبر سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ دیدارِ یار کا بھوکا کسی چیز سے قرار نہیں پاتا، کبھی حیران ہوتا ہے کبھی آہیں بھرتا ہے اور کبھی روتا ہے یہ ایسا روزہ ہے جس کی افطار دیدارِ الٰہی سے ہوتی ہے۔

سوال ۳ : حدیثِ پاک ہے ''مَنْ لَمْ یُؤدّ فَرض الدّوامِ لَمْ یَقْبل اللّٰهُ فَرْضَ الْوَقْتِ '' یعنی (جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا فرضِ وقتی قبول نہیں کرتا) فرض وقتی اور فرض دائمی کیا ہے؟

جواب: فرض وقتی وقت پر فرائض کی ادائیگی ہے اور فرض دائمی مشاہدہ ہے۔ مشاہدہ میں مصروف شاہد بظاہر دنیا میں رہتا ہے مگر اس کا دل آخرت میں ہوتا ہے، بظاہر لوگوں میں ہوتا ہے بباطن اللہ کے قریب ہوتا ہے، بظاہر لوگوں سے بات کرتا ہے بباطن خدا سے ہمکلام رہتا ہے۔

سوال ۴ : ''الرّیا اشد من الکفر'' یعنی (ریاکاری کفر سے زیادہ بری ہے)

اس حدیثِ پاک کے کیا معنی ہے؟

جواب : ریا کفر سے زیادہ شدید ہے۔ کفر ایک آگ ہے اس آگ میں ریا کار خود تو جلتا ہے اور دوسروں کو بھی ورغلا کر جھونک دیتا ہے۔ جہنم کے درجات میں ریا ایک انتہائی سخت درجہ ہے جس میں قول وفعل کے تضاد والے لوگ، دکھاوے سے دھوکا دینے والے ہی ڈالے جائیں گے۔ ریا کی صورت ابتداء میں سفید اور انجام سیاہ ہوتا ہے ریا کو دیکھنا ہے تو ابو جہل کی آنکھوں میں جھانک لو!۔

سوال ۵ : حدیث پاک ہے ''حَسَناتُ الْاَبْرارِ سَیِّئاتُ الْمُقَرَّبِین'' یعنی (ابرار کی نیکیاں، مقربین کے گناہ کے برابر ہیں) اس کا کیا معنٰی ہے؟

جواب : نیکوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ کی مانند ہیں یعنی نیکیاں درجۂ عبادت میں ہوتی ہیں اور یہ مکانی ہیں مقربین دیدار الٰہی میں مصروف، مقامِ قرب اور لامکان میں ہوتے ہیں۔ ہر عبادت دیدار الٰہی کے لئے ہے اور عبادت یادِ الٰہی ہے۔ یادِ الٰہی کو دیدار و قرب الٰہی سے افضل سمجھنا گناہ ہی نہیں بلکہ شرک ہے کیونکہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ اَرادَ العِبادَةَ بعدَ حُصُولُ الوُصُولِ فَقَدْ كَفَرَ وَاَشْرَكَ بِاللّٰه'' یعنی (جو شخص وصال کے بعد پھر عبادت کا اگر قصد بھی کرتا ہے تو وہ کفر کیا اور شرک کیا) صاحبِ مقامِ قرب و دیدار نے اگر عبادت کا ارادہ بھی کیا تو شرک کیا کیونکہ یادِ الٰہی کو دیدار الٰہی سے افضل سمجھا۔

سوال ٦ : علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کیا ہے؟

جواب : علم الیقین سیاہی کی تحریر ہے، عین الیقین دریا ہے اور حق الیقین ایک موتی ہے۔ مزید ایک نور الیقین ہے جو ہر رنگ و نور کی اصل ہے۔ علم الیقین کا تعلق مکان سے ہے اور باقی سب کا تعلق لامکاں سے ہے۔

سوال ۷ : نفس کیا ہے، اس کا مقام کیا ہے اور اس کی صورت کیسی ہے؟

جواب : نفس آگ اور دھویں کا گھر ہے یہ کمبخت دل سے چمٹ کر بیٹھا ہے اور اس کی صورت کالے کتّے کی جیسی ہے اور اس کی دوسری صورت دماغ میں عقلِ ظاہر کا کام کرتی ہے۔

سوال ۸ : مخنّث، مؤنث اور مرد کسے کہتے ہیں؟

جواب : حدیث پاک میں وارد ہے کہ ''طَالِبُ الدّنیا مُخنّثٌ، طَالِبُ العُقبىٰ مؤنثٌ، وَطَالِبُ الْمَوْلىٰ مُذكّر'' (دنیا کا طالب مخنث ہے، جنت کا طالب عورت ہے، مولٰی کا طالب مرد ہے)۔ مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اَلدُّنیا كُلّهُمْ ظُلمت'' (دنیا سراسر ظلمت ہے) جو اس میں گیا وہ ظلمتی ہو گیا اور ظلمتی جنت سے محروم ہوتا ہے اس کا ثبوت آئینہ ہے جو کچھ آئینہ میں ہے اِسی کا عکس اِسی دنیا میں پھیل کر نظر آتا ہے۔ جنت، عبادت اور ایمان کی کھیتی ہے یہاں اُجالا ہی اُجالا ہے اندھیرا نہیں ہے، یہ عرش کے مقامات میں ایک مقام ہے مولٰی کا طالب لامکاں میں پہنچ جاتا ہے اور اس کا مقرب ہو جاتا ہے۔

سوال ۹ : توحید اور توحید مطلق کیا ہے؟

جواب :قلب اور عدم کا راز ہے۔ یہ مضمون بیان میں نہیں آ سکتا۔

سوال ۱۰ :تصرف، تصور، تجلی اور تسلی کیا ہے؟

جواب :اس کے کُن کہنے سے ذات انسانی بھی کُن ہوگئی ہے جو کُن کو اسکی حقیقت سے کُن کہتا ہے تو وہ چیز دیر یا سویر ہو کے ہی رہتی ہے۔ ''مَنْ لہ' المَولیٰ فلہ' الکُل '' (جو اللہ کا ہوگیا سب کچھ اسی کا ہوگیا)۔ تصرف کیا ہے؟ تصرف اعجاز عیسوی ہے، صاحب اختیار اسکا استعمال منشاء خداوندی کی تکمیل کے لئے کرتا ہے ورنہ بیجا تصرف استدراج ہے۔ تصور ایک صورت ''اسم اعظم'' ہے جو مسمیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔ تصور کی اصل ''اسمِ ذات ھو'' ہے۔ تجلی کے چار اقسام ہیں ناسوتی، ملکوتی، جبروتی اور لاہوتی۔ پیر کامل کی محبت میں اس کا لطف چکھنا چاہئے تسلی کلی طور پر معدوم ہونے کا نام ہے۔

سوال ۱۱ :توجۂ مہر و قہر کیا ہے؟

جواب :توجہ دو طرح کی ہوتی ہے توجہ جمالی اور توجہ جلالی اور یہ دونو باطنی چاند و سورج سے تعلق رکھتی ہیں۔ باطنی چاند کی صورت اختیار کر کے توجہ کرنا توجۂ مہر ہے اور باطنی سورج کی صورت اختیار کر کے توجہ کرنا توجۂ قہر ہے جو باطنی فرعون جیسے لوگوں پر کی جاتی ہے، توجۂ مہر کامل پیر اپنے مرید پر کرتا ہے۔

سوال ۱۲ :توجۂ آئینہ با آئینہ اور توجۂ معائنہ با معائنہ کیا ہے؟

جواب :توجۂ قلب با قلب اور توجۂ قرب و وصال ہے۔

سوال ۱۳ :ترک کیا ہے؟ ''ترکُ الدنیا رأسُ کل عبادتٍ'' کیا ہے؟

جواب :ترک نفس سے مردہ اور خدا سے زندہ رہنے کا نام ہے اور یہ زندگی تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ ''حبّ الدنیا رأس کل خطیئۃ'' (دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے)۔ برائی کی جڑ کیا ہے؟ نفس ہے۔ لہٰذا نفس ہی کے ترک کو ترک کہتے ہیں یعنی اپنے اور اپنے نفس کے لئے نہ جیئے بلکہ خدا اور خدا کے بندوں کیلئے جیئے۔ ترک کا معنٰی یہ نہیں کہ تمام دنیا کو ترک کردے۔ تارک الدنیا اور عوام میں کیا فرق ہے؟ عوام شریعت کی اجازت سے ہر نیک عمل کرتی ہے اور تارک الدنیا براہِ راست صاحبِ شریعت ﷺ کے حکم سے عمل کرتے ہیں مثلاً عوام ''النکاح من سنتی'' کے مطابق نکاح کرتے ہیں، خواص جب تک صاحب شریعت بذات خود حکم نہیں فرماتے اس وقت تک نکاح ہرگز نہیں کرتے یہ اپنی خواہش سے نہ کلام کرتے ہیں نہ کام کرتے ہیں یہ مذہب کی تقلید کا انکار نہیں کرتے مگر اللہ و رسول پاک ﷺ کے براہ راست احکامات کی تقلید کرتے ہیں، تاویل و حیلہ عوام کی تقلید میں شامل ہے مگر ان کی تقلید میں تاویل و حیلہ بدعت ہے۔

سوال ۱۴ :'' لَا تَکلّمُ کَلامَ الْحِکمۃِ عِندَ الْجَاھِل '' (حکمت کی بات جاہل کے سامنے نہ کرو) اس حدیثِ پاک کے کیا معنٰی ہے؟

جواب :حکمت والا کلام جہلاء سے بیان نہ کرو۔ اس میں حکمت کیا ہے؟ معرفتِ الٰہی ہے۔ معلوم ہوا کہ حکمت والا کلام معرفتِ الٰہی ہوتا ہے

اور یہ اہل قلب کے علوم ہیں جو اہل نفس سے بیان نہیں کیئے جاتے کیونکہ وہ عوام میں سے ہوتے ہیں ممکن ہے کہ وہ حقیقتِ کلام کا انکار کر بیٹھیں اور حقیقت الٰہیہ کا منکر کافر ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے کفر کا الزام کہنے والے کے سر آئے گا اس لئے دانائی کی باتیں صرف دانا کے لئے ہوتی ہیں نہ کے نادان کے لئے۔

سوال ۱۵ : طالبِ علم اور طالبِ جہل میں کیا فرق ہے؟

جواب : طالب علم سے مراد طالبِ قلب ہے کیونکہ قلب ہر علم کا مخزن ہے۔ طالب جہل طالب نفس ہے جو ظاہر پرست ہے ورنہ طالب برائے نام کو طالبِ علم نہیں کہا جا سکتا۔ علم اللہ کا پاک خزانہ ہے اور یہ علم دنیا کی حرص، حسد، تکبر اور تمنا کی خرافات کے ساتھ دماغ میں جمع نہیں ہوسکتا اور زبان وہ ندی ہے جس سے اچھا اور برا پانی بہتا ہے، زبان کبھی دنیا کی تعریف کرتی ہے کبھی دین کی تعریف کرتی ہے اس لئے خدا کے یہاں زبان کا کوئی اعتبار نہیں۔ معلوم ہوا کہ علم جسے کہتے ہیں وہ علمِ قلب ہی ہے اور طالبِ علم، علم القلب کے طالب کو کہتے ہیں ورنہ انسان طالبِ علمِ نفس ہو جاتا ہے۔

سوال ۱۶ : مرید اور طالب میں کیا فرق ہے؟

جواب : مرید کی عقل کا تعلق عقلِ جسمانی سے ہوتا ہے اور طالب کی عقل کا تعلق عقلِ قلب سے ہوتا ہے۔

سوال ۱۷ : نامراد پیر کے مرید کا مقام کیا ہے؟

جواب : قلب اور حقائق قلب سے محروم، قیل وقال کا شیدائی بالکل بے حال نا مراد ہوتا ہے خواہ وہ پیر ہو یا مرید۔

سوال ۱۸ : مرید، مراد، رشد، ارشاد اور مرشد سے کیا مراد ہے؟

جواب : مرید ہونا عقل ظاہر پر مستحب ہے اور قلب پر فرض ہے جس نے قلب سے سفر کا ارادہ کیا دراصل وہی مرید ہوا اور مراد معرفتِ الا اللہ ہے، رشد دریائے رحمت ہے، ارشاد دریائے رحمت سے خطاب کرنے کا نام ہے اور مرشد خلیفۃ اللہ کے مقام پر آنے کا نام ہے۔

سوال ۱۹ : ''بلد الامین ''یعنی امن والے شہر سے کیا مراد ہے؟

جواب : حدیثِ پاک ہے'' اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا '' (میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی کرم اللہ وجہ اس کا دروازہ ہیں) یہ امن والا شہر شہرِ وحدت ہے۔ پیر کے وسیلہ کے بغیر یہاں رسائی ہرگز ممکن نہیں۔ اس سے زیادہ تشریح ممکن نہیں یہ شہر اسرار کا مدینہ ہے۔

سوال ۲۰ : امن اور امین کیا ہے؟

جواب : امن دریا ہے اور امین معدوم ہے۔

سوال ۲۱ : حدیث پاک ہے کہ'' المؤمن مرأة المؤمن '' (مومن، مومن کا آئینہ ہے) سے کیا مراد ہے؟

جواب : دو ناظر اور ایک آئینہ اور ایک صورت ہے۔ یہ وحدت کا راز ہے جو حروف میں نہیں سما سکتا۔ بس ایک اللہ ایک رسول ہے۔

سوال ۲۲ : موت کیا ہے، پل کیا ہے اور دوست سے دوست کا ملنا کیا ہے؟

جواب :''الموت جسر یوصل حبیب الیٰ الحبیب'' (موت ایک پل ہے جو ایک دوست سے دوسرے دوست کو ملا دیتا ہے) اس حدیثِ رسول ﷺ میں موت نفس ہے اور پل قلب ہے۔ دوستی یا ولایت دریا ہے، دو دوست موتی ہیں۔ پیر کامل آن کی آن میں اس راز کو فاش کر سکتا ہے۔

سوال ۲۳: کیا پیرِ کامل کا طواف جائز ہے؟

جواب :شریعت کی پابندی محترم ہے یہی کام جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق سے مشہور ہوا تو تمام مفتیوں کے قلم حرکت میں آگئے اور جب مولانا رومیؒ نے طوافِ شیخ کی نسبت سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا محض واقعہ نقل کیا تھا کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ پر فتوؤں کی بارش ہوگئی ہم اس بارش میں بھیگنا نہیں چاہتے یا بہتر ہے کہ تم اس کا جواب حضرت بایزید سے ہی دریافت کرلو۔

سوال ۲۴:''لا تقرب الصلوٰۃ وانتم سکاری'' اس فرمانِ خداوندی میں کونسا نشہ مراد ہے؟

جواب :اے اللہ کے بندے! اللہ یہاں فرماتا ہے تم نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشوں کی حالت میں ہوتے ہو یہاں صرف ''سُکر'' کا نہیں ''سُکاریٰ'' کا استعمال ہوا ہے یعنی حالتِ نشہ چاہے جو بھی ہو یا وہ حالت کسی بھی نشے کی ہو۔ نشہ کے اقسام کتنے ہیں؟ بھارتی ویدوں کے مطابق اٹھارہ نشے ہیں، صوفیانِ کرام کے تحقیق کے مطابق ستائیس

نشے ہیں جس کا شیطان نے عالم ازل ہی میں دنیا کی دولت کے نوازے جانے کے بعد ستائیس بانگوں کی شکل میں اعلان کیا۔

(۱)علم کا نشہ (۲) عمل کا نشہ (۳) عبادت کا نشہ (۴) مرتبہ کا نشہ (۵) اپنی اصل کا نشہ (۶) حرص کا نشہ (۷) حسد کا نشہ (۸) غرور کا نشہ (۹) تکبر کا نشہ (۱۰) طاقت کا نشہ (۱۱) اقتدار کا نشہ (۱۲) القابات کا نشہ (۱۳) دنیا کا نشہ (۱۴) حسن و جمال مجازی کا نشہ (۱۵) عورت کا نشہ (۱۶) دولت کا نشہ (۱۷) عیاشی کا نشہ (۱۸) آزادی کا نشہ (۱۹) شہوت کا نشہ (۲۰) رقص وسرور کا نشہ (۲۱) راگ راگنی کا نشہ (۲۲) دوستی کا نشہ (۲۳) عہدِ شکنی کا نشہ (۲۴) احسان فراموشی کا نشہ (۲۵) فساد کا نشہ (۲۶) قتل وغارت گیری کا نشہ (۲۷) غصہ کا نشہ۔

یہ تمام نشے سکاریٰ کے زمرے میں آتے ہیں کیونکہ مذکورہ تمام نشے شیطان کے کیفیات وحالات ہیں۔ معلوم ہوا کہ شیطانی کیفیت وحالت کوئی بھی ہو۔ اس کیفیت میں یا نشے میں نماز کے قریب نہیں جانا چاہیے ورنہ نمازوں کا حال شیطان کی نماز کے مانند ہو جائے گا۔

سوال ۲۵ :شہوت جنتی ہے یا جہنمی ہے؟

جواب :شہوت کا نکتہ انتہاء وصل ہے یہاں شہوت سے نہیں نکتۂ انتہاء سے بحث ہونی چاہئے۔ مجازی وصل مجازی خواب کے مانند ہے، انسان میں دو مادے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں: (۱) عقل جو فرشتوں سے نسبت رکھتی ہے (۲) شہوت جو چوپایوں سے نسبت رکھتی ہے۔ عقل پر شہوت غالب آجائے تو آدمی جہنمی ہو جاتا ہے اور اگر عقل شہوت پر

غالب آجاتی ہے تو آدمی فرشتوں سے بہتر ہوجاتا ہے۔

سوال ۲۶ : حدیثِ پاک ہے ''اَلْمُفلسُ فِیْ اَمانِ الله '' سے مراد کیا ہے؟

جواب : مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس نہ دونوں عالم کی کوئی چیز ہو اور نہ وہ کسی چیز کی تمنا رکھتا ہو ایسا مفلس اللہ کی امان میں یعنی وحدت کا موتی ہوتا ہے۔

سوال ۲۷ : سیف اللہ، سیف الرحمٰن اور سیف الجبار سے مراد کیا ہے؟

جواب : ذاتی اور صفاتی عطائیں ہیں اس عطا یافتہ کے مقابل جو آتا ہے وہ مغلوب ہوجاتا ہے۔

سوال ۲۸ : '' اسد الله الغالب '' سے مراد کیا ہے؟

جواب : حضرتِ عشق کا نام ہے جو ہر چیز پر غالب آجاتے ہیں۔

سوال ۲۹ : ولایت اور گنج ولایت کیا ہے؟

جواب : ولایت ایک بحرِ بے کنار ہے جس کا ایک قطرہ پینے سے جگر، پتّہ پانی ہوجاتا ہے تو سمندر نوش کا کیا حال ہوگا؟ یوں تو ہر پرہیزگار شخص ولی ہی ہے اس کا معنٰی ولایت کے ایک درجہ میں ضرور ہے مگر کامل ولی اور ہوتا ہے۔ رہا گنجِ ولایت! اس کی خبر تو جبرئیل کو بھی نہیں ہوتی تو عام انسان کی کیا مجال ہے کہ اس خزانہ پر ہاتھ ڈالے۔ یہاں تک جو پہنچا کیا وہ نظر آتا ہے؟ وہ معدوم ہوجاتا ہے۔

سوال ۳۰ : زبان اور ہاتھ کی تعریف بیان کیجئے؟

جواب : ہاتھوں کے بغیر زبان عیار بیوقوف کی دوکان ہے کیونکہ مظلوم کی حمایت

میں اٹھنے والے ہاتھ کعبہ کی تعمیر میں اٹھنے والے ہاتھوں سے افضل ہیں۔

سوال ۳۱ : اللہ کے وفادار بندے کی نشانی کیا ہے؟

جواب : وہ مردار ہڈی کے پیچھے نہیں بھاگتا۔

سوال ۳۲ : '' اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ (النور ۲۴:۳۵) کا کیا مطلب ہے؟

جواب : بیشک اللہ کا لی، اُجلی، رنگ برنگی، زمین اور سات نیلے آسمانوں کا نور ہے اور آسمانوں میں اس کی قدرت اور حکمت کے خزانے پوشیدہ ہیں کوئی انسان اس کے نور کی مثال نہ تشبیہ بیان کرسکتا ہے نہ کماحقہ تعریف کرسکتا ہے بلکہ یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے اپنے نور کو مثال و تشبیہ سے بیان فرمایا ہے تاکہ کامل انسان حقیقت تک پہنچ سکے کیونکہ مثال حقیقت کا زینہ ہوتی ہے اس نے خود اپنے نورِ بے مثال کی مثال دی ہے یہ اس کی شایانِ شان ہے جیسے ایک طاق یعنی محراب، محراب میں قندیل، قندیل میں چراغ تارے کی مانند روشن ہے، چراغ کو مبارک زیتون کے تیل سے روشن کیا ہے وہ تیل نہ مشرق میں نہ مغرب میں ملتا ہے۔ یہاں مشرق سے مراد ذات انسانی کے طلوع ہونے کی جگہ یعنی شکمِ مادر ہے مغرب سے مراد ذات انسانی کے غروب کی جگہ یعنی قبر ہے۔ وہ تیل اس قدر صاف ہے کہ اس سے روشنی شرماتی ہے۔

بتی دینے سے پہلے ہی اس قدر روشن ہے کہ وہ نور علی نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے یعنی دوست رکھتا ہے اسے نور کا ایک موتی بنا دیتا ہے اور مثالیں بیان فرماتا ہے تا کہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ کون جاننے والا ہے؟ وہی جو اپنے نور کی مثال آپ دیتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ نور اور مثالی نور کی حقیقت ایک ہے اس کی مثال حقیقت ہے اور حقیقت اس کی مثال ہے دونوں میں فرق کرنا شرک ہے اور اللہ ہر شرک سے پاک ہے معلوم ہوا کہ جس نے مثالی نور کو دیکھا اس نے حقیقی نور کو دیکھا۔

سوال ۳۳: ’’وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا‘‘ (ھود۱۱:۶) اس آیتِ کریمہ میں رزق سے مراد کونسا رزق ہے؟

جواب: کوئی ذی روح زمین پر ایسا نہیں ہے کہ جس کے رزق کا ضامن اللہ نہ ہو۔ رزق دو طرح کا ہے ایک رزق نور دوسرا رزق عناصر یہاں ہر چیز نور اور عناصر کا مجموعہ ہے، نور کا نوری رزق اور عناصر کا عنصری رزق کا ضامن وہی ہے۔ عناصر کے رزق سے پہلے ہر چیز کی جان کو وہ نور کا رزق عطاء کرتا ہے جس میں عناصر کی حرکت بھی شامل ہے مگر رزق نور بلا واسطہ اور رزقِ عناصر با واسطہ وہی عطاء کرتا ہے۔ اگر وہ ہر جان کو رزق نور کی شکل میں رحمت کا نزول روک لے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے اور عناصر کا رزق محدود ہو جاتا ہے۔

سوال ۳۴: ’’ افرأيت من تخذالله هواهٗ ‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اے محمد ﷺ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو اپنی خواہش کو معبود بنائے ہوئے ہے یعنی اللہ اپنے محبوب ﷺ سے فرما رہا ہے کہ وہ شخص ھویٰ اور حوس یعنی نفس کا غلام ہے۔ ھویٰ اور حوس یعنی نفس کی خواہش پر عبادت کرتا ہے یا کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے تو دراصل وہ مشرک ہے۔ لہٰذا اللہ بے ریا عبادت کو پسند کرتا ہے، عمل خالص کو پسند کرتا ہے کسی بھی عبادت میں اگر مفاد شامل ہو تو وہ عبادت بے ریا نہیں ہوسکتی، کسی بھی عمل میں اپنی غرض شامل ہو تو وہ عمل صالحہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا لازم ہوا کہ عبادت، جنت کی آرزو اور ثواب سے بھی خالص ہونی چاہیے ورنہ انعام کا عطاء کرنا تو محض فضل خداوندی ہے۔

سوال ۳۵: ’’تفکر ساعة خير من عبادت الثقلين‘‘ اس حدیثِ پاک کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: دونوں عالم سے مراد نوری اور ناری عالم ہیں یہ عالم مخلوق ہیں غیر مخلوق نہیں۔ معلوم ہوا کہ فکرِ ساعات سے مراد ساعت قربِ خدا ہے اور خدا کا قرب اس کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور دونوں عالم کی ہر عبادت صفات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس حدیث پاک سے ذاتی اور صفاتی مرتبہ بھی ظاہر ہے فکر سے مراد فنا ہے یعنی ایک ساعت کم و بیش پینتالیس (45) منٹ تک خدا کے قرب میں رہنا یا فنا فی اللہ یا بقا باللہ ہونا دونوں عالم کی عبادت سے افضل ہے اور ہر عبادت کا حاصل بھی قربِ خدا ہے۔

سوال ۳۶: حدیث خير الناس من ينفع الناس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ''بہتر انسان وہی ہے جو انسانوں کو نفع پہنچائے''، نفع دو قسم کا ہوتا ہے ایک ظاہری ایک باطنی۔ ظاہری نفع پہنچانا سیرت مصطفوی ﷺ پر عمل کرنا ہے اور یہ بہترین مسلمان ثابت ہونے کی دلیل ہے، باطنی نفع پہنچانا یعنی لازوال نفع قربِ خداوندی ہے جو ہر عبادت کا منشاء ہے اس کا پورا کرنا یعنی بندگانِ خدا کی بے لوث رہبری خدا کی طرف کرنا چاہئے اور یہ مرشدان عظام کا مذہب ہے جو اپنے فرض میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، یہ عظیم نفع ہے یعنی نفع سے مراد قربِ خدا کی طرف بندوں کی رہبری کرنا ہے۔

سوال ۳۷: حدیث ''**طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة**'' کا معنی کیا ہے؟

جواب :علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے مگر کونسا علم حاصل کرنا فرض ہے؟ علمِ الٰہی کا حاصل کرنا فرض ہے۔ علمِ الٰہی کیا ہے؟ عرفانِ الٰہی ہے اور عرفان الٰہی سے مراد قربِ الٰہی ہے ورنہ اس کے عرفان کے بغیر قرب ناممکن ہے۔ علمِ الٰہی کا ہر مرتبہ اس کے عرفان پر دلیل ہے اور بہترین درجہ، درجۂ قرب ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان مرد اور عورت پر علمِ قربِ الٰہی کا حاصل کرنا فرض ہے اس کے سواء کوئی علم بھی فرض کے دائرہ میں شامل نہیں ہوسکتا ورنہ ہر ضروری علم کے لئے اس حدیث پاک کو ہم دلیل کے طور پر پیش کر سکتے ہیں بس یہ وقت کا تقاضہ پورا کرنے کی بات ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہے۔

سوال ۳۸: ''**افضل الذکر لا الہ الا اللہ**'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : ''لا الہ الا اللہ'' کلمۂ توحید ہے۔ افضل الذکر ذکرِ توحید ہے۔ توحید ذکر کے سوا کسی چیز میں بیان نہیں ہوسکتی اس ذکر سے توحیدِ مطلق ظاہر ہوتی ہے اس ذکر سے مقامِ قلب حاصل ہوتا ہے جب ذاکر اس کا ذکر حسبِ ارشادِ مرشد کرتا ہے تو تمام مراتب روشن ہوجاتے ہیں اس کلمہ کی اصل ''اسمِ ذات ھوٗ'' ہے قلب اس اسمِ پاک کا مظہر ہے۔ لہٰذا یہ ذکر قلب سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ صرف زبان سے۔

سوال ۳۹: حدیث ''**ینام عینی و لا ینام قلبی**'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : ''میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا'' دل کی غفلت کو موت کہتے ہیں اور دل کی بیداری کو زندگی کہتے ہیں۔ یہ دل نہیں نور ہے اور اس نور کی زندگی کو ہی دراصل عبادت کہتے ہیں ورنہ بے دلی کی عبادت محض ایک حرکت ہے۔ دل کی زندگی کیا ہے؟ آب حیات ہے یعنی جسم پانی سے زندہ رہتا ہے اور دل آب حیات سے زندہ رہتے ہیں جب قلب ''فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ'' (البقرہ ۲:۱۵۲) کے مقام پر آ کر اللہ اللہ کہتا ہے تو اللہ بھی لبیک یا عبدی کہتا ہے معلوم ہوا کہ عبد سے مراد قلب ہی ہے۔

سوال ۴۰: ''**یحی القلب و تموت النفس**'' سے کیا مراد ہے؟

جواب :قلب زندہ اور نفس مردہ ہوجاتا ہے جب صاحبِ قلب وحدانیت کے انوار میں غرق ہوکر فنا فی اللہ بقا باللہ ہوجاتا ہے تو مجلس محمدی ﷺ کا حاضر باش ہوجاتا ہے۔ یہ بزمِ قلبی ہی زندگی کا ثبوت و معیار ہے۔

سوال ۴۱ : حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے جو چار پرندے ذبح کئے اس میں حکمت کیا ہے؟

جواب : چار عناصر آگ ، ہوا، پانی اور مٹی کی تاثیرات سے چار پرندے پیدا ہوتے ہیں ۔ مرغ شہوت ، بطخ ہوا اور حرص ، طاؤس زیب وزینت اور ذاغ حرص ولالچ ۔ انہیں چاروں کو ''اسم اللہ ذات'' کی خنجر سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ذبح کیا تو آپ کے وجود میں اربعہ عناصر کا کوئی وجود باقی نہ رہا، آپ سراسر نور بن گئے ،قلب وقالب ایک ہوگئے ۔ جاننا چاہیئے کہ آپ اللہ کے معتبر خلیفہ ہیں اور اللہ نے آپکو ابتدائی سلوک کی تعلیم خود فرمائی ہے ۔ اس سنّت کے مطابق ہر پیر پر واجب ہے کہ وہ مرید کے جسم سے یہ چار پرندوں کو ذبح کرکہ قلب وقالب ایک کردے۔

سوال ۴۲ : مجذوب کسے کہتے ہیں؟

جواب : ایک مجذوب وہ ہوتا ہے جو جبروت یعنی قدرتِ الٰہی میں حیران ہوکر عقل کھو بیٹھتا ہے یہ بالکل ادنیٰ ہمت کا مقام ہے ۔ ایک مجذوب وہ ہوتا ہے جو وحدتِ الٰہی میں غرق ہوتا ہے اور اس سے آگے کے سفر کا شعور نہیں رکھتا مگر یہ بہتر درجہ ہے۔

سوال ۴۳ : مقام محبوبیت کیا ہے؟

جواب : فقر تمام کا مرتبہ ہے ۔ درجۂ حق الیقین ہے، ایک گوہر بے بہاء کی صورت ہے جو غریق وحدت کو عطاء ہوتی ہے۔

سوال ۴۴ : نورُ الیقین کسے کہتے ہیں؟

جواب : توحید مطلق کو کہتے ہیں یہاں الفاظ نہیں انوار ہیں ۔ مقام وصال حق یہی ہے، یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق حضور غوث پاک فرماتے ہیں ''من ارادالعبادت بعدحصول فقد شرک'' (وصال حق کے بعد عبادت کا ارادہ بھی شرک ہے)۔

سوال ۴۵ : ہجر ووصال کیا ہے؟

جواب : نفس وقلب ہے ۔ حقیقت میں دونوں جدا ہیں مگر انسان میں موجود ہیں اور وہ تو دل میں ہے اور ہجر ووصال کے معنی سے بے نیاز ہے بس یہ علمی مثالیں ہیں جو فاصلے ناپتے ہیں۔

سوال ۴۶ : نفی اثبات کیا ہے؟

جواب : کلمۂ ''لا الہ الا اللہ'' سے بزرگوں نے طریقۂ نفی واثبات اختیار کیا ہے تو قانون کے مطابق نفی کی نفی اثبات کا فائدہ دیتی ہے یعنی نتیجہ اثبات ہی نکلتا ہے ''الا اللہ'' اگر اثبات ہے تو اثبات کا ثابت کرنا بھی اثبات ہے ۔ دونوں کے دونوں اثبات ہی ثابت ہوئے نفی کہاں حاصل ہوئی ؟ کیا نفی کِیا؟ کس کی نفی کِیا؟ کلمۂ ''لا الہ الا اللہ'' میں نفی واثبات کے دو مقامات کس طرح ثابت کروگے؟ جبکہ یہ ناممکن ہے اس کلمۂ پاک سے نفی واثبات کا مجموعہ کس طرح حاصل کروگے؟ جب کے یہ کلمہ ہر طرح سے صرف ثابت ہے اس میں نفی کی گنجائش ہی نہیں ۔ انسان ہست نما نیست ہے یعنی یہ اثبات سے نہیں بلکہ نفی سے تعلق رکھتا ہے

اب اس کو نیست نما ہست کا مرتبہ حاصل کرنا ہو تو اسکی نفی کو ایک اور نفی کی ضرورت ہے جسکی نفی کے بعد اسکو اثبات کا مقام حاصل ہو سکے ورنہ کلمہ کے ''لا الہ'' کے بغیر یہ اپنی نفی کو ثابت کر سکتا ہے نہ اثبات کو۔ میرے بھائی! بزرگوں کے اقوال کو کچھ کا کچھ سمجھ کر معنیٰ حاصل کرنا اور ہے، شیخی بگارنا اور ہے، حصول مقام اور ہے ورنہ وہ ذات بے نیاز نہ نفی سے نفی ہوتی ہے نہ اثبات سے ثابت۔ اے طالب اللہ! واقعی تجھے اس نفی واثبات کے چکر میں پڑنا ہے تو نفس کی نفی کر کیونکہ یہ فانی ہے قلب کا اثبات کر کیونکہ یہ باقی ہے یعنی نفس کو چھوڑ دے اور قلب میں چلا جا آسانی سے نفی واثبات ہو جائیں گے۔ تصوف نہ اجھڑوں کا نام ہے نہ کلمۂ طیب کے ساتھ کھلواڑ کرنے کا نام ہے۔

سوال ۴۷: نور کی تعریف بیان کیجئے؟

جواب : نور حقیقت میں آیات نور سے روشن ہے یہ ایک ٹھنڈی آنچ ہے یہ چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن اور صاف ہے جس کے نور سے مشاہدۂ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۴۸: مقامِ طریقت کہاں سے کہاں تک ہے؟

جواب : نفس سے قلب، روح اور سِرّ کے سمندر تک طریقت ہے اس کے آگے معشوقیت یا محبوبیت ہے جسے حقیقت یا معرفت بھی کہتے ہیں۔

سوال ۴۹ : کیا حضرت آدم کو علمِ غیب تھا؟

جواب : قرآن شاہد ہے ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا'' (البقرہ ۲:۳۱) (ہم نے

آدم کو تمام اشیاء کے علوم سکھائے) اس سے مراد ہر چیز کا علم عطاء کیا۔ رہا سوال علم غیب کا یہ شئ ہے یا لاشئ ہے؟ یہ بھی ایک شئ ہے تو بیشک اللہ نے حضرت آدم کو علمِ غیب بھی سکھایا جہاں جہاں اللہ نے فرمایا ہے فلاں فلاں چیز کو میرے سواء کوئی نہیں جانتا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ خطاب عوام سے ہے یا خواص سے اگر دونوں سے ہے تو خواص کا ایک طبقہ ایسا ہے جن سے خدا خود نہ چھپا تو علم کیسے چھپا رہ سکتا ہے؟ اگر اللہ ظاہر ہوا اور اس کا علم چھپا رہا تو اللہ کا دیدار و مشاہدہ ممکن ہوا اور اس کے علم کا دیدار ممکن نہ ہو تو اس کا علم اس کی ہستی سے افضل و برتر ماننا لازم آئے گا ایسا تو ممکن نہیں اس لئے کہ اللہ افضل ہے بعدہ اس کا علم ہے۔

سوال ۵۰ : نفس ایک ہے یا اس سے زیادہ ہیں؟

جواب : نفس تو ایک ہی ہے مقام بدلتا ہے تو نام بدل جاتا ہے جب تک نفس تاریک گھر میں مقید ہے اسے نفس امارہ کہتے ہیں اور یہ عورت اور دُنیا کا حریص ہوتا ہے جب سالک اس کے تزکیہ کے لئے مجاہدہ کرتا ہے تو تاریکی سے رہا ہو کر نفس ایمان سے ہمکنار ہوتا ہے تو نفسِ لوامہ کی شکل اختیار کرتا ہے اور مزید آگے ترقی کرتا ہے اور جب یہ قلب کی طرف سفر کرتا ہے تو یہ نفسِ ملہمہ کہلاتا ہے آخر کار نفس اپنی جدوجہد کے ساتھ مقامِ قلب میں داخل ہو جاتا ہے تو نفسِ مطمئنہ کہلاتا ہے یعنی نفس و قلب ایک ہو جاتے ہیں اور ایسی ہی صورت انبیاء اور اولیاء کے

نفوس کی ہوتی ہے۔

سوال ۵۱ : ’’انا انت انت انا‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب : وہ ذاتِ مطلق جو عالم لاہوت پر سایہ فگن ہے جس کے انوار سے کنت کنزاً مخفیاً کا خزانۂ عشق ظاہر ہے، عالمِ ھویت میں توحید مطلق ہے ’’سبحانی مااعظم شانی‘‘ اسی کا کلام ہے، صمدیت اسی کی شان ہے اس راز کی مکمل تعریف سورۂ اخلاص میں پوشیدہ ہے ’’اذاتمّ الفقر فھو اللہ‘‘ (جب فقر تمام ہوجاتا ہے تو وہی اللہ ہے) اسی مقام کی شان ہے: ’’الفقر لایحتاج الیٰ ربہ لاالہ غیرہ‘‘ کی عزت ہے، انوار کا ایک سمندر ہے، آسمان سے زیادہ خوبصورت ایک مقام ہے جہاں سے صوت سرمدی کا الہام وارد ہوتا ہے ہر لمحہ تجلیات وارد ہوتے ہیں، ہزاروں تجلیات ہر لمحہ جھیل کر بھی عشاق اسی مقام میں ’’ھل من مزید‘‘ کا نعرہ لگاتے ہیں۔

سوال ۵۲ : وحدت عین العین کیا ہے؟

جواب : نورِ مطلق ہے جو مجھ پر نورانی چادر کی طرح سایا فگن ہے جو اس مقام کا فقیر ہے اس کی بات منہ الیہ اور وحی کے مطابق ہوتی ہے۔ المختصر یہ ایک گوہر مقصود ہے۔

سوال ۵۳ : دعوت ظاہری و باطنی میں کیا فرق ہے؟

جواب : دعوت ظاہری یہ ہے کہ شریعت مطہرہ پر مکمل عمل کر کے داعی بنے اور دعویٰ پر عمل کرے پھر دوسروں کو عمل کی دعوت دے تاکہ یہ دنیا ہی جنت

کا نمونہ بن جائے، دعوت باطنی یہ ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں کو تلقین کی جائے تاکہ وہ سلوک الی اللہ میں کامیاب ہوجائیں۔ تلقین کون شخص کرسکتا ہے؟ ایک عام تلقین ہے جو عام مرشد کرتا ہے یعنی وہ بھی شریعت پر ہی عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور ایک خاص تلقین ہے جس کو کامل فقیرِ ھویت تمام مقامات کا حاضر باش ہو کر اللہ اور رسول پاک ﷺ کے حکم کے مطابق تلقین کرتا ہے اس کو دعوتِ حق اور دعوتِ اسلام کہتے ہیں۔

سوال ۵۴ : استغراق اور مقام استغراق کیا ہے؟

جواب : مقام استغراق دراصل ایک سمندر ہے جس کی سطح کی لہریں انتہائی چمکدار اور تابناک ہوتی ہیں اسی لئے اس پردے میں جو غرق ہوگیا اس کو معشوق کہتے ہیں دراصل یہ انتہائی بلند مقام ہوتا ہے جو ہر کس و ناکس کو ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔ عرف عام میں جو کسی بھی سالک کے حال کو استغراق سے تعبیر کرتے ہیں دراصل وہ مجذوب، حیرت زدہ، بہت چھوٹے اور ابتدائی مقام میں ہوتا ہے۔

سوال ۵۵ : ’’الملکوت والجبروت شیطانان‘‘ کا کیا معنی ہے؟

جواب : یہ قول حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔ بیشک اللہ تعالی نے ہر چیز کا ظاہر و باطن پیدا فرمایا ہے جس پر حدیث پاک بھی دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ

(۱) ملکوت ظاہر ہے جسے ملکوت اسفل بھی کہتے ہیں اس کا مقام دماغ ہے اور یہ عالمِ عقولِ ظاہر ہے، ملکوتِ باطن قلب لامکانی ہے جو عالمِ عقولِ باطنی ہے، جبروتِ ظاہر صلب اور چھوٹا دماغ سے تعلق رکھتا ہے

اس کو عالمِ بالقویٰ ظاہر کہتے ہیں یہاں تک یا اس کے قریب قریب تک خون کی رسائی ہے اور جہاں تک خون کی رسائی ہے وہاں تک شیطان کی رسائی ہے۔ معلوم ہوا کہ ملکوت ظاہر و جبروت ظاہر تک شیطان کی رسائی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ صراط مستقیم کی ابتداء ملکوت ظاہر سے شروع ہو کر جبروت باطن پر ختم ہوتی ہے۔ جبروتِ باطن ایک بحر بے کنار ہے جس کے تخت پر گوہر جمال جلوہ فرما ہے اور اس کا باطن لامکان ہے۔

سوال ۵۶ : مقاماتِ استدراج و کرامات کیا ہے؟

جواب : ملکوتِ ظاہر و جبروتِ ظاہر کے مقامات استدراج ہیں اور ملکوتِ باطن اور جبروتِ باطن کے مقامات کرامات ہیں۔

سوال ۵۷ : اسلام کی ابتداء اور انتہاء کیا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''انا من نور الله و کل خلائق من نوری'' (میں اللہ کا نور ہوں اور ہر چیز کی تخلیق میرے نور سے ہے)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾'' (المآئدہ ۵:۱۵)، ترجمہ (تحقیق کہ اللہ کی جانب سے تمہارے پاس ایک نور اور ایک روشن کتاب آئی) مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہوا کہ تخلیق دو عالم کی بنیاد آپ ﷺ کا نور ہے۔ اسلام کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کا نور ہے جو حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک نسل در نسل منتقل ہوتا رہا جب نبی کریم ﷺ بنفس نفیس اس جہاں میں جلوہ فرما ہوئے تو آپ کی سیرتِ طیبہ سیرتِ اسلام کی گواہ بن گئی۔ اللہ کے

نزدیک دین اسلام ہی حق ہے کیونکہ دین اسلام سیرتِ محبوب ﷺ ہے آخر کیوں نہ ہو وہ محبّ ہے اور یہ محبوب، محبّ آخر محبوب ہی کی سیرت کو محبوب رکھے گا۔ لہٰذا فرماتا ہے کہ ''اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ'' (الزمر ۳۹:۲۲) (اللہ جسے دوست رکھتا ہے اس کا سینہ شق کر کے اس میں اسلام کو داخل کرتا ہے اور اس میں ایک نور نمودار کرتا ہے) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کل شئی یرجع الیٰ اصلہ'' یعنی (ہر چیز اپنی اصل کی جانب رجوع کرتی ہے) معلوم ہوا کہ اسلام کی ابتداء اور انتہاء سیرت محمدی ﷺ کا نور ہے اور انتہاء اپنے پیروکار کی فنا فی اللہ بقا باللہ کا مقام عطاء کروانا ہے۔

سوال ۵۸ : ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ'' سے مراد ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ''اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ'' کیا ہے؟ تیری ہی عبادت کرتے ہیں سے مراد ہم ہر طرح کے شرک و ریا سے پاک ہیں یعنی تیری توحید میں ہم محصور ہو چکے ہیں۔ ''اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ'' بھی جملۂ حصر ہے۔ لہٰذا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم توحید میں محصور ہو چکے ہیں اور ہر طرح کے شرک و ریا سے پاک ہو چکے ہیں۔ مزید تو ہی مدد فرما کہ ہم ہر طرح کی آلودگی سے محفوظ رہیں جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے حضرت جبرئیل نے پوچھا تھا کوئی حاجت ہو تو بتائیے؟ آپ نے فرمایا حاجت تو ہے مگر تم سے نہیں یعنی

صرف اللہ سے ہے۔ کیا مطلب؟ یہ امتحانِ توحید تھا، امتحان توحید میں غیر سے مدد چاہنا شرک ہے ورنہ دُنیاوی معاملات میں ہم ایک دوسرے کے محتاج ہیں مدد مانگتے ہیں، مدد کرتے ہیں کیا یہ تمام کے تمام اُمور شرک ٹھہرائے جائیں؟ معلوم ہوا کہ دونوں جملے۔ ''اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ○'' اور یہ دونوں جملے حصر کے لئے ہیں جو خالص معملاتِ توحید ہیں۔

سوال ۵۹: ''مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ط'' (البقرہ ۲:۲۵۵) یعنی (کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے) سے کیا مراد ہے؟

جواب : یہ حکم خاص اور مقامِ خاص ''لی مع اللہ وقت'' کی نسبت سے صادر ہوا ہے۔ حدیث شریف ''لی مع اللہ وقت'' اس بات پر شاہد ہے کہ جب اللہ کا خاص مقرب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہاں نہ کوئی نبی مرسل اور نہ کوئی فرشتوں کا دخل ہوتا ہے۔ ایسے مقرب کے لئے کسی بھی طرح کی شفاعت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں قبول کی جائے گی کیونکہ یہ وقت یہ حکم یہ مقام خاص ہے۔ حدیث شریف دلیل ہے ''لی مع اللہ وقت لایسعنی فیه ملک مقرب و لانبی مرسل'' معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے وقت واسطہ اور سفارش غیر موزوں اور رکاوٹ ہے۔ دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ ''اذن اللہ'' نبی کریم ﷺ کا لقب ہے اور ''امر اللہ'' غوثِ پاک کا لقب ہے۔ بس اب معنیٰ حاصل کرنے کی خود کوشش کرلیں۔

سوال ۶۰ : ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّھَا'' (البقرہ ۲:۳۱) کا کیا معنی ہے؟

جواب : اللہ نے حضرت آدم کو تمام علوم سکھائے، لیکن کس طرح سکھائے؟ مخفی وحی کے ذریعے سکھائے بغیر حروف و آواز کے حضرت آدم کے دل نے یہ تمام علوم سیکھے اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا تو آج بھی نہ حروف کی ضرورت تھی نہ آواز کی۔

سوال ۶۱ : انبیاء کرام اور اولیاء کرام نا قابلِ برداشت امتحانات میں کس طرح کامیاب ہوتے ہیں؟

جواب : اس وقت وہ مشاہدہ الٰہی میں ہوتے ہیں اور بوقتِ مشاہدۂ الٰہی ان کو یہ تکلیف کا احساس نہیں رہتا بلکہ ہر تکلیف میں ان کو لذت آتی ہے عوام کے لئے جو کرم اور مہربانی ہے خواص پر ظلم کی مانند ہے۔

سوال ۶۲ : روح کس طرح اور کہاں پوشیدہ ہے؟

جواب : کالے حروف کے ہجوم میں جس طرح معنی پوشیدہ ہے۔ معنیٰ کو عقلمند کالے حروف میں ہی تلاش کرلیتے ہیں۔

سوال ۶۳ : کیا مقربِ بارگاہِ الٰہی کا طواف جائز ہے؟

جواب : حضرت بایزید اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ کفر، دین سے بہتر مانا گیا ہے مگر شرعاً ممنوع ہے۔ لہٰذا احتیاط لازم ہے۔

سوال ۶۴ : وسیلہ کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : وسیلہ واسطہ ہے جس طرح معنی کے حصول کے لئے حروف و آواز واسطہ ہیں مگر اہل معنی کو واسطہ یا حروف و آواز کی مطلق ضرورت نہیں

ہوتی، اہل معانی سے مراد الہامِ حق سننے والے دل ہیں۔

سوال ٦٥ :انسان تو سب ہیں مگر ہر ایک کے مزاج میں تفاوت وفرق کیوں ہے؟

جواب :عوام معنیٰ سے بھٹکے ہوئے حروف کی مانند ہوتی ہے کوئی ٹیڑھا میڑھا ہے اور کوئی سیدھا ہے اس لئے اللہ اہل معنیٰ کو ان کی ہداہت کے لئے بھیجتا ہے۔

سوال ٦٦ :نیک بخت اور بد بخت میں کیا فرق ہے؟

جواب :نیک بخت کام کے انجام کو کرنے سے پہلے دیکھتا ہے اور بد بخت انجام سے غافل ہوتا ہے۔

سوال ٦٧ :صورت اور جان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :صورت ہر برائی سے آزاد پاک نسل سے ڈھلتی ہے اور جان ذات کی روشنی سے منور ہوتی ہے۔

سوال ٦٨ :علمِ کل اور علمِ جزء کی پہچان کیا ہے؟

جواب :جان کر یا نہ جان کر جس نے کسی بھی طرح کا سوال کیا وہ خود اپنے نصف علمی پر شاہد ہوگیا کیونکہ سوال نصف العلم ہے جو ہر طرح کے سوال سے بری ہوگیا وہ خاص الخاص مقامِ علمِ کل پر آتا ہے بندے کے شاگرد کو نصف العلم کہا گیا ہے جو طالب علم ہی رہتا ہے اور اللہ کا شاگرد مقامِ استادی پر ہوتا ہے۔

سوال ٦٩ :سوال وجواب کا نتیجہ کیا ہے؟

جواب :سوال وجواب سے علم پیدا ہوتا ہے۔

سوال ٧٠ :علم سے کیا پیدا ہوتا ہے؟

جواب :علمِ حق سے ہدایت اور علمِ باطل سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔

سوال ٧١ :بغض ودوستی کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

جواب :تعارف سے۔

سوال ٧٢ :اللہ بناتا اور مٹاتا کیوں ہے؟

جواب :کسان فصل اگاتا ہے جب فصل تیار ہوجاتی ہے تو وہ فصل کو کاٹتا ہے دانوں کو الگ کر لیتا ہے اور بھوسے کو مٹا دیتا ہے کیونکہ بھوسہ اور دانہ ایک ساتھ چھوڑ دیا جائے تو بھوسے کے ساتھ دانہ بھی برباد ہوجائے گا اس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے سعید روحیں آتی ہیں جو عناصر کے بھوسے میں ہوتی ہیں اسلئے ان کو عناصر کے بھوسے سے الگ کر کے پسندیدہ روحوں کے دانوں کو خود چن لیتا ہے۔ ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا کسی میں پوتھ بھی ہوتی ہے لہٰذا پوتھ کو چھوڑ کر موتی چن لیتا ہے۔

سوال ٧٣ :حضرت آدمؑ وحواؑ کی تخلیق کس طرح ہوئی؟

جواب:اللہ نے حضرتِ آدمؑ کو بہترین صورت یعنی اپنی صورتِ نور پر تخلیق کیا اپنی ذات سے روح علوی کو پیدا فرمایا اپنی صفات سے روح سفلی کو پیدا فرما کر حضرتِ آدم کو عناصر کا لباس پہنا دیا جب تک حضرت آدمؑ جنت میں تنہا رہے دونوں ارواح کے ساتھ تھے جب حضرت حوا کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو روح سفلی کو جدا کر کے عناصر کے لباس کے ساتھ حوا کو وجود بخشا لہٰذا حضرت آدمؑ نبی اور حضرت حواؑ ولیہ قرار پائے

اس لئے **تخلقوا باخلاق اللہ !** (اللہ کے صفات کو پیدا کرو) کے مطابق ولیوں پر ریاضت محنت وکسب کو لازم کیا اور نبیوں کو اپنے لئے خاص چن لیا اور معصوم قرار دیا۔ جاننا چاہئے کہ جب روح سفلی کا میلانِ نفس اور عناصر کی طرف ہوتا ہے تو وہ دنیا دار ہوتی ہے یہ اور اگر کڑی محنت وکسب کر لیتی ہے تو استدراج حاصل ہوتا ہے آج کل کی ہر نئی ایجاد انسان کی محنت وکسب کے نتیجہ کا استدراج ہی تو ہے اگر روحِ سفلی کا میلان روح علوی کی طرف ہوتا ہے تو انسان کو نبوت کے نور سے معجزوں کا عکس یعنی کرامت حاصل ہوتی ہے۔

سوال ۷۴: روح سفلی کیا ہے؟

جواب : انسان کا دم ہے یہ دم جہاں پہنچتا ہے حس سے محسوس ہوتا ہے اسے روح حسیّ بھی کہتے ہیں جہاں یہ دم نہیں پہنچتا وہ حصہ مفلوج کی مانند ہوجاتا ہے۔

سوال ۷۵: روح علوی کیا ہے؟

جواب : ایک دریا ہے جس سے موتی پیدا ہوتے ہیں جب روح علوی موتی کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو اس کو روح اعظم کہتے ہیں۔

سوال ۷۶: آنکھ سے مراد کیا ہے؟

جواب : ظاہری آنکھ چشمہ کی مانند ہوتی ہے جو کالی پتلی سے نفس کو عطاء کی گئی ہے۔ جب نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو اسے قلب کی آنکھ کہتے ہیں، جب قلب کا تصفیہ ہوجاتا ہے تو اسے روح کی آنکھ کہتے ہیں، جب

روح تجلیہ اختیار کر لیتی ہے تو اسے سِرّ کی آنکھ کہتے ہیں، جب سِرّ کا تخلیہ ہوجاتا ہے تو اسے خفی کی آنکھ کہتے ہیں۔

سوال ۷۷: عناصر چار ہیں مگر اس کے دیگر اقسام کتنے ہیں؟

جواب : انسانی جسم میں آگ تیرا (۱۳) طرح کی ہوتی ہے، ہوا سات (۷) طرح کی ہوتی ہے، مٹی سات (۷) طرح کی ہوتی ہے اور پانی ہواؤں کا مرکب ہے۔

سوال ۷۸: حدیث شریف میں آیا ہے کہ "**خلقت العلماء من صدری، خلقت السادات من صلبی، خلقت الفقراء من نور اللہ تعالیٰ**" سے کیا مراد ہے؟

جواب : " علماء میرے سینے سے، سادات میرے صلب سے اور فقراء خاص اللہ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں"

اِس حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہے مگر اس کی تفصیل وشرح کیا ہے؟ کیا تمام علماء آپ ﷺ کے سینۂ اطہر سے پیدا کئے گئے؟ نہیں! صرف اُنہیں کو جو آپ کے علوم وکمالاتِ علوم کا مظہر تھے اس لئے دیگر حدیث پاک میں آیا ہے کہ عالم کے سینے میں مہر نبوت ہوتی ہے مگر کس عالم کے سینے میں ہوتی ہے؟ اس عالم کے جو نورِ نبوت کے علوم کا مظہر بن چکا ہو نہ کہ اس عالم کے سینے میں جس کا علم خود اس کے عمل کے خلاف ہو یا اس کا عمل خود اس کے علم کے خلاف ہو یعنی جس کے قول و فعل، علم و عمل میں تضاد ہو وہ ہرگز عالم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس تضاد نے شیطان جیسے عالم کو ہلاک کر دیا تو عام عالم کی کیا اوقات ہے۔ بیشک! متبع شریعت، وفادار

غلام نبی ﷺ کے سینے میں مہر نبوت ہوتی ہے اور ایسے عالم کا خاص رشتہ اور ربط سیدھے سیدھے نبی کریم ﷺ کی ذات سے ہو جاتا ہے۔ رہا تخلیقِ سادات کا سوال! تخلیقِ سادات آپ ﷺ کے صلبِ اطہر سے ہوئی ہے آپ ﷺ کی صلبِ اطہر کیا ہے؟ آپ ﷺ کی صلب اطہر ملکوت، جبروت اور لاہوت کے خزانوں کا کمال ہے اور ان تینوں مقامات کے کمالات کا گنجینہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے ازل سے پاک پشتوں میں یعنی پاک صلبوں میں منتقل کیا گیا ہے'' بیشک آقا ﷺ ہر جہت سے پاک طیب وطاہر ہیں اہل سیادت وہ ہوتے ہیں جن کو نبی کریم ﷺ کی صلب سے فطری طور پر خدا کے پوشیدہ علوم وہدایت کی کنجیاں میسر آتی ہیں خدانخواستہ اگر سادات زمانے کی گردشوں سے آلودہ ہو جائے تو اللہ ان پر رحیم وکریم ہوتا ہے اور ہر طرح کی آلائش سے پاک کر دیتا ہے۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اسی خوش عقیدہ کی بنیاد پر امت کے متقی علماء کرام نے ساداتِ عظام کو مغفور لکھا ہے اور سمجھا۔ بیشک یہ یقین ہمارے صحیح عقیدہ کی جان ہے مگر کسی سائل نے ہم سے سوال کیا کہ اگر تمام سادات مغفور ہیں تو سنت جماعت کے علاوہ دیگر اور جماعتوں اور اہلِ تشیع سادات کے متعلق ہمارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ وہ بھی سادات اور نامور سادات ہیں یعنی کئی سید علماء تبلیغی جماعت کے فعال کارکن ہیں ان کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہئے یا وہ شیعہ حضرات جو سید ہیں یا جن کا سلسلۂ نسب نبی کریم ﷺ سے جاملتا ہے ان کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟ مغفور یا غیر مغفور؟ اگر ہم مغفور مان لیتے ہیں تو سنت و جماعت کے خلاف فرقہ والے سادات بھی ہر طرح طیب و طاہر ثابت ہو جاتے ہیں؟ اگر ہم سنت و

جماعت کے مخالف فرقہ کے سادات کو غیر مغفور مان لیتے ہیں تو پھر عقیدہ کی خوش فہمی کا کیا ہوگا؟ حسب ونسب کے احترام پر جو سوالیہ نشان لگیں گے ان کے جوابات ہم کس طرح لائیں گے؟ یا صرف تاویل کریں گے؟ اس لئے سادات کرام کو چاہئے کہ وہ بہترین اخلاق وسیرت مصطفٰے ﷺ کی چلتی پھرتی تصویریں بن جائیں۔ سادات کرام کا تعلق نبی کریم ﷺ کی نبوت اور صلب سے ہے اس لئے ان کو نورِ نبوت کے مخزنِ علم وحکمت کے کمالات کیساتھ آپ کی صلب پاک میں پوشیدہ اسرار کا عارف ہونا چاہئے تاکہ مخلوق میں یہ خود کو بہترین امت کے ساتھ ایک بہترین رہبر ثابت کرسکیں۔ ورنہ صرف حسب ونسب کے غرور کو پیش کریں تو ممکن ہے آج کے کچھ لوگ اس کو ناموزوں حرکت قرار دے کر نظر انداز نہ کر دیں اور اس طرح سادات کا وقار مجروح ہو جائے۔

لہٰذا سادات عظام کو چاہئے کہ تاریخ کے وہ ابواب جس میں خصوصاً سادات کو عملِ صالحہ کی ترغیب دلائی گئی ہے ان کو فراموش نہ کریں۔

اے عزیزو! ہم قول سے ثابت تو کرتے ہیں کے ہم مسلمان ہیں اگر ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو ہمیں اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے وفادار غلام اور سچے مسلمان ہیں، ہم قول سے ثابت کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اگر ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اب عمل سے ثابت کرنا ہوگا کہ ہم مومن ہیں اور ہم قول سے اپنے حسب ونسب پر غرور کرتے ہیں اگر ہم اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو اپنے اخلاق وکردار سے علم وعمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم نبیٔ کریم ﷺ کی وہ آل ہیں جو آپ ﷺ کی امّت کے لئے کشتی نوح کے مانند

ہیں، رشد و ہدایت کے مینار ہیں۔ جب یہی نسبتِ آلِ نبی ﷺ کا معاملہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سامنے آیا تو آپ نے صبح قیامت تک کیلئے ایک انمول وصیت کر ڈالی، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اس وصیت پر عمل کریں۔ کہ ایک مرتبہ شہزادۂ رسول ﷺ حضرت امام جعفر صادق کعبہ کی دیوار سے پُشت لگا کر اس قدر رو رہے تھے کہ ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی کسی نے پوچھا اے فرزندِ رسول ﷺ اس قدر کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے فرمایا اسی لئے رو رہا ہوں کہ میں فرزندِ رسول ﷺ ہوں اگر میرا یہ چہرہ اپنے رسول پاک ﷺ کو دکھانے کے قابل رہا تو زہے نصیب اگر میرا چہرہ رسول پاک ﷺ کو کل قیامت میں دکھانے کے قابل نہ رہا تو میرا کیا انجام ہوگا؟ بیشک یہ آپ کے ایمان و عشق کا مرتبہ تھا۔ کیا حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا باپ کا دشمن نہ ہوا؟ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ نے نااہل قرار دے کر حضرت نوح علیہ السلام کی صلب کی نفی نہیں کی؟ ہمیں چاہیے کہ ان واقعات سے عبرت حاصل کرے اور بے جا غرور و تکبر نہ کریں۔ حسب نسب کے نام پر مردار دنیا نہ کمائے، تقویٰ و طہارت کی زندگی بسر کریں، اللہ متّقیوں کو بہت پسند فرماتا ہے جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے'' اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اتقکم '' (بیشک اللہ کے نزدیک تم میں وہی بزرگی والا ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہے)۔ لہٰذا بلند و بانگ دعوے چھوڑ دو اگر دعوؤں میں سچّے ہو تو عمل سے ثابت بھی کرو کہ تم وہی ہو جو تم کہہ رہے ہو اور اخلاق و کردار سے عملِ صالح سے ثابت کرو کہ تم عین وہی ہو جس پر تم غرور کر رہے ہو ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ حسب و نسب کا غرور چھوڑ دو، حسب و نسب کی آڑ میں، آدم علیہ السلام کی

اولادوں کو ذلیل و رسواء کرنا چھوڑ دو۔ بیشک ہاں! وہ سادات عظام جو نبی کریم ﷺ کے صلب کے اسرار و انوار سے مزین ہو کر امت محمدی ﷺ کی ہدایت کیلئے اپنی زندگیاں صرف کرتے ہیں وہ بیشک قرآن کا بدل ہیں ان کی اطاعت نبی ﷺ کی اطاعت ہے اور ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ورنہ جو دنیادار دنیا پرست سادات ہیں ان کے تعلق سے امتِ رسول اللہ ﷺ کو چاہئے کہ ان کی خوش دلی کے ساتھ مکمل عقیدت کیساتھ احترام ضرور کریں اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں یا اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ آج کے دور میں حسب نسب پر منحصر فخر کرنا یہ بیماری عام ہوگئی ہے ہر کوئی اپنے آپ کو نسب کے اعتبار سے بڑا ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں'' شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں ہے اللہ نے فرمایا'' تم میں سب سے زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ والا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ)

میں اپنے آپ کو سیدؔ تو نہیں لکھ سکتا

اذان دینے سے کوئی بلال رضی اللہ عنہ ہوتا ہے (منور رانا)

رہا تیسرا سوال کہ فقراء اللہ کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں'' اول ما خلق اللہ نوری و کل خلائق من نوری '' نیز ارشاد فرمایا'' انا من نور اللہ و کل خلائق من نوری '' (میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے پیدا کئے گئے ہیں)۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا نور نبی کریم ﷺ کی ذات میں پوشیدہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقیر اسے کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے نورِ ذات کا مظہر بن چکا ہو۔ مندرجہ بالا

حدیث پاک میں علماء سادات اور فقراء کا ذکر آیا ہے اسکی حیثیت ونسبت ہر طرح سے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے لہذا جاننا چاہئے کہ علم، سیادت اور فقر کا تعلق نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ذات سے ہے ان میں کسی چیز کا بھی انکار توہین ہے، کفر ہے۔ یہ بھی جان لو کہ اس حدیث پاک میں علماء کا ذکر پہلے سادات کا ذکر درمیان میں اور فقراء کا ذکر آخر میں آیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سید کا ظاہر عالم اور سید کا باطن فقیر ہونا چاہئے۔

سوال ۷۹ : کچھ نام نہاد خود ساختہ بازاری کتب کے عامل بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس کئی کئی مؤکل ہیں؟ کیا یہ ممکن ہے؟

جواب : ہرگز نہیں! مؤکل اللہ کی پاک مخلوق اور فرشتوں کی مانند ہوتے ہیں مؤکل صرف اولیاء اللہ کی خدمت میں آتے ہیں اور خود کو ان کے خادم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں تو اللہ کا ولی اسکی خدمت لینے سے انکار کر دیتا ہے۔ مؤکل اس ولی کو حاصل ہوتے ہیں جو اللہ کی پاک صفت وکیل کا مظہر ہو چکا ہو کیونکہ اس کائنات میں اللہ کے اولیاء، اللہ کے وکیل ہوتے ہیں مؤکل وکیل کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ مجرموں کے لئے۔

آج کل یہ دین فروش عامل جو اخبارات میں اشتہارات دیتے ہیں اور حافظ، قاری، عامل وغیرہ کے طور پر خود کو پیش کرتے ہیں اور چٹکیوں میں کسی بھی معاملہ کو حل کرنے کا چیلنج کرتے ہیں یہ دعویٰ جھوٹا بمانندِ اندر جال ہے جو لوگوں کو پھنسانے کے لئے پھینکتے ہیں اور بھولے بھالے لوگ ان کا شکار ہوتے ہیں اگر ہم انہیں جادوگر کہیں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ اس ترقی یافتہ دور میں کس کے پاس

اتنی فرصت ہے کہ ہاروت و ماروت سے جادو سیکھں یہ تو صرف ایک دھوکا اور خالص دھوکہ ہے۔ فلاں کہتا ہے کہ فلاں سے ہم نے تعویذ لیا تھا وہ کام ہو گیا اس کمبخت کو کیا معلوم کہ وہ کام تو بغیر تعویذ کے بھی ہونا تھا مگر تعویذ لینے کے بعد ہو گیا اس حسین اتفاق کو وہ تعویذ کا کمال سمجھ بیٹھا۔ ارے نادان! ان لوگوں سے بھی ذرا پوچھ جو تجھ سے پہلے تعویذ لے چکے ہیں کیا انکا بھی کام تعویذ لیتے ہی ہو گیا؟ وہ کہیں گے بہت پیسہ دیا بہت چکر لگائے کچھ بھی نہ ہوا۔ اس تعویذ جادو ٹونے کے چکر میں اکثر عورتیں پھنستی ہیں یہ ضعیف العقل عورتیں ایک تو مردوں کی عقل پر خود پردہ بن کر پڑی ہوئی ہیں دوسرا یہ کہ جادو ٹونے کا پردہ بھی ڈال دیتے ہیں اور عورت کا مرید اس کی بات کو قبول کر کے باباؤں کے در کے چکر لگاتا ہے کیونکہ یہ عورت کا مرید باباؤں کے چکر سے واقف نہیں ہوتا۔ رہا سوال ان کے عجیب و غریب کرامات دکھانے کا اے بھائی! یہ پیسے کیلئے دربدر بھٹکنے والے کرامات کیا خاک دکھائیں گے؟ کرامت کیا دکھانے کیلئے ہوتی ہے؟ یہ شعبدہ باز ہوتے ہیں یہ شعبدے دکھاتے ہیں جسکا جی چاہے صاحب دیال کی کتاب ''اندر جال'' دیکھ لو کہ اس نے کئی حیران کن شعبدے اور طریقے لکھے ہیں بے وقوف لوگ اسے کرامت سمجھ لیتے ہیں۔ جادوگر ''پی، سی سورکار'' نے کیسے کیسے جادو کے کھیل دکھائے دیکھنے والے کی عقل حیران رہ جاتی تھی وہ تو اسے جادو بھی نہیں کہتا تھا محض ہاتھ کی صفائی کہتا تھا ایسے ہاتھ کی صفائی کے کھیل، ٹی، وی پر بھی آتے رہتے ہیں ذرا سوچو اگر یہ جادوگر خود کو عامل کے طور پر پیش کرتے تو عوام ان کو کیا کیا نہ سمجھ بیٹھتی؟

سوال ۸۰ : تحت الثریٰ کیا ہے؟

جواب :عالمِ کبیر میں تاریک و پست حصہ تحت الثریٰ ہے اور بالائی حصہ جنت ہے ۔جسمِ عناصر تحت الثریٰ کے مانند ہے اور قلب جنت کے مانند ہے جب اللہ کے ولی کی ذات کا سورج نمودار ہوتا ہے تو اس کی نظر جسموں سے گذر کر قلوب تک پہنچ جاتی ہے۔

سوال ۸۱ :عام انسان اولیاء اللہ کو نہیں پہچانتے کیا یہ سچ ہے؟

جواب : بالکل سچ ہے۔اولیاء اللہ کو جانور تو پہچان لیتے ہیں اور انسان کہے جانے والے نہیں پہچانتے۔نبی کریم ﷺ کو شجر حجر چرند اور پرند ہر کوئی پہچانتا تھا مگر انسان کہے جانے والوں نے آپ کے ساتھ کیا کچھ نہ کیا؟ اس طرح عام انسان کی فطرت خود پرست ہوتی ہے یا وہ اسکی پرستش کرتا ہے جس کو وہ بہت چاہتا ہے یا وہ جماعت پرست ہوتا ہے۔اگر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ اللہ کا دوست ہے تو کہنے والے کا دوست اسے مان لیتا ہے اور اپنے دوستوں کو بھی منوالیتا ہے۔اس طرح جب جماعت تیار ہو جاتی ہے تو ہر جماعت پرست اس شخص کو ولی تصور کرتا ہے جسے پہلے کسی ایک شخص نے پیش کیا تھا بس اس معاملہ میں ولایت کا دخل نہیں ہوتا بلکہ عوام کی خوش عقیدگی کام کر جاتی ہے۔اگر وہ ولی اللہ ہو تو شکر ہے ورنہ اس خوش عقیدگی کے باعث غیر ولی بھی ولی بنا دیئے جاتے ہیں جب کہ وہ عام انسان ہی ہوتے ہیں۔

عام انسان کی نظر صرف جسم ہی کو دیکھتی ہے جان کو نہیں دیکھتی ،خاص انسان کی نظر جان کو دیکھتی ہے جسم کو نہیں۔یہ معمہ لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے کہ

ولی اللہ اگر جان ہے تو جسم کیا ہے؟ آج بھی کئی ایسی جماعتیں ہیں جو انبیاء کرام کو بھی خود اپنے جیسا سمجھتے ہیں ،ہم جیسا انسان سمجھتے ہیں ،مانا کہ انسان جسم و جان ہے یہ کیا جانے کہ نبیوں کی جان نبی ہی ہوتی ہے اور جان کے اثر سے جسم بھی نبی ہی ہوتا ہے مگر عام انسان کی نظر نبی کے جسم کو عام ہی سمجھ کر اپنے جیسا سمجھتی ہے یہ عام عقل ہے۔اسی طرح اولیاء کی جان ولی ہی ہوتی ہے ولایت کے اثر سے اسکا جسم بھی ولی ہی ہوتا ہے مگر عام نظر اسے اپنے جیسا عام جسم سمجھتی ہے۔اے نادان! اللہ کا کامل ولی اگر جان ہے تو وہ جسم کیا ہے؟ اگر وہ جسم ہے تو وہ جان کیا ہے؟ یہ سوال عام عقل سے ماوراء ہے۔

سوال ۸۲ :اہلِ دل کسے کہتے ہیں؟

جواب :اہلِ دل کا دل دریا ہوتا ہے اور دل میں رہنے والا دوست بھی دریا ہوتا ہے جب یہ دو دریا مل جاتے ہیں تو سخاوت کے دریا بہتے ہیں ،جھرنے پھوٹ پڑتے ہیں اور اس دریا کا پانی تانبہ کو سونا بنا دیتا ہے۔

سوال ۸۳: گدڑی پوشی میں کیا راز ہے؟

جواب :ایک تو یہ کہ گدڑی کا استعمال سنت مصطفےٰ ﷺ ہے گو کہ سنتوں کو شہرت دینے والے وضع و قطع ،حلیہ ،عمامہ ،ٹوپی ،مسواک اور کنگھی وغیرہ کو تو خوب شہرت دے رہے ہیں۔

جیسے یہ تمام اشیاء سنّت میں شمار کیئے جاتے ہیں ویسے ہی ہاتھ میں عصاءِ مبارک کا لینا بھی سنت ہے ،گدڑی اور کالی کمبل کا کندھے پر ڈالنا بھی سنت ہے؟ نہ جانے کیوں یہ لوگ عصاء ،کمبل اور گدڑی کے ساتھ نہیں ہوتے ؟ نہ جانے

کیوں ان سنتوں کا ذکر ہی نہیں کرتے؟ نہ عصاء لے کر چلتے ہیں اور نہ گدڑی اوڑھ کر چلتے ہیں اگر یہ بھی سنتیں نبھا لیتے تو کیا قباحت لازم آتی؟ نہ جانے کیوں راہِ سنت پر چلنے والے ان سنتوں کو ترک کیئے بیٹھے ہیں؟ اگر نبھا لیتے تو تمام انبیاء کی سنتیں ادا ہو جاتی؟ کیونکہ گدڑی اور عصاء قریب قریب ہر نبی کی سنت ہے شاید اللہ ہی نے ان لوگوں کے عقلوں پر پردہ ڈال رکھا ہے اور عصاء اور گدڑی کو فقراء کیلئے محفوظ رکھا ہے، فقراء گدڑی، کمبل اس لئے اوڑھتے ہیں کہ ان کی ذات میں فقر کا وہ ازلی خزانہ محفوظ رہے بدنظر لوگوں سے یہ امانت محفوظ رہے اس سیاہی میں وہ ازلی خزانہ چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ گدڑی اور گدڑی کی تاثیر کیا ہے؟ حضرت موسیٰ جب کوہِ طور پر اللہ کی تجلیات سے پرنور ہوئے اس کے بعد آپ جدھر دیکھتے ادھر آگ لگ جاتی، اللہ نے حکم دیا کہ ائے موسیٰ! اپنی آنکھوں پر نقاب ڈال لو! آپ نے ہر طرح کا نقاب ڈالا مگر ہر نقاب سوختہ ہو گیا تو حضرتِ موسیٰ نے اللہ سے دریافت کیا ائے اللہ! جو بھی نقاب چہرے پر ڈالتا ہوں جل جاتا ہے کیا کروں؟ تو اللہ نے حکم دیا کہ اے موسیٰ ان تجلیات کو کوئی پردہ، کوئی نقاب برداشت نہیں کر سکے گا جو ہمارے نور سے تمہاری آنکھوں میں ڈھل چکی ہیں، لہٰذا تم اپنی امت کے کسی کامل فقیر کی گدڑی کے ٹکڑے کا نقاب بنا لو تو آپ نے وہی کیا اور وہ گدڑی کا ٹکڑا سلامت رہا۔ اس سے زیادہ اور کیا بیان کروں۔ ائے طالب اللہ! تیرا جسم بھی تاریک گدڑی کی طرح ہے، تیرے جسم میں ازلی خزانہ چھپا ہوا ہے مگر تجھے خبر نہیں۔ قد آدم آئینہ میں دیکھ تیرے جسم پر ایک ازلی گدڑی پڑی ہوئی ملے گی بس اس کے نیچے خزانہ ہے جو حضرت آدمؑ میں چھپا تھا مگر آپ کے جسم کی مٹی ابلیس

کی آنکھوں پر پردہ بن گئی اسی طرح اولیاء اللہ کے وجود ہوتے ہیں مگر ان کے اجسام کی مٹی عوام کی آنکھوں پر پردہ بن جاتی ہے اور یہی پردہ ان کی گدڑی ہے۔

سوال ۸۴: شراب کیا ہے؟

جواب : خراب ہے۔ عام انسان کو حیوان بنا دیتی ہے مگر شرابً طہور پاک ہے یہ وہ شراب ہے جو تانبہ جیسے انسان کو سونا بنا دیتی ہے، عوام کی شراب سر کو نجس بنا دیتی ہے وہ شرابً طہور انسان کے سر پہ سونے کا تاج رکھتی ہے۔ شرابً طہور کیا ہے؟ عام آنکھ اور عقل اگر اسے دیکھے تو کہے کہ یہ پانی یا تیل کی مانند ہے جب کامل مست مستی کے عالم میں اسے دیکھے تو کہے کہ یہ میری جان ہے۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہنا ہے۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے کہ عام شراب جسم کی مانند ہے اور خاص شراباً طہور جان کی مانند بلکہ وہی جان ہے۔ بس اپنی جان میں کمال پیدا کر کے دکھا اور موتی بن، فقر کا موتی بن، اور فقیر بن جا۔ عوام کی جان کیا ہے اس شراب کی خوشبو ہے اسی خوشبو سے تو سوتا ہے، جاگتا ہے اور اسی خوشبو سے کبھی انسان کو خوشبودار نظر آتا ہے کبھی دنیا خوشبودار نظر آتی ہے اس لئے انسان کبھی یہ کرتا ہے اور کبھی وہ کرتا ہے۔

سوال ۸۵: آجکل اِسٹیج کو منبرِ رسول کہا جاتا ہے۔ اس منبر پر کون شخص جلوہ آرائی کا مستحق ہے؟

جواب : وہ شخص جو ''کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبۃ ۹:۱۱۹)'' کے زُمرے میں ہو نبی کریم ﷺ کا وفادار غلام ہو اور آپ کے امت کا وفادار، سچا،

نیک، شریف النفس اور سیرت مصطفےٰ ﷺ کا آئینہ دار ہو وہی شخص منبر پہ جلوہ گر ہونے کا مستحق ہے ورنہ جھوٹا، کاذِب ''لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ ۝۶۱ (ال عمران ۳:۶۱)'' (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے) کے زمرے کا شمار ظالم، مغرور و متکبر تو شیطان کی مانند ہے ایسے کے لئے یہ منبر نہیں بلکہ تختۂ دار ہوتا ہے۔

سوال ۸۶: خودی کیا ہے؟

جواب: جب تک خودی باقی ہے قبض ہے اور جب خودی فنا ہو جاتی ہے تو بسط کی حالت طاری ہوتی ہے۔ قبض کی حالت میں کبھی کبھی سالک خود کو ہلاک بھی کر لیتا ہے اس لئے کامل پیر کو چاہئے کہ اپنے مرید کی حالت پر نظر رکھے کہ وہ کس حالت میں ہے اگر قبض کی حالت واقع ہو تو ذکر و اذکار ترک کروا کر چند دن لقمۂ تر یعنی گھی دودھ کی خوراک کیساتھ نماز روزے کا پابند بنا دینا چاہئے اور تنہائی سے دور رکھنا چاہئے۔ جاننا چاہئے کہ قبض انسان پر اللہ کے فراق کے غم سے طاری ہوتا ہے کیونکہ وہ جلد سے جلد اللہ سے مل جانا چاہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر بھی ایسا وقت آیا ہے کہ جب آپ مسند امر و نواہی پر تشریف فرما ہوتے اور لوگوں کو اچھائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے رہتے اسی دوران بے ساختہ کبھی کبھی فرماتے ''یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا'' یعنی (کاش محمد ﷺ کا رب محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا) کبھی ایسا بھی وقت گزرا ہے کہ آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینا چاہتے تو حضرت جبرئیل آپ کو آگاہ

کرتے کہ آپ تو امر کُن کے جلوہ آرائیوں کی جان ہیں، تمام نعمتوں کی، دولتوں کی اور محبتوں کی جان ہیں لہٰذا ایسا ارادہ نہ کیجئے۔ معلوم ہوا کہ صوفیانِ کرام کے نزدیک قبض و بسط کی دونوں صورتیں معتبر ہیں مرید اگر حالت قبض میں ہو تو پیر جبرئیل کی مانند اس کی مدد کرتا ہے اور حالتِ بسط میں لے آتا ہے۔ بسط کیا ہے؟ بسط وہ سمندر ہے جس میں عاشق سالک چھلانگ لگا کر وہ موتی پا لیتا ہے جس کے فراق میں وہ خود کو ہلاک کرنے چلا تھا۔ یہ موتی کیا ہے؟ ''اسم اللہ ذات'' ہے اور سالک اس کی مظہریت اختیار کر لیتا ہے یعنی صورت اختیار کر لیتا ہے ورنہ اس نام کے نیچے رحمت کے سمندر میں ڈوب کر فنا ہو جاتا ہے۔

سوال ۸۷: مصیبتوں میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب: جسم اپنی راحت کا سامان دنیا میں تلاش کرتا ہے اور جان اپنی جان کو اس موتی میں تلاش کرتی ہے۔ جسم اور جان کی باہمی سرکشی چلتی رہتی ہے اس باہمی سرکشی کی بدولت جسم اور جان کے ٹکراؤ سے آزمائش وجود میں آتی ہے اور یہی آزمائشوں کا نام مصیبت ہے جب جسم و جان ایک ہو جاتے ہیں تو مصیبت ختم جاتی ہے اور جب تک جسم و جان کے درمیان جدائی ہے یا دوئی موجود ہے مصیبت ختم نہیں ہوتی، ایک اگر ختم ہو بھی جاتی ہے تو دوسری پیدا ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر مصیبت کی جڑ وہ راحت کا موتی ہے جس کے فراق میں جان تڑپ رہی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا ''تنگی کے بعد فراخی ہے'' یعنی قبض کے بعد بسط

ہے۔تمام نیکیاں، تمام عبادات، تمام صدقات وخیرات اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے تمام جذبات صرف اور صرف اس موتی کو پانے کے لئے ہیں جو جان کی جان ہے، تمام علوم خواہ معرفت کے ہوں یا شریعت کے ہوں، فقہہ کے ہوں یا تفسیر کے ہوں، حدیث کے ہوں یا قرآن کے ہوں، سب کے سب اس جان جاناں کو پانے کیلئے ہیں۔

سوال ۸۸: جہاد کا حقیقی معنیٰ کیا ہے؟

جواب : خود اپنے جسم کو اللہ کی راہ میں قربان کر کے جان کی جان پانے کا نام جہاد ہے۔ جہاد کے معنی یہ نہیں کہ کسی بھی بے گناہ کو قتل کر دیا یہ تو نا قابل معاف جرم ہے اور اسلام سختی سے اس جرم کی مذمت کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا'' ناحق ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے'' جہاد کا معنی تو اللہ کی محبت میں اپنے جسم کو قربان کر کے وہ جان حاصل کرنا ہے جس میں ہزاروں زندگیاں ہوتی ہیں۔

سوال ۸۹ : بروز حشر کامل پیر کا مقام کیا ہوگا؟

جواب : یہ سوال انتہائی اہمیت کا حامل اور معمہ نما ہے، لہٰذا اس سوال کا جواب اکابرینِ چشت **حضور نائبِ رسول خواجہءاعظم چشتی اجمیری اور حضور شیخ ال اسلام بابا فریدالدین گنج شکر رحمہم اللہ** سے پائیں تو بہتر ہے۔

کتاب مناقبِ رومی میں مرقوم ہے کہ حضرت حضور خواجہءاعظم معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر روز محشر اللہ تعالیٰ کا جمال میرے پیر کی صورت میں ہوگا تو دیکھوں گا ورنہ اس طرف منہ بھی نہ کروں گا۔ حضور شیخ الاسلام بابا

فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن خدا تعالیٰ میرے پیر کی صورت کے علاوہ کسی دوسری صورت میں اپنا جمال با کمال دکھائے گا تو میں اس کی طرف آنکھ بھی نہ کھولوں گا۔ کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ پیرِ کامل کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہے۔ اب یہاں قارئین کرام خود فیصلہ کر لیں۔

سوال ۹۰ : جسم جان اور عبادت کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : جسمِ عناصر عرض ہے اور جان جوہر ہے، جسمِ عناصر عکس ہے اور جان معکوس کی مانند ہے، جسم عناصر ہے اور جان نور ہے، جسمِ عناصر نقش ہے اور جان نقاش کی مانند ہے۔

اب عبادت اگر عرض ہے تو عکس یا نقش پہ فرض ہے تو عکس یا نقش یا عرض کس طرح عبادت کر سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ہر عبادت جان پر فرض ہے نہ کہ صرف جسم پر۔ جسم کی بس اتنی حیثیت ہے جیسے جسم پر لباس۔ معلوم ہوا کہ جسم جان کا لباس ہے اور عبادت لباس پر نہیں بلکہ جان پر فرض ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جسم حقیقی تو جان ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا صلٰوۃ الا بحضور القلب** یعنی (حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں قبول ہوتی) معلوم ہوا کہ بے روح یا بے جان عبادت عبادت نہیں کہلاتی، جسم حاضر اور جان غائب ہے تو عبادت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے در اصل معراجِ عبادت یہ ہے کہ لباس یعنی جسم غائب ہو اور جان حاضر ہو ورنہ ایسی عبادت بے مغز چھلکے کی مانند ہے ایسی عبادت سے کیا حاصل ہوگا؟ آپ خود جان لیں۔

سوال ۹۱ : کتابوں سے علم حاصل کر کے علم پر غرور کرنا کیسا ہے؟

جواب : اپنے خوش خیالی سے دلائل براہین حاصل کرنا اور غرور کے خیالی پلاؤ سے لطف اندوز ہونا کچھ لوگوں کا مشغلہ ہوتا ہے، بے چاروں کو خود کی خبر نہیں کہ یہ خود کیا ہیں؟ قطرے میں پوشیدہ علم وعرفان کے سمندر ہیں مگر خود سے غافل ہیں، ظاہر بینی سے انہیں اتنی فرصت ہی کہاں ہے کہ وہ خود اپنے اندر دیکھ سکیں۔ مجمع یا اجتماع لگا کر خود کے علم کو منوا لینے کا عجیب ذوق رکھتے ہیں۔

سوال ۹۲ : کیا عالم اپنے علم کی قیمت بھی وصول کرتے ہیں؟

جواب : ہاں! کچھ عالم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ خود علم حاصل کرتے ہیں اور قیمت دوسروں سے وصول کرتے ہیں خود کو سورج بتاتے ہیں اور ذرّات سے بھیک لیتے ہیں مگر خود کی آڑ میں نہیں دین کی آڑ میں یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر علماء حقہ شریعت کے محافظ ہیں ہمیشہ ایک حدِّ فاصل قائم کرتے آئے ہیں اور قائم کرتے رہیں گے۔

سوال ۹۳ : خدا کو کہاں پائیں؟

جواب : تیری جان اس کا فرش ہے، تیرا دل اسکا عرش ہے تو خود طئے کر لے۔

سوال ۹۴ : انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظّام اکثر جنگلوں، پہاڑ کی چوٹیوں اور غاروں میں روپوش رہے ہیں، ان کی غذا کا انتظام کس طرح ہوتا تھا؟

جواب : اولیاءاللہ خواہ گھروں میں رہیں یا گھروں اور لوگوں سے غائب کہیں بھی رہیں اللہ انکی بھوک میں غذا اتارتا ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہوا ہے ”ابلتُ عند ربّی یطعمنی ویسقینی“ یعنی (نبی

کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام کو اللہ ہی کھلاتا پلاتا ہے اور وہ ہمیشہ شکم سیر رہتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ عوام سے بہت کم کھاتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ شکم سیر رہتے ہیں۔ شکم سیر عوام اپنے جسموں کی بھٹی میں سوتی ہے اور انبیاءِ کرام، اولیاءِ کرام اللہ کے باغوں میں سوتے ہیں۔

سوال ۹۵ : جنت اور جہنم کا کیا راز ہے؟

جواب : جان لو کہ اللہ کے نافرمان لوگوں کے اجسام عناصر سے ہیں اور ہر عنصر میں آگ کا پوشیدہ ہونا یہ سب کچھ کیا ہے؟ جہنم ہی کا نمونہ ہے اور جان اس میں اللہ کے فراق سے جلتی ہے۔ مگر اللہ والوں کے اجسام جان کے جمال سے جمالی ہو جاتے ہیں اور جنت کے نمونے بن جاتے ہیں بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا ہے۔ اللہ کا نافرمان یہاں بھی جل رہا ہے اور وہاں بھی جلے گا۔ اللہ والے یہاں بھی جنتی ہیں وہاں بھی جنتی ہی ہیں۔ اللہ کے نافرمان کی جان بھی مردہ ہوتی ہے اس لئے دنیائے مردار سے محبت کرتی ہے اور اولیاء اللہ کی جان زندہ اور جسم مردہ ہوتا ہے اور ان کی جان ہمیشہ زندہ رہنے والے سے محبت کرتی ہے۔

سوال ۹۶ : علماء اور اولیاء اللہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : علماء اپنے ہم نشینوں میں کلام کرتے ہیں اور اولیاء اللہ، اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ ظاہری کان رکھنے والے لوگ علماء سے افسانے سنتے

ہیں اور باطنی کان رکھنے والے اولیاء اللہ، اللہ سے ''کُن'' کے راز سماعت فرماتے ہیں، ظاہری آنکھ والے لوگ علماء کی وضع قطع اور حلیہ کو ولی سمجھتے ہیں اور اولیاء اللہ کی باطنی آنکھ ''مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم ۵۳:۱۷)'' کے اسرار کا مشاہدہ کر کے حیران ہوتی ہے بس اس قدر جان لو کہ علماء وقت کی قید میں ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ وقت سے آزاد ہوتے ہیں۔

سوال ۹۷ : امامُ القبلتین کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : دونوں قبلوں کے امام کامل انبیاءِ کرام ہوتے ہیں یا اولیاء اللہ ہوتے ہیں آج ہمارے جسموں کا قبلہ کعبۃ اللہ ہے اور اس زمین پر یہ گوہرِ نایاب ہے مگر اس قبلہ کا قبلہ کامل فقیر کا وجود ہے اور ان کی جان قبلۂ باطن کے سورج کی جان ہے اگر یہ جمال میں ظاہر ہو تو چاند کی مانند روشن ہے اور اگر یہ جلال میں ظاہر ہو تو سورج کے مانند جلالی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ کامل اولیاء اللہ دونوں قبلوں کی مظہریت اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں وہاں اجسام طواف کرتے ہیں یہاں ارواح طواف کرتے ہیں اور ارواح کے دونوں قبلے اولیاء اللہ کی جانیں ہیں۔

سوال ۹۸ : تنہائی اور خلوت نشینی کی کس کو ضرورت ہے؟

جواب : اس سالک کو تنہائی اور خلوت کی ضرورت ہے جس کا پیچھا کالا نفس اور سرخ شیطان کر رہے ہوں جو ان دونوں کو پہچانتا ہے انکے فریب سے واقف ہے اس کو ان گھنے بادلوں سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ وہ اپنی ذات

کے سورج میں سیر کر لیتے ہیں انہیں نفسانی رات کا خوف نہیں رہتا۔

سوال ۹۹ : اولیاء اللہ کو قدس سرہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب : وہ جیتے جی عادتوں اور علتوں کے جسمانی لباس سے آزاد ہو کر اللہ کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو اللہ انہیں لباسِ قدس پہنا دیتا ہے اور وہ اللہ کا راز بن جاتے ہیں یعنی ''ا لانسان سری و انا سرہ'' (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) کے مقام پر آ جاتے ہیں۔

سوال ۱۰۰ : کیا عام انسان کو بھی الہام ہوتا ہے؟

جواب : ہاں ہوتا ہے۔ ہر خیال پردۂ غیب سے دل پر نازل ہوتا ہے اور دل سے نفس تک، نفس سے دماغ تک پہنچتا ہے کچھ خیالات میں نفس اور شیطان مداخلت کر کے کچھ کا کچھ بنا کر پیش کر دیتے ہیں، یہ برے خیالات ہیں کچھ خیالات نفس و شیطان کی مداخلت سے پاک ہوتے ہیں یہ اچھے خیالات ہیں اسی لئے شریعت مطہرہ کی پابندی عائد کی گئی ہے تا کہ انسان تک پردۂ غیب کا ہر خیال پوری صحت کے ساتھ پہنچے اور شیطان مداخلت نہ کرنے پائے۔ کامل متشرع انسان کے خیالات یقیناً الہام ہی ہوتے ہیں دو غلے، بناوٹی، شخص خواہ وہ مذہب پرست ہی کیوں نہ ہو اس کے خیالات عام انسان ہی کی مانند ہوتے ہیں کیونکہ عام انسان دین پرستی کے ساتھ دنیا پرست بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کے خیالات آمزش سے پاک نہیں ہوتے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اچھے خیالات کی پیروی کرے اور برے خیالات سے توبہ کرے۔

مجلس ہشتم

{ یَامَخْدُومُ مُحَیُ الدِّینَ بُرْھَانُ اللّٰہ }

سوال : ''یا مخدوم محی الدین برھا ن اللّٰہ '' کیا ہے؟

جواب: تمام اولیاء اللہ خادم بنکر آئے اور آئیں گے مگر اللہ نے آپ کو مخدوم کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ ولایتِ کُل کے مظہر غوثِ اعظم دستگیر ہیں اور تمام اولیاء اللہ ولایت جزء کے مظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی کامل فقیر ولایتِ کُل کے مرتبہ پر آتا ہے تو یہ محض فیضانِ غوثِ اعظم دستگیر ہے مگر ولایت کُل کے مرتبہ پر بہت کم لوگ آتے ہیں اگر آبھی جاتے ہیں تو ان کی ولایت کا نور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نور کا پرتو ہوتا ہے نہ کہ اصل اسی لئے آپ نے ''ھٰذ اقدمی'' کا دعویٰ کیا اور روئے زمین کے تمام اولیاء اللہ نے سرخم کیا۔ ان میں وفات یافتہ اولیاء اللہ بھی تھے اور موجود اولیاء اللہ بھی تھے اور آپکے بعد آنے والے اولیاء اللہ کی روحیں بھی تھے۔ خدا کی قسم میں حق کہہ رہا ہوں اس قول میں کوئی شک نہ کرے ورنہ مرتبہ سے گر جاؤ گے میرا غوث وہ ہے جن کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اب اس سوال کا معنیٰ یوں ہوا کہ اے مخدوم دین کو زندہ کرنے والے آپ بُرہان اللہ ہیں۔ بُرہان اللہ کیا ہے؟ ''لا الہ الا اللہ'' ہے اور ''لا الہ الا اللہ'' کی دلیل کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل کیا ہے؟ ولایت برہان اللہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کلمۂ طیّب اس

شخص کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ برہان اللہ کے عشق کی دلیل نہ لے جائے۔ برہان اللہ کیا ہے؟ حق اور باطل کے درمیان دلیل قاطع ہے، جنت اور دوزخ کے درمیان حدّ فاصل ہے۔ معلوم ہوا کہ جنت دین کو زندہ کرنے والے غوث العالمین کے اشارے کا نام ہے بُرہان ایک نور ہے جو جنت کے سرسبز وشاداب باغ کو منور رکھتا ہے۔

———☆☆☆———

سوال ۱: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول مبارک '' **انی ربی الذی یطعمنی ویرزقنی** '' کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : '' مجھے اللہ کی جانب سے کِھلا یا پلا یا جاتا ہے'' یعنی اللہ ربّ العزّت حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بھوک میں وہ قوت پیدا کر دیتا تھا جس کی تمنا روح کرتی ہے اسی خوراک کے سہارے آپ کی روح جہاں چاہے پرواز کرتی تھی اور پلانے سے مراد شربتِ دیدارِ الٰہی ہے۔

سوال ۲: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جب ابراہیم علیہ السلام اللہ کی راہ میں قربان کر رہے تھے اس وقت ان کی جگہ دنبہ ہی ذبح ہوا کوئی اور جانور کیوں نہیں؟

جواب : پیغمبروں کا نفس نفسِ مطمئنہ ہوتا ہے، فرمانبردار بکرے کی مانند ہوتا ہے کہاوت بھی ہے کہ کسی کسی انسان کو بزدل کہتے ہیں یعنی بکرے کے دل والا کیونکہ بکرا انتہائی ڈرپوک ہوتا ہے مگر پیغمبروں کے نفوس اللہ سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس لئے سفید و بے داغ دنبہ ایک پیغمبر کی جگہ ذبح ہو در اصل قربانی میں یہی راز ہے کہ بندہ اپنے اس نفس کی قربانی دیدے جو اللہ سے نہیں ڈرتا اگر یہ قربان ہو گیا

تو بندے کو ''موتوا قبل ان تموتوا'' مرنے سے پہلے مرنے کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ نے خلیل کے لقب سے اس لئے یاد فرمایا ہے کہ آپ کے دل میں اللہ کے سواء کسی کی محبّت نہیں تھی جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کے دل میں بیٹے کی محبت پیدا ہوئی اور آپ اپنے بیٹے سے بہت محبت رکھتے تھے تو اللہ نے آپ کی محبت کے مظہر کو بکرے کی شکل میں پیش کر کے قربان کر دیا اگر ہم بھی صرف اپنے آپ سے محبت رکھتے ہیں تو ایک بکرے کی قربانی قبول کی جائے گی اور اگر ہم اپنے کنبہ کے ساتھ لوگوں سے محبت رکھتے ہیں تو ایک بھینس یا بھینسہ، گائے یا بیل اور اونٹ وغیرہ کی قربانی دینی ہوگی اور یہ ساتھ بکروں کی قربانی کے برابر ہوگی۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا نفس مطمئنہ اللہ کی اطاعت کرنے والے بکرے کی مانند تھا اور عام آدمی کا نفس کنبہ کے افراد کی محبت میں بھینسے کی مانند ہوتا ہے تو گائے بیل یا اونٹ ذبح کیا جاتا ہے۔

مگر آج کل قربانی کی نوعیت کچھ اور ہی ہوتی جا رہی ہے مساجد اور مدارس کے ذمہ داران یا علماء منتظر رہتے ہیں کہ کب ذی الحجہ کا مہینہ آئے گا اور کب ہم اپنی تقریروں میں قربانی کی اہمیت جتا کر زیادہ سے زیادہ جانور ذبح کروائیں گے کب ہم عوام کو یہ ترغیب دلائیں گے کہ ہر گھر میں قربانی کی واجب نوعیت کو رسم بنا کر پیش کر دیں تاکہ ہمارے مدارس کو زیادہ سے زیادہ کھالیں موصول ہو۔ یاد رہے آج کل یہ چمڑی کا کاروبار بہت منافع بخش لگنے لگا ہے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو پہلے قربانی کا مسئلہ تو بتاؤ کہ قربانی کس پر واجب

ہے؟ کس پر واجب نہیں؟ جان لو یہ قربانیاں کیا ہیں؟ یہی سوال جب صحابۂ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سُنّۃُ ابیکم ابراھیم ''یعنی'' تمہارے باپ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے''۔ اب قربانی شریعت کی اصطلاح میں کیا ہے؟ قربانی یہ ایک مالی عبادت ہے جو غنی پر واجب ہے اور خاص جانور کو خاص دنوں میں اللہ کیلئے ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے اور قربانی مسلمان مقیم، مالک نصاب اور آزاد پر واجب ہے۔ (درمختار، عالمگیر) شریعت میں صاحبِ نصاب اُسے کہتے ہیں جس کے پاس ساڑے سات تولہ سونا یا باون تولہ چاندی یا اس کے برابر ایسی رقم رکھتا ہو جس پر کسی طرح کا قرض نہ ہو اور یہ انتہائی پاک کمائی ہو اور حرام و حلال کی آمزش کی کمائی نہ ہو یعنی اس میں جھوٹ دغا، ہیرا پھیری یا رشوت کی کمائی شامل نہ ہو بلکہ وہ خالص اس کے پسینے کی کمائی ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ قربانی واجب بمعنی فرض کیوں ہوئی؟ کیونکہ اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر ابراہیم خلیل اللہ کی جانب خود اپنی پاک بارگاہ سے پاک دنبہ قربانی کیلئے پیش کر کے قربان کروایا اور شرفِ قبولیت بخشا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہماری قربانیوں میں ویسا ہی پاک جانور اللہ کی رضا میں بطور قربانی پیش کرے جیسا کہ خود اللہ نے پیش کیا تھا یہ نہیں کہ کمائی خواہ کیسی بھی ہو بس قربانی کی رسم نبھالی۔ پیارے یہ رسم نہیں واجب ہے اور عبرت ناک درس ہے کہ قربانی دینے والا نفس نام کے جانور کو خوب پاک وصاف کر کے خدا کی بارگاہ میں پیش کرے نہ کہ ناپاک۔ ہاں تو قربانی کیلئے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے ورنہ اس شخص پر قربانی واجب نہیں ہوگی جو صاحبِ

نصاب نہیں۔ مسئلہ قربانی یہ بھی ہے کہ اگر کوئی مرد بیوی کے ساتھ پانچ نابالغ بچے رکھتا ہو تو صرف اس شخص پر قربانی واجب ہے اب اگر وہ اپنی بیوی کی جانب سے قربانی دینا چاہتا ہے جو نفل ہے ایسی صورت میں وہ اپنی بیوی کی اجازت سے دے سکتا ہے۔ بچوں کی طرف سے نہیں کیونکہ وہ نابالغ ہیں اگر وہ سن بلوغ کو پہنچ چکے ہیں اور باپ ہی ولی ہو تو بیٹوں کی رائے کے ساتھ اپنے بیٹوں کی طرف سے بھی قربانی دے سکتا ہے اور اگر بیٹے خود کماتے اور اپنے اپنے کاروبار کے مالک ہیں تو بیٹوں پر اپنی طرف سے قربانی دینا واجب ہے اور بالغ اولاد چاہیں تو ماں باپ کی اجازت سے ماں باپ کی جانب سے بھی قربانی دے سکتے ہیں مگر اولاد پر ماں باپ کی جانب سے قربانی کرنا واجب نہیں بلکہ یہ نفل قربانی ہے۔ آجکل سب کچھ الٹ پھیر چلا ہے آج کے مولوی ملّا جو چمڑی کے دلّال بنے بیٹھے ہیں ان بھولے بھالے مسلمانوں سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر بچے چھوٹے ہیں تو قربانی کے جانور میں ہی ان کے عقیقہ کا حصّہ ملا دو ادھر قربانی کی قربانی بھی اور عقیقہ بھی بس قربانی بھی ہو جائے گی اور عقیقہ بھی ہو جائے گا مگر یہ تو بتاؤ بچے کا عقیقہ کرنا کس ماں باپ کیلئے ہے؟ کیا یہ فرض ہے؟ نہیں یہ مستحب وسنت چیز ہے مگر مولوی بڑی چمڑی کی چکّر میں انہیں فرض یا واجب کی طرح پیش کرتا ہے کہیں کہیں تو ایسا بھی ہو رہا ہے کہ خود ایک بڑا جانور ذبح کرو اور اس میں مرحومین کا حصہ بھی رکھ دو اگر کہیں ایک حصہ رہ گیا ہو تو (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کی جانب سے قربانی دیدو۔ نعوذ باللہ بچا ہوا ایک مجبور حصہ کی قربانی سرور کونین ﷺ کے نام نظر کر دیا جائے یہ کیسی اجازت ہے؟ یہ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ قربانی کے نام

پر بکرا نہیں کوئی بڑا جانور ذبح کروایا جائے تا کہ بڑے قیمت والی چمڑی مدرسے کو ملے یا جماعتوں کے مولویوں کو ملے، قربانی دینے والوں کی سہولت کیلئے یہ اجتمائی قربانی کی رسم خوب جاری کیئے ہوئے ہیں۔ شریعتِ مطہّرہ کے پاکیزہ قانون کی روشنی میں جس گھر کے صرف ایک فرد پر قربانی واجب رہتی ہے اس بیچارہ کو ثواب کی بخشش کی لالچ دلوا کر سات آدمیوں کے جانب سے قربانی کے ایک بڑے جانور کی رقم لی جاتی ہے تا کہ انہیں بڑی چمڑی کی موٹی رقم مل جائے اور بڑی بڑی، موٹی موٹی ہڈیوں کی قیمت بھی وصول اور چمڑیوں کی قیمت بھی وصول ہو جائے۔ اے اجتماعی قربانی کرنے والو! کیا تم نے ان لوگوں سے اجازت لی ہے جن کے پیسے سے تم اجتماعی قربانی کر رہے ہو کہ ہم ہڈیاں اور چمڑیاں مدرسے کے لئے یا جماعت کے لئے لے رہے ہیں ایسا شاید ہی کہیں ہوتا ہوگا۔ اے اللہ کے بندو! اگر قربانی کا مسئلہ نہیں جانتے ہو تو کسی مخلص صاف گو اور حق پرست عالم سے پوچھو کہ قربانی کس پر واجب ہے بالغ پر یا نابالغ پر، صاحبِ نصاب پر یا بے نصاب پر، حلال کے پیسے پر یا حرام کے پیسے پر یا آمیزش کے پیسے پر، یا ملے جُلے پیسے پر؟ قربانی خود کرنا بہتر ہے یا قربانی میں حصہ لے کر دامن بچا لینا بہتر ہے؟ اس کے بعد قدم اٹھاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری لا پرواہی سے شریعت کا دامن داغ دار ہو جائے۔ اے اللہ کے بندو! ہڈی چمڑی کے کاروباری نظریہ کو پہچاننے کی کوشش کرو! اے اللہ کے بندو! چند روزہ زندگی جینے کیلئے تاویل بہانوں کا سہارا لے کر واجب کو رسم نہ بناؤ۔ اللہ کے بھولے بھالے بندوں کو پاکیزہ مسائل بتاؤ، امر ونواہی کا فرض بخوبی ادا کرواؤ یاد رکھو ایک دن اس کی بارگاہ میں ہم سب کو پیش

ہونا ہے۔

سوال ۳: حضور غوثِ پاک نے ''ھٰذا قدمی علیٰ رقبۃ کلّ ولی اللّٰہ'' کا دعویٰ کیا، کیا اس دعویٰ میں اگلے پچھلے تمام امتوں کے اولیاء شامل ہیں؟

جواب: حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ '' انیّ انا امر ربّی '' (بیشک میں امرِ ربّی ہوں) اس ایک اشارہ سے ثابت ہوا کہ امر ربّی سے جتنے بھی جس امّت میں بھی اولیاء اللہ آئے تماموں کے سردار حضور غوث العالمین ہیں، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے سردار اور امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی یہ دونوں عالم بھی اللہ نے سجائے ہیں۔

سوال ۴: حضور غوث العالمین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ '' ہم میں کا ایک انڈا ہزاروں میں ارزاں ہے، چوزے کی قیمت تو لگائی ہی نہیں جاسکتی'' اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: '' ہم میں کا'' اس جملہ سے سلسلۂ قادریہ مراد ہے۔ سلسلۂ قادریہ میں کبھی ایسے انڈے ہوتے ہیں یعنی اپنے آپ میں وہ کمال اور حقیقت چھپائے ہوئے ہوتے ہیں جو ہزاروں میں نایاب ہوتے ہیں اگرچہ وہ خاموش رہتے ہیں ان کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی جیسا کہ انڈے میں چوزے کا راز مخفی ہوتا ہے اب اگر بولنے والا چوزہ آگیا تو اس کے مدّ مقابل کوئی آ ہی نہیں سکتا۔

سوال ۵: حضور غوثِ پاک فرماتے ہیں کہ '' اگر مشرق میں میرے مرید کا پردۂ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں رہوں تب بھی میں اس کی پردہ پوشی کروں گا'' اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: مشرق سے مراد انسان کی ذات کے طلوع ہونے کی جگہ یعنی شکمِ مادر

ہے، مغرب سے مراد ذاتِ انسانی کے غروب ہونے کی جگہ یعنی قبر ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ کوئی قادری بچہ اگر ماں کے شکم میں بھی کیوں نہ ہو یا وفات یافتہ بھی کیوں نہ ہو اگر وہ قادری بچہ پر نفس غالب آنے والا ہو تو غلبہ توڑ کر اپنی شفقت کی چادر ڈال دوں گا۔ معلوم ہوا کہ آپ اس قدر روشن ضمیر، باتصرف اور دستگیر ہیں۔

سوال ۶: حضور غوثِ پاک فرماتے ہیں '' ہر اصطبل میں میرا ایک لامقابلہ سانڈ'' اور '' ہر دور میں لاقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے'' اس قول کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: یہاں ہر اصطبل سے مراد ہر دور میں ایک لامقابلہ فقیر مراد ہے یعنی ایک ایسا کامل قادری فقیر ہوتا ہے جس کا مدّ مقابل کوئی نہیں ہوتا یعنی ہر سلسلے والے اس قادری فقیر کو تسلیم کرتے ہیں، ہر دور میں ایک لامقابلہ اور لامسابقت گھوڑا رہتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس قادری فقیر کی علمی اور روحانی رفتار کا عالم حیرت انگیز ہوتا ہے اس فقیر پر کوئی سبقت نہیں لیجا سکتا۔

سوال ۷: حضور غوثِ پاک فرماتے ہیں کہ ہر دور میں میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرسکتا اور ہر منصب میں میرا ایک ایسا خلیفہ ہے جسے ہٹایا نہیں جاسکتا اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: ہر زمانے میں ہر دور میں میرا تسلط اور تصرف رہا ہے، رہے گا اور ہے جس میں کسی بھی دور کے اولیاء اللہ نے اختلاف نہیں کیا اور نہ اختلاف ہوگا اور نہ آج ہے اور ہر منصب میں اس سے مراد تمام سلسلوں کے درمیان ایک قادری خلیفہ اعلیٰ مراتب پر فائز ضرور ہوگا جس کو سب تسلیم کرلیں گے اور کوئی اس کی جگہ لینے والا نہیں ہوگا۔

سوال ۸: خلعت کیا ہے؟ اور خلعتِ فاخرہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : خلعت نعمت وعطائے خداوندی ہے یہ دو طرح کی ہوتی ہے ایک خلعت شان مضلی کے ساتھ دوسری خلعت شانِ معرّیٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایک خلعت شانِ مضلی کے ساتھ شیطان کو عطاء کیا ایک خلعت شانِ معرّیٰ کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو عطاء فرمایا اور دونوں میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

سوال ۹: آج کی جدید سائنس کہتی ہے کہ آسمان میں ''بلیک ہول'' ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : یقیناً سائنس درست کہتی ہے آج کے سائنسدان اسی بات کو مانتے اور کہتے ہیں جو ان کے مشاہدہ میں آتی ہے اور آج جو کچھ سائنسدان اپنے مشاہدات اور تجربات سے کہہ رہے ہیں ان تمام تحقیقات ومشاہدات کا ذکر قرآن واحادیث میں موجود ہے۔ جیسے آج کے سائنسدان کہتے ہیں کہ جب کچھ نہ تھا تو آسمانوں میں صرف مختلف اقسام کی جلنے والی، جلانے والی، چلنے والی چلانے والی گیسیس اور ہوائیں تھی اور آسمان خاکی ذرات سے پُر تھا۔ سائنس یہ نہیں بتاتی کہ یہ سب آئے کہاں سے تھے؟ خیر یہ بھی سائنس کہتی ہے کہ ذرات میں قوت ثقل تھی یا مقناطیسی قوت تھی جس کی بدولت وہ ذرات ایک دوسرے سے جڑتے گئے اور زمین چاند سورج اور سیارے بنتے گئے جس کی تخلیق میں کروڑ ہا سال لگے مگر علم تصوف یہ دلائل لاتا ہے کہ ہماری زمین اور آسمانوں میں جو کچھ موجود ہے وہ پوشیدہ حقیقت کا مجاز ہے، پرتو ہے اور عکس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ'' (ھود ۱۱:۷) یعنی (اِس کا عرش پانی پر تھا) اور جب کہ آج کی

سائنس اپنی تحقیقات سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ یہ تمام چیزیں اپنے وجود سے پہلے مختلف گیسوں کی صورت میں تھے جب ایک دوسرے سے ملے تو انہیں ایک صورت ملی جیسے پانی اپنی اس صورت میں آنے سے پہلے دو گیسس کی شکل میں تھا یعنی ہائیڈروجن اور آکسیجن جب دو حصّہ ہائیڈروجن اور ایک حصّہ آکسیجن ملے تو پانی کی صورت میں موجود ہوئے اور اس مرکّب کو سائنس (H_2O) نام دیتی ہے۔ اور مزید آج کی سائنس کہتی ہے کہ ان تمام گیسس کے بننے سے پہلے ایک دھما کا ہوا جس کو انفجارِ عظیم (BIG BANG) کہتے ہیں اور اس بِگ بینگ کے بعد گیسیس پیدا ہوئے ان گیسیس میں صرف چار فیصدی کو وجود ملا تو یہ کائنات بنی اسی بات کو اللہ رب العزت قرآنِ پاک میں اس طرح ذکر فرماتا ہے کہ ''ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ'' (حم السجدۃ ۴۱:۱۱) یعنی (اللہ نے آسمانوں کو قائم کیا از یں قبل وہ دھواں بنکر تھے) (سورۂ دخان) حضرت آدمؑ کا وجود زمینی خاک سے ہوا مگر آپ کی جان خاک، آگ، ہوا اور پانی کے لطف کو قبول کرنے کے ساتھ اپنے وجود میں چاروں آسمانی انوار لئے ہوئے ہے جو چار عناصر سے متعلق ہیں بلکہ عناصر ان آسمانی انوار کا مجاز ہیں اور پرتو ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سمندر کے پانی سے جھاگ بنتا ہے جھاگ سے نمک بنتا ہے اور نمک سے ذرات اور ذرات سے مٹی پیدا ہوتی ہے یا جس طرح (H_2O) یعنی دو حصہ ہائڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن ملنے سے پانی بنا اسی طرح مختلف قسم کی جوہری ترکیب سے مٹی، پتھر، پہاڑ اور نباتات وغیرہ وجود میں آئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مختلف قسم کی گیسس کہاں سے آئیں؟ یہ تمام گیسیں آسمانِ ذات سے نازل ہوئے اس کو

آسمانی توانائی سے توانائی ملی اور ذرات خلاء میں بکھر گئے یعنی آسمانی ہواؤں سے اور اس کے جمال وجلال سے مختلف گیسس یعنی ہوائیں پیدا ہوئی اور اللہ کریم نے آسمانی پانی سے پانی کے بخارات پیدا کیا اور یہ سب کچھ امر کن کا نتیجہ تھا۔ وقتِ الٰہی کے مطابق فیکون کے بعد ہر چیز وجود میں آئی۔ ممکن ہے وقتِ زمانی کے کروڑہا سال لگے ہوں ان تمام حقائق کو کسی کامل کی صحبت میں سورۂ دخّان اور سورۂ واقعہ پڑھکر غور کرلو تخلیقِ کائنات کی سائنس سمجھ میں آجائیگی۔ بگ بینگ سمجھ میں آجائے گا۔ سائنس کہتی ہے کہ ہر چیز بگ بینگ کا نتیجہ ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہر چیز امرِ کن کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح نہ جانے کتنی بار آسمانی سیارے، ستارے اپنے محور سے بھٹک کر آپس میں ٹکرا کر بگ بینگ پیدا کر لئے ہوں گے، نہ جانے اللہ نے کتنی قیامتیں برپا کی ہونگی، سائنسدان بلیک ہول (BLACK HOLE) جسے کہتے ہیں یہ کیا ہیں؟ جلالِ خداوندی کے مراکز ہیں جہاں جانے کے بعد ہر چیز اس میں کھو جاتی ہے، غرق ہو جاتی ہے بلکہ ریزہ ریزہ بنکر ذرہ ذرہ بنکر پچھلی راہ سے دوسرے آسمان کے خلاء میں چلی جاتی ہے اور نئے چاند سورج ستارے تشکیل پاتے رہتے ہیں۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں! سائنس بھی کہتی ہے کہ ہمارے نظامِ شمسی کے علاوہ اور بھی بہت سے سورج، ستارے ہیں، سائنس یہ نہیں بتاسکی کہ آسمانی خلاء میں ذرات، گرد وغبار کہاں سے آئے مگر علم تصوف ایک ایسی سائنس ہے جو بتاتی ہے کہ یہ گرد وغبار اس آسمانی پانی کے جھاگ سے آیا ہے نیز مختلف گیسوں کی ترکیب سے وجود میں آیا ہے، آسمانی ہوا سے ہوا، آسمانی آگ سے آگ آئی ہے۔ بس ایک کامل پیر چاہیئے جو مجاز سے نکال کر حقیقت کا مشاہدہ

کرا سکے پھر کیا ہے سارے حقائق سے پردہ اٹھ جائے گا۔

سوال ۱۰: آج کی سائنس ایسی زمین اور ایسی دنیا کی تلاش میں ہے کہ وہ ہماری دنیا جیسی ہو جہاں پر انسان کا بسیرا ممکن ہو۔ کیا یہ ممکن ہے؟

جواب: بہت ممکن ہے۔ ہماری دنیا کے عناصر لئے ہوئے کئی اور دنیائیں موجود ہیں۔ آج کا انسان جس کی تلاش میں ہے صوفیانِ کرام اپنی روحانی پرواز کے ذریعے وہاں تک پہنچ کر گھوم پھر کر آجاتے ہیں اور آچکے ہیں۔ ممکن ہے کہ عنقریب اس کا انکشاف ہوگا۔ میرے پیرِ محترم سیدّ عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے اس دنیا سے کئی گُنا بڑی بڑی پچیس (۲۵) دنیائیں ہیں۔

سوال ۱۱: قرآن کہتا ہے کہ "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ (الرحمٰن ۵۵:۱۹-۲۰)" یعنی دو سمندر ایک ساتھ بہتے ہیں مگر ان کے درمیان ایک برزخی رکاوٹ حائل ہے۔ اس کے معنیٰ کیا ہے؟

جواب: جمال اور جلال دو سمندر ہیں جو ایک ساتھ بہتے ہیں مگر آمزش ممکن نہیں اور دونوں مقامِ فقر سے نکلتے ہیں ایک باطنی سمندر ہے اور ایک ظاہری سمندر ہے، ایک باطنی قدرت ہے اور ایک ظاہری قدرت ہے اور ظاہری قدرت باطنی قدرت کا مجاز ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقت مجاز معکوس اور عکوس کی مانند ہے اور مجاز کی اصل صرف حقیقت ہے۔ برزخ سے مراد مجاز ہے حقیقت نہیں ہوسکتی اور حقیقت مجاز نہیں ہوسکتی۔

سوال ۱۲: سائنس فطری اشیاء کو دیکھنے کے بعد تحقیق کے ساتھ تسلیم کرتی ہے مگر معجزات اور کرامات کو کیوں نہیں مانتی؟

جواب : سائنس کی سمجھ میں جو چیز نہیں آتی اُسے سُوپر نیچرل (Super Natural) کہہ کر ٹال دیتی ہے اور سائنس جس دن نیچرل سے سپر نیچرل سمجھنے کے قابل ہوجائے گی اس دن ضرور مان لیگی۔ فطرت اور ہے قدرت اور ہے بلکہ قدرت فطرت کی ماں ہے ابھی سائنس بچے ہی کو پوری طرح نہیں جانتی تو قدرت کو کیا جان پائے گی۔ قدرت کے راز سے صرف اور صرف کامل صوفی سائنسٹ ہی واقف ہوتے ہیں۔

سوال ۱۳: نبی کریم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہٗ، حضرت فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا، حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کو پنجتنِ پاک کیوں کہتے ہیں؟

جواب : دنیا کا ہر بچہ آلائش و آنول نال کے ساتھ پیدا ہوتا ہے مگر پنجتنِ پاک بغیر آنول و آلائش کے پیدا کیئے گئے نہ کہ پیدا ہوئے۔ یہ قدرت کا معجزہ ہے یعنی پنجتنِ کا وجود اللہ کا زندہ معجزہ اور قدرت کاملہ کا زندہ و جاوید کرشمہ ہے ان پانچ پاک وجودوں کے زمرے میں کوئی بھی ایسا شخص جو آنول و آلائش کے ساتھ پیدا ہوا ہے وہ شامل نہیں ہوسکتا۔

سوال ۱۴: نفس، قلب، روح اور سِرّ سب ایک ہیں یا جدا جدا؟ اور انکی تعریف کیا ہے؟

جواب : مقامات کی نسبت سے سب الگ الگ ہیں مگر سب کی حقیقت ایک ہے یعنی نفس قلب کی شکل اختیار کرتا ہے اور روح سِرّ کی شکل اختیار کر لیتی ہے تو ایک خاص مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

سوال ۱۵: تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلۂ روح اور تخلیۂ سِرّ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''اِنّ فِی جَسَدِ آدم مُضغۃ'' وَالمُضغۃُ فِی فُوادٍ وَالفوادُ فِی قلبٍ وَالقلبُ فِی روحٍ وَالرُّوحُ فِی سرٍ وَالسّرُ فِی خَفیٍ وَالخَفِی فِی اخفیٰ والاخفیٰ و ھی انا '' یعنی (انسان کے جسم میں ایک مضغہ ہے وہ مضغہ منہ میں ہے اور منہ قلب میں ہے اور قلب روح میں ہے اور روح سِرّ میں ہے اور سِرّ خفی میں اور خفی اخفیٰ میں ہے اور اخفیٰ ''انا'' ہے)۔ اس حدیث پاک کو سمجھے بغیر کچھ لوگوں نے اسے سینے میں لٹکتا ہوا دل کہہ دیا۔ یہ دل منہ میں کہاں ہے؟ اگر یہ دل کا مضغہ منہ میں ہوتا تو اس حدیثِ پاک کے مطابق اگر غور کیا جائے تو منہ کو قلب میں ہونا چاہیئے ایسا تو نہیں ہے پھر بھی یہاں ایک دل نہیں دو دل ثابت ہوجائیں گے جب کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا '' مَاجَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ '' (الاحزاب ۳۳:۴) یعنی (اللہ نے کسی انسان میں دو دل نہیں رکھے) تو اللہ کے حکم کے خلاف ہم دو دل کس طرح ثابت کر سکتے ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ وہ مضغہ جس کی بات آقا ﷺ فرما رہے ہیں وہ دل نہیں وہ صرف ایک مضغہ ہی ہے الغرض تزکیۂ نفس سے پہلے ہمیں نفس کو پہچاننا ہوگا جب نفس کے پہچان کی بات آتی ہے تو کچھ نا بالغ پیر یہ فیصلہ، یہ پہچان مرید پر ہی چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (جس نے نفس کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا) یعنی نفس کی پہچان پر ہی خدا کی پہچان ہے اب بیچارہ مرید نفس کی پہچان کیلئے پرانے بزرگوں کی کتابوں میں خاک چھانتا ہے مگر کوئی قابل وثوق نتیجہ نہیں نکل آتا تو وہ آج کل کے پیروں کی کتابیں پڑھتا ہے مگر نتیجہ حیرت انگیز نکل آتا ہے کسی نے لکھا ہے کہ

نفس زیر ناف ہے کسی نے لکھا ہے مرد کے عضوِ مخصوص کو نفس کہتے ہیں اگر مرد کی شرمگاہ نفس ہے تو عورت بھی بانفس ہے عورت میں نفس کہاں ثابت کریں گے؟ **نعوذ باللّٰہ من ذالک** کیا شرمگاہ کو جس نے پہچان لیا اسے خدا کی پہچان حاصل ہو جاتی ہے؟ کیا اس کی پہچان پر اللہ کی پہچان منحصر ہے؟ ''کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ (الانبیاء۲۱: ۳۵)'' کا معنیٰ کیا اسی نفس کی موت مراد ہے؟

اے عزیز! جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ''وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الذّریٰت ۵۱: ۲۱)'' (میں تمہارے نفوس میں ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟ (سورۂ ذاریٰت) ایسی کئی مثالیں ہیں تو کیا ہم آج کے جاہل پیروں کے بتائے ہوئے ایسے نفس میں عرفان حاصل کریں گے ہرگز نہیں۔ یہ نفس نہیں یہ صرف شرمگاہ ہے۔ تو نفس کیا ہے؟ نفس ایک آگ ہے اور آگ تاریکی ہے ہم نے گزشتہ کتابوں میں نفس پر بہت کچھ لکھا ہے الغرض دنیادار نفس پرست انسان نفس کو آنکھ کا تارہ بنائے رکھتے ہیں، یہ اندھے آئینہ دیکھنے سے بھی محروم ہیں اگر ان کی آنکھیں ہوتی تو وہ آئینہ ضرور دیکھتے اگر دیکھا ہی نہیں تو کیا خاک پاک کریں گے کیا خاک تزکیۂ نفس ہوگا؟ نفس کی صورت کالے کُتّے کی مانند ہوتی ہے کُتّا کب پاک ہوسکتا ہے؟ بس اللہ کے کامل اولیاء ''**موتو اقبل ان تموتوا**'' کی تلوار سے اس کُتّے کو قتل کر کے منزل بہ منزل نفسِ لوامہ، نفس ملہمہ، اس کے بعد نفس مطمئنہ حاصل کر لیتے ہیں اور یہی کام وہ اپنے مرید سے کروا لیتے ہیں اس کی پاکی اس کی موت میں پوشیدہ ہے۔ تصفیۂ قلب کسے کہتے ہیں؟ جب سالک آئینۂ قلب میں دیکھتا ہے تو خود کے قالب کو قلب کی صورت میں دیکھتا ہے یعنی قلب و

قالب ایک ہو جاتے ہیں اور قلب لامکاں میں ہوتا ہے، سینے میں لٹکا ہوا گوشت کا لتھڑا قلب نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''**انّ الشّیطان یجری ابنِ اٰدم مجری الدّم**'' (وجودِ آدمؑ میں شیطان خون کے ساتھ گردش کرتا ہے) اور سینے میں لٹکا دل تو خون کو صاف کرنے کی مشین ہے، خون کا مرکز ہے یہ قلب کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس میں تو شیطان کا بسیرا ہے اسلئے شریعت میں خون ناپاک ہے اور اس دل میں اللہ کا دیدار کس طرح میسر آسکتا ہے؟ اگر اس قلب کو کوئی لطیفہ کہتا ہے تو یہ لطیفہ بھی نہیں نہ لطف کے قابل ہے نہ اس میں اللہ لطیف بنکر جلوہ گر ہوسکتا ہے؟ لطیفہ اس شئ کو کہتے ہیں جس میں اللہ کی صفتِ لطیف کا دیدار میسر آئے۔ لطائف تو وہ ہیں جو ہم نے ابتداء میں حدیث پاک سے ثابت کیا ہے۔ الغرض جب ذات انسانی قلب کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو مقام تصفیۂ قلب پر آجاتی ہے۔

تجلیۂ روح کیا ہے؟ اس سے پہلے ہمیں جاننا ہوگا کہ روح کیا ہے؟ اللہ نے روح کا علم بہت کم دیا ہے کیونکہ روح سے کامل سروکار صرف اہل قلب کیلئے ہوتا ہے یعنی جو اہل قلب ہوتا ہے اسی پر روح آشکار ہوتی ہے، روحانی جسم آشکار ہوتا ہے، روح ایک ندی ہے جو حیات کے سمندر سے نکلتی ہے اور **حی القیوم** کی رحمت کا موتی ہے، عام انسان کی رگ رگ میں خون ہوتا ہے، خاص انسان کی رگ رگ میں حضرتِ عشق کا جلوہ ہوتا ہے اور اسکی دلیل ''وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ﴿۱۶﴾ (قٓ ۵۰: ۱۶)'' یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (میں تیری شہہ رگ سے قریب ہوں) جب وہ شہ رگ سے قریب ہے تو شہ رگ کے پردے میں اس کا

مشاہدہ کرلے اور بس یہی تجلیۂ روح کا مقام ہے پھر تو روحانی جسم بھی تیار کرلے گا۔

تخلیۂ سِرّ کسے کہتے ہیں؟ یہ جاننا ہوگا کہ سِرّ کیا ہے؟ سِرّ کو ہم لغت کے ذریعہ صرف راز نہیں کہہ سکتے یہ ایک مقام ہے اس سمندر میں غوطہ لگا اور گوہر مقصود حاصل کر، تُو ہی سِرّ بن جائے گا یعنی سِرّ کے لئے بحرِ سِرّ میں غوطہ لگا کر گوہر مقصود حاصل کرنا ہوگا۔

سوال ۱۶: استغراق کیا ہے؟

جواب : خود سے بے خود ہونے کی ایک کیفیت ہے جب سالک توحید کے سمندر میں غرق ہوتا ہے تو اس حال کو پہنچتا ہے'' فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط (البقرہ ۲:۱۱۵) ''(تم جس طرف رخ کروگے اس طرف رخ الٰہی ہے) بس اس سے زیادہ نہیں کہنا ہے۔

سوال ۱۷: استغراق مجلسِ محمدی ﷺ کیا ہے؟

جواب : سالک جب اس انوار کے عالم میں پہنچتا ہے تو آپ کے حسن وجمال، سیرت وکمال کو دیکھ کر اس قدر حیرت زدہ ہوتا ہے کہ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور عشقِ محمدی ﷺ میں غرق ہو کر ہر طرف آپ کی ذات کو جلوہ نما دیکھتا ہے اس مرتبہ کو فنافی الرسول کہتے ہیں یہاں وہ مجذوبانہ حرکت نہیں کرسکتا بلکہ انتہائی مؤدب اور خاموش ہوجاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مجلسِ محمّدی ﷺ دماغ میں سجتی ہے نہیں ہرگز نہیں۔ دماغ کا تعلق تو صرف ناسوت، ملکوت اور جبروت سے ہے یہاں تک تو شیطان مداخلت کرسکتا ہے یہاں مجلسِ محمّدی ﷺ کس طرح سج سکتی ہے؟ کیونکہ مقام نبوت اور ولایت تو لاہوت ولامکاں میں ہے گنبدِ خضریٰ کو دیکھ

کر یہ اندازہ کرلینا کہ یہ مجلس سر میں یا دماغ میں سجتی ہے یہ بے بنیاد بات ہے یہ مجلس تو سر میں نہیں جانِ سِرّ میں سجتی ہے بس ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا ہے۔

سوال ۱۸ : جذب کیا ہے؟

جواب : جبروت میں بھٹک جانے کا نام ہے۔ سالک کو مجذوب نہیں سالک ہی ہونا چاہیے کیونکہ سالک حوصلہ مند ہوتا ہے۔

سوال ۱۹ : سُکر کیا ہے؟

جواب : بیخودی کا نشہ ہے جو شرابِ طہور کا ایک خطرہ چکھ لیتا ہے بس مدہوش ہوجاتا ہے، پینے والے تو'' هَلْ مِن مَّزِيْدٍ '' کے نعرہ لگاتے رہتے ہیں۔

سوال ۲۰: وجد کیا ہے؟

جواب : صفت'' واجد'' کے اختیار کرنے کے بعد سالک وجد میں آکر جھومتا ہے، ناچتا ہے، کرامتیں دیکھتا ہے لیکن ابھی صفت میں ہی ہوتا ہے سماع ایسے کو محبوب ہوتا ہے بعض حضرات قدسیہ ہر روز، ہر آن، ہر گھڑی'' تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰه ''(اللہ کے صفات کو پیدا کرو) کے مطابق ایک صفت اختیار کرلیتے ہیں اس لئے ان کے سامنے مؤدب رہنا اور بیٹھنا چاہئے۔ نہ معلوم کہ اللہ کے دوست کس صفت کو اختیار کئے بیٹھے ہوتے ہیں یہ نفوسِ قدسیہ ذات سے صفات میں اور صفات سے ذات میں محوِ سفر رہتے ہیں جب قلب وقالب ایک ہوجاتے ہیں تو قلب ذات کی صورت اختیار کئے ہوئے ہوتا ہے اور قالب صفات کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے اسلئے ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جس نے ایسے پیرِ کامل کو دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔

سوال ۲۱: مکان ولامکاں کسے کہتے ہیں؟

جواب : پیالے میں پانی بھرلے، یہ پانی کیلئے مکان ہے اور اوندھے پیالے پر پانی بھرا کچھ نہ سمایا کہ یہ پانی کے لئے لامکاں ہے۔ مکان وہ ہے جس پر قبضہ ممکن ہے لامکاں وہ ہے جو ہر چیز پہ قبضہ کئے ہوئے ہے، مثلاً زمین مکان ہے ہوا لامکان ہے، زمین ہوا کو گھیر نہیں سکتی مگر ہوا زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔

سوال ۲۲: ''من عرف لا یخفیٰ علیه شئ ''اس حدیث کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ''عارف باللہ پر کوئی شئی مخفی نہیں رہتی'' یہ ایک مقام ہے جہاں عارف ومعروف ایک ہو جاتے ہیں۔''انت اناو انا انت'' (تو میں ہے، میں تو ہوں)، الانسان سرّی و انا سرّہ'' (میں انسان کا راز ہوں اور انسان میرا راز ہے) فقیر اس مقام پر آتا ہے تو اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔

سوال ۲۳: شہادت کیا ہے اور شہادتِ صغریٰ وشہادت کبریٰ کیا ہے؟

جواب : شہادت مشاہدۂ الٰہی کو کہتے ہیں، دیدارِ خداوندی کو کہتے ہیں۔ شہادت صغریٰ یہ ہے کہ اللہ کے لئے مظلوموں کی حمایت میں لڑنا، مظلوموں کی دفع میں لڑنا اور جان دینا شہادت صغریٰ ہے۔ اللہ کی محبت میں اللہ کیلئے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا اور اپنے نفس کو اپنے ہی ہاتھوں قتل کرنا شہادت کبریٰ ہے۔ نبی کریم ﷺ میدانِ جہاد سے لوٹ رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''رَجعْنَا مِن الُجهادِالاصَغرِالَی الُجهادِالا کبر '' یعنی (ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف رجوع کرتے ہیں) تو صحابۂ کرام نے پوچھا کہ بڑا جہاد کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا بڑا جہاد ہے۔

سوال ۲۴: ایک شہادت گاہِ الفت میں قدم رکھنا ہے۔ لوگ سمجھے ہیں کہ آساں ہے مسلمان ہونا۔ اس شعر کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب :۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مشاہدۂ الٰہی کے بعد گواہی دینے کا نام اسلام ہے اور لوگ اسلام کو آسان سمجھ بیٹھے ہیں۔

سوال ۲۵: سر کے بل چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کی راہ میں سر کے بل چلنا چاہیے اس کا معنیٰ دشتِ سر میں یکسوی کے ساتھ چلنا ہے۔

سوال ۲۶: کہتے ہیں جس کو عشق وہ آسان نہیں غالبؔ
اک آگ کا دریا ہے بس ڈوب کے جانا ہے

اس شعر میں مرزا غالب صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جواب : بیشک مرزا غالب نکتہ شناس تھے، بڑے پتے کی بات کی ہے کہ دریائے عشق تک رسائی سے پہلے ایک آگ کے دریا سے گذرنا ہوتا ہے جب تک اس آگ سے گذرا نہیں جاتا عشق کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی، یہ آگ تیرے اندر دہک رہی ہے جل رہی ہے یہ نفس کی آگ ہے اس کو شکست دے کر یہ مرحلہ طئے کرنا چاہئے۔ نفس نمرود ہے یہ آگ ہمارے اندر دہکائے ہوئے رکھا ہے، عکسِ آئینہ میں اس آگ کا دھواں اور غبار دیکھ لے۔

سوال ۲۷: حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ سرکار فرماتے ہیں کہ صنوبر کی کلی جب تک نہیں کھلتی تب تک بابِ علی کھلتا نہیں اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : یہ تصوف کے عجیب وغریب اصطلاحات ہیں جسے آج کا سالک کچھ کا کچھ سمجھ کر اصل مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا بات سمجھ میں آنے والی ہونا چاہیے

اس لئے گل نرگس کو دیکھ لو ایک پھول جو آنکھ کی مانند ہوتا ہے، سیاہی اور سفیدی ہوتی ہے مگر دیکھ نہیں سکتا۔ ہم بھی سیاہی اور سفیدی والی آنکھ رکھتے ہیں مگر دیکھنے کے لئے ہمیں سیاہی معاون و مددگار ہے پس اس سیاہی و سفیدی کا جو راز دار ہو گیا اس کے لئے بابِ علی رضی اللہ عنہ کھل جاتا ہے۔

سوال ۲۸: ''رَأیتُ رَبّی لیلةَ المعراجِ فِی اَحسن صورة'' کا کیا معنی ہے؟

جواب: ''میں نے اپنے رب کو شبِ معراج بہترین صورت میں دیکھا'' اس کا معنیٰ یہ ہے کہ بہترین نور کی صورت میں دیکھا۔ وہ نور جس سے دونوں جہاں خیرات لیتے ہیں۔ اب اس نور کی کیا مثال دیں؟ بہتر ہے کہ تم خود آیات نور ''اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ (النور ۲۴:۳۵)'' سے آخر تک پڑھ کر معنی سمجھ لو ورنہ اگر کامل پیر رکھتے ہو تو اس سے پوچھ لو۔

سوال ۲۹: حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب یازدہ رسائل میں اور حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کتاب سکینۃ الاولیاء میں مرقوم ہے اور بھی کئی ایک جید اولیاء اللہ نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی ہے کہ ''رَأیتُ ربّی فی لیلة المعراج بِصورة اَمرد شباب قططة'' یعنی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں نے اللہ کو امرد یعنی وہ بچہ جس کی ڈاڑھی مونچھ نہ نکلی ہو ایسی صورت میں دیکھا)۔ اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: اسمِ رب صفت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صفت پاک کے مظہر کو غلمانی صورت میں دیکھا جیسے کہ ارشاد گرامی ہے ''وَیَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ غِلۡمَانٌ لَّہُمۡ

کَاَنَّہُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّکۡنُوۡنٌ ﴿۲۴﴾'' (الطور ۵۲:۲۴) ترجمہ ''ان کے خدمتگار بچے ان کے اردگرد پھریں گے گویا وہ موتی ہیں چھپے ہوئے'' یعنی جنت میں ان کے اطراف غلمان یعنی بچے ہوں گے، اس پر دلیل ہے۔ اللہ نے خود اپنے نور کی مثال دیا ہے لوگوں کو سمجھانے کے لئے کئی مثالیں قرآن میں بیان فرمایا ہے قرآن فرماتا ہے ''جنت میں غلمان ہوں گے'' غلمان سے مراد! امرد بچے ہیں۔ امرد بچے کیا ہوں گے، کون ہوں گے؟ اس مقام تک کون پہنچے گا؟ بس وہی پہنچے گا جو ''اسم اللہ ذات'' کی مظہریت کے ساتھ اپنے آپ کو ھوہیت کے مقام تک لاتا ہے۔ بچے فطرتاً اسلام کی پاکیزگی لیئے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیثِ پاک میں آیا ہے، کُلُ مولودٍ یولدُ علیٰ فطرت الاسلام کان وِلَدانه یهودیاًاو نصرانیاً'' یعنی (ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے گرچہ اس کے ماں باپ یہودی ہوں یا نصرانی) تو معلوم ہوا کہ ہر بچہ نوری فطرت لیئے ہوئے پیدا ہوتا ہے اسی لیئے بچے سن بلوغ تک احکام شریعہ سے آزاد ہیں اس طرح اور بھی کئی معنیٰ ہیں بس صفتِ ربّ کو آپ نے امرد بچے کی شکل میں دیکھا یعنی مظہریت کے شکل میں دیکھا کیونکہ وہی اول، وہی آخر، وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ معلوم ہوا کہ صفت ظاہر کو مظہر میں دیکھا۔

سوال ۳۰: کتاب عین الفقر میں حضرتِ سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ نے ہمارے آدم علیہ السلام سے پہلے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے ہیں، خدا کی قسم میں ہر آدم میں ''الف'' تھا''۔ اس کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: کتاب عین الفقر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حدیثِ قدسی نقل فرمائی

ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے محمد ﷺ میں نے آپکے باپ آدمؑ کو ایک ہزار برس کی عمر عطاء کر کے پیدا فرمایا ہے ان سے پہلے پندرہ ہزار آدم پیدا کیے جن کی عمریں دس دس ہزار برس کی تھی اسکے بعد میں نے تمہارے باپ آدمؑ کو پیدا فرمایا'' اس حدیث پاک میں صرف پندرہ ہزار آدم کا ذکر ہے جن کی عمریں دس دس ہزار سال کی تھیں وہ ایک لاکھ آدم والے قول کے مطابق پچاس ہزار آدم اور گذرے ہیں ایک خبر اللہ دے رہا ہے اور ایک خبر نبی کریم ﷺ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدا کی قسم میں ہر آدم میں ''الف'' تھا۔ اب یہاں ہمیں غور کرنا ہوگا کہ ''الف'' کو اگر قائدۂ ابجد میں ''ا'' لکھا جائے تو نقطہ پوشیدہ ہو جاتا ہے اگر ''ا'' کو ملفوظی ''الف'' کر لیتے ہیں تو ظاہر ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپکا نور نقطۂ ''الف'' میں پوشیدہ رہکر ہر آدم کی نبوت کا راز تھا یعنی ہر آدم کی نبوت میں 'الف' کا نقطہ پوشیدہ تھا اور ولایت میں ''ا'' پوشیدہ تھا معلوم ہوا کہ ایک لاکھ آدم نور محمدی ﷺ کے امین اور گواہ رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لولاک لما خلقت الافلاک'' (اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو افلاک کو پیدا نہ کرتا) اگر افلاک ہی پیدا نہ ہوتے تو افلاک پر آدم کی تخلیق نہ ہوتی اور میں اپنی ربوبیت کا اظہار بھی نہ کرتا۔ یاد رہے ایک لاکھ آدم کا ذکر مرآۃ الاسرار میں بھی آیا ہے اور آج کی سائنس بھی پچاس پچاس ہزار سال اور ایک لاکھ سال پہلے کے انسانوں کے ڈھانچے حاصل کر کے DNA کے ذریعہ یہ پتا لگا رہی ہے کہ یہ کس قدر قدیم ہوں گے اور ان کی عمریں کیا رہی ہوں گی۔

سوال ۳۱: حدیث پاک ہے ''الفتنة اشد من القتل'' سے مراد کیا ہے؟

جواب : ''فتنہ قتل سے زیادہ شدید تکلیف دینے والا ہے'' معنیٰ ظاہر ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ فتنہ کا لفظ استعمال ہوا ہے کبھی فساد کا ذکر آیا ہے کبھی فتنہ کا ذکر ظالموں کی نسبت سے استعمال ہوا ہے۔ فساد سے مراد معمولی جھگڑا، نفاق یا دنگا ہے مگر فتنہ سے مراد آج کے الفاظ میں دہشت ہے فتنہ پروری سے مراد دہشت پسندی ہے اور اللہ نے گاہے بگاہے دہشت کی مذمت ہے اور امن وامان کا حکم دیا ہے بہر حال فتنہ کا معنیٰ دہشت گردی ہے۔

سوال ۳۲: کیا صوفیان کرام جہاد میں شریک رہے ہیں؟ اور کسی نقاد نے جنگی صوفیاء (The warior sufees) کے نام کی کتاب بھی لکھ دی اور الزامات عائد کئے ہیں کہ صوفیان کرام جنگجو مزاج ہوتے ہیں۔ یہ الزام کہاں تک درست ہے؟

جواب : یہ لغو اور بے بنیاد الزام ہے کیونکہ تمام صوفیان کرام جنگوں میں شریک نہ ہوئے بلکہ چند گنے چنے صوفیاء شریک بھی رہے ہوں اور آج کل یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے یہ انتہائی غلط افواہ کن الزام ہے، یہ امت مسلمہ کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے چین اور انڈونیشیاء میں بھی مسلمان ہیں، وہاں کونسی لڑائیاں اسلام کے نام پر ہوئیں؟ وہاں کونسی لڑائی کے ذریعہ اسلام پہنچا؟ آفریقہ کے کئی مما لک میں مسلمان ہیں وہاں کونسی لڑئیاں اسلام کے نام پر ہوئیں؟ اگر کہیں کہیں ہوئی ہیں تو ممکن ہے کہ حق و باطل کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنے کیلئے ہوئی ہوں، دنیا کا کوئی مذہب بھی تلوار کے ذریعہ اپنے آپ کو نافذ کرنا پسند نہیں کرسکتا تو اسلام اسے کس طرح پسند کرے گا؟ تلوار سے جسم جھک سکتے ہیں دل نہیں، تلوار سے جسموں کو غلام بنالیا جاسکتا ہے دلوں کو نہیں، اب دل

بنانے والے، دلوں کو بسانے والے، زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والے، اہل دل صوفیان کرام اور جنگجو مزاج! صوفی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ جنگوں میں سر کی بازی لگانی ہوتی ہے اور صوفیان کرام اللہ پر جان کی بازی لگانے والے ہوتے ہیں سر کی بازی لگانے والوں میں جان کی بازی لگانے والوں کا کیا کام؟ اگر وہ گئے بھی ہیں تو حق کے نام پر کسی کی جان لینے نہیں بلکہ خود کی جان دیکر جنگوں کو روکنے کے لئے گئے ہیں، زخمیوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے گئے ہیں، بسا اوقات صوفیان کرام پہ ایک عجیب وغریب حال طاری ہوتا ہے وہ اللہ کے قرب کے لئے اس قدر بے چین و مضطرب رہتے ہیں کہ ان کی جان ان کی نظر میں حقیر اور اللہ کی راہ میں پردہ نظر آتی ہے کچھ ایسا ہی وقت جب نبی کریم ﷺ پر آیا تو آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ کے نیچے گرا دینا چاہا مگر حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو آگاہ کیا کہ آپ تو صاحبِ امت ہیں جب اس حال پر کوئی صوفی آجاتا ہے تو فراق سے نجات کیلئے وصال کی تدبیر کرتا ہے اور ایک بہانا ڈھونڈتا ہے اور ایسا ہی ایک بہانہ ان کو جہاد کے نام پر ملتا ہے تو وہ صوفی چلا جاتا ہے تاکہ مزاحمت کرنے والے دونوں گروہ ان کو پہچان لیں اور جنگ روک دیں۔ حضرت عیاض نوے مرتبہ لڑائیوں میں شامل رہے مگر کتنا لڑے؟ کتنوں کو مارا؟ حاسدین کا ہر الزام غلط ہے، لغو ہے اور بے بنیاد ہے۔ صوفیان کرام جنگ کرنے کے لئے نہیں جنگ روکنے کے لئے، انسانوں کا خون بہنے سے روکنے کے لئے گئے ہیں نہ کہ خون بہانے کے لئے۔

سوال ۳۳: عام عقل و ہوش کی ابتداء اور انتہاء کیا ہے؟

جواب : عام عقل و ہوش کی ابتداء عورت کیلئے ہوتی ہے جب مرد اور عورت کا

مجازی وصال ہوتا ہے تو دونوں کی عقل و ہوش پرواز کر جاتی ہے یہی عام عقل و ہوش کی انتہاء ہے۔

سوال ۳۴: صوفی کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟

جواب : دو طرح کے ہوتے ہیں ایک حقیقی صوفی ہوتا ہے اور ایک مجازی صوفی ہوتا ہے اور مجازی صوفی ایک بے جان تصویر کی مانند ہوتا ہے۔

سوال ۳۵: کیا نفس اللہ کا مقروض ہے؟

جواب : بیشک نفس اللہ کی نعمتوں کا مقروض ہے اور فقیر پر واجب ہے کہ یہ قرض اتار دے اس لئے فقراء ہر چیز کو ترک کر دیتے ہیں تاکہ فقیر کا ترکہ اس کے مرنے سے پہلے اس کے لواحقین تک پہنچ جائے۔

سوال ۳۶: روح کس کی عاشق ہے؟

جواب : روح اس دم کی عاشق ہے جس کی نسیمِ خوشبو سے حضرت مریمؑ کو ایک کلمہ کی بشارت ملی۔

سوال ۳۷: ہر چیز کی تسبیح کیا ہے؟

جواب : اس کی حرکت ہے، فاعلِ حقیقی وہی ہے، وہی اسکو یاد کرتا ہے۔

سوال ۳۸: حرص، حسد، تکبر کہاں ہوتے ہیں؟

جواب : آنکھ میں ہوتے ہیں، آئینہ میں کالا دھبہ دیکھ لے۔

سوال ۳۹: کیا نفس کو اپنے اعمال سے مغلوب کیا جا سکتا ہے؟

جواب : نہیں۔ جب تک کسی کامل پیر کے عقل کی مدد نہ لیں یہ ممکن نہیں۔

سوال ۴۰: حق و باطل کی پہچان کیا ہے؟

جواب: اللہ نے اسی پہچان کیلئے تجھے ایک جسم دیا ہے ہر چیز سے سبق حاصل کر علم حاصل کر، دوسرے کا سکھایا ہوا علم دوسرے ہی کا ہوتا ہے، کان کو دیکھ لے کہ یہ باطل ہے ہر سنی سنائی چیز پر بکھیڑا کر دیتا ہے، خود کو حق پر اور دوسروں کو ناحق پر تسلیم کر لیتا ہے لوگ سنی سنائی خبروں پر تفرقہ پیدا کر لیتے ہیں، جماعتیں پیدا کر لیتے ہیں اور ایک دوسرے کیساتھ دست و گریبان ہو جاتے ہیں ظاہری باتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اکثر لوگ فریب میں مبتلاء کر دیتے ہیں۔ مگر آنکھ کا مشاہدہ ہرگز دھوکا نہیں دے سکتا، علم الیقین کان سے حاصل ہوتا ہے اس کا گواہ اگر عین الیقین ہے تو حق ہے ورنہ یہ گواہ ہے تو محض کانوں کی سماعت کا ہے۔ حروف کا دیکھنا اور ہے معنیٰ کا مشاہدہ اور ہے۔ المختصر آنکھ کا مشاہدہ ہرگز دھوکہ نہیں دے سکتا۔ ہاں! مشاہدہ میں حق و باطل آتے ہیں تو کامل عقل والا اس میں تمیز کر لیتا ہے۔

سوال ۲۱: مسلک کیا ہے؟ اور مذہب کیا ہے؟ کیا پانچواں مسلک یا مذہب ہو سکتا ہے؟

جواب: ہاں مسلک پانچواں ضرور ہو سکتا ہے مگر مذہب نہیں۔ پہلے جاننا چاہیئے کہ مسلک کسے کہتے ہیں؟ مسلک سلوکِ الی اللہ سے ہے، مسلک راہ سلوک سے ہے، سلوک کے مسالک و مشارب کئی ہیں۔ رہا سوال مذہب کا! آج یہ بکھیڑا جن معنوں میں لیا جا رہا ہے وہ مذہب ہے یہاں کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہو رہی ہے دین مکمل تو صرف اسلام ہی ہے اسلام کی پہلی صدی میں فقہہ کی باقاعدہ ترتیب و تدوین ہو رہی تھی، ائمۂ رجال، ائمۂ احادیث، علمِ احادیث پر کام کر رہے تھے اس وقت اسلامی تہذیب اور اخلاق کو محفوظ کرنے کیلئے چار مجتہدان کرام اٹھے

جن میں سر فہرست امام الائمہ، امامِ اعظم حضرت نعمان بن ثابت علیہ السلام، حضرتِ امام شافعی علیہ السلام، حضرتِ امام مالک علیہ السلام اور حضرتِ امام احمد بن حنبل علیہ السلام ہیں ان حضراتِ قدسیہ کے اجتہاد کے مطابق ان کی تحقیق و تصدیق شدہ تہذیب کو لوگ تسلیم کرنے لگے اور بعد کے اکابرین نے ان چاروں ائمۂ دین کے فقہی طریقوں کو مذاہبِ اربعہ سے موسوم کیا اور بلا اختلاف ان حضرات قدسیہ کی تحقیقات کے طریقوں کو اپنانے لگے اور یہ چاروں مذاہب ایک دوسرے کے نزدیک اور تمام اکابرین کے نزدیک برحق اور بحق ہیں اور ان کے پیروکاروں کو اہلِ سنّت و جماعت کہا گیا۔ کیونکہ یہ جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی سیرت کی پیروی کرتی ہے، ہم تمام سنیوں کے نزدیک مذاہب اربعہ صرف چار ہیں اور انہیں چار حضرات کو مستقل مجتہدان کرام کہا گیا ہے اور پانچواں کوئی مستقل مجتہد نہ ہوا ہے اور نہ کسی نے آج تک مستقل مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر وقتاً فو قتاً عُرفی اور عارضی مجتہد آتے رہے ہیں جو یقیناً قابل قدر رہے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق دنیا کے کسی بھی ملک میں ایسا کوئی مستقل مجتہد ابھی تک نہیں اٹھا جو مذکورہ ائمۂ مجتہدین کی صف میں کھڑا ہو کر پانچواں مذہب یعنی تہذیبِ اخلاق و دین پیش کر رہا ہو۔ معلوم ہوا کہ مسلک و مشرب اور ہے مجتہد کا مذہب اور ہے۔ جاننا چاہیے کہ تصوف کے مشائخین میں ایک قول بہت مشہور ہے اور ہر کوئی چار پیر چودہ خانوادوں کو مانتا ہے مگر آج یہ چار پیر تو ہیں مگر خانوادوں کی تعداد چودہ سے گزر کر سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے یہ سب کیا ہیں؟ سلوک الی اللہ کی شاہرا ہیں اور مسالک ہیں، بیجا کسی کو بدنام کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے اسلام

تعصب اور حسد کی اجازت نہیں دیتا، میرے نزدیک صوفیان کرام کا ہر مسلک و مشرب برحق ہے۔

سوال ۴۲: رازِ کن کیا ہے؟

جواب : ''کُن'' امرِ کُن ہے۔ فاعلِ حقیقی کا فعل ہے۔ اس کے کُن کہنے سے ذاتِ انسانی وجود میں آئی، فیکون کہنے سے تیرے اندر اور باہر کی ہر چیز وجود میں آئی۔ معلوم ہوا کہ اس کے کُن کہنے سے ذاتِ انسانی بھی ایک کُـــن ہے وہ فاعل ہے اور یہ سب کچھ اُس کا فعل ہے۔ فعل فاعل کے خلاف کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ ہر فعل فاعل سے سرزد ہوتا ہے۔ اس میں ایک نکتہ پوشیدہ ہے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے، بندے کی ذات کیساتھ باغی نفس لگا ہوا ہے، فاعل فعل کا غیر نہیں بلکہ فعل کا غیر نفس ہے اس کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے ورنہ یہ فاعل سے بغاوت ہوگی۔

سوال ۴۳: آج کل پیر لوگ کہتے ہیں کہ ہم ہر ظاہری عبادات وطاعات سے آزاد ہیں ہم دل کی نماز پڑھتے ہیں۔ کیا یہ دعویٰ درست ہے؟

جواب : ایسے لوگ سخت گمراہ ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ'' (البقرہ ۲:۴۳) (اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ) اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ''وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ١٩'' (العلق ۹۶:۱۹) (سجدہ کرو اور میری قربت اختیار کرو) جسم پر نماز اس لئے فرض ہے کہ جسم روح سے آشنا ہوجائے اور روح کی محبت میں روح کی سواری بننے کیلئے تیار ہوجائے جب جسم روح سے آشنا ہوتا ہے تو دونوں ہم رنگ ہوجاتے ہیں ورنہ اگر دونوں میں تضاد ہے تو اللہ کی راہ میں

سالک ایک قدم بھی آگے بڑھ نہیں سکتا۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کے بغیر اگر کوئی پیر پیری کا دعویٰ کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ گدھا ہے جو مرید نام کا چارہ تلاش کرتے ہوئے دربدر بھٹکتا ہے۔

سوال ۴۴: ہر نبی کیوں رحمۃ اللعلمین نہیں ہوسکتا ہے؟

جواب : کیا ہر تارہ چاند سورج ہوسکتا ہے؟ نہیں۔ چاند سے بھی روشنی ہوتی ہے سورج سے بھی روشنی ہوتی ہے، چاند کی روشنی میں ہر چیز صاف نظر نہیں آتی مگر سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف نظر آتی ہے۔ اللہ نے قرآن میں سورج کو ضیاء اور چاند کو نور فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام چاند کے مانند تھے اور ہمارے آقا ﷺ کی ذات سورج کی مانند ہے، کوئی چاند سورج نہیں ہوسکتا بلکہ سورج سے چاند منور ہوتا ہے، چاند کی اپنی روشنی نہیں ہوتی یہ سورج کا مرہونِ منت ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''لولاک لما اظہرت ربوبیۃ'' (اے محبوب ﷺ اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کا اظہار ہی نہ کرتا) معلوم ہوا کہ ہر نبی کی نبوت کا چاند ہمارے آقا ﷺ کی نبوت کے سورج سے روشن رہا ہے اس لئے رحمت للعالمین صرف آپ ہی کا لقب ہے اور آپ کی شایانِ شان ہے اور آپ کی عطاء وتوسل سے ویسے تمام انبیاء کرام رحمۃ للعالمین ہی ہیں اسی لئے حضرات انبیاء کی شانوں میں یہ توضیح نہیں کرنی چاہئے جس میں توہین کا پہلو نکل آئے۔

سوال ۴۵: اولیاء اللہ میں یہ کرشمائی قوتیں کہاں سے پیدا ہوتی ہیں؟

جواب : اللہ کے دیدار سے پیدا ہوتی ہیں جس کی جتنی قرب و دیدار کی کیفیت ہوگی اسی قدر کشف وکرامت کا ظہور ہوگا۔ عام لوگوں کے اجسام نور پر خاک کی

مانند ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کے اجسام خاک میں نور کی مانند ہوتے ہیں، عام لوگ عناصر کے غلام ہوتے ہیں اور خواص عناصر پر حکمراں ہوتے ہیں۔

سوال۴۶: "مَنْ عَرَفَ رَبّہٗ فَقَدْ کَلَّ لِسانَہٗ "(جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے) اس قولِ مبارک کا معنی کیا ہے؟

جواب: جب سالک مقامِ حیرت میں پہنچتا ہے تو اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے اور جب اس کی ظاہری زبان گونگی ہو جاتی ہے تو وہ اللہ سے ہر وقت ہم کلام رہتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ خاموش ہے فرشتے سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے کلام کرتا ہے بس اس کیفیت کا اظہار مذکورہ حدیث پاک سے ہوتا ہے یعنی جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہوگئی۔

سوال۴۷: وسوسہ اور الہام میں فرق کیا ہے؟

جواب: جاننا چاہیے سالک میں ہمیشہ جدوجہد چلتی رہتی ہے عناصر کا جہاد چلتا رہتا ہے ہر عنصر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور ہمیشہ انتشار بپا کرتے رہتا ہے تمام عناصر وحدت کو قبول نہیں کرتے جب سالک کی جان طاقتور ہو جاتی ہے تو ان کے غلبہ کو توڑ کر وحدت کی شکل اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے اس مقام پر شرعی عبادات اور اذکارِ تقویٰ طہارت بے حد ضروری ہیں اس کے بغیر عناصر کا مزاج قبول کرتے ہیں تو وسوسے خالی نہیں ہو سکتے، وسوسوں سے رہائی کے بغیر الہام الٰہی نہیں ہو سکتا ورنہ با وسوسہ سالک کو الہام اگر ہوتا بھی ہے تو وہ وسوسہ اور الہام میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اب انبیاء کرام کے ظاہری اجسام کا مزاج ازل سے وحدت کی صورت اختیار کئے ہوئے ہوتا ہے اور وہ اسی کیفیت کے

ساتھ دنیا میں نازل کئے جاتے ہیں اسی لیے وہ وحی کو قبول کرتے ہیں۔

سوال۴۸: موت کہاں پوشیدہ ہوتی ہے؟

جواب: انسان کے عناصر کے مزاج میں پوشیدہ رہتی ہے بری موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے اور اچھی موت اچھے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ عام انسان کے عناصر آپس میں مصروف جہاد رہتے ہیں اور آپس میں لڑ جھگڑ کر ہار جاتے ہیں تو فطری موت واقع ہوتی ہے۔ خاص انسان جس کے عناصر کا مزاج وحدت کی شکل اختیار کر چکا ہو تو اس کی روح کو اللہ اپنے دستِ قدرت سے خود قبض کر لیتا ہے۔

سوال۴۹: نعمت کا نزول کب ہوتا ہے؟

جواب: بچہ جب تک دودھ پیتا ہے اس وقت تک وہ ہر نعمت سے محروم رہتا ہے جب اسے دودھ چھڑایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں کا حقدار ہو جاتا ہے حالانکہ دودھ بھی اللہ کی نعمت ہے مگر ایک نعمت کو چھوڑنے سے یا ایک نعمت کی لذت کی قید سے رہائی پانے کے بعد دوسری کئی نعمتیں عطاء کی جاتی ہیں۔ اسی طرح انسان جب ایک نعمت میں قید ہو جاتا ہے تو دوسری نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، دنیوی نعمتوں کی لذتوں کی قید میں اگر انسان رہ جاتا ہے تو اخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ دنیاوی نعمت کا آخری لقمہ بھی بسا اوقات ترک کر کے بھوکے رہ جاتے ہیں تو اخروی نعمت سے انکو غذا فراہم کی جاتی ہے اس لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا" **انی ربّی الّذی یطعمنی ویسقینی** "(بیشک میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" **ابیتُ عند ربّی یُطعمنی و یسقین**" یعنی (میں اپنے رب کے

پاس رات گذارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے) سبحان اللہ آپ ﷺ کی عطاء سے آپ کی امّت کے اولیاء کاملین کا بھی یہی حال ہوتا ہے اور جب سالک دنیوی آخری لقمہ بھی چھوڑ دیتا ہے تو اس کی عقل لقمان بن جاتی ہے۔

سوال ۵۰: لالچ کیا ہے؟

جواب: لالچ اللہ کا غضب ہے۔ انسان کے کانوں کو بہرہ بنا دیتا ہے، انسان کی آنکھوں کو اندھا بنا دیتا ہے، لالچ سے غرض اور مفاد نام کے دو شیطان پیدا ہوتے ہیں اور بے وقوف لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**اَنْ لَّا تَعْبُدُ وا الشَّیْطَانَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّمُّبِیْن**'' (اے لوگو! شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ شیطان تمہارہ کھلا ہوا دشمن ہے)۔ لالچ ہی انسان کو کفر کے قریب کر دیتی ہے کہ وہ ایک پردہ ہے جو اخروی نعمتوں کو دیکھنے سے، پانے سے روک لیتا ہے تب کہیں انسان دنیوی لالچ میں اپنی آخرت کو برباد کر لیتا ہے۔ لالچی انسان کو حق باطل نظر آتا ہے اور باطل حق نظر آتا ہے۔ لالچ کیا ہے؟ کفر کی ماں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ '' (التوبۃ ۹:۱۱۹) (سچوں کے ساتھ ہو جاؤ) تا کہ تم سچا دیکھ سکو، سچّا سُن سکو اور سچّا بن سکو۔

سوال ۵۱ : روح کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے؟

جواب: جب دین کا نور ہر طرح کی لالچ کے کفر سے پاک ہو جاتا ہے تو روح کی آنکھ روشن ہو جاتی ہے۔

سوال ۵۲ : رقص کیا ہے؟

جواب: جب اولیاء اللہ خود سے آزاد ہو جاتے ہیں تو ان کی روحیں آوازِ الست

سنتی ہیں اور بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگاتے ہوئے رقص کرتی ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے اجسام رقص کرتے ہیں در اصل ان کی روحیں اجسام کی مٹی پر رقص کرتی ہیں، یہ رقص حق ہے اور عین عبادت بلکہ عبادت کی جان ہے اسی لئے حضرتِ شیخ نصیر الدّین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سماع عین عبادت ہے اس کا انکار حق کا انکار ہے اگر کسی نے بناوٹی رقص کیا یا رسماً رقص کیا تو وہ ان ارواح قدسیہ کی توہین ہے جن کی روحیں اللہ کے دیدار سے مست ہو کر رقص کرتی ہیں، بناوٹی رقص ریا ہے اور ریا کیا ہے؟ ریا شرک کی ماں ہے لہٰذا بناوٹی رقص سے گریز کرنا چاہیے۔

سوال ۵۳: تاویل اور بہانوں کا سہارہ کون لیتا ہے؟

جواب: وہی شخص تاویل اور بہانوں کا سہارا لیتا ہے جس کا علم، یقین کے درجات سے محروم ہو۔ یاد رکھو عقل وحواس کیلئے حیلہ کا راستہ درست نہیں ہے۔

سوال ۵۴: ''موتوا قبل ان تموتوا '' یعنی (مرنے سے پہلے مر جاؤ) اس حکم پر تعمیل کب کرنا چاہیے؟

جواب: جب تک نفس سرکشی نہیں کر رہا ہو یا نفس روح کی اطاعت کیلئے تیار ہو تو یہ بہترین سواری ہے اس کا قتل کرنا گناہ ہے اگر نفس سرکش ہو گیا ہو، سالک کی اطاعت نہیں کر رہا ہو تو اپنے ہاتھوں اپنے نفس کو بھی قتل کر کے یکتا کے ساتھ یکتا ہو جانا چاہیے۔ اپنے ہی نفس کو ہم کب قتل کریں؟ جب یہ بے وقت کا مرغ بانگ دینے لگے تو سمجھ لو کہ اس کو ذبح کرنے کا وقت آچکا ہے۔

سوال ۵۵ : عوام اور خواص کی قبروں میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب : عوام کی قبریں عام انسان کے مرنے کے بعد عوام خود مٹی پتھر سے بناتے ہیں مگر خواص اپنی موت سے پہلے اپنی قبر ملکِ صفا میں تعمیر کرلیتے ہیں اور بعد ان کا جسم سپردِ خاک کیا جاتا ہے۔عوام کی قبریں مٹی میں ہوتی ہے خواص کی قبریں صفا کے پانی میں ہوتی ہیں۔

سوال۵۶: حیلے بہانے کے ساتھ کسی کے مال کو ناحق کھانا کیسا ہے؟

جو اب : کسی بھی حیلے سے، بہانے سے ناحق کسی کا مال کھانا حرام ہے اور صاحبِ مال کا خون پینے کے برابر ہے اور خون کا پینا قطعاً حرام ہے کیونکہ مال محنت سے ہاتھ آتا ہے اور محنت میں خون صرف ہوتا ہے۔معلوم ہوا کہ کسی نہ کسی کا ناحق مال کھایا تو اس نے ایک انسان کے خون کو خود پر حلال ٹھہرالیا جبکہ خون حرام ہے، شریعت کے مطابق وہ گنہگار مگر مسلمان ہی کیوں نہ ٹھہرے مگر صوفیان کرام کے نزدیک وہ حق سے پھر گیا۔معلوم ہوا کہ جس نے کسی کا مال ناحق ہڑپ کرلیا اس نے کسی کے خون کو خود پر حلال کرلیا اور حرام کو حلال ٹھہرالینا کفر ہے۔

سوال ۵۷: نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے یمن سے خوشبو آتی ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب : ظاہری معنیٰ تو ظاہر ہے مگر اس کا باطنی معنی یہ ہے کہ یمن ایک سبز آسمان ہے ہر انسان کے افعال کی بو اس آسمان تک پہنچتی ہے ہر اچھے عمل کی خوشبو سے فرشتے خوش ہوجاتے ہیں اور ہر برے عمل کی بدبو سے فرشتے بیزار ہوجاتے ہیں۔ آسمانِ یمن سے نبی کریم ﷺ اچھے عمل کی خوشبو پالیتے ہیں تو کیا آپ انسان کے برے اعمال سے واقف نہیں ہوں گے؟ واقف ہوتے ہیں مگر پردہ پوشی کرتے ہیں۔

سوال۵۸: نبی اور غیر نبی میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب : نبی معنیٰ شناس اور غیر نبی الفاظ شناس ہوتے ہیں۔لوگوں نے حضرت بلال ؓ کی اذان کے الفاظ پر یہ اعتراض کیا کہ وہ حیّ کے بدلے ہیّ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ خاموش رہا کرتے جب لوگوں نے اعتراض کیا! تو آپ ﷺ نے فرمایا الفاظ خوبصورت نہ سہی مگر معنیٰ تو خوبصورت ہوتا ہے یہاں معنیٰ سے مراد باطنی نیت ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''انما الاعمالُ بالنِیّات'' (تمہارے اعمال کی قبولیت کا دارومدار تمہاری نیتوں پر ہے) معنی اگر معنیٰ بدصورت اور الفاظ خوبصورت ہوں تو سب کچھ بے کار ہے۔ اکثر اہل علم کے الفاظ خوبصورت ہوتے ہیں اور معنیٰ بدصورت اور اکثر صوفیانِ کرام کے الفاظ بدصورت مگر معنیٰ خوبصورت ہوتا ہے۔

سوال۵۹: اکثر دعائیں بے اثر کیوں ہوجاتی ہیں؟

جواب : کیونکہ اکثر انسان دعا کا سلیقہ نہیں جانتے کیونکہ یہ صرف زبان سے فریاد کرتے ہیں اور فوراً اثر پانے کے لئے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں بسا اوقات یہ زبان اچھے اور برے دونوں کام کرتی ہے اور اچھے اور برے کام کا قائل منافق ہوتا ہے یہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ اور ہے دراصل دعا کا سلیقہ یہ ہے کہ دعا پاک دم کی زبان سے کی جاتی ہے اور اگر دم بھی ناپاک ہو تو پاک اہل دم سے دعا کروائی جاتی ہے۔معلوم ہوا کہ اللہ کے پاک نام کو منہ کی زینت بنالینا چاہیئے یہ دم بھی عجیب دم ہے جب اللہ کی یاد میں یہ منہ کا نور بن جاتا ہے تو نام ہی مسمّیٰ سے دعا کرتا ہے اور وہ یقیناً قبول ہوجاتی ہے۔

سوال ۶۰: اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَایَمُوتُونَ بَلْ یَنْتَقِلُون مِنَ الدَّارِ اِلَی

الدّار سے مراد کیا ہے؟

جواب: (بیشک اولیاء اللہ مرتے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں) کیونکہ زندوں کی طرح انہیں قبروں میں غذا مہیا کی جاتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح ماں کے پیٹ میں بچے کی پرورش ہوتی ہے۔ اولیاء اللہ کو قبروں کی آغوش میں غذائے آبِ حیات دی جاتی ہے۔ ظاہری حیات میں اولیاء اللہ غذا کھاتے ہیں دراصل ان کیلئے غذا پیالے کی مانند ہوتی ہے جس سے وہ آبِ حیات پیتے ہیں۔ ظاہراً وہ کھاتے ہیں باطناً وہ پیتے ہیں۔ روزے میں دراصل یہی حکمت پوشیدہ ہے جب بندہ ظاہری غذا سے رُک جاتا ہے تو اللہ دوسری غذا سے اس کی پرورش کرتا ہے لہٰذا ارشاد گرامی ہے ''الصّبر مفتاح الفرج'' (صبر کشادگی کی کنجی ہے) یہاں صبر سے مراد روزہ ہے یعنی ظاہری لوازمات سے رک جانے کا نام ہے جب بندہ ظاہری لوازمات کی قید سے رہا ہو جاتا ہے یا رہائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور کامیاب ہو جاتا ہے تو اسے غذائے آبِ حیات میسر آتی ہے ورنہ اللہ کے نام پر بھوکے رہنے کا ثواب تو حاصل ہوگا مگر غذائے آبِ حیات میسر نہیں آئے گی تاوقت یہ کہ وہ لوازمات سے رہائی کی کوشش نہ کرے۔

سوال ٦١ :معشوق کی پہچان کیا ہے؟

جواب :تیری ذات ہے جو پردۂ صفا میں گوہرِ آبدار کی مانند پوشیدہ ہے اور اس پر بیرونی پردے پڑے ہوئے ہیں۔

سوال ٦٢ :بے احتیاتی کا انجام کیا ہے؟

جواب :شرمندگی کیونکہ بے احتیاطی سے دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور اسے

اس کی خبر بہت دیر کے بعد ہوتی ہے۔

سوال ٦٣ :حضوریٔ قلب کسے کہتے ہیں؟

جواب :قالب کو غائب کرنے کا نام حضوریٔ قلب ہے۔

سوال ٦٤ :محسن کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :احسان جتانے سے پرہیز کرنا چاہیے ورنہ جتانے کے بعد اس شخص کے شر سے بچنا محال ہو جائے گا جس پر تم نے احسان کیا ہے۔

سوال ٦٥ :علمِ نفس کیا ہے؟

جواب :علم دُھواں ہے اور نفس آگ ہے، علم لقمہ ہے اور نفس اژدہا ہے۔

سوال ٦٦ :مکاں اور لامکاں کی تعریف کیا ہے؟

جواب: مکانِ دنیا مکانِ عقبٰی کا مجاز ہے حقیقتاً مکان مکانِ عقبٰی ہی کو کہتے ہیں اور یہ آبِ صفا کا مکان اور لامکاں کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں بس مختلف النوع انوار ہوتے ہیں۔

سوال ٦٧ :ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب :ذکر آنکھوں کا نور ہے بلکہ نور کا ایک دریا ہے جو اس سے محروم رہا ہے وہ قیامت میں اندھا اٹھایا جائے گا اس لئے کہا گیا ہے کہ ''فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿٤٣﴾ (النحل ١٦:٤٣)'' (اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو) یعنی اگر تم ذکر کی حقیقت نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو کہ ذکر کا نور کہاں اور کیسا ہوتا ہے۔

سوال ٦٨ :عقلِ سلیم کسے کہتے ہیں؟

جواب : یہ عقل جبرئیل کی مانند ہوتی ہے اور وہ ملاقات کے سواء کسی چیز کو نہیں چاہتی۔

سوال ٦٩ : سالک کے لئے بہترین وقت کونسا ہے؟

جواب : فجر کے وقت کا مراقبہ خصوصاً حبس دم کرنے والوں کے لئے نایاب وقت ہے۔ پرندے ہر طرف اس کی صفاتی تجلیات سے مست ہو کر نعرے لگاتے ہیں اور حضرت انسان اس کی ذاتی تجلیات سے مست ہو جاتے ہیں دراصل خود سے باہر نکلنے کا وقت یہی ہے۔

سوال ٧٠ : کچھ مردانِ غیب بھی ہوتے ہیں وہ کس طرح غائب ہوتے ہیں؟

جواب : انسان حواس سے موجود ہے۔ عام انسان کے حواس غائب ہوتے ہی اسے قبر میں دفنا دیا جاتا ہے مگر مردانِ خدا جیتے جی یہ کمال حاصل کر لیتے ہیں کہ وہ جب چاہیں اپنے حواس کو غائب کر دیتے ہیں یا حواس سے خود غائب ہو جاتے ہیں ان کے ساتھ ادھر ڈوبے ادھر نکلے کا معاملہ ہوتا ہے۔

سوال ٧١ : امر ربی کیا ہے؟

جواب : امر ربی وہ ہے جس کا جمالِ ظاہر ایک گوہر نایاب کی مانند ہے اور جلالِ باطن ایک بادِ مست کی مانند ہے۔ اس قول کو کامل پیر کے سواء کوئی نہیں سمجھ سکتا یہی وہ دو دستِ قدرت ہیں جو فقیر کا اثاثہ ہوتے ہیں۔

سوال ٧٢ : حکمِ ازل کیا ہے؟

جواب : اس کی تشریح ممکن نہیں۔ بادِ مست اور نور کی شرح کیا کر سکتے ہیں۔

سوال ٧٣ : اللہ الصمد کی شرح کیا ہے؟

جواب : اللہ کی ذات ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز کی ہر حرکت اسی ذاتِ بے نیاز کی مرہون منت ہے، وہ ہر چیز سے پاک ومنزہ ہے، مگر شجرِ قدرت کا پتہ پتہ اسی کی ذات سے متحرک اور سرسبز وشاداب ہے۔

سوال ٧٤ : رضا کیا ہے؟

جواب : امرِ الٰہی ہے، یہ ایک نور ہے اس کی حقیقت بندہ پر اس وقت فاش ہوتی ہے جب وہ خود سے رہا ہو جاتا ہے۔

سوال ٧٥ : عام اور خاص زندگی میں کیا فرق ہے؟

جواب : عام آدمی خود کے لئے زندگی کو چاہتا ہے، خاص آدمی خدا کے لئے زندگی کو چاہتا ہے، عام آدمی کی زندگی عناصر کی حرارت ہے، خاص آدمی کی زندگی اللہ کا حکم ہے۔

سوال ٧٦ : مفتیٔ دین کا ظاہر و باطن کیسا ہونا چاہیے؟

جواب : فتویٰ میں قوم کا امام ہونا چاہیے اور تقویٰ میں فرشتوں کا امام ہونا چاہیے۔

سوال ٧٧ : حضرتِ موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پیچھے کیوں چلے تھے؟

جواب : لامحدود کی بارگاہ میں کسی چیز پر حد قائم کر لینا منزل نہیں راستہ ہے ایک شئی کے ترک سے ایک نئی چیز حاصل ہوتی ہے جمود سے پانی خراب ہو جاتا ہے، پانی بہنے سے پاک ہو جاتا ہے اگر وہ اپنے رتبے اور شان کو پسند کر لیتے تو یہ خود پرستی ہوتی مگر انبیاء خود پرستی سے پاک ہوتے ہیں اور خود سے زیادہ دوسروں سے محبت کرتے ہیں۔

سوال ۷۸: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی نہیں بلکہ عالمِ رویاء میں ہوئی کیا یہ درست ہے؟

جواب : عالمِ رویاء کی معراج اولیاء اللہ کے لئے ہے مگر ہمارے آقائے نامدار دوجہاں کے تاجدار نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی تھی۔ یہ اعتراض کرنے والوں سے پوچھنا چاہیے کہ اس نے نطفہ سے جسم، جسم سے عقل تک کا سفر جسمانی کیا یا عالمِ رویاء میں کیا، اگر ایک نطفہ سے جسمانی سفر ممکن ہے تو نبی کریم ش کے لئے جسمانی معراج کو کیا عقل تسلیم نہیں کرسکتی؟

سوال ۷۹ : حیرت کیا ہے؟

جواب : عقل کے بحرِ بے کنار کی بے شمار موجیں ہیں اور ہر موج میں ایک تجلی ہوتی ہے جب سالک اس مقام تک پہنچتا ہے تو اکثر جامد اور ساکت ہوجاتا ہے بسا اوقات یہاں اس کو پیر کی مدد درکار ہوتی ہے۔

سوال ۸۰ : گمراہی یا ضلالت کیا ہے؟

جواب : ایک سیاہ پردہ ہے جو عقل کے نور پر پڑا ہوا ہے۔

سوال ۸۱ : باغ جنت کیا ہے؟

جواب : وہ جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، عقل کی آنکھ سے اسکا دیدار ممکن ہے ورنہ موت سے پہلے موت کے بغیر حساب کتاب کے بغیر بس ایک امید ہے۔

سوال ۸۲ : ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱)'' کے مطابق کیا ہر ولی کو بھی

تمام اسماء کا علم حاصل ہے؟

جواب : بیشک اللہ کے اولیاء ہر چیز کا نام جانتے ہیں اور اگر کوئی نام ان کے حافظہ سے غائب ہوتا ہے تو وہ استغراق کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کے علم کے نہ ہونے سے۔

سوال ۸۳: جنت میں ہر کوئی پورے شباب (جوان ہوکر) کیساتھ داخل ہوگا۔ اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : تغیرات کا تعلق زمانی ہے یعنی جب تک زمانہ میں ہیں ہر گھڑی انسان میں تغیر پیدا ہوتا ہے جب انسان زمانہ سے آزاد ہوجائے گا وہ اپنی اصل صورت پر آجائے گا کیونکہ روح نہ بچہ ہوتی ہے نہ بوڑھی بلکہ جوان اور قوی ہوتی ہے اس جوان روح کی نسبت کے ساتھ بندہ کو جنت میں جوان جسم عطاء کیا جائے گا کیونکہ وہاں زمانہ کی قید نہیں ہے۔

سوال ۸۴: مراقبہ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : جب تک زمانہ میں ہم مقید ہیں تب تک زمانہ کے تقاضے موجود رہتے ہیں وسوسے، سوچ، افکار وغیرہ حاوی رہتے ہیں اور جب تک سالک زمانہ کی قید میں ہوتا ہے، وقت کا قیدی ہوتا ہے اور مراقبہ ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو سالک کو زمانہ اور وقت کی قید سے نجات دلاتا ہے اور ایسے ناجی کو ہی دیدار الٰہی میسر آتا ہے ورنہ قید میں خدا کی تلاش کرنا خدا پر قید لگانے کے برابر ہے اور کیا یہ ممکن ہے؟۔ معلوم ہوا کہ مراقبہ سے مراد مکمل نجات ہے جب تک سالک کے ساتھ چوں چرا ہے تب

تک بے چوں کا دیدار ممکن نہیں۔

سوال ۸۵ : مراقب، شاہد، تائب اور محاسب کسے کہتے ہیں؟

جواب : اوقات پر نظر رکھنے اور ہمیشہ حاضر بارگاہ رہنے والے کو مراقب کہتے ہیں۔ ہر جگہ مشاہدۂ الٰہی کرنے والے کو شاہد کہتے ہیں۔ جس کے وجود سے گناہِ صغیرہ وکبیرہ سرزد نہ ہوں اسے تائب کہتے ہیں اور ہر فعل سے باخبر رہنے والے کو محاسب کہتے ہیں۔

سوال ۸۶ : دعا کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب : دعا کے تین اقسام ہیں۔ نفسی دعا، قلبی دعا اور روحی دعا۔ ہم دعا کے الفاظ کو پہچانتے ہیں اور ہر دعا اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانتی ہے اگر دعا نفسی ہے تو واپس پلٹ کر نفس کی طرف آجاتی ہے۔ قلبی اور روحی دعا رب تعالیٰ تک پہنچ جاتی ہے دعا اگر خود سے ہے تو خود کی طرف آتی ہے اور دعا اگر خدا سے ہے تو خدا کی طرف رجوع کرتی ہے "**کل شئ یرجع الیٰ اصلہ**" اس فرمان پر غور کر لے۔

سوال ۸۷: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں طرزِ تکلّم کیلئے مثالوں کا استعمال کیوں فرمایا ہے؟

جواب : عاقل کے لئے مثال میں حقیقت بیان کیا ہے اور جاہل کے لئے مثال میں حقیقت کو پوشیدہ کر دیا ہے۔

سوال ۸۸: اللہ کو کیا پسند ہے؟

جواب : وہ خالق ہے اپنی ہر تخلیق کو پسند کرتا ہے اگر وہ پسند نہ کرتا تو تخلیق ہی کیوں کرتا؟ پھر بھی اللہ کو ان آنکھوں کے دو موتی پسند ہیں جو دنیا کے

دیدار سے اندھی ہیں۔ میرے اس قول کو قدرت کے سمندر کی مچھلیاں خوب سمجھتی ہیں۔

سوال ۸۹ : نمازِ راز کسے کہتے ہیں؟

جواب : جان حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ کی مانند ہے اور جسم اسمٰعیل ذبیح اللہ کی مانند ہے۔ امام کے پیچھے تکبیر کہنا میدان حشر میں اپنے نفس پر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنا ہے۔ رکوع اور سجود سے مراد اللہ کی راہ میں قربان ہو کر دنیا سے آزاد ہو کر اللہ کے سپرد ہو جانا ہے یعنی جسم کا ہر حلال وحرام سے مردہ ہو جانے کا نام نمازِ راز ہے۔

سوال ۹۰ : حواسِ خمسہ کیا ہے؟

جواب : عرش کے انوار ہیں۔ ان انوار کو خاکدانِ گیتی میں خاک کے لئے مت بیچو کیونکہ یہ انمول ہیں۔

سوال ۹۱ : حضرت اسرافیل کیا کرتے ہیں؟

جواب : دم بدم عشق کا صور پھونکتے ہیں۔

سوال ۹۲ : حضرت عزرائیل کہاں ہوں گے؟

جواب : ان کا پتہ آنکھوں سے پوچھ! لوگوں سے نہ پوچھ کیونکہ لوگ خیال کو یقین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال ۹۳ : عدم اور وجود کو کس طرح پہچانیں؟

جواب : آئینہ دیکھ سیاہ سایہ عدم ہے ہر کوئی وجود کی تلاش میں نکلا بھٹک گیا اور مقید ہو گیا۔ کاش انسان کو گوہر مقصود حاصل ہو جاتا تو انسانیت کی تکمیل

ہو جاتی۔

سوال ۹۴ :اسم اور مسمیٰ کیا ہے؟

جواب :اسم میں مسمیٰ کی عقل پوشیدہ ہوتی ہے دراصل نام تو عقل ہی کا رکھا جاتا ہے۔ اللہ نے عقل انسانی کا نام آدم رکھا کیونکہ آپ انسان اور عقلِ کُل تھے اس لئے آپ کی عقل میں ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱)'' (ہم نے آدم کو تمام علوم سکھائے) کے انوار روشن ہوئے اور عقلِ کُل میں علمِ کُل سما گیا۔ فرشتے عقل جزء کا مظہر تھے انہیں عقلِ کُل کی طرف رجوع کیا اور یہ رجوع ہی سجدہ ثابت ہوا۔ ابلیس نہ عقلِ کُل کا مظہر تھا نہ علمِ کُل کا وہ صرف علم جزء کا مظہر تھا اس لئے وہ عقلِ کُل کا انکار کیا یعنی عقل کی اطاعت سے انحراف کیا اور مارا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**العقل في الانسان! الانسانُ سرّی وانا سرّہ**'' (عقل انسان میں ہوتی ہے انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) یعنی عقلِ کُل انسان میں ہوتی ہے۔

سوال ۹۵ : کیا آج کا انسان علمِ تصوف کے اصطلاحات بخوبی سمجھ سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمانے میں ہزاروں زبانیں پیدا کی ہیں، ہزاروں قبائل پیدا کیے ہیں مگر ہزاروں زبانیں گردش زمانہ کی نذر ہو کر نابود ہو گئیں مثلاً ایک دور تھا فارسی زبان ہندوستان میں قومی زبان کی حیثیت سے رائج تھی مگر اس کی جگہ اردو زبان لیتی گئی اور فارسی ہندوستان سے غائب ہوتی چلی گئی اب انگریزی اور ہندی اور علاقائی زبانوں کی طرف عام توجہ ہوئی تو اردو زبان بھی زوال پذیر ہوتی

جا رہی ہے اسی طرح علمِ تصوف کے اصطلاحات کا حال ہے نہ اسکی منظّم کوئی لغت ہے نہ اب اسکے سمجھنے والے موجود ہیں۔ ان اصطلاحات کو سمجھنے کی کوشش میں کئی کتابیں لکھی گئیں مگر ہر مصنف کے اپنے خیال یا سمجھ کے مطابق مگر ایک کا خیال دوسرے کا ہم معنیٰ نظر نہیں آتا نہ ہم ان کے اصطلاحات کا حتمی معنیٰ حاصل کر پا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کے اس تصوف نا آشنا دور میں ان اصطلاحات کی ضرورت نہ رہی جن کا سمجھنا جوئے شیر لانے کے برابر ہو گیا ہو۔ صوفیان کرام کو علمِ تصوف میں آخر اصطلاحات کی ضرورت کیوں پڑی؟ کیونکہ ان کے دور میں اکثر جابر حکمران علماء کی شہ پر صوفیان کرام پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے لگے تھے کیونکہ علمِ تصوف ان کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ بات تو حق ہی ہوتی تھی مگر علماء کو کفر نظر آتا تھا۔ مثلاً حضرتِ حُسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا انا الحق کہنا، حضرت بایزید کا سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کہنا، جب ایسے دعوے وجود میں آتے تو علماء کا قلم فوراً حرکت میں آجاتا اور کفر و ارتداد کے فتوے ان کے خلاف لگائے جاتے اور معاملہ عدالت تک جاتا تو شرعی سزائیں تجویز ہوتی تھیں اس لئے صوفیانِ کرام نے بہت سے راز کی باتوں کو اصطلاحات میں پوشیدہ کر کے صرف اپنے مریدوں کو خانقاہوں میں تعلیم دینے لگے اور کتابیں بھی اس دور میں لکھی گئی مگر وہ بھی اصطلاحات کے ساتھ وجود میں آئی، علمِ اصطلاحات بارہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے اپنے اصل معنیٰ سے ہٹتا چلا گیا اور آج یہ حال ہو گیا ہے کہ اردو زبان ہی غائب ہوتی جا رہی ہے تو ان اصطلاحات کو سمجھنا بھی ہمارے قاری کیلئے دشوار ہو گیا ہے۔

لہٰذا اب نہ وہ بادشاہی ہے نہ شاہی مزاج رکھنے والے علماء ہیں کمال کی

بات تو یہ ہے کہ تمام ممالک قریب قریب اظہارِ خیال کے تعلق سے آزادی لئے ہوئے ہیں۔ آج کا انسان اپنے خیال کو مہذب طریقے سے دوسرے تک پہچانے کا حق رکھتا ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ آج کے اس تصوف ناشناس دور میں تصوف کا مزاج ہی مجروح ہوتا جارہا ہے کہیں کہیں سے تو صدائیں اٹھ رہی ہیں کہ تصوف نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں! اگر ہے تو اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ جو کچھ ہے تو شریعت ہی سب کچھ ہے اسی پر عمل پیرا ہو جاؤ بس کافی ہے۔ طریقت وریقت کچھ نہیں۔ ایسے ناعاقبت اندیش دور میں اگر قوم کو اولیاء کی ضرورت درپیش ہوتی ہے تو قوم کے پسندیدہ ظاہری عالم کو ولی بنالیا جاتا ہے اور کیا ہے دیکھتے ہی دیکھتے غوث وخواجہ سے بھی بڑے مقبرے تیار کر لئے جاتے ہیں ایسے ناگفتہ بہ حالات میں ہم چاہتے ہیں کہ وہ علمِ تصوف جس کو حضرتِ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عین دینِ اسلام کہا ہے اس کی حقانیت کو واضح طور پر بیان کریں اور یہ ثابت کر دیں کہ علمِ روایات سے ایمان کا پہلا درجہ یعنی علم الیقین تو حاصل کیا جاسکتا ہے مگر بقیہ ایمان کی تکمیل کے لئے مزید یقین کے دو درجات کا حصول ضروری ہے یعنی عین الیقین اور حق الیقین اور یہ دونو درجات کامل پیر کی صحبت وتربیت کے بغیر تقریباً ناممکن ہے کیونکہ عین الیقین کیا ہے؟ عین کی آنکھ سے عین کے دیدار کرنے کا نام ہے۔ اور حق الیقین کیا ہے؟ عین بن جانے کا نام ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ تصوف کو آج کے قاری کی سمجھ کے مطابق لکھیں اور پیش کرنے کی کوشش کریں۔ اب وہ معمّہ نما اصطلاحاتِ تصوف کی ضرورت نہ رہی مگر ہاں آج کے اکثر تصوف ناشناس پیر لوگ اپنے مریدوں کو راز کی بات

کہکر خاموش کرا دیتے ہیں اور ہم پر یہ الزام تراشی کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں راز کی باتوں کو بے راز بنایا جارہا ہے۔ ذرا پوچھو ان حلیہ نقالوں سے کہ تم تو اللہ کے بندوں کے باطنی وروحانی باپ بنے بیٹھے ہو تو بتاؤ آخر باطن کیا ہے؟ اور باطن کہاں ہے؟ خیر ہمیں ان سے لینا بھی کیا ہے بس امّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کو آراستہ کرنا ہے تاکہ آنے والی نسلیں صوفیوں کی اولاد کہلائیں۔

سوال ۹۶: کیا نفس زیرِ ناف ہوتا ہے؟

جواب : **نعوذ باللہ من ذالک** !۔ کیسے کیسے لوگ علمِ تصوف کے دعوےدار ہوگئے ہیں؟ کچھ تو عضوِ مخصوص کو نفس کہنے لگے **نعوذ باللہ**! نجس و ناپاک منی کو کچھ لوگ آبِ حیات کہنے لگے۔ افسوس صد افسوس! ایسے جہلاء اگر علمِ تصوف کے داعی بن کر اٹھیں تو کیا علمِ تصوف کا جنازہ نہیں نکلے گا؟ آخر ایسے گندے خیالات کے مجموعہ کو اگر تصوف کہتے ہیں تو لوگ اس تصوف کا انکار کرتے ہیں تو وہ غلط کیا کرتے ہیں؟ کسطرح اس ''کام شاستر'' کی شہوانی ترکیب کو ہم تصوف مان سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تصوف تو ایک پاک علمِ لدنی ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کو عین دین اسلام کہا ہے۔ وقت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ نفس کو زیرِ ناف یا عضوِ مخصوص بتایا گیا ہے، کیا انبیاء کرام امت کے نفوس کی اصلاح کیلئے نہیں آئے؟ کیا خدائی کتابیں نفوس کے تزکیہ کا پیغام نہیں دیتیں؟ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء ۴:۱)''

ترجمہ (اے لوگو اس رب کے غضب سے بچو جس نے تم سب کو نفسِ

واحد سے پیدا کیا ہے) یعنی نفس واحد سے حضرتِ آدم وحوا کو پیدا کیا۔

مزید نفس کے تعلق سے ارشادِ گرامی ہے ''کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ (الانبیاء۲۱:۳۵)''یعنی (ہر نفس کو موت کا مزا چکنا ہے) **نعوذ باللہ** کیا اسی نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے؟ صوفیان کرام نے جس تزکیۂ نفس کی بات کی ہے کیا وہ نفس زیر ناف ہے؟ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۱﴾'' (میں تمہارے نفوس میں ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟) اس قول کے متعلق کیا خیال ہے؟ **نعوذ باللہ من ذالک!** ہم نفس کو زیر ناف کی چیز یا عضوِ مخصوص کیسے سمجھ سکتے ہیں جبکہ نفس ہی وہ سواری ہے جو حق کو قبول کرنے کے بعد سالک کے ساتھ محوِ سفر ہوتی ہے۔ نفس یقیناً آتشی مخلوق ہے جو صالح روح کی محبت میں رہنے کے بعد نفس و روح میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے جس طرح لوہا آگ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ'' **فاقتلوا انفسکم** ''(تم آپس میں اپنے نفوس کو قتل کرو) اس کا معنیٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نفس تو ایک ہی پیدا کیا ہے فقط جب تک یہ حق سے اور روح سے جاہل ہے تو یہ نفس امارہ کہلاتا ہے اور جب اسے علم آتا ہے تو نفس لوامہ کہلاتا ہے، جب نفس کو اپنے علم پر مکمل عمل کرنا آتا ہے تو نفس ملہمہ اور مطمئنہ کہلاتا ہے۔ تصوف ناشناس لوگوں کو چاہیئے کہ محتاط رہیں، کچھ بھی لکھ کر، کچھ بھی بک کر تصوف کے دامن کو داغدار نہ کریں اور نہ قوم میں اپنے علمی زعم کا سکہ چلانے کی کوشش کریں ورنہ آج قوم کھرے کھوٹے کو سمجھنے لگی ہے۔

سوال ۹۷: جنت کب ملتی ہے؟

جواب : جب انسان شریعت مطہرہ کی آگ میں اپنی ذات کے سونے کو تپا کر

کندن بنالیتا ہے تو وہ سونا موتی بن کر اللہ کی رحمت کے سمندر میں پانی بن جاتا ہے تو پانی کا عروج ابر کی شکل میں اللہ کے آسمانوں کا نور بن کر سرسبز و شاداب اس باغ میں پہنچ جاتا ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اللہ کرے حضرت آدم علیہ السلام کی نیک نسل کو وہ جنت کا دیدار میسر آئے جسے حضرت آدم کی آنکھوں نے دیکھا ہے۔ (آمین)

سوال ۹۸: آج کے چند جہلاء کہتے ہیں کہ انبیاء کرام بھی ہم جیسے ہی انسان تھے۔ کیا یہ عقیدہ درست ہے؟

جواب : بعض حضرات کہتے آئے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا اسکا پیر شیطان ہوتا ہے وہ مرید جس کا پیر شیطان ہوتا ہے وہ حضرت آدم کی نظر سے کب دیکھتا ہے؟ وہ تو اپنے شیطان ہی کی نظر سے انبیاء کو دیکھے گا اور وہی کہے گا جو شیطان نے کہا تھا '' خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ (الاعراف۷:۱۲)'' (کہ میں آگ ہوں اور آدم مٹی)۔ یہ بیچارے تو وہی دیکھتے ہیں جن کو جو کچھ شیطان دِکھاتا ہے، شیطان نے حضرتِ آدم کو مٹی دیکھا اور مٹی کہا۔ اب یہ اپنے چیلوں کو مٹی دکھا رہا ہے تو وہ انبیاء کرام کو بھی اپنی ہی جیسی مٹی سمجھتے ہیں۔

سوال ۹۹: حکمت کا نزول کہاں سے ہوتا ہے؟

جواب : اللہ کی رحمت کے سمندر پر سایہ فگن ابر فضل سے حکمت برستی ہے جسے محبط وحی بھی کہتے ہیں جو ذات حق میں پوشیدہ ایک خزانہ ہے اسی حکمت سے دعاؤں میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

سوال ۱۰۰: اکثر اولیاء اللہ سیلانی رہے ہیں یا عوام سے دور کہیں پہاڑوں میں گوشہ نشیں رہے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب : سیلانی ہونا یا محوسفر ہونا یا عوام سے دور کہیں پہاڑوں میں گوشہ نشینی اختیار کرنا وغیرہ امور کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً ٹھہرا ہوا پانی گدلہ ہو جاتا ہے اور قابل استعمال نہیں رہتا اس لئے وہ بہتے پانی کی مانند محوسفر رہتے ہیں، تنہائی اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ بھی ایک کی مانند ایک ہو جائے ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے حتّیٰ کہ وہ خود بھی اللہ ہی کی ملکیت ہوتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کی ملکیت کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں اگر عوام ان کے پیچھے پڑ جائے اور دعاؤں کی طلب ہو تو وہ کیا دعا کریں کیونکہ حکم دعا تو عام ہے یہ سب پر ہے مگر دعا کا حق اولیاء اللہ کے لئے بڑی آزمائش کا ہوتا ہے اور ہر دعا میں ایک حکمت پوشیدہ ہوتی ہے مثلاً کوئی غریب ہے تو اللہ سے وہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! فلاں شخص کو تونگر بنا دے اس کا معنیٰ ان کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ! تیری کچھ ملکیت کا مالِک اس بندے کو بھی بنا دے یا اگر کوئی بیمار ہے تو وہ بیماری بھی اسی کی ملکیت ہے تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اے اللہ! اس بندے سے فلاں اپنی ملکیت واپس لے لے اور فلاں فلاں ملکیت کا اسے مالک بنا دے اس لئے کچھ اولیاء اللہ غیرت کی وجہ سے دنیا سے فرار اختیار کرتے ہیں۔ یہاں معلوم ہوا کہ بندہ اگر اپنے حق میں خدا سے یہ دعا کرے کہ مجھے فلاں فلاں چیزیں عطاء فرما کا معنیٰ بھی یہی ہوتا ہے کہ اے اللہ تو اپنی ملکیت کو میرے نام کر دے۔ قرآن پاک میں آتا ہے ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○'' یعنی (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تجھی سے مدد مانگتے ہیں) اس کا معنیٰ کیا ہے؟ کیا اس کا یہ معنیٰ ہے کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں لہٰذا تو ہی ہماری مدد کر اور ہمیں بھی

کچھ ملکیت کا مالک بنا دے؟ تمام ملکیت کا مالک تو اللہ ہی ہے بندہ اسکی ملکیت کا مالک کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس مقام پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے اللہ میں تجھ کو تجھی سے مانگتا ہوں۔ یہاں رشتۂ عشق خداوندی ثابت ہوتا ہے، یہاں مدد مانگنے سے مراد اللہ ہی سے اللہ کا مانگنا ہے نہ کہ اللہ سے اس کی ملکیت کا سوال کرنا تو پھر یہ لوگ اولیاء اللہ سے مرادیں کیوں مانگتے ہیں؟ وہاں جا کر طالبِ دعا کیوں ہوتے ہیں؟ کیا یہ بھی غلط ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''من له المولیٰ فله الكل ''یعنی (جو اللہ کا ہو گیا ہر چیز اس کی ہو گئی) کیونکہ اللہ کا دوست ''اسم اللہ'' کا مظہر ہوتا ہے یعنی یہاں اللہ کا ولی ایک آلہ کی مانند ہوتا ہے اور حرکت دینے والا صرف اللہ ہوتا ہے۔ جیسے کہ ارشادِ خداوندی ہے: ''وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی'' (الانفال ۸:۱۷) (اے حبیب ﷺ وہ کنکریاں آپ نے نہیں پھینکی، بلکہ ہم نے پھینکی ہیں) معلوم ہوا کہ بندے کا اولیاء اللہ سے مانگنا اللہ ہی سے مانگنا ہوتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ کچھ ایسے اولیاء اللہ بھی ہوتے ہیں جن کے نزدیک دعا کا معنیٰ اس کی ملکیت میں دعویٰ کرنا ہے اس لئے وہ طالبان دعا سے دوری اختیار کرتے ہیں بعض حضرات قدسیہ عوام میں بھی رہتے ہیں تا کہ انکا وجود اللہ اور بندے کے درمیان آلہ کا کام دے بعض لوگوں کو اس میں شرک نظر آتا ہے کیونکہ یہ اندھے فرد اور آلہ میں تمیز نہیں کر سکتے! آلہ کے واسطہ کے بغیر یا پردہ کے بغیر کارخانۂ قدرت نہیں چلتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' (النحل ۱۶:۷۷) یعنی کُل احاطہ آلہ ہے اور اللہ محیط ہے۔

☆☆☆

مجلس نہم

{ یَادُرُویش مُحیُ الدِّین آیۃُ اللّٰہ }

سوال: ''یا درویش محی الدین آیۃ اللّٰہ '' کیا ہے؟

جواب : در بمعنیٰ موتی ہے جو سیاہ وسفید قدرت کے پردوں میں پوشیدہ ہے اور اس نور سے دین زندہ ہے، ایمان زندہ ہے اور اسی نور سے ولایت کا اظہار ہوتا ہے اور یہی نور ایت اللہ یعنی اللہ کی آیت یعنی اللہ کی ایک مخصوص نشانی ہے اسی لیئے حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کے القابات میں '' دُرُّاللّٰہ '' شامل ہے یعنی اللہ کا موتی۔ اس مرشدِ بینا اگر قادری ہے تو اس راز کو یقیناً فاش کرسکتا ہے اس لقب کا معنیٰ یہ ہوا کہ اے ایک خاص لباس میں پوشیدہ موتی آپ تو آیۃ اللہ ہیں۔

———☆☆☆———

سوال ۱: ایمان، کفر، منافقت، اور بدعت کی تعریف کیا ہے؟

جواب: روز الست میں ہی دراصل کفر وایمان کا فیصلہ ہو چکا ہے، اہل ایمان کی روحیں ایمان پر اور اہل کفر کی روحیں کفر پر وہیں راغب ہو چکی تھیں اسی حالت میں اللہ نے روحوں کو ہجرت کا حکم دیا تو اس دنیا میں آموجود ہوئیں۔ ایمان کیا ہے؟ اے اللہ کے بندے! اللہ نور ہے، آوازِ الست بھی نور ہے پس یہ آوازِ الست جس کے دل میں قیامت تک کیلئے نور بن کر پوشیدہ ہوگئی اسی کو مومن کہتے ہیں۔ معلوم

ہوا کہ آواز الست ہی ایمان ہے جس کی تائید میں روح 'بلیٰ بلیٰ' کہتی ہے۔ اس طرح عہد الست کے خلاف ورزی کے نفسانی جذبے کو کفر کہتے ہیں جو انسان کے دل میں قیامت تک کیلئے پیوست ہو جاتا ہے اسلئے پکے اور کامل مومن اللہ کے امر ونواہی میں ظاہراً و باطناً ہر حال میں ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ شخص جو اللہ کے امر ونواہی میں صرف ظاہراً پابند رہتا ہو اور باطناً اس کے خلاف کرتا ہو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں '' لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ '' (الصف ۶۱:۲) کا عبرت ناک کوڑا برستا رہتا ہے۔ اللہ کے امر ونواہی میں جو شخص اپنے مفاد کے مطابق آسانیاں پیدا کر لیتا ہے اور اپنے لئے جائز قرار دے لیتا ہے اگر ان آسانیوں کی اصل قرآن واحادیث کے مطابق نہ ہو تو وہ بدعت ہے بلکہ بدعت ضلالہ ہے اسلئے ایسی تمام بدعات کے تعلق سے کہا گیا ہے '' **کل بدعة ضلالہ** '' یعنی (وہ تمام بدعتیں ضلالہ ہیں) جس میں انسان کا ذاتی مفاد شامل ہو۔

سوال ۲: کچھ لوگ ہمہ وقت عبادات میں مست ومشغول کیوں رہتے ہیں؟

جواب : کچھ خاص لوگوں کی روحیں عہد الست کے منظر کا مشاہدہ کر لیتی ہیں تو عبادات کے مصلّیٰ پر بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگاتی ہیں، کچھ لوگوں کو عبادات سے کیف وسرور حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان کو عہد الست کے منظر کا دیدار میسر نہیں آتا اس لئے وہ صرف احکامات کی تعمیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کسی وقت کی نماز میں عہد الست کا منظر نظر آجائے۔

سوال ۳: کچھ اولیاء اللہ بظاہر پڑھے لکھے نہیں ہوتے مگر ہر مسئلہ کا حل بتاتے ہیں، ہر استفتاء پر فتویٰ کس طرح دیتے ہیں؟

جواب : اولیاء اللہ انہیں کو کہتے ہیں جن کے قلوب میں آواز الست پوشیدہ ہوگئی ہو۔ آواز الست میں کیا کیا پوشیدہ تھا؟ اے بھائی! آوازِ الست میں ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۲:۳۱)'' (ہم نے حضرت آدم کو تمام علوم سکھائے) کا نور پوشیدہ تھا یعنی آوازِ الست میں حضرت آدم کے تمام علوم پوشیدہ تھے یعنی آوازِ الست میں حضرت آدم کے تمام علوم واسرار وقدرت پوشیدہ تھی اسی علمِ آواز الست سے اولیاء اللہ ہر سوال کا مناسب جواب اخذ کرتے ہیں اسی لئے ایسے ہی علمائے کاملین کو'' **العلماء ورثة الانبياء** '' کہا گیا ہے کیونکہ ان کا علم علمِ آوازِ الست سے ہوتا ہے۔

سوال ۴ : بندہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : کہنے کیلئے ہر کوئی اللہ کا بندہ ہے مگر حقیقت میں بندہ اسے کہتے ہیں جو اللہ کا ارادت مند ہو یعنی اسمِ مرید کی مظہریت اختیار کر چکا ہو جس کا علم وارادہ اللہ کے علم وارادہ میں فنا ہو چکا ہو ورنہ عام بندے تو رات کو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور دن کو شکایت کرتے ہیں یعنی اے اللہ! ہماری یہ دعا قبول کر، ہمیں یہ چیز عطاء کر، وہ چیز عطاء کر وغیرہ وغیرہ کے لئے آہ وزاری کرتے ہیں جب کہ ہر چیز ہر ایک کے لئے متعین ہو چکی ہے نہ تقدیر سے کم ملتی ہے نہ زائد۔ بندہ تو ہے اگر بندہ پن غائب ہے تو وہ بندہ نہیں شکوہ شکایت کی مشین بن جاتا ہے۔ عبد و معبود کی اس نسبت کی اہمیت کو ظاہر کرنے والے معتبر طریقے کا نام راہِ سلوک اور علمِ تصوف ہے اس کے بغیر انسان کو نہ سہی بندہ پن حاصل ہوتا ہے نہ بندگی کا شعور میسر آتا ہے۔ علمِ تصوف کیا ہے؟ اللہ کے غیر سے نابینا اور اللہ سے بینا ہونے کا نام ہے۔

سوال ۵: عوام اور خواص کی عبادت میں کیا فرق ہے؟

جواب : عوام کی عبادت علم سے، نفس سے، یا زبان سے ہوتی ہے، خواص کی عبادت زبان سے، عقلِ کُل سے، قلب سے، روح سے، سرّ سے یا نور سے ہوتی ہے یعنی اگر زبان کسی سے محو گفتگو ہے تو قلب و روح سرّ اور نور عبادت میں ہوتے ہیں، اگر کامل ولی اللہ کا قلب کسی طرف متوجہ ہو تو روح سرّ اور نور سے عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اس طرح ان کی کوئی ایک شئ کسی دوسرے شئ میں مصروف ہو تو بقیہ ہر چیز عبادت میں مصروف رہتی ہے۔ مجموعی طور پر عوام کی عبادت بے راز ہوتی ہے اور خواص کی عبادت باراز ہوتی ہے۔

سوال ٦ : اسلام کیا ہے؟

جواب : اسلام ایک دعویٰ ہے جو بندہ کرتا ہے اگر معاملہ دعویٰ کے خلاف ہو تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا یعنی کوئی بھی اللہ کا بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کے دعوائے اسلام کی تائید میں اس کے معاملات نہ ہوں اگر قول و فعل دانستہ طور پر تضاد میں ہو تو منافق ہے ورنہ کوئی بھی دعویٰ کرنا اور اپنے ہی دعوے پر کھرا نہ اترنا کیا ہے؟ اسی کو تو نفاق کہتے ہیں۔ لہٰذا مدعی کا دعویٰ معاملہ کے مطابق اور معاملہ دعویٰ کے مطابق ہونا چاہیے۔

سوال ۷: عوام اور خواص کی نماز میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: عوام تو امام کے تابع ہو جاتی ہے، اب یہ سوال تو امام سے پوچھنا چاہئے کہ ہم تو تیرے تابع تھے تو نے ہماری نمازوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ رہا سوال خواص کی نماز کا! وہ تو نماز کی تنہائی میں اللہ کے قریب ہو کر اللہ کے پوشیدہ اسرار

کے علوم حاصل کرتے ہیں۔ حدیث پاک اس پر دلیل ہے ''**جعلت قرّة العین فی الصلوٰة** ''یعنی (نماز میں مَیں اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں) جاننا چاہئے کہ مذکورہ حدیث میں توجہ کا ذکر ہے کامل سالک ولی اللہ کی نماز اس ٹھنڈک کی توجہ سے ہوتی ہے اور عوام کی نماز میں وسوسے شامل ہوتے ہیں، کامل پیر کو چاہیئے کہ اپنے مرید کو حضور قلب کے ساتھ بغیر وسوسہ کے اور مذکورہ حدیث سے حاصل شدہ توجہ سے نماز پڑھنا سکھا دے ورنہ بے توجہ نماز وسوسہ سے خالی نہیں ہوتی۔ توجہ کیا ہے؟ ''ت'' پردہ ہے اور ''وجہ'' صورت ہے اور یہ صورت ایک گوہر آبدار کے مانند ہوتی ہے۔

سوال ۸: دریچۂ روح کب کھلتا ہے اور کھلنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟

جواب : تزکیۂ نفس کے بعد تصفیۂ قلب ہوتا ہے اور تصفیہ کا ثبوت یہ ہے کہ قلب میں ایک روزن نمودار ہوتا ہے اور سالک کی روح اس روزن سے اللہ کا علم، رحمت، الہام اور نور حاصل کرتی رہتی ہے۔ اس روزن کے کھلنے سے جنت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور جو دل اس روزن سے محروم ہوتا ہے وہ جہنم کی مانند اللہ کے فراق میں جلتا ہے۔ اسلام کی تمام تعلیمات کا واحد مقصد ہی اس روزن کو کھولنا ہے۔ تمام اعمالِ حسنہ صرف اور صرف اسی روزن کے کھلنے کا تقاضہ کرتے ہیں ورنہ برائے نام علم وعمل، خیرات وحسنات، اشغال وعبادات بس مقفل دل کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہ جاتے ہیں اس لئے صوفیان کرام ذکر کی ضربیں لگاتے ہیں تاکہ دل کا بند روزن نمودار ہو جائے۔

سوال ۹: مسجد اللہ کا گھر ہے کیا مسجد میں ہر دعا قبول ہوتی ہے؟

جواب : بیشک وہ مسجد اللہ کا گھر ہے جو خالص حلال اور مطلق حلال کے پیسوں سے تعمیر کیا گیا ہو یا جسے اللہ کے متقی بندوں نے تعمیر کیا ہو ورنہ ان لوگوں کی کمائی سے حاصل شدہ وہ رقم جو شریعت مطہرہ کے مطابق پاک نہ ہو یا حرام اور حلال کی آمیزش والی کمائی سے مسجد تعمیر کی گئی ہو اسے مسجد نہیں کہتے بلکہ یہ شریعت مطہرہ کا مذاق ہے۔ مجموعی طور پر کسی متقی پارسا کی کمائی سے تعمیر شدہ مسجد میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے مگر سریع التاثیر جگہ مسجد میں کونسی ہے؟ یہ محراب ومنبر کیوں بنائے جاتے ہیں؟ بس اس تعمیر میں حکمت یہ ہے کہ یہاں دعا کا اثر دوگنا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی محراب میں بیٹھ کر دعا کرنا چاہیے۔ افسوس! آج کل کے علماء اور ان کے پیروکار اس حکمت سے خالی نظر آنے لگے ہیں اور بغیر محراب کی مسجدیں تعمیر کروا رہے ہیں۔

سوال ۱۰: انبیاء سابقہ یکے بعد دیگر آئے اور ہمارے آقا ﷺ خاتم الانبیاء ہوئے اب آپ ﷺ کے بعد آپ کی نبوت کے مقاصد کی تکمیل کس طرح ہوگی؟

جواب : تمام انبیاء کرام کی روحانی خوشبو منفرد تھی، ہمارے آقا ﷺ تمام خوشبوؤں کا مجموعہ ہیں اور آپ کی خوشبو سے زمین اور سات آسمان معطر ہیں۔ آپ ﷺ کی امت کے وہ صالحہ لوگ جن کے ظاہر وباطن آپ ﷺ کی خوشبو سے معطر ہوتے ہیں وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور یہ حضرات قدسیہ قیامت تک ہوتے رہیں گے اور نبوت کے مقصد کی تکمیل میں کوشاں رہیں گے۔ اس لئے کہا گیا کہ اللہ کا ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے معطر قدم کے نیچے ہوتا ہے یعنی اس کی ولایت اس نبی کی نبوت کا عکس ہوتی ہے۔

سوال ۱۱: کیا مسجد میں محراب ومنبر ضروری ہیں؟

جواب: بیشک ضروری ہیں کیونکہ دعائیں بہت جلد قبول ہوتی ہیں ورنہ نماز تو با جماعت یا منفرد کہیں بھی ادا ہو جاتی ہے۔ اور مسجد میں منبر پانچ زینوں کا اور ہر زینہ یکساں ہونا چاہیے اور مسجد میں محراب ضرور ہونا چاہیے کیونکہ ان محرابوں کے بنانے میں ایک اسلامی سائنس پوشیدہ ہے محراب کے قریب یکسوئی جلد حاصل ہوتی ہے، دلی وسوسے دفعہ ہو جاتے ہیں اور آج کے سائنسی ذہنیت رکھنے والوں کو جب سے یہ حکمت سمجھ میں آگئی ہے یہ لوگ اپنے مکانوں اور رہائش گاہوں کو گنبد نما، محراب نما یعنی پیرامڈ (اہرامِ مصر) کی شکل میں تعمیر کرنے لگے ہیں مگر اس پیرامڈ نما عمارت سے زیادہ یکسوئی گنبدوں میں حاصل ہوتی ہے اور یہ گنبدوں کی تعمیر مسلمانوں کی دَین ہے اور آج عقل سے پیدل لوگ جدید خیالات کے سہارے اپنی وراثت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، آپ قدیم سے قدیم اسلامی تعمیرات پر غور کریں اور دیکھیں کہ قریب قریب ہر نبی کی مزار میں محراب اور آستانوں پر خوبصورت گنبد تعمیر کئے گئے ہیں اور ہر قدیم مساجد، خصوصاً مسجدِ اقصیٰ میں کئی محراب اور گنبدیں موجود ہیں لہٰذا اس طرزِ تعمیر کو فنا کر دینا عقلمندی نہیں ہے۔

سوال ۱۲: شب قدر کو آخری عشرہ میں کہاں تلاش کریں؟

جواب: رمضان 'رمض' سے مشتق ہے۔ 'رمض' کے معنی جلا دینے والی بھٹی ہے یعنی رمضان گناہوں کو جلا دینے والا ہے۔ اے غافل! تیرے اندر بھی ایک ایسا نور ہے جو تیرے گناہوں کو جلا دیتا ہے تیرا ظاہری وجود بھی تو اپنے ہی خون کو جلا دیتا ہے، خیالات کو وسوسہ جات کو جلا دیتا ہے، دراصل ان ظاہری اسباب کو باطن ہی متحرک رکھتا ہے، تیرے وجود کا آخری عشرہ تیرا سر ہے جہاں سے تیری جان

آخر میں نکلتی ہے، تیرے سر میں دس اہم چیزیں ہیں انہیں میں ایک نور ہے جس پر تاریک پردے پڑے ہوئے ہیں۔ سر میں غور کر کہ سیاہی اور نور کیا ہے؟ پتا ہو جائے گا! شب قدر دراصل وہ ہے جس سے دن اور رات کا وجود ہے۔

سوال ۱۳: کیا دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے اگر ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ہاں یہ نوبت بے وقوفوں کی بے وقوفی کی وجہ سے آنے والی ہے اور یہ اللہ کا عذاب ہے۔ بیوقوفی کے دو اقسام ہوتے ہیں کچھ پڑھے لکھے بے وقوف ہوتے ہیں اور کچھ انپڑھ بے وقوف ہوتے ہیں۔ بے وقوفی کے علاوہ انسان میں جتنے نقص ہوتے ہیں وہ اللہ کی جانب سے آزمائش ہوتی ہیں۔ لہٰذا بے وقوفوں سے ہمیشہ بھاگنا چاہیے کیونکہ وہ معتوب ہوتے ہیں اور ہمیشہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا مانگنی چاہیئے یاد رکھو کہ جس نے بے وقوفوں سے دوستی کر لی وہ اللہ کے عذاب میں گھر گیا اور اس کی رحمت سے دور ہو گیا۔ دنیا میں جتنا ظلم وستم ہوا ہے اس زمین پر ناحق خون بہا ہے، دین دھرم کے ٹکڑے ہوئے ہیں وہ سب کے سب بے وقوفوں کی وجہ سے ہوئے ہیں اس لئے کہا گیا ہے کہ بیوقوف دوست سے دانا دشمن بہتر ہوتا ہے۔

سوال ۱۴: اسلام ایک ہے تو اسلام کے نام پر تہتر فرقے کس طرح وجود میں آئے؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام کا دین بھی اسلام ہی تھا ان کی امت میں بھی بہتر فرقے وجود میں آئے تھے کیونکہ دین تو ایک ہی ہوتا ہے مگر اپنی قوم پر اُسے پیش کرنے والے علماء ہزاروں ہوتے ہیں اور ہر عالم کا اپنا نقطۂ نظر اور موقف ہوتا ہے، ہر عالم کے اپنے پیروکار بھی ہوتے ہیں یہ پیروی بسا اوقات اس قدر شدید ہو جاتی ہے کہ

ایک طبقہ دین پرست کم اور شخصیت پرست زیادہ نظر آتا ہے اور ایسے لوگ ہر عالم کی اقتداء میں ہوتے ہیں، ہر عالم کے پاس دلائل وہ براہین کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا ہے اگر نوبت علماء کے درمیان مناظرہ اور مجادلہ کی آتی ہے تو وہ اپنے ساتھ مناظرہ میں اپنی اپنی فوج لے آتے ہیں، مناظرہ کا انجام خواہ کچھ بھی ہو، قوم اپنے پسندیدہ محبوب عالم کے دفع کو ہی اپنا مذہب بنالیتی ہے بس کیا ہے؟ درار آگئی اور درار یں دشمنی میں تبدیل ہوگئیں پھر فتویٰ اور جوابِ فتویٰ کی جنگ شروع ہوجاتی ہے اور ایک نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔ اسی طرح ہماری قوم ایک ہے، ملت ایک ہے اور دین بھی ایک ہے مگر فرقے انیک ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ بس دین پرستی سے زیادہ شخصیت پرستی کا نظریہ کام کرگیا۔ ہر فرقہ اپنے فرقہ کے علماء کے دفع کے لئے کھڑا ہوگیا خواہ اس فرقہ کے علماء اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف نقطۂ نظر کیوں نہ رکھتے ہوں بس تاویل سے کام لیتے ہیں اور اگر تاویل بھی کام نہ آئے تو دلائل وبراہین کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ ہر نئے فرقے کو وجود میں آنے کیلئے صرف تین اسباب کام کرجاتے ہیں ایک شخصیت پرستی، دوسرا عقیدت اور عقیدت کا غلو، تیسرا تاویل۔ بس شخصیت پرست لوگ اپنے محبوب شخصیت کے خلاف ایک لفظ بھی سننا پسند نہیں کرتے اگرچہ اس نے بھیانک غلطیاں ہی کیوں نہ کی ہوں اگرچہ اس کا علم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو بس اس کا دفع کرو اور اس کے نظریات کے گن گاؤ، یہ گن گانے والے کہیں نہ کہیں عقیدت میں اس قدر غلو کرجاتے ہیں کہ اپنے محبوب شخصیات کو وہ در پردہ خطاء سے پاک یعنی معصوم سمجھنے کی حد تک پہنچ جاتے ہیں کبھی کبھی ایک ہی جماعت ٹوٹ کر چار چار فرقوں یا

جماعتوں میں تبدیل ہوجاتی ہے پھر کیا ہے ان کے سربراہان پر اور سربراہان پرستوں پر بے ہنگم فتوؤں کی، جوابی فتوؤں کی یورش شروع ہوجاتی ہے۔

افسوس آج کل فتوے بکنے کے مناظر میڈیا اور ٹی وی پر بھی عام ہورہے ہیں لہٰذا فتویٰ بازی بھی اپنا معیار کھوچکی ہے بس اسی طرح قوم زوال پذیر بھی ہوجاتی ہے اور انتشار وفرقہ پرستی کا شکار بھی ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اللہ نے مذکورہ امراض کی وجہ سے ہی فرمایا ہے کہ "فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ" (البقرہ ۲:۱۰) (ان کے دِلوں میں بیماری ہے، اللہ انکے امراض کو اور بڑھادیا اور انکے لئے دردناک عذاب ہے) مزید دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۷ ع" (البقرہ ۲:۷) (اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردیا، وہ لوگ اندھے، بہرے اور گونگے ہیں)۔ لہٰذا جاننا چاہئے کہ ملتِ واحدہ جسے کہتے ہیں وہ ایک کامل واکمل شخصیت کے حامل انسان کو ہی کہتے ہیں اور بقیہ تمام فرقے آدھے شخص کی مانند ہوتے ہیں بس بغیر سر کے شخص کو ہم سر والا شخص ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایک نیا فرقہ جنم لیتا ہے۔

سوال ۱۵: سوادِ اعظم کس جماعت کو کہتے ہیں؟ کیا سوادِ اعظم کے لئے ایک بڑی جماعت کا ہونا ضروری ہے؟

جواب: سوادِ اعظم اللہ کے محبوبوں کی جماعت کو کہتے ہیں جس میں صرف حق رسیدہ اور حق پرست ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "سوادِ اعظم اللہ کے محبوب حق پسندوں کی جماعت کو کہتے ہیں خواہ ان میں آخر

کا ایک ہی شخص کیوں نہ ہو"۔ ایک دِن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا **علیکم بالسواد الاعظم** بڑی جماعت کو اختیار کرو یعنی پیر کامل کی خدمت میں رہو۔ پھر فرمایا **وایاکم والقری** ناقص لوگوں کی صحبت سے کنی کتراو۔

سوال ۱۶: مقامِ شہادت کیا ہے؟

جواب: عرف عام میں اقرار باللسان یعنی زبانی گواہ کو مسلم مانا جاتا ہے مگر یہ گواہی قلبی تصدیق و تحقیق اور مشاہدے کے بغیر ناتمام ہے۔ کچھ اولیاء اللہ وہ شہید ہوتے ہیں جو اللہ کی راہ میں قربان ہو کر جان سے اللہ کے شاہد ہو کر گواہی دیتے ہیں، کچھ شہید وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے اپنی جان سے اللہ کا مشاہدہ کر کے گواہی دیتے ہیں یہ دوسرا مرتبہ بہت بلند ترین ہے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ نور ہے نور کی گواہی نور سے ہی ممکن ہے نہ کہ نور کی ضد یعنی نار سے، اس لئے ناری جسم کی گواہی تصدیق قلب پر منحصر ہے۔ معلوم ہوا کہ زبان سے گواہی دینا اور ہے، جان سے گواہی دینا اور ہے۔ صوفیانِ کرام کو شہادت سے زیادہ مقامِ شہادت کی تمنا ہوتی ہے اور یہ مقام دونو عالم سے ماوراء اللہ کے نور کی بارگاہ میں ہوتا ہے جس کے انوار سے جنتوں کو زینت عطاء ہوتی ہے یا اس مقام کو اس طرح سمجھو کہ ایک بحرِ بے کنار ہے جس کے مشرق سے ہزاروں چاند و سورج نمودار ہوتے ہیں۔

سوال ۱۷: کیا زکوٰۃ کی رقم کسی مدرسہ یا ادارے کیلئے حیلۂ شرعیہ کے ذریعہ جائز ہو سکتی ہے؟

جواب: ہر وہ فعل نادرست و ناجائز ہے جس میں مستحقین کی حق تلفی ہوتی ہو،

ارکانِ اسلام پانچ ہیں (۱) کلمہ بنیاد ہے نماز عمارت ہے، (۲) نماز بنیاد ہے روزہ عمارت ہے، (۳) روزہ بنیاد ہے زکوٰۃ عمارت ہے، (۴) زکوٰۃ بنیاد ہے حج عمارت ہے، (۵) حج بارگاہِ خُداوندی ہے۔ یہ ارکانِ اسلام کیا ہیں؟ یہ اسلام نام کی عمارت کے پانچ ستون ہیں کسی ایک کے ساتھ اگر چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے تو اسلام نام کی عمارت مجروح ہوگی یا کسی ایک ستون کے گر جانے سے پوری عمارت گر جائے گی۔ عہدِ ماضی میں اسلام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے امیر المؤمنین میسر آئے جنہوں نے منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا، دورِ حاضر میں نہ کوئی آپ جیسا ہے، نہ کوئی امارت کا شعبہ ہے اور نہ حکومت فی الزمانہ یہ طئے کرنا ذرا مشکل ہے کہ زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟ ہاں کتابُ اللہ اور احادیث کریمہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل موجود ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ (البقرہ ۲:۱۷۷) یعنی (اللہ کی محبت میں تم اپنا مال دو، عزیز رشتہ داروں کو اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں آزاد کرانے والوں کو)۔ اسی طرح کئی ایک مقامات پر مستحقینِ زکوٰۃ وصدقات کا ذکر آیا ہے اور ان مستحقین میں پہلا حق قرابت داروں کا ہے، اب اگر قرابت دار کے ہوتے ہوئے کوئی مالک نصاب اپنی زکوٰۃ غیر مستحق کو دیتا ہے یا کسی ادارہ اور مدرسہ کو دیتا ہے تو ہرگز یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ کسی مدرسہ یا ادارہ کو وہی شخص اپنی زکوٰۃ دے جس کے اقرباء اور پڑوس میں مستحقینِ زکوٰۃ وصدقات موجود نہ ہوں۔ کیونکہ آج کل مدارس و اداروں کے نام پر زکوٰۃ تو وصول کی جارہی ہے مگر وصول

کرنے والے اس زکوٰۃ کی رقم میں کوئی پچاس فیصد تو کوئی چالیس فیصد کمیشن لے لیتا ہے اور بقایا مدرسہ یا ادارہ کو دے دیتا ہے اور یہ زکوٰۃ کی رقم جو غریب و نادار طلبہ کے نام پر وصول کی جاتی ہے اس رقم کو معلمین یا تعمیرات مدرسہ میں استعمال کی غرض سے آج کل حیلۂ شرعیہ (شرعی بہانہ) کی آڑ میں جائز کرلیا جاتا ہے۔ یہ حیلۂ شرعیہ کیا ہے؟ مدرسہ کے کسی غریب طالبِ علم کو صدر مدرس پہلے ہی سمجھا دیتا ہے کہ دیکھو تمہارے ہاتھ میں کمیٹی کے لوگ ایک بڑی رقم دیں گے تم اپنی ضرورت کے لئے کچھ رقم لے لو بقایا رقم کمیٹی والوں کو دیدو! اب طالبِ علم مرتا کیا نہ کرتا، ان کے کہنے پر خوف کے مارے کچھ پیسے لے لیتا ہے بقایا رقم کمیٹی کو دے دیتا ہے جب کہ حقیقت میں حیلۂ شرعیہ کے معنی یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا کسی غریب و مستحق کو مالک و مختار بنا دیا جائے وہ خود اپنی مرضی سے وہ مال جہاں چاہے دے یا خود استعمال کرلے۔ نعوذ باللہ من ذالک! اللہ بھی حاضر و ناظر اور اس کے رسول پاک ﷺ بھی حاضر و ناظر اور ان کی موجودگی میں حیلۂ شرعیہ کے نام پر یہ شریعت کا کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے؟ گویا یہ شریعت کی آبرو سے کھیل رہے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس طرح کا حیلۂ شرعیہ ان کیلئے درست ہے تو کیا اس حیلۂ شرعیہ کی آڑ میں ہم خود ہی اپنے مالِ زکوٰۃ کو کسی غریب و مستحق بچہ کو یہ کہہ کر دے دیں کہ تمہاری ضرورت کی رقم نکال لو اور بقایا ہمیں دیدو! کیا ایسا نہیں کیا جا سکتا؟ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام۔ اگر شرعی عذر یا حیلۂ شرعیہ اور شرعی جواز سے ذاتی مفاد حاصل کرنا ہے تو ایک راستہ یہ بھی ہے کہ کوئی مالک نصاب اپنے مال زکوٰۃ پر ایک سال کی میعاد پوری ہونے سے پہلے اپنے مال کو کسی اپنے بھائی یا بیوی

کو ہبہ کردے یا وقف کردے تو اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور پھر جس کو مال ھبہ کیا گیا ہے وہ اس مال پر ایک سال کی میعاد پوری ہونے سے پہلے پھر کسی اور کو ہبا یا وقف کردے تو کبھی زندگی میں میعاد پوری نہیں ہوگی اور زکوٰۃ بھی دینا نہ پڑے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! یہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین و شریعتِ مطہرہ کے ساتھ کھُلا مذاق و کھلواڑ اور دھوکا ہوا۔ یہ حرکت شرعی اعتبار سے درست ہوسکتی ہے مگر نیت کے اعتبار سے نہایت ہی مذموم حرکت ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا "انما الاعمال باالنیات" (تمہارے اعمال کا دارو مدار تمہاری نیتوں پر ہے) یہ حیلۂ شرعیہ نہیں بلکہ بدعت حقیر ہے بدعت حسنہ وہ ہے جس میں شریعت کا تحفظ ہو اور بدعت ضلالہ وہ ہے جس میں شریعت مطہرہ کی توہین کا پہلو نکل آئے، آج کل رائج حیلۂ شرعیہ فی الزکوٰۃ تو امّتِ مسلمہ میں ایک حقیر رسم بن گئی ہے جس پر ہر کوئی انگشت نمائی کر رہا ہے جب کہ دین اسلام میں زکوٰۃ کا عین مقصد مسلمان کی معاشرتی زندگی کو سوارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور اصطلاحِ شرع میں زکوٰۃ کا معنیٰ یہی ہے کہ ایک مسلمان امیر کے مال میں اللہ نے ایک غریب مسلمان بھائی کا جو حق رکھا ہے اس کا نام زکوٰۃ ہے اور مستحقینِ زکوٰۃ کی ابتداء قرابت داری سے شروع کی جائے یہی حکمِ شرع ہے۔ اور زکوٰۃ کا مال مسجد یا صحیح النّسب سید کو دینا درست نہیں آخر کیوں؟ کیونکہ مالِ زکوٰۃ میلِ مال ہے، مسجد پاک ہے اور ساداتِ کرام نسبتِ خونِ رسول ﷺ کی وجہ سے پاک ہیں ان کو مال کا میل دینا درست نہیں۔ چہ جائیکہ وہ مدارسِ اسلامیہ جہاں قرآن پاک اور حدیث پاک کے پاک علوم کو امتِ مسلمہ

کے نونہالوں کے سینے میں داخل کیا جاتا ہے وہ پاک علوم کے حاصل کرنے والے جن کو مہمانانِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے اُن کی پرورش کے لئے میل مال (مالِ زکوٰۃ) کا دینا کہاں کی عقلمندی اور ایمانداری ہے؟ لہٰذا ایسے تاٴ ویل و بہانوں کے ذریعہ مساجد، مدارسِ اسلامیہ اور خالص دینی درسگاہوں کو مالِ زکوٰۃ دینے سے گریز کریں اور مستحقین زکوٰۃ یعنی از روئے شرع سب سے پہلے قرابت دار میں یتیم، مسکین اور غریب کو ہی زکوٰۃ دیں تاکہ منشائے الٰہی کی تکمیل کی جاسکے۔ اگر مدارس یا ادارے کو دینا ہی ہے تو زکوٰۃ کے بعد کی بقیہ رقم ضرور دو۔

سوال ۱۸: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انا من نور اللہ و کل خلائق من نوری'' یعنی (میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے تخلیق پائے ہیں) اس حقیقت کو ایک مسلمان دین وعقیدہ کی روشنی میں تسلیم تو کرتا ہے مگر آج کی سائنس پرست دنیا اس حقیقت کو کیا کہتی ہے؟

جواب: ہماری دنیا میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ اصل نور کے اور انوار و تجلیات کے عکوس ہیں، پرتو ہیں۔ یقیناً یہ انوار و تجلیات عکوس و پرتو ہیں تو اصل کا ثبوت ملنا لازمی ہے یہ مختلف قسم کی گیسس، ہوائیں یہ کیمیکلز (Chemicals) اور یہ عناصر سب کے سب اصل کے گواہ ہیں۔ مثلاً:۔ انسان نور سے بنا ہے تو انسان میں وہ نور کہاں ہے؟ فرانس یا جرمنی والوں نے انسان کی جسمانی حقیقت کو تلاش کرنے کے لئے ایک ایسی مشین بنائی جس میں مردہ انسان کو ڈالنے کے بعد مکمل جلا کر راکھ بنا دیتی ہے پھر اس راکھ کو اس مشین میں مزید جلا گیا یا اس کے اجزاء پر بار بار کیمیکل پروسیس (Process) کیا گیا تو قریب چھے یا سات قیراط

(Caret) کا خالص ہیرا برآمد ہوا یہ دیکھ کر انسانی عقل حیران ہوگئی آج کل یوروپ میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ کوئی جوان عورت کا شوہر یا کسی کا بیٹا مر جاتا ہے تو امیر ترین لوگ اس مشین کے سہارے اس کے مردہ جسم سے ایک ہیرا حاصل کر لیتے ہیں اور بطورِ یادگار انگوٹھی میں سجا کر پہن لیتے ہیں مگر اس کی قیمت جوہری سے حاصل کئے جانے والے ہیرے سے دوگنی ہوتی ہے اب اسے سائنسی کاربن ڈائی اکسائیڈ کا کرشمہ کہیے یا کچھ اور! پتہ تو یہ چلا کہ اللہ نے ہر ذرہ میں اپنے نور کی حکمت پوشیدہ رکھی ہے یہ نور ہی'' کلُ خلائق من نوری'' کا جلوہ ہے۔

سوال ۱۹: معشوق کسے کہتے ہیں؟

جواب: روح الروح کو کہتے ہیں۔ یہ ایک گوہر نایاب ہے جو رحمت کے سمندر کی تہہ میں ہوتا ہے۔

سوال ۲۰: ویدوں کی تعریف کیا ہے؟ یا کسی وید میں قرآن کا ذکر ملتا ہے؟

جواب: وید کا معنیٰ ہے علم، وید کے مفسّر مہ رشی پاتنجلی کہتے ہیں کہ وید دراصل تیرہ تھے! مگر آج صرف دس یا گیارہ رہ گئے ہیں، نامعلوم ہندو قوم کا یہ اثاثہ کیوں اور کس طرح غائب ہوگیا! نہ جانے اس میں کیا کیا لکھا ہوا ہوگا؟ یا یہ قصداً غائب کئے گئے؟ یا کسی لاپرواہی کا شکار ہوگئے تفصیلی وجوہات نہیں معلوم ہو سکے خیر وید کو ہندو قوم ''اپورشیا'' کہتے ہیں، یعنی جس کو کسی انسان نے نہیں لکھا، یا بنایا۔

ان مذکورہ ویدوں کو کرشن جی کے شاگرد'' ویاس جی'' نے صرف چار ویدوں کی شکل میں ترتیب دیا! جس کو وید ویاس کہتے ہیں! اتھر وید کے علاوہ تین ویدوں کو قدیم اور تری وِدّیا یعنی علوم ثلاثہ کہتے ہیں، اور ہندو دھرم کے منوجی بھی

ان کو قدیم مانتے ہیں، الغرض بانی آریہ سماج نے ان کو ایک عرب اکتیس کروڑ سال پرانی کتابیں مانتے ہیں، مگر بعض لوگ ویدوں کی عمر چار ہزار سال سے زیادہ نہیں مانتے، ان شخصی اختلافات کے باوجود ہندو رشی منی کہتے ہیں کہ چاروں وید برہما کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں یعنی یہ برہما کا کلام ہے، مگر ہندو قوم آج بھی اس پانچویں وید کی منتظر ہے! جو ان کے عقیدے کے مطابق ایشور یعنی ہمیشہ رہنے والے کی جانب سے نازل ہونے والی ہے اور اس وید (علم) کا نام ہوگا ''پرنوا'' اب اس ''وید پرنوا'' کا معنیٰ کیا ہے؟ ''وید پرنو'' کا معنیٰ ہے بہت پڑھا جانے والا ،یعنی قرأت کیا جانے والا! اب قرآن کا معنیٰ بھی بہت پڑھا جانے والا، کثرت سے تلاوت کیا جانے والا صحیفہ ہے، مگر افسوس اتنی وضاحت کے باوجود بھی یہ لوگ قرآن کو نہیں مانتے ،جب کے ان کے عقیدہ کے مطابق ،ان کے انتظار کے مطابق، اگر غور کریں تو قرآن کے متعلق شواہدات ملتے ہیں۔

سوال ۲۱: آج کل کچھ لوگ قرآن پر یہ اعتراض کرنے لگے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے یا غیر اللہ کا کلام؟ قرآن میں کہیں اللہ خود مخاطب ہے کہیں اللہ ''قل'' کہہ کر اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے مخاطب ہے کہیں کہیں تو لگتا ہے بندہ اللہ سے مخاطب ہے مثلاً ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ'' یعنی (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) اور اسی طرح ''اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ'' (اے اللہ ہمیں راہِ حق پر چلا) وغیرہ وغیرہ جیسی آیات کو پا کر لوگ کچھ کا کچھ کہنے لگے ہیں۔ آخر حقیقت کیا ہے؟

جواب : کتب سماویہ سابقہ اٹھایئے! ان تمام کتابوں میں مذکورہ تینوں طرح کا

خطاب ملتا ہے کہیں اللہ براہِ راست خود خطاب کیا ہے، کہیں اپنے رسول کی زبان سے ''قل'' فرما کر خطاب کیا ہے اور کہیں بندوں کو تعلیم دینے کے لئے بندوں سے کہلوایا ہے۔ اکثر و بیشتر وہ کلام جو پڑھنے اور سمجھنے میں لگتا ہے کہ وہ بندہ کا کلام ہے تو دراصل اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب بندوں اور بندیوں کے دعائیہ کلام کو انکی اداؤں کو اس قدر پسند فرمایا کہ ان کی دعاؤں کو اپنا کلام بنا کر پیش کیا مثلاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی نسل پاک میں پیدا ہونے والے نبئ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ کی امت کے لئے ہمیشہ یہ دعا مانگی ''رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝٢٠١ (البقرہ ۲:۲۰۱)'' یعنی (اے اللہ ہمیں دنیا کی سعادت بھی عطاء فرما اور آخرت کی سعادت بھی عطاء فرما تا کہ عذاب جہنم سے محفوظ رہیں) اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں یہ تسبیح پڑھتے تھے ''لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ ۖ اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ۝٨٧ (الانبیاء ۲۱:۸۷)''
اسی طرح جب حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام خانۂ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ ربّ العزّت نے فرمایا! اے میرے خلیل مانگو کیا مانگتے ہو تو حضرت خلیل نے کئی ایک دعائیں مانگی ان میں سے ایک محبوب دعا یہ ہے ''رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ (البقرہ ۲:۱۲۹)'' ترجمہ ''اے ہمارے پالنہار ہم ہی میں سے وہ رسول مبعوث فرما جو تیری نشانیوں کو دکھا دے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کر دے اور انہیں کتابِ مقدّس کا درس دے کر عرفان کی دولت سے مالا مال کر دے)۔ وغیرہ وغیرہ ان محبوبوں کی بے شمار دعاؤں کو تسبیحات کو اللہ نے ہم بندوں کی رہبری کے لئے اپنا کلام بنا

کر پیش کیا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ '' (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان ورحم والا ہے) '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ '' (سورۃ الفاتحہ) اس طرح کے جملہ آیاتِ کریمہ کو غور کرنے پر محسوس ہوتا ہے کہ یہ بندے کا کلام ہے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں لگتا ہے کہ وہ بندے کا کلام ہے دراصل وہ اللہ کے محبوبوں کی دعائیں اور تسبیحات ہیں جنہیں خود اللہ نے تعلیم فرمائی تھی اور وہ اللہ کے محبوب و برگزیدہ ہستیاں جو پڑھا کرتے تھے دراصل ان کی مقدس زبانوں سے کہلوایا گیا کہ تم اس طرح ذکر کرو۔ معلوم ہوا کہ کتاب کے بیان کے لئے محبّ محبوب اور عوام کا طرز تخاطب انتہائی ضروری ہے کیونکہ کتابُ اللہ مرکز رشد و ہدایت ہوتی ہے۔ ایک عام انسان بھی جب کوئی کتاب لکھتا ہے تو اپنی بھی بات کہتا ہے کہیں کہتا ہے کہ کچھ لوگ یوں کہتے ہیں! کہیں کہتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ انہیں ایسا نہیں ایسا کہنا چاہئے! کہیں کہتا ہے کہ انہیں ایسا نہیں بلکہ ایسا کہنا چاہئے! کہیں فرماتا ہے کہ وہ ایسا کہتے تھے ایسا کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا ہم لوگ اس کو قبول کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ سب کی بھلائی کے لئے وہی کہنا وہی کرنا اچھا ہے جیسے پہلے کے اچھے لوگ کہتے اور کرتے تھے یہ تمام طرح کا طرز تخاطب تو فن کا میعار ہوتا ہے اور اس انداز کا اختیار کرنا کسی بھی مصنف کے لئے ناگزیر ہو جاتا ہے ورنہ کوئی کتاب مرتب نہیں ہو سکے گی۔ اب بتاؤ! کیا ہم کسی تاویل یا بہانے کے ذریعہ یہ انکار کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب اس کے

مصنف کی نہیں ہے؟ کیا ہم یہ انکار کر سکتے ہیں کہ الفاظ مصنف کے نہیں بلکہ کسی اور کے ہیں؟ بالکل اسی طرح قرآن تو اللہ کی کتاب ہے طرز تخاطب اور انداز جداگانہ ہے کبھی خود کلام کرتا ہے کبھی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زبانِ مبارک سے کہلواتا ہے کبھی اپنے خاص بندوں کبھی عام بندوں کی زبانوں سے کہلواتا ہے تو ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ خدا کی کتاب نہیں! یہ جاہل لغو اور بے بنیاد بہتان ہے بلکہ ایک طرح کا تعصب ہے۔ اکثر غیر مسلم لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآنِ پاک کی آیت ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ '' یہ اللہ کا کلام ہے یا بندہ کا کلام ہے؟ پہلے میں آپ کی معلومات کے لئے بتا دوں کہ ''گیتا'' کو ہندو دھرم میں الہامی کتاب مانا گیا ہے خود ان کے عقیدہ کے مطابق گیتا ایک نہیں دو ہیں۔ ایک 'گیتا' کا نام ''شیو گیتا'' ہے جو رام جی پر نازل ہوئی اور دوسری گیتا کا نام ''بھگوت گیتا'' ہے جو کرشن جی پر نازل ہوئی اول الذکر شیو گیتا میں مخاطبت پائی جاتی ہے بھگوان نے کہیں خود کہا ہے کہیں کہلوایا ہے اور کہیں کہنے کیلئے کہا ہے۔ دوسری بھگوت گیتا غیر مخاطبت کے ساتھ بھگوان کے صرف احکامات ہیں جس میں خود ضمیر متکلم یعنی میں، کے تحت نازل کیا ہے۔ پھر بھی دونوں کتابیں ان کے نزدیک مسلّم ہیں؟ اور قرآنی طرز تخاطب سے اللہ کی کتاب ہونے میں شک کی گنجائش کیوں؟ اس طرح کی من گھڑنت گنجائش نکال لینا کہاں کی عقل مندی ہے؟

سوال ۲۲: ارشاد باری تعالیٰ کہ '' اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝۲۴ '' (ابراہیم ۱۴: ۲۴) (کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ کلمہ کی جیسے وہ پاکیزہ درخت جس کی

جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان میں پھیلی ہیں)۔ اس آیت کریمہ سے مراد کیا ہے؟

جواب: ''کیا آپ نے نہیں دیکھا'' اللہ نے کیسی مثال دی پاک ترین کلمہ کی جیسے پاک درخت جس کی اصل یعنی جڑ قائم (ثابت) اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ اس آیتِ پاک میں تحت الثریٰ سے عرش اور عرش سے ماوراء مقامات کی خبر دی گئی ہے۔ علمِ تصوف میں تحت الثریٰ (زمین کا نچلا حصہ) جسے کہتے ہیں وہ دراصل جسمِ انسانی ہے یہ عناصر کا پتلہ ہر عنصر کا مظہر ہے، نچلہ حصہ سے مراد ناف سے دو انگل نیچے انسان کا دم حرکت کرتا ہے، یہ دم ''اسمِ ھوٗ'' کا مظہر ہے یہی قلب کا ظاہر ہے اسی پر قالب کا انحصار ہے اس میں ''ھوٗ'' ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، اوّل بھی ہے اور آخر بھی ہے۔ جب سالک ''اسمِ ھوٗ'' کا مظہر بن کر مزید ترقی کرتا ہے تو ایک ملک لازوال میں پہنچ کر ہرے بھرے باغیچہ میں پہنچتا ہے اور اس کلمہ کی باطنی صورت کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان ہری بھری شاخوں کا گواہ ہو جاتا ہے اسی لئے صوفیان کرام نے اپنے اپنے شجرہ جات میں اس آیت کو تحریر کیا ہے تا کہ سالک اپنے جسم میں موجود ''اسمِ ھوٗ'' کا مظہر بن کر اصل سے شجر تک یعنی جنت تک پہنچے مگر قادری مرید کا سفر ان مقامات سے بہت آگے ہوتا ہے کیونکہ شجر کا تعلق جنت سے ہے مگر قادری مرید و سالک کی وہ پہلی منزل ہے کیونکہ اصلی قادری کا مقام لاہوت ولامکاں ہے۔

سوال ۲۳: حدیث پاک ''تفکّروا فی اٰیاته ولاتفکّروا فی ذاته'' یعنی (اللہ کی نشانیوں میں غور کرو اور اس کی ذات میں غور نہ کرو) اس حدیث پاک سے مراد کیا ہے؟

جواب: ''اللہ کی نشانیوں میں فکر کرو، اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو'' یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن پر علم ہی علم کا غلبہ ہوتا ہے۔ لہٰذا علماء سے کہا گیا ہے کہ تم پہلے اللہ کی صفات میں غور و فکر کرو! علم الیقین حاصل کرو اور علم حق الیقین میں اپنا قیاس نہ لگاؤ کیونکہ علم تصوف میں ہر بات ہر قول مدلل اور مشاہدات پر مبنی ہوتی ہے یہاں قیاس آرائی بدعت ہے لہٰذا بغیر مشاہدہ کے کچھ بھی قیاس آرائی درست نہیں ہے اس لئے انہیں روکا گیا ہے جن پر علم کا غلبہ ہوتا ہے۔

سوال ۲۴: ''مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الاحزاب ۳۳:۴)'' یعنی (اللہ تعالیٰ نے انسانی بدن میں دو دل نہیں رکھے) اس قول سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس حدیث قدسی میں جو ارشاد ہوا ہے کہ ''ہم نے کسی کے جوف میں دو دل نہیں رکھے یا بنائے'' جوف سے مراد جسد انسانی ہے یعنی اللہ نے کسی کے جسم میں دو دل نہیں رکھے مگر ہمارے دین دار علماء اور آج کے بعض اہلِ تصوف کہتے ہیں کہ دل وہی ہے جو بائیں طرف سینے میں لٹکا ہوا ہے جو خون اور گوشت کا لتھڑا ہے بعض صوفیانِ کرام نے دل کو ایک نور ثابت کیا ہے جس کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ دل میں دونوں عالم سما سکتے ہیں مگر دونوں عالم کی کسی چیز میں دل نہیں سما سکتا۔ بیشک دل ایک نور ہے جو لامکاں میں ہوتا ہے اور جو دل مکاں میں ہوتا ہے یا مقید ہوتا ہے اس میں خدا نہیں سما سکتا۔

سوال ۲۵: حدیث پاک ہے: ''انی ما اخاف فی امتی ضعف الیقین'' (بیشک میں خوف نہیں کرتا مگر اس بات کا کہ میری امت میں ضعف یقین کا) اس حدیثِ پاک کا معنی کیا ہے؟

جواب : نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں اپنی امت میں یقین کی کمزوری محسوس کر کے فکر مند ہوتا ہوں" سبحان اللہ! یہ حق ہے یقینِ کامل تلقین سے حاصل ہوتا ہے تلقین مشاہدہ سے حاصل کی جاتی ہے مشاہدہ سے تحقیق وتصدیق حاصل ہوتی ہے ورنہ یقین کامل تصدیق وتحقیق سے خالی ہے تو دلائل میں الجھ کر محض ایک دلیل بن کر صرف یقین اور علم الیقین کی منزل میں رہ جائے گا اور مزید ترقی سے رک جائے گا۔

سوال ۲۶: حدیث پاک دلیل ہے کے قربِ قیامت سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: اس حدیث پاک میں طلوعِ سورج اور مغرب یہ قابلِ غور ہے! علم تصوف میں دو استعارے ہیں یہاں سورج سے مراد دین اسلام کو روشن کرنے والی ذات اور مغرب کا معنیٰ ہے پردۂ عدم سے میدانِ وجود میں ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قربِ قیامت دین اسلام کو روشن کرنے والی ذات پردۂ عدم سے میدان وجود میں ظاہر ہوگی۔

سوال ۲۷: مشائخ کسے کہتے ہیں؟

جواب : حضرت امام سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں فکر کرنا مشائخ کے واسطے اس طرح آیا ہے کہ ہر دونوں کو قاطعانِ راہ جاننا چاہئے۔ ورنہ بزمرۂ مشائخ سے باہر ہے۔ اس واسطے ہمارے نبی مرسل برگزیدہ محمد مصطفے ﷺ فرماتے ہیں:

اَلدُّنیَا حَرَامٌ عَلیٰٓ اَھْلِ الْاٰ خِرَۃِوَالْاٰ خِرَۃُ حَرَامٌ عَلیٰٓ اَھْلِ الدُّنیَا وَھُمَا حَرَامَانِ عَلیٰٓ اَھْلِ اللہِ۔ ترجمہ: حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا

حرام ہے صاحبِ آخرت پر اور آخرت حرام ہے صاحبِ دنیا پر اور آخرت و دنیا حرام ہیں اہل اللہ پر، یعنی بندگانِ خدا تعالیٰ پر۔

حضرت رسول کریم ﷺ فرمایا کہ دنیا کی طلب و جستجو وہ شخص نہیں کرتا جو کہ آخرت کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور آخرت کا درجہ اس شخص پر حرام ہے، جو کہ دنیا کی طلب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے، وہ ہر دونوں یعنی دنیا و آخرت سے منہ موڑ لیتا ہے۔ (اسرارِ کبیری)

سوال ۲۸ : کعبہ پر گنبد کیوں نہیں؟

جواب : اللہ کی ذات چھ اطراف سے آزاد اور مبرہ ہے اور اس کا گھر یہی گواہی دے رہا ہے بس دیکھنے والی آنکھ چاہئے۔

سوال ۲۹ : گدڑی یا کملی کس شخص کو زیب دیتی ہے؟

جواب : جس کے وجود میں قدرت کا خزانہ پوشیدہ ہو وہ گدڑی استعمال کرے اور گدڑی اس بات کی دلیل بھی ہے کہ صاحبِ گدڑی کا نفس اب اس قدر مطیع ہو گیا ہے کہ بس اب وہ اسکا بے جان لباس بن گیا ہے۔

سوال ۳۰ : عاشق کے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

جواب : عاشق کا دل عشق کی آگ میں اس قدر جلتا رہتا ہے کہ جو چیز اس میں داخل ہوتی ہے جل کر خاک ہو جاتی ہے۔

سوال ۳۱ : اللہ کے اولیاء اگر مقام حجاب میں آئیں تو کیا ہوتا ہے؟

جواب : بعض حضرات قدسیہ آہیں بھرتے ہیں روتے ہیں خود سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بے ہوش ہو جاتے ہیں بعض ایسے ہیں کہ اسی

دم وہ جان دے دیتے ہیں کیونکہ وہ اللہ کے دیدار سے زندہ رہتے ہیں۔

سوال ۳۲: کامل عرفاء کا کیا مقام ہوتا ہے؟

جواب : دنیا و مافیھا کو دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں یعنی نفس و روح کے درمیان دیکھتے ہیں۔

سوال ۳۳: عارف کی تعریف کیا ہے؟

جواب : عارف کے دل میں غیر اللہ کا شائبہ بھی نہ ہو اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ دل ایک نور ہے اور غیر اللہ کا خیال اور محبت نفس کی سرکشی اور رغبت سے پیدا ہوتی ہے۔

سوال ۳۴: لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم معرفت رکھتے ہیں اس کا گواہ کون ہے؟

جواب : حیرت عارف کی گواہ ہوتی ہے بغیر حیرت کے اگر کوئی دعویٰ کرے تو فضول ہے۔

سوال ۳۵: رویئت کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ کے نور سے زندہ ہونے کا نام رویئت ہے۔

سوال ۳۶: محبت کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ کے سواء نہ کسی چیز کو دیکھے نہ سنے۔

سوال ۳۷: غناء کیا ہے؟

جواب : غناء فقیر کی ذات کے گال پر ایک خوبصورت تل کی مانند ہوتا ہے۔

سوال ۳۸: ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی کے فوائد کیا ہیں؟

جواب : ذکر جلی اگر پوری یکسوئی کے ساتھ کوئی کامل پیر کا متقی مرید کرتا ہے تو

اسکی صدا پہلے آسمان تک پہنچ جاتی ہے مگر آسمانی سیاہ پتھروں سے ٹکرا کر بے اثر ثابت ہوتی ہے مگر سالک کو حوصلہ مند ہونا چاہیے تا کہ ذکر کے ضربات سے وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو جائے بس یہاں تک ذکر جلی کے فوائد حاصل ہوتے ہیں اسکے بعد سالک کو ذکر خفی کرنا چاہیئے تا کہ ذکر کی صدا دریائے رحمت میں جوش پیدا کرے اور پانی سے مقدس آواز آئے سالک اسی آواز کے پیالے سے پیتا ہے اور مست ہو جاتا ہے۔

سوال ۳۹: کبھی کبھی صحابہ کرام کی اور اولیاء اللہ کی مبارک لاشیں صدیوں بعد بھی تازہ پائی گئی ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟

جواب : انسان چار عناصر سے دنیا میں زندہ رہتا ہے جو ظاہر ہیں مذکورہ حضرات قدسیہ چار باطنی انوار سے باطنی زندگی حاصل کر لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے یمن سے خوشبو آتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے پردۂ یمن سے قلب کو راحت پہچانے والی بادِ خنک ملتی ہے بس جس سالک نے یمن کو پہچان لیا وہ یمنی عقیق بن گیا کسی بھی چیز کی زندگی کے لئے اس باد رحمت کا کردار اہم ہوتا ہے بعد وصال ان حضرت قدسیہ کو اللہ کی ذات سے بادِ زندگی ملتی ہے اسی لئے صوفیان کرام دم ظاہر پر قابو پا کر دم باطن سے قوت حاصل کر لیتے ہیں۔

سوال ۴۰: آوازِ الست کس طرح سنی جا سکتی ہے؟

جواب: بچے جب جھیل میں پتھر پھینکتے ہیں تو پانی سے یقیناً آواز آتی ہے اور یہ آواز بڑی پر کشش ہوتی ہے۔ اے نادان سالک! خود سے بے خود

ہو جا تو خود تصور کی صورت اختیار کر لے اور یکسوئی کو درہم برہم نہ ہونے دے پھر دم یعنی ''ھُوْ'' کی شکل میں اپنی روح کو ڈھال اور اس بحرِ بے کنار میں پھینک دے پھر سن لے کہ کیا آواز آتی ہے یہی آواز الست ہے یہاں روح بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگائے گی، سالک اگر نادان بچہ کی مانند ہے تو پانی میں ذکر کا پتھر پھینک کر ڈب ڈب کی آواز کے سواء کیا خاک سنے گا۔

سوال ۴۱ : ابر رحمت کسے کہتے ہیں؟

جواب : دریائے رحمت جب جب جوش میں آتا ہے تو پانی بخارات کی شکل میں اڑ کر دم ذات سے نور حاصل کر کے موسم بہار بن کر باغ جنت کو سر سبز و شاداب کر دیتا ہے۔ دریائے رحمت سے آنے والی آواز بھی پیاسوں کے لئے ابر رحمت ہے اسی آواز کو صورِ اسرافیل بھی کہتے ہیں جس سے مردے بھی جلائے جاتے ہیں۔

سوال ۴۲ : کامل نجات کسے کہتے ہیں؟

جواب : جب فقیر کی روح دریائے توحید سے ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (الاعراف۷:۱۷۲)'' کی آواز سنکر ''بلیٰ بلیٰ'' کہتی ہے تو فقیر دونوں عالم کی قید سے مکمل آزادی حاصل کر لیتا ہے اسی کو نجات کہتے ہیں ورنہ عرفی نجات بھی بس نجات ہے۔

سوال ۴۳ : اللہ اپنے محبوبوں سے کس طرح ہم کلام ہوتا ہے؟

جواب : بغیر حروف والفاظ کے بغیر زبان ودہن کے اللہ اپنے محبوبوں سے ہم

کلام ہوتا ہے۔ کیا ہوا بغیر الفاظ بغیر زبان ودہن کے پیڑ پودوں سے ہم کلام نہیں ہوتی؟ اندھے بہرے! آخر دیکھیں تو کیا دیکھیں؟ اور سنیں تو کیا سنیں؟ کہ وہ بادِ مست کیا کہتی ہے۔

سوال ۴۴ : شفاعت کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : شفاعت دو طرح کی ہے، شفاعتِ صغریٰ اور شفاعتِ کبریٰ۔ شفاعتِ صغریٰ یہ ہے کہ اس دنیا میں نفس مسلمان بنکر مومن بنکر یعنی وفادار غلامِ مصطفےٰ ﷺ بنکر عشق محمدی ﷺ کی خوشبو سے معطر ہوتا ہے اور شفاعتِ کبریٰ یہ ہے کہ روح غلام مصطفےٰ ﷺ بنکر آپ کی محبت کی خوشبو سے معطر ہو کر قیامت میں جھومتی ہے اسے شفاعت کبریٰ کہتے ہیں ورنہ قیامت میں بے نصیب لوگ ہی آپ کی خوشبوئے اطہر سے محروم رہیں گے۔

سوال ۴۵ : نبی کریم ﷺ کے پسینہ اقدس میں خوشبو کس طرح آتی تھی؟

جواب : آقائے دو عالم ﷺ کا جسم اطہر سراپا دریائے رحمت ہے آپ کے جسمِ اطہر کو چھو کر چلنے والی ہوا معطر ہو جایا کرتی تھی جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن مبارک سے جو خوشبو پائی تھی وہ در اصل دریائے رحمت کی خوشبو ہے جو زمانی ہوا سے عطر بیز ہو جاتی ہے۔

سوال ۴۶ : کیا جنت میں دیدار الٰہی ہوگا؟ اگر ہوگا تو اسکی کیفیت کیا ہوگی؟

جواب : بیشک مغفور کو جنت عطاء کی جائے گی اور دیدارِ الٰہی بھی نصیب ہوگا اس دیدارِ الٰہی کی برکتیں نعمتوں میں ڈھل کر ملیں گی اس دیدار کی کیفیت

بیان سے باہر ہے حقیقت بیانی کے لئے الفاظ کہاں اور زبان کہاں ؟ بس ایک خوشگوار موسم اور بادِ مست ہوگی جس کی تشریح ناممکن ہے موسم کی شرح ممکن ہے ہوا کی شرح ممکن نہیں۔

سوال ۴۷ : کیا غیب سے نداء آتی ہے؟

جواب : بیشک کچّے تانبے کی طرف مصفا کیمیاء کے خزانے سے ندائے غیب ہر دم آتی رہتی ہے مگر تانبے کے کان کہاں سنتے ہیں؟ جاننا چاہئے کہ غیب جسے کہتے ہیں وہ ایک آواز ہے جو وجود کے بحرِ بے کنار سے آتی ہے جس کی لہریں سونے چاندی میں ڈھلتی ہیں مگر افسوس! انسانوں نے سمجھا ہی نہیں کہ غیبی آواز میں کیا کیا غائب ہے۔

سوال ۴۸ : حجاب کسے کہتے ہیں؟

جواب : جسمِ عناصر کو ہی اصل میں حجاب کہتے ہیں آقا علیہ السلام سے اللہ رب العزت نے فرمایا "**وجوک حجاب بینی و بینک**" (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا وجود ہی میرے اور تمہارے درمیان پردہ ہے) معلوم ہوا کہ جب تک سالک جسمِ عناصر سے نجات نہیں پالیتا تب تک نہ عرش کے نیچے قیام ممکن ہے نہ آبِ حیات پر سجدہ۔ یہاں سجدہ سے مراد غرق ہے۔

سوال ۴۹ : بادۂ الست کسے کہتے ہیں؟

جواب : جب سالک اپنے نفس کو ذکر کے ضربوں سے پارہ پارہ کرتا ہے تو بحر وحدت سے ایک آواز آتی ہے اور عاشق اس آواز کی شراب سے اس قدر مست ہوجاتے ہیں کہ کچھ لوگ گونگے ہوجاتے ہیں اور کچھ حضرات

"هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾" (ق ۵۰:۳۰) کے نعرے لگاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آواز الست ہی کو بادۂ الست کہتے ہیں "وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾" (الدھر ۷۶:۲۱) کا معنیٰ یہی آواز ہے اس آواز پر بلیٰ بلیٰ کہنا ہی پینا اور مست ہونا ہے۔

سوال ۵۰ : دنیا اور آخرت کو کس طرح پہچانیں؟

جواب : آئینہ دیکھ! جسم تاریک دنیا کی مانند ہے اور تیرے سر میں جو روشن ہے وہ آخرت کی مانند ہے۔ بس مجاز سے حقیقت کی طرف سفر ہونا چاہیے۔

سوال ۵۱ : "**مَنْ لَمْ يُؤدِ فرضَ الدائم لم يتقبل الله فرض الوقت**" یعنی (جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ اس کا وقتی فرض قبول نہیں کرتا) اس حدیث پاک کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب : فرض قرض کی مانند ہے اور یہ قرض اللہ کی جانب سے نفس ہے سالک جب تک ہمیشہ کیلئے اس کو ترک کر کے یا مجاہدہ کر کے اسے قتل نہیں کرتا یا نفس کے خلاف جہاد کر کے کامیاب نہیں ہو جاتا تب تک اللہ اس کا وقتی فرض نماز روزہ اور حج وغیر قبول نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ بے نفس کی عبادت اللہ کو محبوب ہے اور بانفس کی عبادت کو اللہ پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ عبادت نفس کو خوش کرنے کے لئے ہوتی ہے نہ کہ اللہ کی رضا کیلئے۔

سوال ۵۲ : نفس اور روح کی تعریف کیا ہے؟

جواب : نفس کالے پانی کی طرح اور روح مصفاّ پانی کی طرح ہوتی ہے، ایک آگ ہے اور ایک نور ہے۔

سوال ۵۳: سیدھے راستے کی تعریف کیا ہے؟

جواب : مچھلی کے لئے تو دریا ہی سیدھا راستہ ہے ورنہ اسکے علاوہ ہر سفر مچھلی کے لئے ٹیڑھا راستہ ہے۔ سالک کو ہیے کے دریا کے تہہ میں چھپ جائے ورنہ نفس نام کا مچھیرا شکار کرلے گا۔

سوال ۵۴: سخاوت کسے کہتے ہیں؟

جواب : جسم اور جسم کی عقل کو مکمل ترک کردینے کا نام سخاوت ہے۔

سوال ۵۵: اللہ کی رسی کسے کہتے ہیں؟

جواب : سورۂ فاتحہ کو اللہ کی رسی کہتے ہیں۔ یہ قرآن کا جز ہے مگر باہر رسی کی مانند ہے اس لئے اس کو اللہ کی رسّی کہا گیا! ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کیا ہے؟ ''اَلْحَمْدُ'' اللہ کا فضل ہے اور ''لِلّٰهِ'' اس کی رحمت ہے یہ اسماء گرامی دونوں باہم مل کر مومن کو نفس کے کنویں سے باہر نکلنے کے لئے رسی کا کام دیتے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کیا ہے؟ علم وعقل کا خزانہ ہے۔

سوال ۵۶: عالمِ غیب کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : یہ عالمِ غیب انسان کی جان میں نہاں اور عیاں ہے، معدوم حقیقت عیاں ہوگئی ہے اور عیاں حقیقت نہاں ہوگئی ہے قدرت کی ہوا میں قدرت کے ذرے اس طرح تحلیل ہو چکے ہیں کہ ظاہری بصارت انکی حقیقت کو پانہیں سکتی اگر آلات کے ذریعے پانے کی کوشش کرتے ہیں تو ذرے ظاہر ہوتے ہیں مگر ان کی حقیقت ہوا میں پوشیدہ ہو جاتی ہے نہ جانے غافل انسان کو قدرت کی ہوا کا علم کب ہوگا؟ کس طرح ہوگا؟

یا جب تک ہوگا خود نہ ہوگا۔ ہوا کو پہچان ہوا کی ذات کو پہچان قدرت اور علمِ قدرت سے واقف ہو جائے گا۔ ہوا کی حرکت سے تنکے حرکت کر رہے ہیں اور اس کی ذات بے نیاز ہے اس میں ''الآن کما کان'' کا راز پوشیدہ ہے اور اسی میں '' اللہ الصمد '' کا راز پوشیدہ ہے۔

سوال ۵۷: ''نورٌ علیٰ نُور'' کا معنی کیا ہے؟

جواب : آئینہ دیکھ نور آئینہ پر عکس سوار ہے اسی طرح سفید وسیاہ نورِ حس پر اللہ کا نور سوار ہے جب یہ دونوں ایک ہو جاتے ہیں تو ''نور علیٰ نور'' کہتے ہیں۔ نورِ حس عناصر سے تعلق رکھتا ہے مٹی سے محبت کرتا ہے اللہ کا نور عالمِ بالا سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اپنے مزاج کے خلاف مجاہدہ کر اور نورِ حس کو اللہ کی سواری بنادے۔

سوال ۵۸: کامل ولی اللہ کیا کرتے ہیں؟

جواب : کامل ولی اللہ کا قلب بارگاہ خداوندی ہوتا ہے نماز قلب بھی باتکرار اور دائمی ہوتی ہے یعنی روح قلب میں قیام کرتی ہے، قلب سِرّ میں رکوع کرتا ہے اور سِرّ خفی کی بارگاہ میں سجدہ کرتا ہے اور خفی بارگاہ اخفیٰ یا ''انا'' میں مؤدب ہو کر قعدہ میں عبرت حاصل کرتا ہے۔ اس بھید کو وہ نہیں جان سکتا جس کی آنکھوں پر علم کی پٹی بندھی ہوتی ہے۔ اس نماز کا قعدہ اور راز وہی جانتا ہے جس کو حضرت عشق نے یعنی کامل عشق کے مظہر نے کلمہ پڑھایا ہوا ور یہ مقام نبی کریم ﷺ کے دونوں قدموں کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال۵۹ :انسان کیا ہے؟

جواب :انسان حضرت آدم کی حقیقت کا آئینہ ہے ''**الانسان سری وانا سرہ**'' (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) اس انسان کا ظاہر عناصر سے سیاہ ہے اور باطن نور سے سفید اور روشن ہوتا ہے اس کا پتہ ''اسم اللہ ذات'' کے مظہر یعنی دم سے ملتا ہے۔ حضرت غالب نے اس حقیقت کا پتہ کیا خوب دیا ہے۔

ہاتھوں میں گو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مِرے آگے

سوال۶۰: علم دنیا اور علم دین کی تعریف کیا ہے؟

جواب :علم دنیا علم روزگار ہے یہ علم نوالہ کیلئے دولت کیلئے شہرت کیلئے اور اقتدار کے لئے ہوتا ہے بس ہر صورت میں اسکا سفر دنیائے مردار پہ ختم ہو جاتا ہے۔ بلاتفریقِ مذہب و ملت یہ علم سب لوگ حاصل کرتے ہیں دنیوی لحاظ سے اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ اس علم کے طلبگار پائے جاتے ہیں ہاں اگر عالمِ علم دنیا کو لقمہ کی اور روٹی کی قدر معلوم ہوتی ہے تو لقمۂ حرام اور حلال میں تمیز کرتا ہے یا شدّت کے ساتھ لقمۂ حلال کو مقصدِ حیات تصور کرتا ہے اور لقمۂ حلال اس کے علم دین کی بنیاد بن جاتا ہے اور اسی لقمۂ حلال کی بنیاد پر وہ علم دین حاصل کرتا ہے جو اس کے لئے روح کی غذا بن جاتا ہے اور یہی لقمہ اس کی روح کے لئے دیدار الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔ اب یہاں اسکی ظاہری حیات کا ضامن اس کا لقمہ ہوتا ہے اور اس کی روحانی حیات کا ضامن تقویٰ ہوتا ہے اب یہاں طالب

علم خواہ علم دین حاصل کرے یا علم دنیا اگر اس کا استعمال صرف دنیا کمانے کیلئے ہوتا ہے تو وہ علم دین بھی علم دنیا میں تبدیل ہو جاتا ہے، علم اس کی تجارت کا سامان ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ ''جو شخص حصول دنیا کے لئے علم دین کا استعمال کیا وہ جہنمی ہے۔'' جاننا چاہئے کہ علم دین دنیائے مردار کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرسکتا ایسے عالم کی پیروی درست نہیں ہاں اگر طالب دنیا کے علم کی بنیاد لقمۂ حلال اور تقویٰ پر رکھی گئی ہو اور وہ متقی بھی ہو تو اس کا علم علم ضروریات دین کے بعد اس کا علم لقمۂ حلال بھی عین علم دین بن جاتا ہے اور ایسے متقی کی پیروی ہر طرح درست ہے۔

سوال۶۱: کون شخص مُفسِر اور مُترجم قرآن ہوسکتا ہے؟

جواب : شہزادۂ رسول ﷺ سیدنا امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قرآن کے متعلق فرمایا کہ ''**القرآن اربعة درجاتٍ، العبارات للعوام، و الاشارات للخواص، والحقائق للاولیاء و للطائف للانبیاء**'' (قرآن کی عبارت کا علم عوام کے لئے ہے قرآنی اشارات کا علم خواص کیلئے ہے، قرآنی حقائق کا علم اولیاء کے لئے ہے اور قرآنی لطائف کا علم انبیاء کیلئے ہے) مذکورہ چار طرح کے علوم جاننے والے پر دیگر ستر ہزار قسم کے علوم کا انکشاف ہوتا ہے اگر اس قولِ مبارک کے مطابق کسی عالم کو مذکورہ چار علوم حاصل نہیں تو وہ تفسیر کے نام پر آیات کی شان نزول اور تاریخی واقعات کا مصنف تو بن سکتا ہے مفسر نہیں بن سکتا۔ ایسا شخص قرآن کا لغوی ترجمہ تو کرسکتا ہے مگر اللہ کی منشاء کے مطابق وہ ترجمہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے لئے قرآن کے متعلق مذکورہ علوم درکار ہیں ورنہ ایسا شخص نہ مفسر بن سکتا ہے نہ مترجم۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قرآن کا ہر حرف ہر آیت اپنا

ایک ظاہری معنیٰ اور باطنی معنیٰ رکھتی ہے جاننا چاہئے کہ ظاہری معنیٰ کا تعلق عقلِ جسم سے ہے اور باطنی معنیٰ کا تعلق عقلِ روح سے ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے متعلق ترجمہ یا تفسیر کیلئے دوطرح کے عقلوں کی ضرورت ہے ایک عقلِ جسم اور ایک عقلِ روح۔ اس میں سمجھدار کے لئے اشارہ کافی ہے۔ آج کے دور میں تراجم اور تفاسر کی بھرمار ہے ہر زبان میں اپنی علمی لیاقت ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کتابوں کے انبار لگائے جارہے ہیں دفاتر تیار کر لئے جارہے ہیں علم دین کے نام پر اسلام کے نام پر وکیل تیار ہورہے ہیں اپنے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے جرح وتعدیل کے جلسے ہورہے ہیں رد وقبول کے نئے نئے پیمانے بنتے جارہے ہیں اپنے اپنے موقف کی دفع کیلئے پرانے پرانے بزرگوں کی کتابوں سے حوالے لائے جارہے ہیں نئی کتابیں بن رہی ہیں نئے نئے نظریئے جنم لے رہے ہیں مفاد پرست فتویٰ بازی عام ہورہی ہے اب حق پرست علماء دین بہت کم ہوتے جارہے ہیں۔ وکلاءِ دین کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے ہر وکیل کی کوشش ہورہی ہے کہ کسی بھی صورت میں مقدمہ نہ ہارا جائے ایک تفسیر دوسری تفسیر سے ٹکرارہی ہے ایک ترجمہ دوسرے ترجمہ کو رد کررہا ہے عام انسان پریشان ہے وہ کدھر جائے کس طرف جائے کس پارٹی میں جائے یہ طے نہیں کرپارہا ہے کہ آخر کس جماعت کے اصولوں میں اسکی جنت پوشیدہ ہے۔

سوال ۶۲: قرآن کا علمِ عبارت عوام کے لئے ہے۔ اس کے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب: قرآن ہر ایک کیلئے اوامر ونواہی کا پیغام ہے اوامر ونواہی کے احترام سے ہی انسان بنتے ہیں انسانیت زندہ ہوتی ہے اور شیطانیت ذلیل وخوار ہوتی

ہے۔ اوامر ونواہی کی تعمیل سے امن وامان بحال ہوتے ہیں اوامر ونواہی خدا کے وہ احکامات ہیں جن کے نفاذ پر دنیا بھی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اوامر ونواہی سے مراد اللہ کی رضا کے راستے پر چلنا اور شیطان کے راستے سے بچنا ہے۔

سوال ۶۳: قرآنی اشارات خواص کے لئے ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: پہلے جاننا چاہئے کہ خواص کسے کہتے ہیں جنہیں دین اور دنیا کی دونو سعادت حاصل ہوتی ہیں یعنی یہ حضرات دین اور دنیا میں متقی پرہیزگار ہوتے ہیں اور دونوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں اور ہر دو میدانوں میں کامیاب رہتے ہیں انہیں لوگوں کی شان میں ’’ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (البقرہ ۲:۲۰۱)‘‘ ترجمہ: (اے ہمارے پالنہار ہمیں دنیا کی بہتری نصیب فرما اور آخرت کی بھی بہتری نصیب فرما اور ہمیں نارِ جہنّم سے محفوظ فرما) کی آیت نازل ہوئی ہے یہ حضرات قرآنی عبارت میں پوشیدہ علوم کے عالم ہوتے ہیں اور حاصل شدہ احکام اشارات کی تصدیق بذریعہ الہام اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کی رہبری کرتے ہیں۔

سوال ۶۴: قرآنی علوم حقائق اولیاء اللہ کیلئے ہوتے ہیں۔ اسکے کیا معنیٰ ہیں؟

جواب: اولیاء اللہ کے کئی مراتب ہوتے ہیں ان مراتب میں کوئی کوئی ایسا ہوتا ہے جو میرے غوث کے کرم سے مقام ’’**اذاتمّ الفقر فھو اللّٰہ**‘‘ کے مقام پر آتا ہے اس پر عدم اور عدم محض کے اسرار فاش ہوجاتے ہیں جب وہ ’’لا الہ‘‘ کہتا ہے تو عدم، عدم محض کے سوا کچھ نہیں رہتا اور جب ’’الا اللّٰہ‘‘ کہتا ہے تو اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا اور یہ راز صرف اور صرف کلمہ میں پوشیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ اقرار

باللسان مقامِ عبارت ہے،تصدیق بالقلب علمِ اشارات علمِ لطائف اور علمِ حقائق کا مجموعہ ہے ایک کا تعلق موجود سے ہے ایک کا تعلق عدم سے ہے علمِ حقائق سے حقائقِ عناصر،حقیقتِ نفس،قلب وروح،حقیقتِ سِرّ اور'' انــا '' کے راز فاش ہوتے ہیں۔

سوال ٦٥: قرآنی علوم لطائف جو انبیاء کیلئے خاص ہے۔اسکا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: یعنی قرآن میں سابقہ تمام انبیاء کے لطائف کا علم پوشیدہ ہے جو نبی کریم ﷺ کے لئے اور آپ کی نبوت کے فیضان سے آپ کی امت کے حصہ میں آیا ہوا ہے رہا سوال یہ لطائف سے واقفیت کا مرتبہ کب حاصل ہوسکتا ہے؟ ولایت میں ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں پہونچ کر اللہ کا ایک ولی '' **انا الحق، سبحانی مااعظم شانی ، لیس فی جبّة الّا اللّٰه، انا اَقُوْلُ ، انا اَسْمَعُ هل فی الدارین غیری** '' کے دعوے کرتا ہے مگر جب نبی کریم ﷺ اس مقام پر پہنچے تو فرمایا '' **ماعبدناک حق عبادتک** '' یعنی (میں عبد ہوں اور حق عبادت ادا نہ ہوا) جب بندہ اس مقام سے آگے حوصلے کے ساتھ کامیاب گزرتا ہے تو اس پر مقام قرآنی لطائف فاش ہوتے ہیں اس مقام کی ہوا نہ برائے نام قادری کو لگی ہے نہ کسی اور کو۔لہٰذا اس کے جاننے کے لئے سالک کے سر آنکھوں پر میرے غوث کا قدم ہونا لازمی ہے۔

سوال ٦٦: قرآن کا دعویٰ ہے کہ قرآن سے پیشتر نازل ہونے والی کتبِ سماوی میں تحریفیں ہوئی ہیں؟ آخر یہ تحریفیں کس قسم کی ہوئی ہیں؟

جواب: کتبِ سماوی یعنی توراۃ، زبور اور انجیل ان کتب میں تحریفیں ہوئی ہیں رہا

سوال کس قسم کی تحریف ہوئی ہے؟ مذکورہ کتابیں،عبرانی،طبرانی اور سریانی زبانوں میں نازل ہوئی ہیں۔ہزاروں سال پہلے یہ پتھروں ہڈیوں کھالوں یا پتوں پر محفوظ بھی کرلی گئیں تھی وہ دور آج کے جدید دور کی مانند ترقی یافتہ بھی نہیں تھے اس دور میں بہت کم نسخے اپنی خالص صورت میں محفوظ رہتے تھے وہ بھی مذہبی رہنماؤں کی امانت میں رہتے تھے صاحب کتاب پیغمبروں کے بعد ان کے مذہبی رہنما ہی کتابوں کی تعلیم دیتے تھے ان رہنماؤں نے اصل کتاب میں تحریفیں کر ڈالی جس کی گواہی قرآنِ مجید نے ان کلمات میں دی ہے '' اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ (البقرہ٢:٧٥) '' (اے مسلمانو! کیا تمہیں اس بات کی امید ہے کہ یہ یہودی تم پر یقین لائیں گے،جب کہ ان میں کا ایک گروہ وہ تھا کہ کلام اللہ سنتا تھا پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستاً بدل دیتا تھا) تو پتہ یہ چلا کہ کتبِ سابقہ میں عبارۃً و معناً تحریفیں ہوئی ہیں یہ لوگ عوام کو سمجھانے کیلئے اپنے اپنے نظریات کو بھی آیات کے ساتھ شامل کرتے چلے گئے اب خدا کے آیات اور بندے کے نظریات کے سنگم سے پیدا ہونے والے علم کو علم فقہ کے نام پر پیش کیا جانے لگا توراۃ کے بعد جب زبور نازل ہوئی تو اہل توراۃ اور اہل زبور کے درمیان ٹکراؤ کی صورتیں پیدا ہوئیں اور یہ صورتیں اشتعال میں تبدیل ہونے لگیں مذہبوں کے نام پر مذہبی رہنماؤں میں تنازعات بڑھنے لگے ہر کوئی اپنی اپنی قوم کی وکالت میں آگے آتے گئے اور اپنی اپنی قوم سے کہنے لگے کہ ہم مغفور ہیں کوئی کہتا کہ ہمارے گناہ پر گرفت نہیں ہوگی کوئی کہتا کہ ہم جنتی ہیں اہلِ یہود نے یہاں تک کہہ دیا کہ '' نَحْنُ

اَبۡنَاءُ اللّٰہِ وَ اَحِبّائُہ‘ ’’(ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اسکے چاہنے والے ہیں)۔ یہ امیدیں مذہبی رہنماؤں نے پیدا کی کتابی آیات اور بشری نظریات سے انکے اپنی مفاد کے مطابق مضامین اخذ کر کے کتابوں کی طرف منسوب کیا جانے لگا کتاب کے صفحات کے مطابق ہی اپنے اپنے نظریات کو شامل کر کے کتابِ خدا کے نام پر شخصی ونظریاتی کتابیں لکھی جانے لگی وقت گزرتا گیا ان لوگوں کے ہنگامے اور شورشیں تو جاری تھے کہ دریں اثناء انجیل نازل ہوئی سابقہ کتب کے پیروکار اہل انجیل پر مظالم ڈھانے لگے کسی طرح جب انکے قدم جم گئے تو انہوں نے بھی خدا کے بیٹے کہلانے والوں کے خلاف تین خداؤں کا نظریہ پیش کر دیا اسی اختلاف نے ایک انجیل کو بارہ اناجیل میں بانٹ دیا۔ یہ اناجیل کیا تھے؟ اصل کے ساتھ بشری نظریات کی مختصر تفسیریں تھی جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی گئی نظریات اور افکار بدلنے لگے سوچ بدلنے لگی مذہبی رہنما ہی پرانے اور اصلی نسخوں کو غائب کر کے انسانی عقل اور نظریات کے مطابق نئے نئے نسخے پیش کرتے رہے اہلِ یہود میں تبدیلیٔ مذہب کی اجازت نہیں تھی مگر عیسائیت کو یہ اجازت حاصل ہوگئی، توراۃ، زبور اور انجیل کے تراجم ہر اس زبان میں ہونے لگے جو ترقی پزیر تھی۔ پھر کیا تھا اصلی کتابیں غائب ہوگئی اور دنیا کی ہر زبان میں تراجم کے پلندے رہ گئے اور آج تک اصلی کتابوں کی جگہ ہر زبان میں ان کتابوں کے تراجم ہی ملتے ہیں اور ہر ترجمہ نویس اپنے اپنے خیال کی پیروی کرتا آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصلی کتابوں کی جگہ مذہبی رہنماؤں نے اپنے اپنے نظریات کو شامل کر کے نسخے تیار کر لئے اور انہی نسخوں کی تبلیغ ہونے لگی اور یہ نسخے دنیا کی ہر زبان میں آج ڈھلے ہوئے نظر

آتے ہیں آج خدائی عبارت کی جگہ صرف ان کے تراجم کو ہی خدا کی کتاب قرار دیا جارہا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتبِ سابقہ میں اصل کتاب اور معنیٰ دونوں میں تحریفیں ہوئی ہیں جس کا ذکر قرآنِ مجید میں جگہ جگہ ملتا ہے۔ سابقہ کتبِ مقدّسہ میں لفظی و معنوی دونوں طرح کی تحریفیں ہوئی ہیں اصل کتاب میں الفاظ کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا یہودیوں کی پرانی عادت ہے اس پر قرآن شاہد ہے۔ عرب والوں کا یہ معمول رہا ہے کہ جب بھی کوئی بات دوبارہ ارشاد کہنا ہوتا تو فرماتے تھے ’’رَاعِنَا‘‘ منافقین جو حلیہ سے مسلمان لگتے تھے یہ لوگ اسی لفظ کو کھینچ تان کر ’’رَآعِنَـا‘‘ کہنا شروع کر دیتے ہیں اور اس لفظ کو کھینچ کر پڑھنے سے اس لفظ کے معنی کچھ اور ہوتے جاتے ہیں منافقین کی نیت میں حضور ﷺ کی توہین شامل تھی تو اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی شان میں تا قیامت اس لفظ کے کہنے کو حرام قرار دیدیا جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقُوۡلُوۡا رَاعِنَا وَ قُوۡلُوا انۡظُرۡنَا‘‘ (البقرہ ۲:۱۰۴) یعنی (اے ایمان والو میرے محبوب کی بارگاہ میں رائنا نہ کہو بلکہ اُنظرنا کہو) معلوم ہوا کہ لفظوں کے بدل دینے سے معنیٰ بھی بدل جاتے ہیں یہ تحریف لفظی و معنوی ہوئی ہر تحریف حرام ہے پچھلے ادوار میں اتنی ترقیات نہیں تھے جبکہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں کتاب تو کتاب نقوش تو نقوش بلکہ انسانوں کی شکلیں تک بدلی جارہی ہیں۔ اللہ ربّ قدیر کا کروڑہا شکر ہے کہ قرآن کے حفاظت کی ذمہ داری اُس نے خود لی ہے جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے: ’’اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾ (الحجر ۱۵:۹)‘‘ (ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) الحمد للہ! قرآنِ مجید کے متن و اصل کی حفاظت کی ذمہ داری خود ربِ قدیر

نے لی ہے جس کی بدولت قرآن کی عبارت صحیح وسلامت ہے مگر اس کے تراجم دنیا کی ہر زبان میں ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں تفسیریں لکھی جا رہی ہیں تحقیقات کی رفتار تیز تر ہے خدا محفوظ رکھے قرآن مجید کو اور اسکی عظمت کو۔ اب ہم قرآن کے تراجم کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتے البتہ جی چاہے تو تمام تراجم کو سامنے رکھ کر تحقیق کر لیجئے کہ کس میں کیا کیا ہے اور تراجم قرآن کی آڑ میں کیا کچھ کیا گیا ہے۔

سوال ٦٧ : عام اور خاص انسان میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب : عام آدمی اپنی جان کے پیچھے بھاگتا ہے اور خاص آدمی جان سے آگے بھاگتا ہے اور جان اسکے پیچھے بھاگتی ہے۔

سوال ٦٨ : کچھ لوگ اپنے حسب ونسب پر بہت غرور کرتے ہیں کیا کریں؟

جواب : ان سے پوچھیں کہ علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کے متعلق ان کا کیا خیال ہے.

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

یعنی اے جامی تو عشق کا بندہ ہو چکا ہے لہٰذا اپنے حسب ونسب کو ترک کر دے کیونکہ راہِ عشق میں، میں فلاں ہوں، فلاں کا بیٹا ہوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

سوال ٦٩ : شرک کیا ہے؟

جواب : شرک کی بہترین تعریف صرف یہی ہے کہ ماسویٰ اللہ کسی بھی چیز کو لائق عبادت تسلیم کرنا یا ایک سے زیادہ خداؤں کا عقیدہ رکھنا جس طرح

مجوسیوں نے دو سے زائد خدا بنا لیئے خیر کے خدا کا نام یزدان اور شر کے خدا کا نام اہرمن رکھ لیا ورنہ کسی سے مدد مانگنا اللہ والوں سے مدد مانگنا یا کسی کی مدد کرنا اور مدد لینا ہرگز شرک نہیں۔

سوال ٧٠ : شرک سے کیسے بچیں؟

جواب : سورۂ توحید یعنی سورۂ اخلاص اس کا خلاصہ ہے یعنی اللہ کے خاندان کو بیوی بچوں کو ثابت کرنے کا نام شرک ہے۔ ان حرکات وعقائد سے پکی توبہ کر لیجئے۔

سوال ٧١ : کفر کیا ہے؟

جواب : ''اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ (یٰسین ٣٦:٦٠)
(شیطان کی پرستش نہ کرو کیوں کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) نیز دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شیطان کافر ہے اس کی پرستش کرنے کا ہی نام عین کفر ہے۔

سوال ٧٢ : بدعت کیا ہے؟

جواب : حدیثِ پاک میں آیا ہے'' خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاس '' (لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اللہ کے بندوں کو نفع پہنچائے) اب دوسرے معنی میں بدترین شخص وہ ہے جو اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچائے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو اللہ کے بندوں کو نفع پہنچاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے ایسے امرِ جدید کا موجد ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ اور وہ امرِ جدید جس سے اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے ایسے امر کا موجد گناہِ عظیم کا مستحق بن جاتا ہے مذکورہ باتوں کو بدعتِ حسنہ

اور بدعتِ سیّہ کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی ایسا امرِ جدید ایجاد کیا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو وہ اجر کا مستحق ہے اور وہ بھی اجر اسے ملے گا جس پر لوگ عمل کریں گے اور کرنے والوں کے برابر کا اجر اگر کوئی اسلام میں نقصان پہنچانے والا امرِ جدید ایجاد کیا اس پر اس کو گناہ ہے اور اسکا گناہ بھی جس نے اس پر عمل کیا۔ ہماری نظر میں وہابیت سے بڑی بدعت کوئی بھی نہیں جس سے سنت جماعت کو نقصان ہوا لوگوں کے عقائد متزلزل ہوگئے اور ملت کا شیرازہ بکھر گیا جس سے لوگوں کو نفع نہیں نقصان زیادہ ہوا ہے۔

سوال ۷۳: وہابیت کیا ہے؟

جواب: وہابیت ایک ایسی عمارت ہے جس کی بنیاد صرف دو اینٹوں پر رکھی گئی ہے'' شرک اور بدعت'' اگر یہ دو اینٹ نکال لیئے جائیں تو ساری عمارت قیامت تک کے لئے نیست و نابود ہو جائے گی۔

سوال ۷۴: بدعت کے اقسام کتنے ہیں؟

جواب: بدعت کے دو اقسام ہیں ایک بدعت حسنہ اور ایک بدعت سیّہ۔ بدعتِ سیّہ عناصر کی محبت میں گرفتار ہونے کا نام ہے اور روح کی محبت میں گرفتار ہونے کا نام بدعت حسنہ ہے۔ ویسے بزرگوں نے بدعت کے پانچ اقسام گنائے ہیں (۱) بدعتِ حرام اسی بدعت کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کلّ بدعةٍ ضلالة وَ کلّ ضلالةٍ فی النار ''یعنی (ہر بدعتِ سیّہ گمراہی ہے اور ہر گمراہ جہنمی ہے) (۲) بدعتِ واجبہ (۳) بدعتِ مستحبہ (۴) بدعتِ مباحہ (۵) بدعت مکروہہ۔ فی

الزمانہ ایک اور بدعت وجود میں آگئی ہے جسے چھٹے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے بدعتِ نفاق۔ بدعت نفاق کیا ہے؟ آج کی پرنٹ میڈیا (Print Media) الیکٹرانک میڈیا (Electronic media) پر خبریں سن کر بغیر تحقیق کے نفاق میں مبتلا ہو جانا اور یقین کر لینا آج اگر کوئی '' ٹی وی'' چینل پر دین کے متعلق تقریر کر رہا ہو تو ہم بغیر تحقیق کے اس تقریر کو اپنا عقیدہ بنا لیتے ہیں تو ممکن ہے کہ نفاق میں مبتلا ہو جائیں اس لئے پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا ہو بغیر تحقیق کے کسی بھی بات پر یقین کر لینا ہی بدعتِ نفاق ہے۔

سوال ۷۵: آج کل عیسائی مبلغین بڑے زور و شور سے عیسائیت کے پرچار اور دنیا میں امن کے قیام کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں آخر کار ان کا منشاء کیا ہے؟

جواب: عیسائی مبلغین بظاہر تو پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم نظر آتے ہیں ان کی تبلیغ کا بنیادی نکتہ امن و شانتی ہے بظاہر یہ کام تو بہت اچھا ہے مگر یہ لوگ امن و شانتی اس جیزس (JESUS) سے مانگتے ہیں جن کو ان کے اپنے عقیدہ کے مطابق یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا وہ مسلوب جیزس تو خود نہ اپنے لئے امن حاصل کر سکے اور نہ اس وقت معاشرے کو امن و امان عطاء کر سکے تو اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا ان کا یہ خدا کا بیٹا اس بے امن دنیا کو امن سے بھر دے گا؟ امن کی کوشش اچھی ہے مگر سارے عالمِ انسانیت کو اس کام کیلئے کھڑا ہونا ہوگا، ساری انسانیت کو یہ درس دینا ہوگا کہ امن و شانتی ہی جنت کا نمونہ ہے، بدامنی اور اشانتی ہی جہنم کا نمونہ ہے ہمیں یہ پیغام دینا

ہوگا کہ ایک بے گناہ انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے بلا تفریق مذہب و ملت ہمیں امن وامان بحال کرنے کی کوشش کرنی ہوگی۔

سوال ۷۶ : دین کیا ہے؟

جواب :ضابطۂ سلامتی ہے جو انسانی سلامتی کا ضامن نہیں وہ دین نہیں ہوسکتا۔

سوال ۷۷: محبت کیا ہے؟

جواب :مجاز سے حقیقت کی صورت اختیار کرلیں تو محبت ہی عبادت ہے ورنہ صرف مجاز میں رہنے کا نام محبت کا انکار ہے۔

سوال ۷۸: کیا صوفی کا لباس پہن لینے سے انسان صوفی بن جاتا ہے؟

جواب :اس کا جواب شیطان سے پوچھنا چاہئے!۔

سوال ۷۹ : لباس اسلامی اور اخلاق شیطانی ہوتو اسکا انجام کیا ہوگا؟

جواب :جہنم سے پوچھلو۔

سوال ۸۰ : آج کل لوگ جنت کے مالک سے زیادہ جنت کے طلبگار ہیں ایسا کیوں ہورہا ہے؟

جواب : آج کل کے علماء کو جنت کی فضا مرغوب ہے اور فقراء کو اللہ محبوب ہوتا ہے شاید آج کل کی عوام کا مزاج علماء کے مزاج کا آئینہ دار ہوچکا ہے۔

سوال ۸۱ :عالم اور فقیر میں کیا فرق ہے؟

جواب : قیدی کے سامنے آزاد کی تعریف کرنا ظلم ہے دنیاداروں سے فقر کی تعریف کرنا گھاٹے کا سودا ہے۔ لہٰذا عشق کو چاہئے کہ دل میں ہی محفوظ رہے۔

سوال ۸۲: علمِ راز کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

جواب :جس طرح چھلکے سے مغز کا راز حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۸۳: کیا مخلوق دوڑ رہی ہے؟

جواب :ہاں! انسان نور کی طرف دوڑتے ہیں کچھ چوہے اندھیرے کی طرف دوڑتے ہیں کچھ لوگ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور کچھ لوگ کعبہ میں اپنے ایمان کا طواف کرتے ہیں۔

سوال ۸۴: علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خودی اس طرح مرے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

اس شعر میں کس خودی کی بات کی ہے؟

جواب : آپ نے بڑی بات کی ہے۔ آنکھ کے تل یہ ہمارے باہر کا تلک ہے اور خودی ایک سفید ہیرے کی مانند انسان کے دل میں پوشیدہ رہتی ہے یہ وہ صورت ہے جو ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝'' (التین ۹۵:۴) کی راز دار ہے اسی سے دین وایمان کا نور روشن ہوتا ہے۔ وہ اندھے کو کیا معلوم جس کا دل گوشت کا لتھڑا ہے۔

سوال ۸۵ : چار عناصر کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : ہمارے باہر ایک تماشہ ہے مگر ہمارے دلوں کے اندر اسکی حقیقت کا دھواں ہے جب تک ان چار عناصر کے پرندوں کو ذبح نہیں کیا جاتا تب تک باطنی پرندے زندہ نہیں ہوتے نہ دائمی زندگی میسر آتی ہے۔

سوال۸۶ : ظاہری زندگی کیا ہے؟

جواب : عناصرِ اربعہ کے چار علتوں کی جلوہ گاہ ہے۔

سوال۸۷: سات آنتوں میں کھانے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب : پیٹ بھاری اور دین و دل ہلکے ہوجاتے ہیں۔

سوال۸۸: روح اور جسم کی تعریف کیا ہے؟

جواب : روح پانی کی مانند اور جسم ندی کی مانند ہے میٹھے پانی کے جیسی روح والے کا جسم میٹھی ندی کی مانند ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں کو سیراب کرتا ہے، کھارے پانی جیسی روح والا انسان کے مزاجوں کو شوریدہ کردیتا ہے۔

سوال۸۹ : اکثر لوگ ویرانوں کے خواب دیکھتے ہیں اس کی کیا تعریف ہے؟

جواب : اس کا باطن ویران ہوتا ہے۔ جسکا باطن آباد ہوتا ہے تو وہ آبادی والا خواب دیکھتا ہے بس ہر خواب کی تعبیر اس پیمانے سے حاصل کی جاسکتی ہے اگر کوئی خواب میں سانپ دیکھتا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اسکا باطن سانپ کی مانند ہے۔ سمجھدار کو اشارہ کافی ہے۔

سوال۹۰ : تقلید اور ریا میں کیا فرق ہے؟

جواب : تقلید اگر ریا سے پاک ہے تو مقلد منشائے الٰہی کے مطابق آزاد ہے اگر تقلید ریا سے آلودہ ہو تو دوہری ریا ہے۔

سوال۹۱ : آجکل کیلنڈر فروشی کا دور چلا ہے جس دوڑ میں مدارس، انجمنیں، سیاست دان اور تاجر لوگ شامل ہیں۔ وجہ کیا ہے؟

جواب: دراصل سورج کو دیکھنے والا اپنے ہی حق میں گواہی دیتا ہے کہ میں آنکھ

والا ہوں اسی طرح ہر کیلنڈر میں اکثر سچ، انسانیت، ہمدردی اور بھائی چارگی کی روایات ہوتی ہیں معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ درحقیقت اپنے ہی حق میں گواہی دے رہے ہیں کہ ہم سچے ایماندار ہیں ہم ہی اچھے انسان ہیں قوم کے ہمدرد ہیں اور ہم ہی برادری بھائی چارگی کی مثال ہیں لہٰذا ہماری سچائی پر بھروسہ کرو ہماری انسانیت پر اعتماد کرو ہماری ہمدردی کے چراغ بجھنے نہ دو اور ہمارے مدارس کو خیرات، صدقہ، فطرہ، چمڑا اور زکوٰۃ خوب دو۔ انجمنوں کو پیسے دیکر چمکاؤ، ہماری سیاست کو چار چاند لگاؤ اور ہمارے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرو وغیرہ وغیرہ مقاصد ہوتے ہیں اور ان کیلنڈروں سے دن مہینے اور سال کی تاریخیں بھی معلوم ہوتی ہیں اور اس سے بڑھکر اپنے اپنے برادری کے بزرگوں کی برسی، یومِ پیدائش اور عرس کی اہمیت بھی معلوم ہوتی ہے جس کی بدولت بڑی تشہیر ہوتی ہے۔

سوال۹۲ : حرص اور حسد کو اگر دیکھنا چاہیں تو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟

جواب : حرص اژدھا ہے اور حسد آگ ہے جب چاہے دیکھ لو۔

سوال۹۳ : اللہ تعالیٰ نے ''یداللہ'' فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب : ''یداللہ'' کا معنیٰ اللہ کا ہاتھ ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کی حقیقت کا لقب ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا ''انا من نور اللہ و کل خلائق من نوری'' یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور ہر چیز میرے نور سے تخلیق پائی ہے۔

سوال ۹۴ : ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○'' کی بہترین تعریف کیا ہے؟

جواب : قادری صوفیانِ کرام کے نزدیک انسان عالمِ کبیر یعنی تمام عالموں کا ایک مجموعہ ہے بوقت نماز جب یہ قیام میں کھڑا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ تمام عالمین اپنے رب کی تعریف کرتے ہیں جب رکوع کرتا ہے تو تمام عالمین اس کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اس انسانی مجموعہ کے اندر تمام عالمین اپنے رب کے حضور پیش ہوتے ہیں اور قعدہ میں اس کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔اس طرح نباتات قیام میں ہیں حیوانات رکوع میں ہیں زمینات سجدہ میں ہیں اور پہاڑ قعدہ میں ہیں انسان میں نور کے عالم بھی پوشیدہ ہیں اور ان عالمین کی عبادت سے فرشتوں کی بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔

سوال ۹۵ : شیطان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : انسان تمام عالموں کا مجموعہ ہے اور شیطان ایک جزء ہے اور باغی و سرکش ہے لہٰذا وہ جماعت کی عبادت سے پریشان ہوجاتا ہے کیوں کے وہ چاہتا ہے کہ جماعت کا مقتدہ انسان نہ ہو بلکہ وہ خود ہو۔انسان عالمین کا مجموعہ بن کر قربت اختیار کرتا ہے اور شیطان جزء ہو کر بھی سرکشی کرتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ ''اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۶۰'' (یٰسین ۳۶:۶۰) (شیطان کی پرستش نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے) اور شیطان اپنی اقتداء اور پیروی چاہتا ہے۔

سوال ۹۶ : قرآن میں حکم ہیکہ ''فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ'' (التوبۃ ۹:۸۲)

یعنی (کم ہنسو اور زیادہ روؤ) سے کیا مراد ہے؟

جواب : دنیا کی تروتازگی اور نشو نما کا راز اسمیں ہے سورج ہنستا ہے اور بادل روتے ہیں جب تک بادل روتے نہیں تب تک زمین سرسبز و شاداب نہیں ہوتی اور جب تک سورج ہنستا نہیں سبزہ زاروں کو زندگی میسر نہیں آتی اسی طرح اولیاء اللہ کے وجود بادلوں کی مانند ہوتے ہیں ان حضرات کی بدولت اور انہی کی دعا اور فریاد کی بدولت رحمت برستی ہے انہی حضرات کی خوشی اور اطمینان ہمارے لئے سورج کی مانند ہے جنکی بدولت زندگیاں مسکراتی ہیں اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ عقل کے سورج کو روشن کر اور آنکھوں کو اس کے دیدار کی آرزو میں رُلا تا کہ وصال و دیدارِ محبوب میسر آئے۔

سوال ۹۷ : ''وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ'' (المزمل ۷۳:۲۰) (اور اللہ کو قرضِ حسن دو) سے کیا مراد ہے؟

جواب : بظاہر انسان قلب وقالب کا مجموعہ ہے اللہ ربّ العزت چاہتا ہے کہ یہ عناصر کا جسم اور جسمانی توانائی کو اللہ کے حوالے کردے تا کہ تیرے قلب میں اللہ جلوہ گر ہوجائے وہ ایک کو پسند کرتا ہے دو تو اس کے نزدیک دوئی ہے اور وہ دوئی کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔

سوال ۹۸ : جنت کے خواہش مند تو سبھی ہیں مگر مستحق کون ہیں؟

جواب : حدیث پاک میں آیا ہے'' خفّت الجنّۃُ جا لمکارہ ''جنت دل کی خواہشات سے پوشیدہ رکھی گئی ہے کیونکہ ماسوا اللہ دل کی ہر

خواہش شیطان کا ہتھیار ہے اور جنت ہر خواہش سے پوشیدہ ہے۔ اب خود فیصلہ کر لیجئے! کہ یہ راستہ یا حق کس کو میسر آ سکتا ہے یہ فیصلے تو اسکے اپنے فضل پر موقوف ہیں نہ کہ اعمال وعبادات پر۔

سوال ۹۹ : دوستی کی تعریف کیا ہے؟

جواب : دوستی عقل سے ہوتی ہے اگر انسان کی عقل اللہ کے دشمن یعنی شیطان کی عیار عقل سے یا شیطان نما انسان کے عقل سے ہوتی ہے تو ہلاکت ہے اگر یہ دوستی اللہ کے دوست کی عقل سے ہوتی ہے تو کامیابی ہے۔ فلاح کا معنی بس یہی ہے کہ انسان کی عقل کی دوستی اللہ والوں کی عقل سے ہوتی ہے اس لئے کامل پیر کرنے کا حکم ہوا ہے عقل مشوروں کی محتاج ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ ''اَمْرُهُمْ شُوْرٰى'' (الشوریٰ ۴۲:۳۸) (ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں) عالم علم پر حکمران ہوتا ہے اور اللہ والے عقل پر حکمران ہوتے ہیں۔

سوال ۱۰۰ : محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟

جواب : اس کلمہ میں جو ''اسم اللہ'' ہے وہ عشق کے بحرِ بے کنار کا فخر ہے اس وجودِ انور کا مشاہدہ کامل پیر کی آنکھوں سے میسر آتا ہے ورنہ اندھا نہ سمجھ سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے اور یہ مرتبۂ باطن ہے۔ ''لا الٰہ الا اللہ'' کلمۂ نفس اور ''محمد رسول اللہ'' کلمۂ روح ہے۔ نفی سے مرادنفیٔ نفس ہے اور اثبات یہ ہے کہ جس کا ظاہر و باطن ''ھوٗ'' ہی ''ھوٗ'' ہے تو ''تُو'' کہاں ہوتا ہے؟

☆☆☆

مجلس دہم

{ يَابَادشَاهَ مُحىُ الدِّيْنَ غَوثُ اللّٰه }

سوال : ''یا باد شاہ محی الدین غوث اللّٰہ'' کیا ہے؟

جواب: بادشاہ یا شاہ لقب اسی کو عطاء ہوتا ہے جو '' **اذاتم الفقر فھو اللّٰہ** '' کے مقام پر آجاتا ہے یعنی جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو وہی اللہ ہے، ایک مظہر اور ایک ظاہر ہے، ایک محرک اور ایک آلہ ہے۔ اس مقام تک بہت کم لوگ رسائی حاصل کرتے ہیں کیونکہ یہ مخصوص فیوض وعطائے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اس مقام کی تشریح غیر ممکن ہے شانِ صمدیت کی تشریح کیا قلم سے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا عدم اور عدمِ محض کی لذت وحقیقت کا بیان ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا پانی پر تحریر کرنا ممکن ہے؟ کیا ہوا پر تحریر کرنا ممکن ہے؟ ہرگز ممکن نہیں۔ مگر جو فقر کی ''ف''، ''ق''، ''ر'' سے واقف ہوتا ہے اس فقیر کی تحریر سے چشمِ عبرت حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اب اس سوال کا معنیٰ یہ ہوا کہ اے دین کو زندہ کرنے والے بادشاہ آپ غوث اللہ ہیں۔ غوث اللٰہی ایک مقام کا نام ہے جو ذاتی ہے عرش وکرسی لوح وقلم سے ماوراء ایک ذات کے نور کا نام غوث اللٰہی ہے جس کے فیض وبرکت سے ہر دعا مقبول ہوتی ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھنا ہے۔

☆☆☆

سوال ۱ : کلمۂ شہادت کیا ہے؟

جواب : پہلے ہمیں اس دنیا کو پہچاننا چاہئے کہ دنیا کیا ہے؟ یہ کس طرح وجود میں آئی اور کیوں وجود میں آئی؟ جاننا چاہئے کہ اللہ نے ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط (الاعراف ۷:۱۷۲)'' کہا اور انسان نے ''بَلٰی'' کہا یہ دو دعوے ہیں ان دعوؤں میں اللہ کا دعویٰ برحق ہے۔ اب انسان کا دعویٰ آزمائش پذیر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب کو بطور آزمائش پیدا فرمایا ہے۔ انسان نے میدان الست میں اللہ کے دیدار کے بعد ''بَلٰی'' کہا تھا اس لئے گواہی شرط رکھی یہی گواہی کا دعویٰ انسان کو اپنے جسم سے آزاد ہو کر ثابت کرنا ہوگا۔ اے عزیز! جسم کو چھوڑ دے اور روح سے گواہی دیدے اور نجات پالے۔ معلوم ہوا کہ جسم اور جسمانی دنیا ایک آزمائش ہے اس میں کامیاب ہو کر کل وہاں جو گواہی دیا تھا آج یہاں دے لے۔ کیا یہ گواہی قول سے کافی ہے؟ نہیں یہ گواہی قول اور فعل سے دینا چاہئے اگر قول سے گواہی دیا اور فعل اس کے خلاف ہے تو گواہی جھوٹی ثابت ہوتی ہے بس یہ دنیا بھی اللہ کی عدالت ہے سچی گواہی دیدے اور رِہا ہو جا اور حقیقت میں یہی بار امانت ہے اور تجھے جیتے جی لوٹانا ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کیا ہیں؟ اپنے عقیدے پر گواہی دینے کا نام ہے۔ ان افعال کو عبادت تو کہا جاسکتا ہے مگر شہادت نہیں کیونکہ شہادت خالص روح کا معاملہ ہے۔

سوال ۲ : انسان پاکی کس طرح حاصل کرتا ہے؟

جواب : جس طرح پانی جب تک بہتا ہے دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے اور پاک رہتا ہے اور جب بہنے سے محروم ہو جاتا ہے تو بے کار ہو جاتا ہے اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک سخاوت کے دریا میں بہتا ہے اور دوسروں کو نفع پہنچاتا ہے تو پاک رہتا ہے جو صرف اپنے لئے جیتا ہے اور دوسروں کیلئے بے کار ہو جاتا ہے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس آج کے انسان کو پانی کی کرامت بھی حاصل نہ ہوسکی! پانی جب بیکار ہو کر ندی نالوں میں سوکھ جاتا ہے تو ابر بن کر آسمان کی طرف لوٹ جاتا ہے اور دوسرے سال پھر پاک ہو کر پاکیزگی اپنے دامن میں لیئے آتا ہے مگر بیکار انسان ناپاک آتا ہے اگر پاک نہ ہوسکا تو نہ اس کو عروج حاصل ہوتا ہے اور نہ نجات!

سوال ۳ : دوا اور دُعا میں کیا فرق ہے؟

جواب : دوا اور دُعا کی اصل آبِ حیات ہے جو انسان میں پوشیدہ ہے۔ ہر دوا اسی پانی سے پیدا کی گئی ہے ہر شجر میں وہی پانی ہے انسان کی دُعا جب اس پانی کے بخارات کے ساتھ نکلتی ہے تو یقیناً دواؤں سے زیادہ تاثیر رکھتی ہے افسوس قدرتِ کاملہ کا یہ خزانہ ہماری آنکھوں پر ظاہر ہے مگر ظاہر سے پوشیدہ ہے! اس اُلٹ پھیر کو عامل و کامل ہی سمجھتے ہیں۔ اے اندھے! وہ پانی تو تیری نظر میں ہے وہ پانی ہر درد کی دوا اور ہر چیز کی جان ہے اگر وہ نہ ہوتا تو کیا یہ مخلوقات موجود ہوتے؟ وہ قدرتِ الٰہی کا نور ہے۔

سوال ۴ : فقیر کی تعریف بیان کیجئے؟

جواب : فقر اللہ کی نعمت ہے اللہ کی نعمت نیکوکاروں کے لئے مخصوص ہے مگر فقیر کا وجود ہر نیکوکار اور گنہگار کے لئے وقف ہوتا ہے ہر پاک اور ناپاک کو فیض پہنچاتا ہے اللہ کا دیا ہوا سب کچھ تقسیم کر کے "**هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ** ۝۳۰" (ق ۵۰:۳۰) کے نعرے لگاتا ہے۔

سوال ۵ : کامل پیر اپنے مرید کی رہبری کہاں تک کر سکتا ہے؟

جواب : ایک لامحدود دریائے بے کنار تک اور مرید خود گوہرِ مقصود تلاش کر لیتا ہے۔

سوال ۶ : عام انسان اور اولیاء اللہ کی جانوں میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب : عوام کی جان عناصر سے پیدا شدہ کاجل کی مانند ہوتی ہے یہ جس چیز سے ملتی ہے اسے کاجل کی مانند کالا کر دیتی ہے۔ اولیاء اللہ کی جان نور کے پانی کی مانند ہوتی ہے اور یہ ہر پاک کو منزّہ بنا کر مقام عطاء کرواتی ہے اور ناپاک کو مزید پاکیزگی عطاء کرتی رہتی ہے آخر کار جب یہ تھک جاتی ہے تو اللہ پاک کی طرف رجوع کر جاتی ہے پھر وہ عرش کو پاکیزگی بخشنے والے کے فضل سے موتی برسانے والے ابر کی مانند اپنی قبروں سے قیامت تک فیضِ رحمت برساتی رہتی ہے۔

سوال ۷ : نماز کے بعد سلام کیوں پھیرتے ہیں؟

جواب : خالص نمازی کا جسم قیام میں ہوتا ہے اور اس کی روح اللہ کے سفر میں ہوتی ہے اور جسم روح کی تلاش میں رکوع و سجود اور قعدہ کرتا ہے

روح کی پسندیدہ تسبیح کرتا ہے اور جب روح جسم میں سلام کرتے ہوئے داخل ہوتی ہے تو جسم اپنے دائیں اور بائیں سے واقف ہو جاتا ہے۔

سوال ۸ : لطف اور لطیف کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : لطف واسطہ اور پردہ ہے جیسے جسمِ عناصر اور ہر عنصر میں لطف ہے اور یہی لطف ہماری آنکھوں پر پردہ بنا ہوا ہے یہی لطف ہمارا جسم بنا ہوا ہے جب تک یہ پردہ ہے انسان مقامِ لطیف کو نہیں پا سکتا جب پردہ اُٹھ جاتا ہے تو اس لطیف نور کو موسیٰ علیہ السلام کی مانند اپنی گریبان میں دیکھتا ہے۔

سوال ۹ : فعل اور قول کی اہمیت کیا ہے؟

جواب : یہ دونوں انسان کے باطن کے گواہ ہیں جب انسان قول و فعل کے فرق کو مٹا دیتا ہے تو مسلمان اہل ایمان بنکر اپنے باطن کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہیں کلمۂ شہادت ادا کیا جاتا ہے ورنہ جب تک قول و فعل میں تضاد رہے گا اس کی شہادت ہرگز قابلِ قبول نہیں ہوگی۔

سوال ۱۰ : پیر کامل کیا کرتا ہے؟

جواب : مرید کی روح میں داخل ہو کر اس کے ایمان میں جلاء بخشتا ہے اور قول و فعل کے تضاد کو مٹا دیتا ہے۔ اسلئے ان پیرانِ کامل کے حق میں حدیثِ پاک آئی ہے "**اُحذرُواهم وهم جواسيس القلوب**" ان سے ڈرنا چاہئے کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ ایسوں کا قول ندی کا پانی اور فعل سخی سمندر کی مانند ہوتا ہے اور یہ باہم ملے ہوئے ہوتے ہیں۔

سوال ۱۱ : کافر اور مومن میں کیا فرق ہے؟

جواب : حرص کفر ہے وہ حریص ہوتا ہے اور کسی بھی طرح پیٹ بھر لیتا ہے بھرے پیٹ سے رہتا ہے اس کے برعکس مومن کا پیٹ خالی اور بے حرص ہوتا ہے اور دل بھرا ہوا ہوتا ہے کیونکہ پیٹ جہنم کی مصداق اور دل جنت کی مانند ہے۔

سوال ۱۲ : غذا کے کتنے اقسام ہیں؟

جواب : غذا کے دو اقسام ہیں (۱) ظاہری غذا، جس سے جسم زندہ رہتا ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (۲) باطنی غذا ہے، جس سے دل ہمیشہ کے لئے زندہ اور جسم مردہ ہو جاتا ہے اور یہی غذا کی تاثیر سے مردے زندہ ہوتے ہیں۔

سوال ۱۳ : یقین کیا ہے؟

جواب : یقین خدائی دفینہ ہے۔ علمِ یقین سے انسان اِس کا پتہ حاصل کرتا ہے علمِ عین الیقین سے اسے کھلی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے اور علمِ حق الیقین سے حضرتِ عشق کی مئے وحدت نوش فرماتے ہیں۔

سوال ۱۴ : صراطِ مستقیم کہاں ہے؟

جواب : ظاہری و باطنی غذاؤں کے درمیان ہے یعنی غذا کے تبدیلی کی تاثیر میں پوشیدہ ہے!

سوال ۱۵ : تدبیر کاملہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : مزاجِ عشق اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال ۱۶ : غذا کہاں پوشیدہ ہے؟

جواب : بھوک میں!

سوال ۱۷ : انسان کو کیسا بننا چاہئے؟

جواب : آنکھ کی مانند کیونکہ آنکھ فوراً ہر چیز کا فرق ظاہر کرتی ہے اور آنکھ میں فرشتوں سے بہتر نور ہوتا ہے۔

سوال ۱۸ : عقل کیا ہے؟

جواب : عقل فرشتے کی مانند ہے عقل حضرت جبرئیل کے وجود کی مانند ہے جو ہر لحہ لوحِ محفوظ کی تحریریں پڑتی ہے۔ لوحِ محفوظ کی حقیقت وہی جانتا ہے جس کی نظر محفوظ پر جمی ہو۔ عقل ایک موتی ہے اور لوحِ محفوظ اس پر سائبان کی مانند ہے اور یہ تحریر وہی پڑھ سکتا ہے جو عدم میں معدوم ہو چکا ہو!

سوال ۱۹ : نماز میں وسوسے کیوں آتے ہیں؟

جواب : کیونکہ جسم قبلہ رخ ہو گیا مگر جان اپنے قبلہ سے انجان اور محروم ہے اور یکسوئی صرف جان کے اطمنان سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ جسم سے۔ معلوم ہوا کہ جسم نماز میں ہوتا ہے اور جان قبلہ سے بھی بھٹکی ہوئی ہوتی ہے اس لئے وسوسے آتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں آیا ہے ''لاصلوٰۃ الّابحضور القلب'' یعنی حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی افسوس قبلۂ جاں سے لوگ کس قدر غافل و جاہل ہیں۔ کیوں یہ لوگ جاننے والے کامل پیروں سے علم حاصل نہیں کرتے؟ کیوں یہ نادان! شہرت،

عزّت اور خاندانی وجاہت کے دلدادہ پیروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

سوال ۲۰ : نماز کا اصل منشاء کیا ہے؟

جواب : عام حکم تو قبلہ رخ ہونا ہے مگر ''اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۷۹﴾ (الانعام ۶:۷۹) اس ارشادِ ربّانی میں ایک خاص حکم پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ بے رخ کی جانب رخ پھیر لینا ہے۔

سوال ۲۱ : دانا کسے کہتے ہیں؟

جواب : جو دانے سے بے نیاز ہو گیا وہ خود دانا ہو گیا ورنہ دیوانوں کا سفر دانوں کی جانب ہوتا ہے مگر دانہ کا سفر لا مکاں کی طرف ہوتا ہے ہر چیز کا سفر کسی نہ کسی چیز کی جانب ہوتا ہے مگر دانا کا سفر اس بے جانب کی طرف ہوتا ہے۔

سوال ۲۲ : نام اور ذات میں کیا فرق ہے؟

جواب : لوگوں کے لئے نام تو مئے کی مانند ہے مگر ذات نور کی مانند ہے۔ اب یہ مئے ''میں'' کی شہرت چاہتی ہے تو اسے مبارک ہو ہم کو ذات کا نور چاہیے بس اور کیا۔

سوال ۲۳ : ''لَیۡسَ فِیۡ جُبَّةٍ اِلَّا اللّٰهُ'' حضرتِ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعویٰ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : سبحان اللہ! یہ دعویٰ صدفی صد حق اور درست ہے اندھے نادان کو کیا

معلوم کے جبہ کیا ہے؟ وہ دستار پرست! کیا جانے کہ جبہ کیا ہے؟ بعض حضرات اس قول میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر کہتے ہیں کہ عناصر کے جسم کو جبہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ''اولیائی تحت قبائی لایعرفهم غیری'' یعنی (میرے اولیاء میری قباء میں پوشیدہ ہیں انکا علم میرے غیر کو نہیں ہوتا۔) اس حدیث قدسی میں اللہ نے ادھر قباء یعنی لباس کہا اور اُدھر حضرتِ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جبہ فرمایا۔ یہ جبہ اور قباء کیا ہیں؟ جس نے جانا وہ اس حقیقت سے آگاہ ہوا۔ وہ قباء، وہ جبہ! عالم کے علم میں! اور میری نظر میں ہے! وہ جبہ کو اپنی علمی لغت سے جانتا ہے اور میں اس قباء کو اس جبہ کو دیکھ کر پہچانتا ہوں! عالم کا قیاس حسن ظن ہے مگر فقیر کا قول حقیقت کا آئینہ ہوتا ہے اندھا عناصر کے زنگار کو جبہ کہتا ہے اور میں نور کو جبہ کہتا ہوں، وہ عکس کو جبہ کہتا ہے مگر فقیر آئینے کو جبہ کہتا ہے فقیر دانا ہوتا ہے اپنے جبہ کو شق کر کے مشاہدہ کے بعد دعویٰ کرتا ہے بس انا الحق کے دعوے میں حق کے سوا کچھ بھی نہیں جس سے قادری کامل فقیر صبح و شام گذرتا رہتا ہے۔

سوال ۲۴ : علمِ کیمیاء کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : ایک نور ہے بلکہ نور کی سعادت ہے جو تانبہ کو سونا بنا دیتی ہے تانبہ کو فنا کر کے سونے کو بقا میں لے جاتی ہے اسی علم سے فنا اور بقا کا راز حاصل ہوتا ہے۔ فنا زنگار کی مانند ہے بقا نور کی مانند ہے بس اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ علمِ کیمیاء ہر انسان میں پوشیدہ

ہے ورنہ اس وجود کو نقش نگاری کہاں سے میسر آتی؟ پاک لوگوں کے سوا اِس کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا وہ آفتاب ہے، ذرّہ کی کیا مجال کہ اس کو چھو سکے۔

سوال ۲۵ : عُمر کیا ہے؟

جواب : عمر ایک دریا ہے ہر لمحہ ہر گھڑی اس کا پانی سوکھ رہا ہے جب اس دریا کا پانی سوکھ جاتا ہے تو انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ہائے ہائے اندھوں کے شہر میں میں نے آئینے بیچ دیئے! خدا خیر کرے۔

سوال ۲۶ : کیا عقلوں میں فرق ہے؟

جواب : بیشک فرق ہے ایک عقل عقلِ کُل ہے، ایک عقل سورج کی مانند ہے، کوئی عقل چاند کی مانند ہے، کوئی عقل ستارے کی مانند، کوئی عقل ذرّے اور تنکے کی مانند ہے، کوئی عقل کُل ہوتی ہے یہ انبیاء کرام کی عقل ہے ان کے فیضان سے اولیاء اللہ کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ہر مخلوق کو عقل حاصل ہے مگر اس کی بساط کی مطابق مگر حضرت انسان جسے کہتے ہیں دراصل عقلِ کُل کا مظہر ہوتے ہیں۔ عقلِ جزء عقلِ کُل کا احاطہ نہیں کر سکتی اللہ ہر جہت سے ہر لحاظ سے کُل ہے نہ کہ جزء اور کُل کو کُل پہچانتا ہے نہ کہ جزء! اس لئے ہر کوئی اللہ کو نام سے اس کی قدرت سے صرف جانتا ہے مگر اولیاء اور انبیاء کے سوا کوئی پہچانتا نہیں وہ اس لئے پہچانتے ہیں کیوں کہ وہ عقلِ کُل رکھتے ہیں اس لئے کُل کو کُل پا سکتا ہے نہ کہ جزء ہر مخلوق اپنے اپنے جنس کی طرف میلان رکھتی

ہے کیونکہ جُزء کا میلان جُزء کی طرف رہتا ہے۔ مگر اولیاء اللہ عقلِ کُل رکھتے ہیں اس لئے جُزء سے اعراض کرتے ہیں اور کُل کی طرف ہی ان کی فطرت کا میلان ہوتا ہے۔ اولیاء کرام، انبیاء کرام سے لوگ ہی نہیں ہر مخلوق میلان رکھتی ہے کیونکہ جُزء ہے کُل کی طرف رجحان رہتا ہی ہے بعض لوگ ان حضراتِ قدسیہ کی طرف میلان نہیں رکھتے، بلکہ بغاوت پر اتر آتے ہیں کیونکہ ان کی عقلِ جُزء عقلِ کُل کی حاسد ہوتی ہے اور جب عوام میں عقلِ کُل کی پرچھائی کا نور نمودار ہوتا ہے تو عقلِ کُل کی طرف کھنچے کھنچے چلے آتے ہیں۔ بعض لوگ ان نفوسِ قدسیہ سے اس لئے بھاگتے ہیں کیونکہ کُل کو پانے کے لئے جُزء کو کھونا پڑتا ہے اور یہ کھونا نہیں چاہتے۔ جیسا کہ کوئی عدد ۱/ایک ہوتی ہے، جب ایک عدد، ۹/نو ہو جاتی ہے تو ایک اسی میں گم ہو جاتا ہے مگر کُل میں سلامت رہتا ہے بس یہی فرق وہ نہیں جانتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک بھی نمایاں نظر آئے اور ۹/نو بھی ملے۔

اے عزیز! کچھ اسی طرح جب نبی کریم ﷺ کو غارِ حرا میں وحی نازل ہوئی تو آپ پر ایک طرح کی کیفیت طاری ہوگئی کیونکہ آپ عقل کُل تھے اور آپ کے سامنے حضرت جبرئیل کی عقل عقلِ کُل ہو کر عقلِ جُزء کی مانند نظر آئی فطری اُصول ہے کہ جُزء کُل کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر یہاں حضرت جبرئیل ہی آپ سے مخاطب تھے جبکہ آپ عقلِ کُل تھے اور حضرت جبرئیل آپ کی عقل کا جزء معلوم ہوا کہ عقلِ کُل عقلِ جزء کی طرف میلان نہیں رکھتی اس لئے آپ ﷺ نے حضرتِ

جبرئیل سے خود کی عقلِ کُل اور خود کو پوشیدہ رکھنا چاہا تو فرمایا میں اُمّی ہوں اور لفظِ امّی کے کئی معنوں میں دو معنیٰ اہم ہیں ایک تو پڑھا لکھا نہ ہونا، دوسرا ''اصل'' گویا آپنے فرمایا ''میں ہر چیز کی اصل ہوں کیونکہ میں عقلِ کُل ہوں''، یعنی اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ میں عقلِ کُل ہوں، عقلِ جُزء میرا احاطہ نہیں کر سکتی یہاں علمی انکار نہیں دراصل عقلی انکار ہے۔ افسوس کہ بعض لوگ اس معاملے کو سمجھے نہیں اور کچھ کا کچھ لکھ دیا پھر حضرت جبرئیل نبی کریم ﷺ سے ہم آغوش ہو گئے، یعنی فرشتے کی عقلِ جُزء، عقلِ کُل میں سما گئی اور خود اس کا عکس بن گئی تو نبی کریم ﷺ کی عقلِ کُل، جبرئیل کے عکسِ عقلِ کُل سے پیغام سنا اور تصدیق کیا۔

سوال ۲۷ : ہر مذہب میں خیرات، حسنات اور عبادات کو اہمیت حاصل ہے اس میں کیا راز ہے؟

جواب : ہر عبادت، خیرات، حسنات اور نیکیاں وغیرہ وغیرہ صرف اور صرف عقلِ جُزء کو عقلِ کُل میں تبدیل کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ جب ایک کاتب کتاب کی مشق کرتا ہے تو ابتداء میں تحریر کچھ ٹھیک نہیں ہوتی جب محنت اور کسب سے کمال حاصل کر لیتا ہے تو وہ تحریر قلم سے ہاتھ میں اور ہاتھ سے عقل میں محفوظ ہو جاتی ہے اور جب تحریر عقل میں محفوظ ہو جاتی ہے تو کبھی بھی کہیں بھی دیکھ کر یا نہ دیکھ کر بھی لکھتا ہے تو تحریر میں کوئی خاص فرق نمایاں نہیں ہوتا۔ اسی طرح عبادت کے ساتھ ہر نیک کام کے کرنے پر ہر مذہب زور دیتا ہے بلکہ شرطیہ حکم دیتا ہے تو صرف اور صرف اس لئے کہ بندہ اپنی عقلِ جُزء کا میلان عقلِ کُل کی طرف رکھے۔

جب عبادات اور حسنات کے اثرات عقل پر مرتب ہونے لگتے ہیں تو عقل مزید روشن ہونے لگتی ہے۔ جب یہ کسی کامل رہبر کی رہبری میں ظاہری عبادات کے ساتھ باطنی عبادات، ذکر و اذکار کا ماہر ہو جاتا ہے تو عقلِ جُزء عقلِ کُل کے مرتبہ پر آنے لگتی ہے۔ خدا ہر لحاظ سے کُل ہے اور کُل کو کُل ہی پہچانتا ہے اس لئے جب سالک اپنے پیر کامل کی رہبری سے عقلِ کُل کے مرتبہ پر آتا ہے تو اللہ کی پہچان حاصل ہوتی ہے دراصل عقلِ کُل یعنی نبی کریم ﷺ کی عقل عطر کی مانند اور ہر مخلوق کی عقل خوشبو کی مانند ہے یعنی آپ اصل ہیں اور ہر عقل آپ کی عقل کا عکس ہے۔

سوال ۲۸ : جنت اور جہنم کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : جنت اور جہنم تو انسان کے اپنے عمل سے بنتے ہیں اور اعمال عقل کے گواہ ہوتے ہیں تمام عبادات و حسنات تو اعمال ہیں اور یہ اعمال عقلِ جزء سے جب صادر ہوتے ہیں تو سب کے سب بظاہر نیک نظر آتے ہیں اور نیک ہوتے بھی ہیں۔ اس وقت جبکہ عقل نیک ہو ورنہ یہی اعمال باہر سے نیک اور اندر سے اپنے مفاد کے حصول کے لئے حرکتیں بن کر رہ جاتے ہیں۔ مجموعی طور پر جنت عقلِ آدم کا مظہر ہے! اور جہنم عقلِ ابلیس کا مظہر ہے یہی عقلِ کُل جنت کا نمونہ بھی بنے گی اور یہی عقل جہنم کا نمونہ بھی بنے گی۔

سوال ۲۹ : اکثر لوگ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو بھی اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتے

ہیں کبھی کبھی توہین کی حد تک اُتر آتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب : مردانِ خدا کی عقل عقلِ کُل ہوتی ہے جس میں کُل عالمین کی عقلیں جمع ہوتے ہیں! عام عقلِ جزء اس کیفیت سے ناواقف ہوتی ہے بلکہ اس عام عقل کو عقلِ کُل کا احساس بھی نہیں رہتا وہ سب کچھ اپنی ہی عقل کو سمجھتے ہیں اس لئے عقلِ عام، عقلِ جزء اکثر عقلِ خاص اور عقلِ کُل کو بدنام کرتی رہتی ہے۔ فرعون کی عقل عقلِ جزء تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عقل عقلِ کُل تھی اس لئے عقلِ کُل سے جاہل فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا اور اس عالمِ فانی میں دو طرح کی عقلیں ہوتی ہیں ایک خاص عقلِ کُل، ایک عام عقلِ جُزء، جب عقلِ جُزء عقلِ کُل کے مرتبہ کو نہیں پاسکتی تو حسد سے یہ عقلِ جزء عقلِ کُل کو بدنام کرتی رہتی ہے۔ اس لئے عقلمند کو چاہئے کہ عقلِ کُل کی طرف میلان رکھے نہ کہ عقلِ جُزء کی طرف! عقلِ جُزء جب دوسری عقل سے ملتی ہے اور اگر وہ اسی کی ہم جنس ہے تو ایک نیا فرقہ جنم لیتا ہے! اگر عقلِ جُزء نیک ہے تو عقلِ کُل کی طرف میلان رکھتی ہے اور جھگڑوں سے محفوظ ہوجاتی ہے۔ اسلئے دین میں جتنے فرقے بنے ہیں وہ عقلِ کُل کی دشمنی میں بنے ہیں اور اہل عقل کی تو آج تک ایک ہی جماعت چلی آرہی ہے۔ جماعتِ عقلِ جُزء میں تضاد ممکن ہے مگر جماعتِ عقلِ کُل کے یہاں تضاد ہرگز ممکن نہیں بعض اوقات علماء کی جماعت تو اپنے آپ کو عقلِ کُل کی پیروکار کہتی ہے مگر وہ بھی صاحبانِ عقلِ کُل کے خلاف فتوے دیتے

آئے ہیں اس لئے عقلِ جُزء کو چاہئے کہ محتاط رہے عقلِ کُل پر فتویٰ دینے کی کوشش نہ کرے ورنہ انسان عقل کو علم میں قید کرنے کی کوشش سے بھٹک جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ عقلِ کُل میں ہر چیز، ہر علم قید ہے اور عقلِ کُل کسی میں قید نہیں ہوسکتی۔ معلوم ہوا کہ مقید آزاد پر فتویٰ نہیں لگا سکتا۔ عقلِ جزء دنیا پرست ہوتی ہے اور عقلِ کُل اللہ پرست ہوتی ہے دنیا پرست آخر اللہ پرست پر کس طرح فتویٰ لگا سکتا ہے؟

سوال ۳۰ : اللہ کا رحم و کرم کہاں تلاش کرنا چاہئے؟

جواب : اپنی عاجزی میں تلاش کرنا چاہئے۔

سوال ۳۱ : آج کل مسجدوں میں، جلسوں میں، ٹی.وی کے پروگراموں میں لوگ رو رو کر دعائیں مانگ رہے ہیں آنسو بہا رہے ہیں، ہونٹ پھڑک رہے ہیں ہاتھ لرز رہے ہیں آخر اثر کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : بیشک اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط'' (المؤمن ۴۰:۶۰) (گڑگڑا کر دعائیں مانگو میں قبول کروں گا) اسلئے لوگ دعائیں مانگ رہے ہیں گڑگڑا کر رونے سے آنسو بہتے ہیں گویا بندہ اللہ کی بارگاہ میں یہ التجاء کر رہا ہوتا ہے کہ اے اللہ تو نے جو اپنے کرم سے مجھے دیا تھا مال و دولت اور قوت سب کچھ میں نے تیری راہ میں قربان کردیا اب میرے پاس تیری نذر، یا ہدیہ کرنے کے لائق سوائے آنسوؤں کے کچھ بھی بچا نہیں اب وہ بھی لے لے اور ہماری مخلص دعاؤں کو قبول فرما۔ دراصل گڑگڑا کر دعا مانگنے کا مقصد یہی ہے کہ دعا مانگنے والے

کے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ بچا ہی نہ ہو! اور وہ بھی خدا کی نذر کردے۔ مگر افسوس آجکل نمائشی گڑ گڑانے والے جیبوں میں اور بینکوں میں بہت اور بہت کچھ محفوظ رکھتے ہیں، زمین جائیداد بھی ہوتی ہے پھر بھی بھرے مجموعہ میں یہ حسین فرض نبھاتے نظر آتے ہیں کیونکہ مال و دولت بڑی تکلیف سے ہاتھ آتی ہے اسے اللہ کی راہ میں لُٹاتے ہوئے ہاتھ کانپ جاتے ہیں اس لئے اسے چھپا کر مفت کے آنسو بہاتے ہیں۔ نادانوں کو معلوم نہیں کہ آنسوؤں کی قیمت کیا ہے؟ یہ آنسو کب بنتے ہیں؟ جب جگر کا ایک پیالہ خون جلتا ہے تو ایک قطرہ آنسو بنتا ہے! نادانوں کے نزدیک دھن دولت کی قیمت آنسوؤں سے زیادہ ہے؟ دھن دولت تو مٹی ہے مٹی سے زیادہ خون بیش قیمتی ہے اور خون سے زیادہ آنسو قیمتی ہے گڑ گڑا کر رونا اسے کہتے ہیں کہ تو روئے تو زمین و آسمان رو پڑے۔

سوال ۴۲: کیا نفسِ مطمئنہ کو دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب : بیشک دیکھا جا سکتا ہے مگر حضرتِ ابراھیم خلیل اللہ کی مانند آگ سے گزرنے کے بعد! یا آگ کے سیاہ کنویں میں اللہ کے بھروسے چھلانگ لگانے کے بعد ہی یہ ممکن ہے!

سوال ۴۳: آج کل اہل علم کیا کر رہے ہیں؟

جواب : محمول اور موضوع کی تعریف میں عمر برباد کر رہے ہیں سنی سنائی باتوں کے، پڑھی پڑھائی باتوں کے کاروبار میں اندھوں کی طرح مرے

جا رہے ہیں۔ آج اہل علم ایک طرح فلسفی بنتے جا رہے ہیں اور ان کا ہتھیار علم اور دلائل کے سوا اور کیا ہے؟ دلائل اگر بے اثر بے نتیجہ ثابت ہوتے ہیں تو باطل کا بدل بن جاتے ہیں۔

سوال ۴۴: اگر انسان میں شہوت نہ ہوتی تو کیا ہوتا؟

جواب : انسان انسان نہ ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا، نہ حکم آتا، نہ امر و نواہی ہوتے، نہ ردّ و قبول کا جذبہ ہوتا اور نہ انسان کا مرتبہ فرشتوں سے بڑا ہوتا! یہی وہ کسوٹی ہے جو عدل کے ساتھ قائم کی گئی ہے یہاں عدل شرط ہے اور عدل اللہ کی پسندیدہ چیز ہے شہوت سے عدل پیدا ہوتا ہے عدل ہی تقوے میں بدل جاتا ہے اور تقویٰ اللہ کو محبوب ہے۔ یہاں ناجائز شہوت تو شیطانی شیوہ ہے اور شیطان کا مقام تو ظاہر ہے ہم انسان سے گفتگو کریں تو شہوت ہی کے عدل پر انسانیت کا انحصار ہے۔ قرآن میں دو، دو، تین تین اور چار چار نکاح کرنے کا ذکر آیا ہے مگر شرطِ عدلِ خاص! نکاح کا حکم عام ہے عام پر خاص حکم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ یہاں اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اگر تو ایک نکاح سے عدل میں کامیاب ہو گیا تو دو نکاح کر، اگر تو دو نکاح میں عدل کے ساتھ کامیاب ہوا، تو تین نکاح کر، اگر تو تین نکاح میں عدل کے ساتھ کامیاب ہوا تو چار ہی بس ہے کیونکہ اس سے زیادہ تو نکاح میں عدل نہیں کر سکتا کیونکہ تیری اوقات کو اللہ جانتا ہے اور اگر تو عدل نہیں کر سکتا ہرگز نہیں کر سکتا تو یہ حکم شرطیہ ہے کہ بس ایک ہی نکاح کافی ہے۔ معلوم ہوا کہ شہوت

میں عدل سے انسان کو مراتب عطاء ہوتے ہیں۔ اسلام میں جہاد کو اہمیت دی گئی ہے تو صرف اور صرف اسی وجہ سے دی گئی ہے کیونکہ شہوت ہی انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے اور برائی کی ماں ہے جب ماں ہار جاتی ہے تو ہر چیز ہار جاتی ہے جہاد کی اہمیت صرف شہوانی خواہشات کے خلاف ہے۔ شہوت نہ ہوتی تو دولت اور حکومت کچھ بھی نہ ہوتی یہ شہوت ہی انسان کا بدترین دشمن بھی ہے اگر یہی نہ ہوتی تو جہاد کا حکم ہی کیوں آتا؟ اسی لئے ''**لا رھبانیۃ فی الاسلام**'' کہا گیا ہے عصمت وعفت کا تعلق شہوت سے ہے۔ اے شہوت زدہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''خرچ کرو'' شہوانی خواہشات کیلئے جمع نہ کر، خرچ کرنے کیلئے کمانا بھی ضروری ہے، کمانے کے لئے حلال راستہ اختیار کر اور خرچ کر پھر ارشاد ہوتا ہے، ''صبر کرو'' صبر ہر حال میں ضروری ہے کیوں کہ اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ''کلوا'' یعنی تم کھاؤ تا کہ تم زندہ بھی رہو، نیز ارشاد فرماتا ہے کہ تم ''فضول خرچی نہ کرو'' تا کہ تم پاک دامن رہو! یہ سارے کام جہاد میں شامل ہیں ورنہ انسان کو انسان کا مارنا جہاد نہیں ہے بے گناہوں کا قتل ہرگز ہرگز جہاد نہیں ہے۔

سوال ۳۵: اہل معرفت کے نزدیک بدعت، کفر اور شرک کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : اہل شریعت کے نزدیک بدعتِ حسنہ اور بدعتِ ضلالہ پر نظر رکھنا ضروری ہے اسکا تعلق علم سے ہے، کفر کا تعلق عقل سے ہے اور شرک کا

تعلق عشق سے ہے۔ عرفاء کے نزدیک بدعتِ ضلالہ سے خود کو پاک رکھنا شریعت ہے۔ عقلِ جُزء اکثر کفر میں ملوث کرتی ہے اس لئے عقل کو کفر سے پاک رکھنا طریقت ہے شکر سے عشق کو پاک رکھنا حقیقت ہے۔ اگر مسلمان کلمہ طیب پر غور وفکر کرتا ہے تو ''لا'' سے ''لا'' کی آگ میں بدعت کفر اور شرک کو جلا دیتا ہے، لا الہ الا اللہ کہنے سے پہلے ''لا'' کے نیچے ہر چیز کی نفی کرتا ہے تو رہا کیا؟ ''الہ'' رہ گیا اور یہی الا اللہ ہے ورنہ آج کل جو بدعت کفر اور شرک کا مفہوم لیا جا رہا ہے وہ عام عقل کے مطابق ہے ورنہ اس کا تعلق تو عشق سے ہے حضرتِ عشق کو چاہئے کہ اللہ کی محبت میں غیر اللہ کی نفی کرے عام انسان کی عقل بھی عام ہوتی ہے۔ یہ عقل حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقیقت سے جب واقف نہ ہوئی! تو اقتدار کی ہوس کی ماری عقل یزید پلید کو امیر المؤمنین سمجھ بیٹھی!

سوال ۳۶: شیطان آخر کس چیز سے ڈرتا ہے؟

جواب : حق پرست کے سجدے سے۔

سوال ۳۷: زندگی کیا ہے؟

جواب : عرش کا نور ہے جو قلب اور عقل پر وارد ہوتا ہے اور اسی سے زندگی ہے اور جب یہ موقوف ہوتا ہے تو موت طاری ہوتی ہے۔

سوال ۳۸: کیا جہنم کی سزا یقینی ہے؟

جواب : دنیا ہی میں دیکھ لو کہ ہاروت و ماروت جیسے پاک فرشتے نفسانی اور

شہوانی خواہشات کی وجہ سے کنویں میں مقید ہوگئے اور سزا میں مبتلا ہیں ۔فرشتوں کو نفسانی و شہوانی جرم کی وجہ سے سزا مل سکتی ہے تو کیا انسان کو نہیں ملے گی؟ اس کا ثبوت تو منکرین کے لئے اسی دنیا میں زندہ ہے۔

سوال ۳۹ : خواہشات کی موت کیسی ہوتی ہے؟

جواب : سوئے ہوئے کتّوں کی مانند ہوتی ہے جب گلی میں کوئی جانور مرتا ہے تو سب جاگ جاتے ہیں۔ البتہ ان میں خیر و شر ضرور ہوتے ہیں جس طرح کتّے کا نچلا حصہ حیلہ گر، اور اوپری حصہ غصہ ور ہوتا ہے اس لئے اسے نجس کہا گیا ہے۔

سوال ۴۰ : کیا لامکاں سے بھی کوئی شئے نازل ہوتی ہے؟

جواب : ہاں لامکانی تجلیات کے شعلے ہر لمحہ نازل ہوتے رہتے ہیں جس کی آگ کے لپیٹیں اور دھواں آسمانوں تک پہنچ جاتا ہے۔

سوال ۴۱ : خود پسندی کیا ہے؟

جواب : تمام مصیبتوں کی ماں ہے۔

سوال ۴۲ : اختیار کیا ہے؟

جواب : اختیار تلوار کی مانند ہے اگر یہ متقی کے ہاتھ میں ہو تو اپنی اور دوسروں کی حفاظت کرتی ہے اگر غیر متقی کے ہاتھ میں ہو تو دہشت بپا کرتی ہے۔ تلوار عقل کیلئے ہوتی ہے نہ کہ علم کیلئے کیونکہ علم کیلئے اختیار نہیں اطاعت ہے جب انسان کے پاس روشن عقل نہیں ہے تو تلوار ڈال دینی چاہئے۔

سوال ۴۳ : کلمہ طیب میں ’’لا‘‘ پہلے کیوں آیا ہے؟

جواب : وہ ذات پاک جو صورت سے منزہ ہے اپنی صورت کو ’’لا‘‘ کی صفت کے ساتھ دکھاتا ہے لہٰذا بندہ کہتا ہے ’’لا الہ الا اللہ‘‘ اب سمجھدار کیلئے اس میں ایک لطیف نکتہ ہے ورنہ کلمہ طیب ایک نفی اثبات کا مجموعہ بن کر رہ جائے گا! نعوذ باللہ یہ عقیدہ درست نہیں ہے صوفیانِ کرام نے انسانی عقل کے مطابق سمجھانے کیلئے طریقے وضع کر لئے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ امر محال ہے کہ کلمۂ طیب نفی اثبات کا مجموعہ بن جائے! جاننا چاہئے کہ بندے کا جسم و جان جب تک اولیاء کرام کی مانند نہیں ہوسکتا تب تک ’’لا‘‘ کی صورت کا جلوہ دیکھنا محال ہے۔

سوال ۴۴ : آج کے انسان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : آج کا انسان یا عام انسان ایک لاوارث خزانہ کی مانند ہوگیا ہے کبھی یہ اپنوں کے لئے خرچ ہوتا ہے کبھی غیروں کے لئے خرچ ہوتا ہے کبھی اسے دین کے نام پر خرچ کیا جارہا ہے کبھی دنیا کے نام پر خرچ کیا جارہا ہے! ہائے اس بدنصیب کو معلوم ہی نہیں کہ اسے کس کس طرح خرچ کیا جارہا ہے اور جب یہ پوری طرح خالی ہوجائے گا تو مٹی میں ملا دیا جائے گا!۔

سوال ۴۵ : اس دنیا میں کیا چیز محفوظ ہے؟

جواب : کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ہے چھوٹی مچھلی کو بڑی مچھلی کھا جاتی ہے بڑی کو اس سے بھی بڑی مچھلی کھا جاتی ہے، چھوٹے جانور کو بڑا جانور کھا جاتا ہے بڑے جانور کو اس سے بڑا جانور کھا جاتا ہے، گھاس اپنے آپ کو

پروان چڑھاتی ہے اور جانور چر لیتے ہیں، اس طرح انسان کو درندے قتل کر دیتے ہیں اور کھا جاتے ہیں! دراصل اس زمین پر جو چیز ہے کسی نہ کسی طرح غذا حاصل کرتی ہے یا کسی طاقتور کی غذا بن جاتی ہے اس لئے حقیقت میں جائے امان تو اس پاک بارگاہ میں ہے جو ہر طرح کی غذا کھلاتا ہے اور خود بے نیاز ہے۔

سوال ۴۶ : ''یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج'' (الفتح ۴۸:۱۰) کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : تُو اُس پیر کے ہاتھ پر بیعت کر جس کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے ورنہ برائے نام تو نے ہاتھ بڑھایا اور وہ اسے پکڑ لیا تو سمجھ جا کہ تو اُس کا لقمہ بن گیا اور وہ تجھے ہضم کر جائے گا۔

سوال ۴۷ : دل کو زندگی کب میسر آتی ہے؟

جواب : فنا میں جانے کے بعد۔

سوال ۴۸ : فنا کیا ہے؟

جواب : ایک آتشی کنواں ہے۔

سوال ۴۹ : قربانی کیا ہے؟ قربانی میں عموماً تین طرح کے جانور بکرا، گائے یا اونٹ ہی کیوں دیتے ہیں؟

جواب : ظاہری قربانی تو جانوروں کی دی جاتی ہے اس کا باطنی معنیٰ یہ ہے کہ اگر تیرا جسم بکرے جیسا ہے یا بکرے کی طرح بزدلی سے پرورش کر رہا ہے تو اسے اللہ کی راہ میں اسکی رضا میں پرورش کر حتیٰ کہ قربان ہو جائے۔ اگر تیرا جسم گائے یا بیل کی مانند ہے تو بیل پن سے باز آ جا

صرف چارہ کے لئے مت پرورش کر اس کو بھی اللہ کی جستجو میں لگا، اسے بھی اللہ کی راہ میں اس کی رضا کے لئے قربان کر دے اور اگر تیرا جسم اونٹ کی مانند اپنے ہی نفس کی سواری ہے کسی بھی طرح گذارہ کر رہا ہے یا کانٹے کھا کر بھی جی رہا ہے تو اپنے جسم کی پرورش میں عمرِ عزیز مت گنوا اے اللہ کے بندے! اس جسم کو اللہ کی راہ میں قربان کر دے ورنہ طبعی موت آنے کے بعد ہر جانور حرام ہو جاتا ہے۔ ایک بکرے کے برابر کا جسم جب اللہ کی رضا جوئی کیلئے مشقت اُٹھاتا ہے تو اسے کل قیامت میں ایک شخص کو پُل صراط سے گزارنے اور سفارش کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اگر کوئی گائے بیل یا اونٹ کے جیسا تنومند ہو کہ اللہ کی راہ میں اس کا جسم مشقت اُٹھائے تو کل وہ شخص پُل صراط پر سات سات آدمیوں کو گزارنے کی سفارش اور قوت حاصل کر لے گا۔

سوال ۵۰ : حسینوں کے حُسن کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : آفتابِ ذات کا نور تین رنگی شیشے سے منعکس ہوتا ہے، حسینوں کا ہی نہیں ہر چیز کا حسن، رنگ وروپ، نکھار و بہار، سب کچھ اسی سے ہے۔ ہر عبادت ہر نیک عمل سب کچھ اسی حسن کے دیدار کے لئے ہے اگر یہ رنگ برنگے آئینے نہ رہیں گے تو ہر کس و ناکس اس نور کے مشاہدہ کی تاب نہیں رکھتے حتیٰ کہ وہی نور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درختِ شعشہ کے پردے میں دیکھا اس درخت کی حقیقت کو صرف وہی جانتا ہے جو اس کی تاب وشوق کا سایا ہے کب تک رنگ برنگے شیشے میں دیکھتا

رہے گا؟ شیشے توڑ! اور دیکھنے کی کوشش کر، پیر اختیار کر، مراقبۂ نور میں مصروف ہو جا۔

سوال ۵۱ : عدم کیا ہے؟ کیا یہاں وجود ممکن ہے؟

جواب : عدم وجود کی ضد ہے ضد، ضد میں کس طرح پوشیدہ یا ظاہر ہو سکتی ہے؟ اس سوال میں علماء کا مذہب پوشیدہ ہے صوفیانِ کرام اسی عدم کے طالب ہوتے ہیں۔ مجھے دیکھ لے اگر تو اندھا نہیں ہے تو میں عدم سے وجود میں آیا ہوں اب وجود سے عدم میں چلا جاؤں گا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ ''تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ'' (الِ عمران ۳:۲۷) ''اور وہ ذاتِ حق ہے جو رات کو دن کے آغوش سے نکالتی ہے، اور دن کو رات کی آغوش سے، اور وہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے''۔ اس کا معنیٰ یہی ہے کہ (میں عدم سے وجود کو ظاہر کرتا ہوں، اور وجود کو عدم میں پوشیدہ کرتا ہوں)۔ افسوس صد افسوس! آج کل کا علم، آج کے علماء، حقیقت کو چھوڑ کر روایات میں اُلجھ گئے! عدم وہ ہے اس کائنات کا سورج وہاں کا ستارہ ہے! یہاں کا ستارہ وہاں کا ذرہ ہے! اے حضرتِ انسان عدم بقا کا گھر ہے یہ دنیائے وجود فنا کا گھر ہے اُس گھر سے اِس گھر کو آیا ہے تو مہمان ہے اس کرائے کے گھر کو چھوڑ اپنے خاص گھر کی طرف سفر کر! ہائے ہائے تو راستہ بھول گیا ہے تجھے کامل رہبر چاہئے! کوشش کر کے تلاش کر لے۔

سوال ۵۲ : عبادت کا اجر کہاں پوشیدہ ہے؟

جواب : عدم میں! دانہ زمین میں بوتا ہے مگر حقیقت میں اس کی فصل عدم سے ظاہر ہوتی ہے! اسی طرح ماں باپ کے پردے میں انسان عدم سے ہی ظاہر ہوتا ہے عدم کے احسان کا انتظار کرنا چاہئے ذوق وشوق، عبادات، اسلام وایمان کی اصل عدم میں پوشیدہ ہے ہر علم، ہر سائنس، ہر ایجاد کی اصل عدم میں ہے اسی اصل کو اللہ بغیر سبب کے، بغیر کسی شئے کی مدد کے صرف کُن کہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ ہائے ہائے اس راز کو ہم فاش نہیں کر سکتے ورنہ سارا زمانہ میرے غوث میراں محی الدین جیلانی امر اللہ کے قدموں میں ہوتا کیونکہ یہ اسرار سب اُس کے علم میں پوشیدہ ہیں! بس اس قدر سمجھ لو کہ قدرت کی صناعی کا کارخانہ عدم ہے۔

سوال ۵۳ : ہست نما نسیت، نسیت نما ہست کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : مردہ کو زندہ، زندہ کو مردہ سے ظاہر کرنا ہے۔ معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم کی صورت میں ظاہر کرنا ہے ہر چیز کی حقیقت پوشیدہ ہے اور جو کچھ ظاہر ہے وہ ایک خیال ہے! بحرِ توحید حق ہے اور یہ تمام سمندر اسکا جھاگ ہے باد و بہار حق ہے مگر یہ ہماری باد و بہار دراصل اس بادِ مست کا غبار ہے! بس خیال موجود ہے اور اصل معدوم ہے معدوم نظر میں ہے اور اسکی حقیقت نظر سے پوشیدہ ہے۔

سوال ۵۴ : اس دنیا میں انسان کے کتنے دوست ہوتے ہیں؟

جواب : تین دوست ہوتے ہیں ایک انسان دوست جو دنیا میں وفا کرتا ہے

اور مرنے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑا ہوکر فاتحہ پڑھ کر لوٹ جاتا ہے اور کہتا ہے اس سے آگے میں تیرا ساتھ نہیں نبھا سکتا۔ دوسرا مال و اسباب یہ تیری زندگی میں تو رہنا چاہتا ہے مگر باہر نکلنا پسند نہیں کرتا، تیسرا دوست وہ ہے جسے وفادار عملِ صالح کہتے ہیں یہ دوست تیری زندگی میں بھی ساتھ ہوتا ہے مرنے کے بعد میں ساتھ ہوتا ہے قبر سے اُٹھنے کے بعد حشر میں بھی ساتھ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دو دوست کمزور اور ایک وفادار ہوتا ہے اس لئے دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ بندہ اپنی زبان سے کہتا ہے کاش یہ دعا اپنے عملِ صالحہ کی زبان سے کرتا اور اثر دیکھ لیتا۔

سوال ۵۵: کچھ لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیر نے فلاں ذکر فلاں وظیفہ فلاں عمل دیا تھا مگر مہینوں کی ماتھا پھوڑی کے بعد بھی کچھ نہیں حاصل ہوا آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: پیر بھی نادان ہیں جو وظیفہ یا ذکر تو دیتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ یہ کس زبان سے پڑھنا چاہئے! مرید بھی نادان ہیں جو پیر کے عطاء کردہ ذکر کو علاؤالدین کا چراغ سمجھ لیتے ہیں یہ دونوں غلط ہیں۔ لہٰذا شائقین ذکر کو چاہئے کہ عمل، ذکر، وظیفہ خواہ کوئی بھی ہو، عمل صالحہ کی زبان سے پڑھنا چاہئے اور پھر اثر کو دیکھنا چاہئے اس طرح دعا، نماز وغیرہ عملِ صالحہ کی زبان سے پڑھنا چاہئے۔ اقرار باللسان یعنی زبانی اقرار سے مراد یہ فریب جھوٹی عیار زبان سے نہیں عمل کی زبان سے کرنا ہوتا ہے نمازیں تو پڑھتے ہیں دعا رنگ نہیں لاتی؟ یہ شکایت عام

ہے۔ اے اللہ کے بندے! جیسی تیری دعا ویسی ہی تیری نماز کا حال ہے نماز بھی عملِ صالحہ کے وجود سے پڑھ یعنی دل، دماغ، سوچ وفکر، علم وارادہ سب کچھ عملِ صالحہ کی صورت اختیار کر لینا چاہئے پھر نماز پڑھ اور دیکھ نماز بھی اثر دکھاتی ہے اور دعا بھی رنگ لاتی ہے۔ آج کل تعویذ بازی عام ہے یہ پیشہ بغیر محنت کے لاکھوں کی آمدنی دیتا ہے یہ سب کچھ فریب، کھلا دھوکا، کھلا فراڈ (Fraud) ہے بے وقوف لوگ تعویذ بازوں کے ہتھکنڈوں میں پھنس جاتے ہیں! ان کا حلیہ شکار کو پھنسانے کا ایک جال ہے خبر دار رہنا چاہئے کہ یہ نادان تعویذ باز بازاروں میں چند سکوں میں بکنے والی کتابوں کے بے سند نقوش لکھ کر خود کو کامل و عامل کہتے ہیں! تف ہے! ایسے جھوٹے پر اس کا عمل جھوٹا، دل مکار، علم ناشناس، عقل عیار، اخلاق کا فریبی کیا تعویذ لکھ سکے گا؟ کیا عمل پڑھ سکے گا؟ ذکر پاک ہے یہ ناپاک زبان سے نہیں پڑھا جا سکتا تعویذ لکھنے کے لئے عملِ صالحہ کا وجود ہونا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''**لابد من نقرين يد فن معک وهو حی وتد فن معه وانت ميت وان کان کريما اکرمک وان کان لئيما اسلمک و ذلک الغزين عملک فاصلحه ما سطعت**'' یعنی (ایک دوست میرے لئے ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ دفن ہوگا اور تو مردہ بن کر اس کے ساتھ دفن ہوگا، تو اگر شریف ہے تو وہ تیری عزت کرے گا اور اگر تو کمینہ بداخلاق ہے تو وہ تجھے چھوڑ کر فرار ہوگا اور یہ ساتھی یہ دوست تیرا عملِ صالحہ ہے) بس جس قدر ہو سکے اس کی اصلاح کر لے۔

سوال ۵۶: عملِ صالحہ کی صورت کیسی ہے؟

جواب :سیپ میں پوشیدہ موتی جیسی ہے۔

سوال ۵۷ :علم وفن کس طرح حاصل ہوتے ہیں؟

جواب :علم زبان سے اور فن عمل سے حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۵۸ :فقر کس طرح میسر آتا ہے؟

جواب :فقر محبت اور عمل اور استحکام سے حاصل ہوتا ہے یہاں نہ زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ بلکہ عشق اور اخلاق چاہئے محبت اس لئے ضروری ہے کہ کاملانِ خدا کے دلوں میں انوار و اسرار کے علوم پوشیدہ ہوتے ہیں نہ کہ کتابوں میں نہ کسی کی تقریر میں نہ قیل وقال میں ہوتے ہیں کیونکہ کاملین کے علم کا تعلق روح سے ہے اس کو روح سے ہی حاصل کرنا چاہئے، ''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿١﴾'' (الم نشرح ۹۴:۱) کیا ہے؟ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ یہ شرح کی ہوئی دولت سینے میں ہی پوشیدہ ہے اور لوگ اسے اپنے باہر ڈھونڈ رہے ہیں۔

سوال ۵۹ : ''وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ'' (الحدید ۵۷:۴) ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو'' کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب :اگر تو دیدہ ور ہے تو آئینہ دیکھ اور اپنی روشن آنکھوں پر گواہی دے کہ وہ دیکھ رہی ہیں شخص اور عکس کو پہچان، عکس تُو ہے شخص وہ ہے کی مثال پہچان! پانی میں رہکر پانی کی تلاش کرتا ہے، ہوا میں رہکر ہوا کی تلاش کرتا ہے، آئینہ عکس سے نا آشنا، عکس آئینے سے نا آشنا، سیپ سے موتی نا آشنا موتی سے سیپ نا آشنا! بس اس سے زیادہ اور نہیں۔

سوال ۶۰ :ظلم وعدل کیا ہے؟

جواب :ظلم نفسانی کانٹوں کے جنگل کو پانی سے سینچنا ہے اور عدل پھلدار، رزق دار پیڑ پودوں کو سینچنے کا نام ہے کیونکہ پانی اللہ کی عطاء اور نعمت ہے اس لئے اللہ کی پاک عطاء اور نعمت کو ناپاک راستے میں ضائع کرنا توہینِ نعمت ہے اور یہی کفرانِ نعمت بھی ہے۔

سوال ۶۱ :اللہ کی عطاء کو رزق کو اور نعمت کو کہاں صرف کرنا چاہئے؟

جواب :اللہ پاک ہے اس کی عطاء اور اس کی نعمت پاک ہے! لہٰذا اس کو پاک چیزوں کی فلاح میں صرف کرنا چاہئے۔ پاک چیزیں کیا ہیں؟ قلب و جان پاک ہیں قلب وجان کی فلاح اور ترقی کے لئے صرف کرنا چاہئے نہ کہ ناپاک آنتوں میں ہاضمہ کا نوالہ بنانا چاہئے۔

سوال ۶۲ :غمِ دنیا، غمِ روزگار کا کیا کریں؟

جواب :اس غم کو جسم اور جسمانی عقل سے جھیل لیں، برداشت کر لیں تمام غموں کو ملا کر ایک جان کر لیں اور جسم کے حوالے کر دیں وہ انسان جاہل ہے جو ان جسمانی غموں کو جان ودل میں جگہ دیتا ہے، بوجھ کا ڈھونا گدھے کا کام ہے گدھے کا ڈھونا بوجھ کا کام نہیں ہے! جس طرح سرمہ کو کان میں نہیں لگایا جاسکتا اسی طرح قلب وجان سے بوجھ ڈھونے کا کام نہیں لیا جاسکتا! جسم کا کام دل سے نہیں لیا جاسکتا دل کا کام جسم سے نہیں لیا جاسکتا کیونکہ جسم دنیا اور غمِ دنیا کا بوجھ ڈھونے کی سخت مٹی سے بنا ہے۔ اور دل دیدارِ الٰہی کا بار اٹھانے کے لئے نور سے بنا ہے۔

اب کیا کریں گدھے اگر عبادت میں مشغول ہوں اور دل دیدار سے غافل! گدھے تو ثواب کے مستحق شاید ہو بھی جائیں مگر دلوں کا کیا کریں؟ جواندھے ہیں جسموں کے گدھوں کی تربیت کرنے کے لئے علم کا بوجھ اٹھائے آ گئے ہیں! دلوں کی تربیت کرنے والے نہ جانے کہاں کہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ اب جسم کا گدھا ان تک پہنچے تو کیسے پہنچے؟ جہاں چارہ دیکھا یہ بے چارہ بیٹھ گیا۔ ہائے افسوس! یہ کیسا دور آیا ہے! حدیث پاک میں بے عمل علماء کو بوجھ اٹھانے والے گدھے کہا گیا ہے عمل کیا ہے؟ قلب وجان کو دیدار کی دولت سے مالا مال کرنے کا نام ہے۔

سوال ۶۳ : سِدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟

جواب : ''اسمِ ھوٗ'' کا مظہر یعنی قلب ہی کا مظہر ہے ایک ظاہر ہے جو تیرے دل کی جان ہے اور ایک وہ باطن ہے جو پوشیدہ ہے! آگ کے کنویں کے اس پار جس کا رنگ سبز ہے اس کی اصل ساتویں آسمان پر ہے!

سوال ۶۴ : انسان اس دنیا میں کس طرح آیا؟ کیا وہ آنے کی راہ جانتا تھا؟

جواب : نہیں وہ نہیں جانتا تھا وہ دنیا میں آیا! اس لئے کہ اس کا رہبر اللہ تھا! اب اس کی طرف جانے کا راستہ کسی بھی طرح نہیں جانتا؟ کیا راستہ دکھانے کے لئے اللہ نہیں ہے؟ اور بیشک ہے وہ جس طرح تجھے یہاں لایا ہے وہ اسی طرح تجھے لے کر بھی جائے گا، مگر تجھے مضبوط ارادہ کرنا چاہئے۔ اے نادان! تو راستے سے راستہ تلاش کرتا ہے، اس راستہ

میں بغیر راستہ کے جانا ہوتا ہے تو جسم سے راستہ تلاش کرتا ہے جبکہ اس راہ میں جان سے جانا ہوتا ہے۔ جان سے اس اپنے وطن کی طرف کس طرح جایا جائے؟ وجود سے بے وجود ہو جا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا؟ تو سویا پڑا رہتا ہے اور خواب میں کہاں کہاں جاتا ہے وہ کس طرح گیا، بالکل اسی طرح اس وجود کو مراقبہ میں ملا دے اس بے راستہ میں راستہ نکل آئے گا۔

سوال ۶۵ : رسول اور غیر رسول میں کیا فرق ہے؟

جواب : غیر رسول عدم سے خوابیدہ بچے کی مانند وجود میں لائے جاتے ہیں اور رسول باہوش، ذی علم، ذی شعور اور عقلِ کُل ہوتے ہیں اور اسی حالت میں عدمِ محض سے نازل ہوتے ہیں ہم عدمی ہیں ہمارے بچے، ہماری تربیت اور پرورش کے محتاج ہوتے ہیں اور رسول علم، تربیت اور پرورش سے بے نیاز ہوتے ہیں کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ماں کی گود میں نہیں کہا تھا کہ ''میں اللہ کا رسول ہوں اور صاحبِ کتاب ہوں''؟ اہل کتاب انبیاء نے نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی گواہی دی ہے کیونکہ عدم میں وہ آپ کی آمد سے اور آپکے مراتب سے واقف تھے۔

سوال ۶۶ : ''وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ'' (البقرہ ۲:۴۰) (تم اپنا وعدہ پورا کرو اور میرا وعدہ برحق ہے) کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : اخروٹ علم ہے اور مغز عہد ہے۔ چھلکا جسم ہے، مغز دل ہے، انسان درخت کی مانند ہے اور عہد جڑ کی مانند ہے، درخت قالب ہے، جڑ

قلب ہے۔معلوم ہوا کہ تم میرے عہد کو پورا کرو سے مراد اللہ نے فرمایا
يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾
(الفجر ۹۸:۲۷-۲۸) (اے نفسِ مطمئنہ لوٹ کر آجا اپنے رب کی طرف راضی برضا ہوکر)۔"قلوب المؤمنين عرش الله تعالیٰ" (مومنین کے قلوب اللہ کے عرش ہیں) معنیٰ ظاہر ہے کہ تو اپنے قلب کو قلب مومن بنالے تو عرش کا قائم مقام ہوجائے گا اور اللہ عرش پر ہی جلوہ فرما ہے یہاں دونوں وعدے وفا ہوجاتے ہیں۔جاننا چاہئے کہ جڑ کو دیمک خوردہ چھوڑ کر درخت کی حفاظت کرنا بے وقوفی نہیں ہے تو کیا ہے؟

سوال ٦٧ : دین اور دنیا کی حیثیت کیا ہے؟

جواب : دین وفا کی درسگاہ ہے اور دنیا جھوٹے دعوؤں کا میدان ہے۔وفا کیا ہے؟ اوفوا بعهدی ہے۔

سوال ٦٨ : اللہ کا پاک نام کس زبان سے اچھا لگتا ہے؟

جواب : اللہ کا پاک نام صرف اللہ کے وفادار بندے کی زبان پہ اچھا لگتا ہے کیونکہ وفادار زبان پاک ہوتی ہے۔دنیا کا اصول بھی ہے کہ کسی بے وفا کا نام وفادار نہیں لیتا اور کبھی وفادار بے وفائی کو پسند نہیں کرتا کیونکہ بے وفا شخص اپنے آپ میں حرص، حسد، تکبر، کینہ و کپٹ اور لالچ کی آگ سے معمور ہوتا ہے مگر وفادار بے وفا نہیں ہوتا۔جب تک انسان کے دل میں حرص، حسد، تکبر، کینہ و کپٹ اور لالچ موجود ہے تب تک اسکا دل ناپاک ہی رہتا ہے۔زبان کیا ہے؟ دل کا وکیل ہے، ناپاک

دل کا وکیل بھی ناپاک ہی رہتا ہے لہٰذا ناپاک دل والا اللہ کا پاک نام لیتا ہے تو دعوائے تکبر کے سوا اور کچھ نہیں! ویسے بھی یہ دنیا دعوؤں کا میدان ہے یہاں کوئی نہ کوئی دعویٰ کرتا ہی رہتا ہے اپنے دعوے پر کھرا اُترنا آتا کسے ہے؟

سوال ٦٩ : اللہ کا پاک نام کیا ہے؟

جواب : اللہ کا نام پاکیزہ دلوں میں امانت ہے اس امانت کو اس کی اجازت کے بغیر تقریروں، میں تحریروں میں، قیل وقال میں خرچ نہیں کرتے بلکہ اپنی جان دیکر اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر وہ اجازت دے تو بطورِ قاسم اس نام کی برکت کو عوام میں تقسیم کرتے ہیں۔دراصل تبلیغ کا معنیٰ یہی ہے ہر مسلمان مبلغ ہے اس کا معنیٰ بھی یہی ہے نہ کہ وہ جو عام مسلمان کرتے ہیں یہ کام تو اولیاء اللہ کا ہے۔جب تبلیغِ دین کا فریضہ عوام ادا کرتی ہے تو دراصل یہ فرض نہیں فرض کی آڑ میں دعویٰ پیش کررہی ہے اور دعوؤں کا میدان دنیا ہے معلوم ہوا کہ یہ دین کی نہیں دنیا کی تبلیغ ہورہی ہے۔ہر جماعت کا اپنا ایک منشور ہے اور اپنے منشور کے مطابق تبلیغ ہورہی ہے فتویٰ بازی عام ہوتی جارہی ہے کشیدگی بڑھتی جارہی ہے امت فرقوں میں بٹتی جارہی ہے اب انجام کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اے غافل انسان! خدا سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کر اور خدا تیرے عہد کی حفاظت کرے گا۔میرے بھائی! بات کو اپنے مفاد کے خلاف پا کر اللہ اور رسول ﷺ کے لئے مجھ سے ناراض نہ ہو

غور کر اور دیکھ کہ اس دنیا میں تجھ سے کرنے کا کام کیا رہ گیا ہے؟

سوال ۷۰ : ''فَاذۡكُرُوۡنِیۡۤ اَذۡكُرۡكُمۡ'' (البقرہ ۲:۱۵۲) کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ''تم میرا ذکر زمین پر کرو میں تمہارا چرچا آسمانوں میں کروں گا'' یعنی اے انسان تقویٰ کی زمین میں میرے ذکر کا بیج بویا کر اور میں اس کی فصل تمہیں آسمانوں کے مراتب میں عطاء کروں گا اس میں ایک اشارہ ہے اگر ذکر بیج کی مانند ہے تو اللہ نے بیج کے پردے میں برکت بھی عدم سے نازل کیا ہے اور اس نعمت سے ہم سرفراز ہیں۔ پھر انسان اس ذکر کے دانہ کو دکھا کر برکت کی طلب کرتا ہے کہ اے اللہ! ہمیں عدم سے اس کی برکت کو عنایت فرما تو بیشک بڑا عنایت فرمانے والا ہے۔

سوال ۷۱ : کیا ناچیز، چیز سے محبت کر سکتی ہے؟

جواب : ''تو'' ناچیز، لاشئی، بے وجود یا ہے ہی نہیں، تو ہے سے کیا محبت کرے گا؟ جس چیز کا وجود ہی نہیں تو وہ موجود کا ذکر کیا کرے گی؟ یہ بہت کٹھن سوال ہے کسی شئے کے ذکر یا کسی شئے سے محبت کے لئے شئے کا موجود ہونا ضروری ہے اگر موجود ہی نہیں تو ذکر کیا، محبت کیا؟ بس ایک آئینہ ہے، صورت اور عکس کا جھگڑا ہے۔ صورت کہتی ہے کہ میں چیز ہوں اور عکس تو ناچیز ہے، لاشئے ہے، اور عکس کہتا ہے کہ اے صورت میں بھی چیز ہوں، میں بھی شئے ہوں۔ اگر دعووں سے ذکر و محبت کا ثبوت مل سکتا ہے تو چاہے قبول کرو، چاہے نہ کرو، یہ اپنی اپنی عقل کا معیار ہے۔ بس اس قدر کافی ہے کہ ناچیز سے ناچیز کی محبت بھی

ناچیز ہی ہے یہ عجیب کوشش ہے کہ صفر نفی صفر کا نتیجہ میں عدد پانا چاہتے ہو؟ صفر ایک کی نفی سے خود کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو یہ بے سود کوشش ہے صحیح فارمولا ایک نفی صفر ہے ایک ہی بس دوسرا نہیں ہے۔

سوال ۷۲ : اگر شریعت نہ ہوتی تو کیا حال ہوتا؟

جواب : پہلے یہ جاننا چاہئے کہ شریعت کیا ہے؟ شریعت عدل و میزان ہے، شریعت منصف ہے، دو جھگڑنے والوں کے درمیان فیصل ہے، اچھائی اور برائی کے درمیان حق کو ظاہر کرنے کا معیار ہے، دنیا جانتی ہے کہ دنیا کے دو تہائی ملکوں میں کل تک اسلامی راج تھا، آخر یہ کس طرح ممکن ہوا تھا؟ جہاں جہاں جنگل راج تھا، ظلم و بربریت سے انسانیت سسک رہی تھی، تڑپ رہی تھی، وہاں وہاں اسلام پہنچا عدل و میزان کو پیش کیا، مجبور، بے بس مظلوم لوگ جوق در جوق اسلام کی پناہ میں آنے لگے، اسلام سے پہلے دنیا کے ملکوں میں اندھی عقیدتوں ظلم و بربریت، جابرانہ وقاہرانہ کھیل تماشے، ظالم بادشاہوں کے رویّے، غلاموں کا نسل در نسل استحصال کرنا، چھوٹی اور بڑی ذاتوں کی لڑائیاں، قتل و غارت گری، جہالت، طاقتوروں کا کمزوروں پر ظلم کرنا، مذہب کے نام پر تعصب و بربریت، گروہی لڑائیاں عام تھے، جیسے ہی ان ظالم و مظلوم ملکوں کی سرحدوں میں اسلام داخل ہوا، تو کئی ممالک بغیر جنگ کے فتح ہوگئے، کیونکہ لوگ ظلم و ظالموں سے بیزار ہو چکے تھے، شریعت عدل کا میزان ثابت ہوئی، حکم قصاص نافذ کیا گیا، قصاص سے لوگ ڈرنے لگے، شریعت نے علم کا پیغام دیا، اور لوگ علم یافتہ ہونے لگے، شریعت نے تہذیب کا پیغام دیا، اور لوگ مہذب ہونے لگے، شریعت نے ظلم و

بربریت کو کفر قرار دیا، اور لوگ مسلمان بننے لگے، شریعت نے انسانیت کے تحفظ کو اسلام کا نام دیا، اور لوگ قبول کرنے لگے، شریعت نے گناہوں سے توبہ کا موقع دیا، اور لوگ توبہ کرنے لگے، شریعت نے اچھائیوں کا حکم دیا، اور لوگ قبول کرنے لگے، شریعت نے برائیوں سے روکنے اور رکنے کا حکم دیا، اور لوگ قبول کرنے لگے، شریعت نے ناحق قتل کا بدلہ قتل رکھا، اور لوگ خوف کرنے لگے، شریعت عدل کے لئے تعزیرات قائم کرتی گئی، اور لوگ ان تعزیرات میں اپنی حفاظت دیکھکر اسلام قبول کرتے گئے، شریعت نے دو گروہوں کے درمیان، جنگ وجدال کے بدلے صلح اور امن کا پیغام دیا، اور لوگ قبول کرتے گئے۔ مگر افسوس آج سب کچھ اُلٹ پلٹ ہوگیا ہے، شاید ہم سے ماضی میں کہیں نہ کہیں بھیانک غلطی ہوئی ہے، جسکا انجام حال بھگت رہا ہے، شاید ہم شریعت کے نام پر شریعت سے محبت کے نام پر، کہیں نہ کہیں دھوکہ کھا بیٹھے ہیں، اگر ہم شریعت کا تحفظ کرنے والے، مکمل شریعت کو نافذ کرنے والے ہوتے، تو شاید ہمارا یہ حال نہ ہوتا، کہیں نہ کہیں ہم سے غلطی ہوئی ہے، اور ہو رہی ہے، کہ شریعت کو حیلہ اور تاویل سازی کے ذریعہ اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں، بیسیوں جماعتیں ہیں جو شریعت کے نام پر اپنا ایک مختلف نظریہ رکھتی ہیں، ہر ٹکراؤ ہر تضاد ہر نفاق کو مٹانے والی روشن شریعت کے ہوتے ہوئے، آج ہم اختلافات میں مبتلا ہو گئے ہیں، عقائد میں اختلافات کے نام پر فروعی مسائل کے نام پر، جماعتی منشوروں کے نام پر تبلیغی سرگرمیوں کے نام پر، بدعت، کفر اور شرک کے نام پر، کہیں نہ کہیں ہم شریعت کی روح کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں، اور انجام بھگت رہے ہیں۔

شریعت نے ہمیں درندگی اور حیوانیت سے نکال کر انسانیت کا پیکر بننا سکھایا، اگر شریعت مطہرہ کا پاکیزہ قانون نہ ہوتا تو انسانیت سسک رہی ہوتی۔

سوال ۷۳: کیا شریعت ہی سب کچھ ہے یا کیا شریعت ہی طریقت ہے؟

جواب : اور بھی بہت کچھ آگے ہے! شریعت عدل کا معیار اور ترازو ہے، جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جاتا ہے، انسانیت اور شیطانیت کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ شریعت انسان نما جانور کو انسانیت کا پیغام دیتی ہے، امن و آپسی محبت کا پیغام دیتی ہے، جب انسان اسے قبول کرتا ہے تو انسان بن جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "الشریعت اقوالی" شریعت میرے اقوالِ عدل ہیں، یعنی عدل کا قانون ہے انسانیت کا پیغام ہے، جب انسان صدق دل سے شریعت کو قبول کر لیتا ہے، یعنی انسانیت کو قبول کرتا ہے، تو عمل اسے مجبور کرتا ہے کہ چل کر دکھائے، تب جا کہ طریقت اس پر اسلام کو پیش کرتی ہے، اور جب انسان اسلام کے تعلیمات پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو حقیقت اس میں ایک ایمان کے نور کو نمودار کرتی ہے، اور بندۂ سالک بنکر معرفت کی طرف یعنی اللہ کی پہچان کی طرف آگے سفر جاری رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ شریعت عدل کا پیغام ہے، اور معرفت دیدارِ الٰہی کا مقام ہے، پہلا مقام اقرار کا ہے، دوسرا مقام عمل کا ہے، تیسرا مقام پانے کا ہے چوتھا مقام دیدار کا ہے۔

سوال ۷۴: کیا اللہ چاہتا تو بیک وقت کتاب نازل نہیں کر سکتا تھا؟ اگر کر سکتا تھا! تو وقفہ وقفہ سے وحی کیوں نازل کیا؟

جواب : اللہ عوام الناس کو صرف کتاب سے ہی نہیں وحی کے فیوض و برکات سے بھی حصہ عطاء کرنا چاہتا تھا! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ (النحل ۱۶:۶۸) یعنی ہم نے شہد کی مکھیوں پر الہام کیا! شہد کی مکھیاں جو نیش زنی میں بچھوؤں کی مانند ہوتی ہیں، ایسی مخلوق پر الہام نازل ہوا تو، اس الہام کے اثر سے تمام مکھیوں میں اتفاق ہو گیا، اور دنیا کو شہد سے بھر دیا! بالکل اسی طرح وہ وحی ہی کا اثر ہے جو حیوان نما انسانوں میں، امن و اتفاق قائم کرتا ہے، ورنہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دیا، انجیل کا پیغام پانے کے باوجود آپ کی قوم نے آپ کے اور آپ کی والدہ محترمہ کے ساتھ کیا کیا ظلم کیئے، وہ سب تاریخ میں موجود ہے۔ الغرض ہم انسانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے وحی، کتاب سعادت اور الہاماتِ الٰہی، بالائے سعادت ہے، تا کہ ہم شہد کے مکھیوں کی طرح دنیا میں امن و محبت کا شہد تقسیم کریں۔

سوال ۷۵: ''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝'' (الکوثر ۱۰۸:۱) سے کیا مراد ہے؟

جواب : ہم نے آپ کو کوثر عطاء کیا! افسوس ہمارے سامنے کوثر کا سمندر ہے اور ہم پیاسے ہیں، ہم پڑھتے ہیں، مگر پیتے نہیں، ہم تقدیر والے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ اللہ نے فرعون کو دریائے نیل دیا، عزت و جاہ، اقتدار و حکومت کے نشہ باز، طاقت اور قوت کے پہلوان نے دریائے نیل قبول کیا! آخر اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اسی دریائے نیل میں غرق ہو گیا! ہم بھی شاید کوثر کو چھوڑ کر دنیائے نیل کی طرف بڑھ رہے ہیں،

ہمیں دریائے نیل سے پیاس بجھانا چاہیئے یا کوثر سے پیاس بجھانا چاہیئے؟ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہوگا، سارے نفاق بھلا کر، بھید بھاؤ مٹا کر، انسان بنکر، ہمیں کوثر کی جانب راہ اختیار کرنا ہوگا، صاحبِ کوثر ﷺ کی اطاعت صدقِ دل سے کرنی ہوگی! جو کوثر کے مزاج والا نہیں ہوتا اس کے حصہ میں کوثر نہیں آتا! جو شخص نبی کریم ﷺ کی سیرت پر تقریر تو کرتا ہے اور خود اس کی سیرت فرعونی ہو تو اس کو کوثر سے حصہ کس طرح میسر آسکتا ہے؟ ظاہری کوثر کیا ہے، اخلاقِ محمدی ﷺ ہے، یہاں تو اپنی ظاہری زندگی میں اخلاقِ محمدی ﷺ کا کوثر پی لے، پھر تو یقیناً کوثر کا حقدار ہوگا، اس کے بغیر ہر دعویٰ فضول ہے، اخلاق و سیرتِ محمدی ﷺ کے انکار سے کیا انسان ابوجہل اور ابولہب نہیں بن گئے؟

سوال ۷۶: عبادت کی اصل کیا ہے؟

جواب: عبادت کی اصل فنا ہے، مرنے سے پہلے مرنا ہے، اس کے بغیر ہر عبادت حسنات و خیرات، اللہ کی راہ میں مشقت اٹھانا، صبر کرنا، تقویٰ و توکل اختیار کرنا، اگر چہ خوب ہے، مگر یہ سب کچھ مہذب درخت کے پتے اور شاخیں ہیں! فنا کے بغیر یہ سب کچھ ٹھیک ہے، مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا **حسنات الابرار سیئات المقربین** یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ کی مانند ہیں! یہ مقربین کون ہیں؟ مردانِ خدا ہیں، جس عدم سے آئے تھے اسی عدم میں چلے گئے، پہلے نہیں تھے، پھر ہوئے، پھر نہیں ہوئے، سمجھدار کے لئے یہ اشارہ کافی ہے۔ مقامات بس دو ہیں ایک فنا، ایک بقا فنا، سے فانی ہے اور بقا سے باقی ہے،

بندہ فانی ہے اور اللہ باقی ہے، بندہ نہیں ہے، اور اللہ ہے، اب غور فرنا چاہئے کہ ''نہیں''، ''ہے'' کو کس طرح پا سکتا ہے؟ بندے کے لئے معراجِ عبادت صرف یہی ہے کہ وہ اپنے ہونے کو ''ہے'' ثابتکرنے کی بجائے اپنے ''نہیں'' کو ثابت کرے، اگر وہ ''ہے'' کو ثابت کرتا ہے تو ''دو'' ''ہے'' ثابت ہوں گے، اور یہ شرک ہے اور اللہ شرک کو ہرگز پسند نہیں فرماتا! قرآن اور احادیث میں بار بار شرک کی جو مذمت آئی ہے وہ شرک اصل یہی ہے، یہی ہر شرک کی ماں ہے، باقی سب فروعات ہیں۔ اس لئے اللہ نے انسان کو فنا سے ظاہر کیا اور خود بقا میں موجود ہے، بس تو فنا ہو جاتا کہ صرف خدا باقی رہ جائے، اور اس کا راز کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' میں پوشیدہ ہے۔ جس نے اس حقیقت کو جانا سمجھا وہی دراصل کامیاب ہے، ورنہ پڑھنے کو زبان سے تو کوئی بھی پڑھ لیتا ہے! فنا کے بعد کیا ہے کامل حیات ہے، کامل حیات کیا ہے؟ مقام حی القیوم ہے، جب بندہ ان اسماءِ صفات کا مظہر بن جاتا ہے، تو مت پوچھئے کہ کیا ہوتا ہے، بس کامل پیر درکار ہے۔

سوال ۷۷: کیا انسان اللہ کے صفات کی مظہریت اختیار کر سکتا ہے؟

جواب : یقیناً کر سکتا ہے، مگر اس وقت جب وہ جسم سے فنا اور قلب و جان سے بقا کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، سالک کے قلب و جان اللہ کے صفات کی مظہریت اختیار کر لیتے ہیں! جاننا چاہئے کہ جب تک جسم باقی ہے دوئی باقی ہے، اور جب تک دوئی باقی ہے، تب تک اللہ کے صفات کی مظہریت اختیار کرنا ناممکن ہے۔

سوال ۷۸: ''یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً

مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ (الفجر ۹۸: ۲۷-۲۸)'' اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی، اس آیتِ کریمہ کے کیا معنیٰ ہے؟

جواب : یہاں قلبِ مطمئنہ کو دعوت دی جا رہی ہے، قلب و جان کیا ہے؟ اس ذات کے سورج کی روشنی ہے، یعنی اے روشنی تو سورج کی طرف لوٹ آ۔ ہائے ہائے اس ذاتِ پاک کی تعریف کیا کروں، وہ ہر چیز میں نمودار ہے اور پوشیدہ ہے! خاکی ظلمت کی اصل کو اپنی آنکھوں پر پردہ بن کر پڑھنے مت دے، اسے ہٹا اور دیکھ، وہ جلوہ گر ہے۔ جب تو دیکھتا ہے تو، تو نہیں روشنی دیکھتی ہے، جب تو آنکھیں بند کرلے گا، روشنی آنکھوں میں غائب ہو جائے گی اور جو کچھ دیکھا وہ تصور تیرے ذہن میں رہ گیا اور روشنی آنکھ میں غائب ہو گئی۔

سوال ۷۹: ملت ابراہیم علیہ السلام سے کیا مراد ہے؟

جواب : ارشاد گرامی ہے ''فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (ال عمران ۳: ۹۵) اتباع کرو ملت ابراہیم (علیہ السلام) کی جو ملّت حنیفہ ہے، بیشک ابراہیم علیہ السلام کی زندگی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے! معنیٰ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی بہترین عبادت کا نمونہ ہے، آپ کی تمام زندگی ہی نماز کی صورت ہے، آپ نے حالت نماز میں اولاد کی محبت کو اللہ کی محبت پر قربان کر دیا، اور جسم کی محبت کو نمرود کی آگ میں جھونک دیا، اس لئے امتِ مسلمہ کو چاہئے کہ ایسی عبادت کرے، جو ملت ابراہیمی تقاضہ کرتی

ہے۔

سوال ۸۰: اسم اللہ کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : وہ آبِ رحمت کا سمندر ہے اور نور ہے! بس اس حقیقت کو دیکھنے والی آنکھ چاہیئے۔

سوال ۸۱ : اگر کوئی حالتِ نماز میں روئے یا آہ زاری کرے تو کیا نماز فاسد ہو گی؟

جواب : بندہ دو ہی صورتوں میں روتا ہے، یا تو اللہ کی محبت میں، یا دنیا کی محبت میں، اگر وہ اللہ کی محبت میں روتا ہے، تو یہی کمال نماز ہے اور یہ فاسد نہ ہو گی اور اگر دنیا کی محبت یا شکایت میں روتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی! اگر نماز میں صرف اللہ کا خیال ہو اور ماسوا اللہ کچھ نہ ہو تو معراجِ نماز کا کمال حاصل ہو گا، بندہ حالتِ نماز میں تو ہو، اور ساری نماز میں صرف دنیا کا خیال آتا رہے، تو یہ اس کی اپنی حقیقت کا آئینہ ہے گویا اس نے اللہ کی نہیں دنیا کی عبادت کی۔

سوال ۸۲ : آنکھ سے آنسو کیوں چھلک پڑھتے ہیں؟

جواب : ان آنسوؤں کا تعلق دو طرح کی ہستیوں سے ہوتا ہے، ایک اللہ والے دوسرے دنیا والے! جب اللہ والے کی آنکھ کا آنسو باطنی طور پر اللہ کا جمال دیکھتا ہے تو محبت اور قربت کی تمنا میں بہتا ہے، اور جب دنیادار کا آنسو دنیا کی محبت کا مارا ہوتا ہے، اور وہ اسے نہیں ملتی یا اگر وہ دنیوی تکلیف کو دیکھتا ہے تو چھلک پڑھتا ہے، رونا دو طرح کا ہوتا ہے، ایک حضوریٔ قلب سے رونا ایک بے حضوریٔ قلب سے رونا۔

سوال ۸۳: زانی اور زانیہ کو اسلام میں رجم کا حکم کیوں ہے؟

جواب : رجم کا مستحق شیطان رجیم ہے، اس لئے ارکانِ حج میں شیطانوں پر رجم (کنکریاں) مارتے ہیں، یعنی رجم کرتے ہیں، اُسی طرح اسلام میں زانی قابلِ لعنت اور رجم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ زنا کا مرتکب یا زنا بالجبر کا مرتکب، خواہ عورت ہو یا مرد، یہ انسانوں میں گنے نہیں جاتے بلکہ یہ بے حیا شیطان ہوتے ہیں۔ لہٰذا انسانوں کو اس شیطانیت سے محفوظ رکھنے کے لئے زانی اور زانیہ کو ان کے انجام تک پہنچانے کا حکم دیا گیا! کیا قومِ لوط کو شیطان نے اپنے جیسا رجیم نہیں بنالیا؟

سوال ۸۴: شافعِ محشر کے حقیقی معنی کیا ہیں؟

جواب : اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ ''يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝۸۸'' (الشعراء۲۶:۸۸) '' جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ تمہارے بیٹے! نیز ارشاد فرماتا ہے ''مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط'' (البقرہ۲:۲۵۵) '' کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے! اب یہاں جاننا چاہیئے کہ اذن اللہ کیا ہے؟ امر اللہ کیا ہے یا امر ربی کیا ہے؟ اذن اللہ نبی کریم ﷺ کا لقب ہے، اور یہ لقب انبیاء میں صرف نبی کریم ﷺ کو حاصل ہوا، اور اولیاء اللہ میں امر اللہ یا امر ربی کا لقب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر نبی کی ایک دعا اس کی اپنی حیات میں فوراً قبول فرماتا ہے، اور تمام انبیاء کرام نے اس دعا کا استعمال کیا اور میں نے قیامت کے لئے بچا رکھی ہے، روز قیامت کا عالم ایسا ہو گا کہ اللہ اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ فرما ہو گا، اس جلالی جلوہ

کے سامنے ہر کوئی ہیبت زدہ ہوگا! البتہ انبیاء کرام معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود جلالی جلوہ دیکھ کر، سفارش کی کوشش نہیں کر پائیں گے، مگر اس وقت نبی کریم ﷺ سراپا رحمت، رحمت للعالمین آگے آئیں گے، اللہ کا جلال رحمتِ عالم کی رحمت پر غالب نہیں آئے گا، بلکہ رحمت ہی کے ساتھ ہوگا، آپ کے سوا کوئی کسی کی سفارش کے لئے آگے نہیں آئے گا، صرف آپ ﷺ آگے آئیں گے کیونکہ ہم اس دنیائے فانی میں جس شئی کو محبوب رکھتے تھے، مال ودھن، بیوی بچے والدین، دوست احباب اور رشتہ دار، ہر کوئی دامن بچا کر بھاگتے پھریں گے کیونکہ دنیا ہر چیز کی محبت کے بت کی مانند ہے، خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے محبت کرنا، صوفیائے کرام کے نزدیک بت پرستی ہے، نقاش کو چھوڑ کر نقش سے محبت اور انسیت رکھنا سب کچھ ہرگز نہیں معاف ہوگا! ایسی صورت میں ہر نبی ہر کوئی اللہ کی اجازت کا انتظار کرے گا مگر میرے آقا ﷺ اجازت یافتہ تشریف فرما ہوئے ہیں رحمت للعالمین اور شافعِ محشر کے القاب سے ملقب ہو کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ کی سفارش کے بعد اللہ اپنے جلال پر اپنی رحمت کو خود غالب کرلے گا اور اجازت عطاء فرمائے گا، اس لئے آپ کو شافعِ محشر کہتے ہیں۔

سوال ۸۵: ”قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ“ اور ”قُمْ بِاِذْنِیْ“ میں کیا فرق ہے؟

جواب : حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ بھی مردے جلائے مگر ”قم باذن اللّٰہ“ فرما کر، مگر حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ نے ”قم باذنی“ فرما کر مردے جلائے یعنی نبوت کہتی ہے اللہ کے حکم سے اُٹھ! اور سردارِ ولایت کہتے ہیں میرے حکم سے اُٹھ! بظاہر یہ معاملہ حیران کن ہے، کیونکہ انبیاء کرام اُٹھ اللہ کے حکم سے فرما کر مردے جلائے، اور حضور غوثِ پاک نے اُٹھ میرے حکم سے فرما کر مردے جلائے، ایسا کیوں؟ جاننا چاہئے کہ ماسوٰی اللہ ہر چیز اس کے صفات اور اسماء کی مظہر ہے! ہر چیز میں وہی اپنے صفات یا اسماء کے ساتھ جلوہ فرما رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ اللہ کی ذات، اسم اللہ ذات اور تمام رحمانی صفات کے مظہر ہیں۔ یہ مظہریت کیا ہے؟ اُسی کا اِذْن ہے! اس لئے آپ کا ایک لقب اذن اللہ ہے! جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ”مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ؕ (البقرہ ۲:۲۵۵)“ یعنی کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر شفاعت کرسکے۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ ﷺ کی ذات کی طرف باذنہ کا اشارہ ہے، اسی لئے اِذن اللہ کا لقب، جو اب تک صوفیانِ کرام کے سوا پوشیدہ تھا، انہوں نے زمانہ کے تقاضہ کے مطابق، علم و شعور کے مطابق پوشیدہ ہی رکھا، اور آپ ﷺ کو نورِ کل کہا، عقلِ کل کہا، روحِ کل یا روح الروح کہا! اور سب کچھ کہا! مگر اذن اللہ کو پوشیدہ رکھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے قم باذن اللہ کہہ کر مردے جلائے۔ آپ ولیوں کے سردار حضور غوث اعظم نے قم باذنی فرما کر مردے جلائے آپ ولیوں میں ”اسم اللہ“ کے یعنی نام کے مظہر ہیں ”تخلقوا باخلاق اللّٰہ“ اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو یعنی اللہ کے صفات کی مظہریت اختیار کرلو! کے مطابق اللہ کے جمالی اور جلالی صفات کے مظہر ہیں، لہٰذا مظہر خدا نے، قم باذن اللہ کہہ کر مردے جلائے یا قم باذنی کہہ کر مردے جلائے. اس لئے آپ کا لقب امر اللہ ہے آپ نے خود اعلان فرمایا میں امر ربی ہوں! یہاں اپنے حکم سے جلانا بھی خدا کے حکم سے جلانا ہے۔

سوال ۸۶: اکثر دیکھا گیا ہے کہ دنیادار حق پرستوں کی دشمنی پر اتر آتے ہیں اور

حق کو جھٹلاتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب : بیشک عوام الناس میں حق پرست، حق شناس، حق گو ضرور موجود رہتے ہیں، مگر انبیاءِ کرام کی زندگیاں بھی گواہ ہیں، اور اولیاءِ کرام کی زندگیاں بھی گواہ ہیں، کہ دنیاداروں نے حق پرستوں کو ستایا اور جھٹلایا ہے، طرح طرح کی دشنام طرازی کیئے ہیں، اور شاید آج تک کر بھی رہے ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ دنیادار خود پسند، خود پرست، یا شخصیت پرست ہوتے ہیں، دنیادار چاہتے ہیں کہ حق پرست بھی ان کے اشاروں پر چلے، ان کے اُصولوں پر چلے، وہ جسے چاہتے ہیں اسی کو چاہیں! حق پرست لاکھ حق کو پیش کریں، یہ لوگ ہزار طرح کی تاویلیں اور بہانے کر کے اس کا دفع کرتے ہیں جسے وہ لوگ چاہتے ہیں، یا محبت کرتے ہیں، حق پرستوں کی محبت میں انہیں نفرت نظر آتی ہے! وہ جسے چاہتے ہیں اس کی نفرت میں بھی محبت دیکھتے ہیں، ان کی نظر میں ہنر عیب اور عیب ہنر بن جاتا ہے۔ دراصل یہ سب بت ہیں جو حق پرستوں اور حق کے خلاف گواہی دیتے ہیں، اور یہ بت اپنی منوالینا چاہتے ہیں اور کل قیامت میں یہ سب بھاگے بھاگے پھریں گے۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ حق پرستوں کو دنیا میں تنہا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اچھا ہے، کل قیامت میں بھاگنے والوں کو آج دنیا میں بھی انسے بھگارہا ہے، دنیا کیا ہے؟ دنیا خود ایک بت ہے، دنیا پرستی بت پرستی ہے، اور وہ بھی بت ہی ہے، جس کی محبت میں ہم حق کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ طرفداری بت پرستی ہے۔ رہا بُتوں کا سوال وہ بھی تو اسی دنیا میں ہیں، جس کی محبت میں ہم دن رات رورہے ہیں، ماتھا پیٹی اور جگرسوزی کررہے ہیں، بے انصافیاں کررہے ہیں،

کبھی دنیا کو دھرم کے نام پر بیچتے ہیں تو کبھی دھرم کو دنیا کے نام پر بیچ رہے ہیں۔

سوال ۸۷: تصرّف کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء کرام کے کرامات کو خدا کا تصرف کہتے ہیں! تصرف خدا سے ہونا چاہئے نہ کہ بندے کے اختیار سے! اگر بندے کے اختیار سے ہوتا ہے تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ صوفیان کرام کہتے ہیں کہ کامل پیر تصرف کا حق رکھتا ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ اپنے دوست کے ارادہ کو پورا فرماتا ہے، ورنہ اللہ کا ولی تو آلہ کی مانند ہوتا ہے، اس میں خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا، جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ اللہ ہی کرتا ہے، معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے پردے میں خود اللہ معاملہ فرماتا ہے۔

سوال ۸۸: دنیا کو عالمِ اسباب کیوں کہتے ہیں؟

جواب : ہم سبب واسباب کے پابند مکاں میں ہیں اور مسب الاسباب لامکاں میں ہے۔ اور اسباب پردے ہیں، ذرا ان پردوں میں ہلکا سا روزن کرو ہی نظر آئے گا! جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درخت شعشہ کے پردے سے نظر آیا تھا! اے عقلمند! اسباب سے رہا ہو جا پھر دیکھ کہ کیا ہوتا ہے۔

سوال ۸۹: چار مقرب فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : یہ چاروں فرشتے عرش کے انوار ہیں، ان میں سے ایک حضرتِ جبرئیل ہیں جو حضرتِ انسان کے قلب کی زندگی کا نور ہیں اور قلب وحی کی جان ہے، اور اس کا مقام لامکاں ہے۔ حضرت اسرافیل بدنی

زندگی کی جان ہیں آپ کے صور کی آواز سے مردہ جسم زندہ ہوتے ہیں، حضرت میکائیل پانی کے ذریعہ جسموں کو رزق مہیا فرماتے ہیں اور حضرت عزرائیل غضب سے نفس پر موت طاری کرتے ہیں۔

سوال ۹۰ :حضرتِ انسان کی تخلیق کا مرحلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو زمین پر بھیجا تا کہ وہ مٹی لائے مگر وہ خالی ہاتھ لوٹ گئے اس میں کیا راز ہے؟

جواب :اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہت پہلے، اس بات کو ظاہر فرما دیا تھا کہ اس کے غضب پر رحمت غالب آتی ہے، جب حضرت جبرئیل نے زمین سے مٹی لینا چاہا، تو زمین نے حضرت جبرئیل سے فریاد کی، روتی اور گڑ گڑاتی رہی اور اللہ کی دہائی دیتی رہی، یہ دہائی اللہ کی قسم دینے کی مصداق تھی، جیسے ہی زمین نے اللہ کے نام کا واسطہ دیا یعنی اس کی رحمت کا واسطہ دیا تو حضرت جبرئیل خالی ہاتھ لوٹ گئے، کیونکہ اس کا نام سراسر رحمت ہے اور رحمت غالب آئی، آپ کے بعد حضرت میکائیل کو بھیجا زمین روئی گڑ گڑائی، زمین کے آنسو دیکھے اور آپ لوٹ گئے، کیونکہ اللہ کے نزدیک عاجزی کے آنسوؤں کی بڑی قدر ہے، اللہ کو عجز کی آنکھ کا آنسو بہت محبوب ہے، لہٰذا میکائیل نے اس آنسوؤں کی قدر کی جو اللہ کو محبوب ہیں اور وہ لوٹ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے اس راز سے آشنا کر دیا کہ اللہ جس کو کسی مصیبت سے نجات دینا چاہتا ہے، تو آہ وزاری میں مبتلا کر دیتا ہے، یہ اسی کی رحمت ہے جو غضب پر غالب آتی ہے، پھر حضرت اسرافیل کو بھیجا ظاہر حکم خدا تھا،

اور باطن پر منع کا حکم دیا اور آخر کار حضرت عزرائیل مٹی لائے۔

سوال ۹۱ :بندہ کیا سوچ کر گناہ کرتا ہے؟

جواب :جب بندے سے اللہ کی رحمت روٹھ جاتی ہے، تو اس کے گناہ اسے عبادت معلوم ہوتے ہیں۔

سوال ۹۲ :پنج وقتہ نمازوں میں کیا راز پوشیدہ ہیں؟

جواب :جب مؤذن اذان پکارتا ہے اور حی علی الفلاح کہتا ہے تو بندے کو اپنا کیا کرایا سب کچھ یاد آ جاتا ہے، وہ کانپ جاتا ہے اور اللہ کی بارگاہ یعنی مسجد میں چھپ کر جسم کو جھکاتا ہے اور دل کو ندامت کے آنسو رلاتا ہے، کیونکہ اللہ کو یہ آنسو بہت پسند ہیں اور انہیں آنسوؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر آئی ہوئی بلا کو ٹال دیتا ہے۔

سوال ۹۳ :''جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ط'' (البقرہ ۲:۲۵) سے مراد کیا ہے؟

جواب :عرش کے نیچے مغفرت کی چار نہریں بہتی ہیں، دودھ، شہد، شراب، اور پانی کی، پھر یہ نہریں جنّتیوں کے لئے جنت میں داخل ہوتی ہیں، اور کچھ ان کے اثرات دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں، مگر یہاں یہ عناصر سے آلودہ ہو کر گدلی ہو جاتی ہیں، گو آج دودھ حیات کا ضامن ہے، شہد شفاء کا ضامن ہے، شراب غم اور غصہ کو دفع کرنے کے لئے ہے، اور پانی حسن اور تروتازگی کا ضامن ہے، مگر افسوس انسان اصل تک پہنچنے کی بجائے نقل پر قناعت کر بیٹھا ہے سب کچھ اصل کے برعکس کر بیٹھا ہے۔

سوال ۹۴ :شہید کسے کہتے ہیں؟

جواب :اللہ کی راہ میں، اس کی رضا جوئی، اور اس کی محبت میں، اس کے فراق کے غم میں، جو بھی مر گیا خواہ وہ دشمن حق کی تلوار سے ہو یا موت کی تلوار سے مرا ہو وہ شہید ہے۔ ایسے ہی شخص کے لئے اللہ کا فرمان ہے ''وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾'' (آل عمران ۳:۱۶۹) جو لوگ راہِ خدا میں قتل کئے گئے انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے یہاں رزق دیا جاتا ہے۔ کہ شہید کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہے! ورنہ عرفِ عام میں عام عقل، عام انسان جسے شہید تصور کرتا ہے، یہ اس کی اپنی عقل کی اپج ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰى جِهَادِ الْاَكْبَرِ'' کہ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں یعنی جہاد بالسیف نہیں جہاد بالنفس کی طرف لوٹتے ہیں، معلوم ہوا کہ انسانیت کے دشمن کیساتھ لڑنا الگ ہے اور خود سے لڑنا الگ ہے۔

سوال ۹۵ :قلب کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :قلب وہ ہے جس میں چھ جہات سما سکتے ہیں! قلب وہ ہے جو دو جہاں میں نہیں سما سکتا، مگر قلب میں دونوں جہاں سما سکتے ہیں کیونکہ قلب لا مکانی ہے۔

سوال ۹۶ :عارف کی روح کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے؟

جواب :ایک بحر بے کنار میں ہے اور بلیٰ بلیٰ کے نعرے لگا رہی ہے۔

سوال ۹۷ :عقلِ ناقص کسے کہتے ہیں؟

جواب :یہ عقل بے وقوف ہوتی ہے، موت کو زندگی سمجھتی ہے، اور زندگی کو موت! ہر چیز کو الٹا ہی دیکھتی ہے! ہر چیز میں بدگمان رہتی ہے، اس لئے حسنِ ظن کا حکم ہوا ہے، کیوں کہ نیک گمان کرنا عقلِ کامل کی نشانی ہے۔

سوال ۹۸ :قیامت میں روحیں اپنے جسموں کو پہچان کر کس طرح داخل ہوتی ہیں؟

جواب :اپنے ہی جسم کو دیکھ لے! کہ روح رات بھر غائب رہی اور صبح ہوتے ہی جسم میں داخل ہوگئی! اسی طرح قیامت میں جب روحیں جسم میں داخل ہو رہی ہونگی، وہ صبح قیامت ہے، تصوف کی اصطلاح میں روح کا جسم میں داخل ہونا صبح ہے، اور جسم سے نکل جانا رات ہے، ایک طلوع ایک غروب، اس طرح کئی مشارق ہیں اور کئی مغارب ہیں، اور اللہ رب المشارق والمغارب ہے، اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ روحوں کو جسموں میں داخل کرنے والا اور جسموں سے روحوں کو نکالنے والا۔

سوال ۹۹ :اعمالنامہ کہاں ہوتا ہے دائیں یا بائیں طرف؟

جواب :اعمال نامہ روح کے دائیں اور بائیں طرف ہوتا ہے، اور روح کے ساتھ ہی محوِ سفر رہتا ہے، سوئے ہوئے کی روح جب جسم سے کچھ گھنٹوں کے لئے نکل جاتی ہے تو یہ روح کیساتھ ہی دایاں، بایاں بن کر پرواز کرتا ہے، اور جب صبح کو روح جسم میں داخل ہوتی ہے، تو اعمال نامہ بھی اچھا اور برا، دایاں بایاں بنکر داخل ہو جاتا ہے اور ہر روز دایاں بایاں بدلتے رہتا ہے۔ اگر انسان اپنی اصلاح کر لیتا ہے، یا توبہ کرتا

ہے، یا گناہ سے نفرت کرتا ہے، تو کل جو بائیں ہاتھ میں تھا آج دائیں ہاتھ میں آجاتا ہے، انسان اگر کل اچھا کیا تھا، اور آج بہت برا کیا تو کل کے دائیں اعمال آج بائیں ہاتھ میں آجاتے ہیں، اور اگر اسی حالت میں موت واقع ہوگئی تو اس کا اعمال نامہ سیاہ رہ جائے گا۔ اسلئے ہر گھڑی ہر موقع پر صبح وشام توبہ کرنے کا حکم ہے تاکہ بوقتِ قضا ہمارا اعمال نامہ ہمارے داہنے ہاتھ میں ہو۔ معلوم ہوا کہ ہمارا سونا اور جاگنا قیامت کے یقینی ہونے پر دو گواہ ہیں، مگر اعمال نامہ پوشیدہ ہے قیامت میں ظاہر ہوجائے گا۔

سوال ۱۰۰: قیامت میں آخر کیا ہوتا ہے؟

جواب : نیتوں کا حال، دلوں کا راز جسموں سے ظاہر ہوتا ہے، یعنی جسم کا ہر حصہ اپنے ہر کرتوت کی گواہی دے گا۔

☆☆☆

مجلس یازدہ

{ یَافَقِیْر مُحیُ الدِّیْنُ شَاھِدُاللّٰہ }

سوال: ''یَا فَقِیر محی الدین شاھداللّٰہ'' کیا ہے؟

جواب: ''**اذا تم الفقر فھو اللّٰہ**'' کا مقامِ فقیری فقر وفیض بخش ہوتا ہے اور بڑی قدرت والا ہوتا ہے گویا کہ وہ دستِ قدرت کا شاہکار ہوتا ہے اس کا ایک اشارہ نوشۂ تقدیر کو پلٹ دیتا ہے! اس مقام پر بہت کم لوگ پہنچتے ہیں جو ''**الفقیر لا تحتاج الا اللّٰہ**'' کے مرتبہ پر آتے ہیں، یعنی '' فقیر اللہ کے سواء کسی کا محتاج نہیں ہوتا'' مگر میرے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شانِ امتیاز یہ ہے کہ ''**الفقیر لایحتاج الی اللّٰہ**'' یعنی '' فقیر اللہ کا بھی محتاج نہیں ہوتا'' کے مرتبہ پر فائز ہیں اس قولِ پاک سے غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ اس کی ذات کا بابرکت، باقدرت ایک نام پاک ہے تمام قدرت کی کاریگری اس نام پاک کی محتاج ہے مگر اللہ کی ذات بے نیاز ہے۔ دوسرے قول میں جب فقیر ذاتِ بے نیاز میں فنا ہوجاتا ہے تو وہ بھی ذات باری تعالیٰ کی مانند بے نیاز ہوکر '' فقیر اللہ تک کا بھی محتاج نہیں ہوتا'' کے مقام پر آجاتا ہے۔ مگر یہ مقام خاص میرے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہاں آپ اس مقام پر ہیں جہاں ذات سے اسم کی گواہی دی جاتی ہے یا ذات سے اسم کی قدرت بیان کی جاتی ہے اب اس کا معنیٰ یوں ہوا کہ '' ائے دین کو زندہ کرنے والے فقیر **لا یحتاج الی اللّٰہ** آپ شاہد اللہ ہیں۔''

سوال ۱ : عرفاء سے کیا مانگنا چاہئے؟

جواب : وہ سرمہ جس کو لگانے سے یہ چشمہ جیسی بصارت سمندر بن جائے۔

سوال ۲ : تکبر کی صورت کیسی ہے؟

جواب : جمی ہوئی برف کے پہاڑ کی مانند جو سورج سے غافل ہے وہ ہماری آنکھ میں ہے مگر ہماری آنکھ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ تکبر کیا ہے؟ صرف ظاہر پر قناعت کر لینا ہے شیطان نے صرف اپنے ظاہر پر قناعت کر لیا لہٰذا باطن کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

سوال ۳ : کہتے ہیں موذن کا بڑا رُتبہ ہے؟

جواب : بیشک وہ اللہ کا منادی ہے اگر موٴذن اللہ کیلئے اذان دیتا ہے تو گراں قدر ہے اگر پیسے کیلئے اذان دیتا ہے تو بے وقت اذان دینے والے مرغے کی مانند ہے۔

سوال ۴ : کیا ہر چیز عاشق کی اطاعت کرتی ہے؟

جواب : جس چیز میں، جس شخص میں حضرت عشق جلوہ افروز ہوتے ہیں تو ہر وہ چیز جو عوام کو ضرر پہنچاتی ہے وہ عاشق کی اطاعت کرتی ہے۔ جس طرح جناب مجنوں کو درندوں نے ضرر نہیں پہنچایا بلکہ شیر، بھیڑیا، لومڑی ہر جانور چرند و پرند آپ کا طواف کرتے تھے کیونکہ دنیا کی بہت سی مخلوق عشق کی خوشبو سے واقف ہے۔ مگر افسوس حضرتِ انسان ناواقف!

سوال ۵ : حضرتِ عشق کہاں چھپے ہوئے ہوتے ہیں؟

جواب : '' وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ '' (ق ۵۰:۱۶) پڑھ لے

(ہم تیری رگ جاں سے قریب ہیں) بس حضرت عشق ایک رگ میں پوشیدہ ہوتے ہیں اس کا ظاہر تیری سانس میں '' اسمِ ھُو '' ہے اور اس کا باطن تیری بصارت کی رگ جان ہے۔

سوال ۶ : مجنوں کی لیلیٰ کہاں ہے؟

جواب : اسی کے جسم کی سیپ میں موتی کی طرح پوشیدہ ہے۔

سوال ۷ : حسن اور عشق کیا ہے؟

جواب : اہل دل کی عقل خوب جانتی ہے کہ یہ دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں رہکر بھی ایک دوسرے سے بچھڑی ہوئی ہیں اور یہ ایک دوسرے سے ملنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں دراصل لیلیٰ اور مجنوں میں کوئی فرق نہیں تھا '' یہ وہ '' '' وہ یہ '' تھا۔

سوال ۸ : نماز کے اوقات میں کیا فضیلت ہے؟

جواب : یہ پانچ اوقات جنت کی پانچ فضیلتوں کو بیان کرتے ہیں صبح کا وقت شراباً طہورا کی مستی کا عالم ہے انسان تر و تازہ پاکیزہ مستی میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے نماز کا سہارا لیتا ہے۔ وقتِ ظہر دودھ کی مانند ہے جس سے انسان کو توانائی حاصل ہوتی ہے۔ وقتِ عصر شہد کی مانند ہے جس سے انسان صحت مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بصورت نماز ادا کرتا ہے۔ وقتِ مغرب پانی کی مانند ہے ہر محنت اور حرکت کی گرمی سے ٹھنڈا ہو کر پانی کے مزاج کے مانند پاک ہو کر اللہ کا شکر بصورت نماز ادا کرتا ہے اور بوقتِ عشاء عدم سے آکر عدم کی طرف لوٹ

جانے کی تمنا کا اظہار بصورت نماز کرتا ہے۔

سوال ۹ :" انت اناو انا انت "کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ہیرا ایک قسم کا پتھر ہی ہوتا ہے جب وہ اپنی صفات کو زائل کر کے سورج کے صفات سے متصف ہوتا ہے تو دونوں کی حقیقت واحدہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اب ہیرا خود کو سورج کہے یا ہیرا دونوں صورتوں میں ایک ہی حقیقت کا اعتراف ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ نے کبھی انا الحق کہا کبھی "لیس فی جبۃٍ الا اللہ" کہا! ایسے وجود کو جس نے دیکھا اس نے حق ہی کو دیکھا کیونکہ حق کے لحاظ سے یہ دعویٰ حق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا) "من رانی فقد رائی الحق" یا جس نے پیر کامل کو دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا! وغیرہ وغیرہ۔ ورنہ کہاں پتھر کہاں سورج پتھر تاریک ہے سورج نور ہے ظلمت اور نور ایک دوسرے کی ضد ہیں جب پتھر ظلمت سے پاک ہوگیا وہ نور کا محل بن گیا اس کو ہیرا کہا گیا یا آفتاب کی دونوں صورتیں حق ہیں۔ جب تک ظلمت تھی کفر باقی تھا جب ظلمت نکل گئی کفر سے پاک ہوگیا! دراصل دین خدا میں جو کفر کی اصطلاح موجود ہے وہ اسی ظلمت کو کہتے ہیں! بندہ جب تک ظلمت کا قیدی ہے نفس کا بندہ ہے اور نفس کا بندہ خدا کا بندہ نہ ہوا اس لئے اسے کافر کہتے ہیں۔ جب تک پتھر ہیرا نہیں بنا تھا وہ اپنے وجود پر خود گواہ تھا ایک پتھر کا وجود دوسرا سورج کا وجود دو وجود اس کا اثبات شرک ہے

دینِ خدا میں شرک کی اصطلاح سے مراد دو ہستیوں کا اثبات ہے یعنی خود کا بھی اثبات اور خدا کا بھی اثبات ہے ورنہ عوام الناس کفر و شرک کا معنیٰ کچھ بھی لے لے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب تک بندے کا نفس فناء کی منزل میں ہے وہ کفر ہی میں ملوث رہے گا اور جب نفس فناء ہو جاتا ہے تو اسکی روح بقاء کی طرف کوچ کر جاتی ہے۔

سوال ۱۰ : درویش اکثر جواہرات پہنتے ہیں آخر کیوں؟

جواب : ہاں درویش جواہرات پہنتے ہیں اگر کسی کامل درویش کو عقیق پہنا دیکھو تو سمجھ لو اس نے عشق پہنا ہے۔ اگر کوئی زمرد پہنتا ہے تو جاننا چاہئے کہ زمرد کی روشنی اور نور کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو کر بھاگ جاتا ہے یعنی اس جگہ سانپ نہیں آتے اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ نفس کا موذی سانپ اس پر غلبہ نہیں کرتا۔ اگر کوئی موتی پہنتا ہے تو جاننا چاہئے کہ اس کا وجود ایک چھپا ہوا موتی ہے اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ اس قسم کی بہت سے تاثیرات اور مطالب ہوتے ہیں۔

سوال ۱۱ : بقا کیا ہے اور دیدار کس طرح ممکن ہے؟

جواب : سیاہ فنا کے پردے میں یہ ممکن ہے، افسوس اندھا آئینہ کیا دیکھے!

سوال ۱۲ : انسان کے وجود میں اور اللہ کے وجود میں کیا فرق ہے؟

جواب : یہ وجودِ صفت ہے وہ وجودِ ذات ہے صفت کی قید سے چھوٹ جا، صرف ایک وجود ذات رہ جائے گا۔

سوال ۱۳ : علم اور حلم میں کیا فرق ہے؟

جواب :علم دودھ کی مانند ہے جس میں دہی چھاچھ مکھن اور گھی ہے اور گھی میں چربی اور چربی میں وہ نور پوشیدہ ہے جس سے تو دیکھتا ہے۔ علم کو صرف دودھ کی طرح پی گیا تو اسے عالم نہیں کہتے بلکہ اس میں حرکت اور محنت کر کے وہ نور حاصل کرنا چاہئے جس سے مشاہدۂ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ حلم کیا ہے؟ حلم شراب کی مانند ایک مستی ہے جس میں خطا اور ثواب پوشیدہ ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو علم نے تو بیدار رکھا مگر اس کے حلم کی مستی میں خطا صادر ہوئی۔ یہ حلم کیا ہے؟ انبیاء کرام کا اثاثہ ہے انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ اس سے باخبر ہے اور علم رکھتا ہے علم گرفت کرنا چاہتا ہے تو اس کا حلم اور رحمت غالب آجاتی ہے اور وہ بندے کی کرتوت پر حلم سے پردہ ڈال دیتا ہے ورنہ اگر فوراً گرفت چاہتا تو کس کی مجال تھی کہ روک سکتا! کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے میں اس کا حکم پوشیدہ ہے، نہ کہ علم، یہ دعوائے حلم ہے نہ کہ علم! اگر یہ دعوائے علم ہوتا تو وہ سب کچھ جانتا ہے، دعویٰ کیوں کرتا ہے؟ نہ جانے لوگوں نے اس دعویٰ کو کیا سے کیا سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کی نفی کر بیٹھے! اس کا علم اظہار چاہتا ہے، اور اس کا حلم پوشیدہ رکھتا ہے۔

سوال ۱۴ :لفظ ''اَلَسْتُ'' کا معنی کیا ہے؟

جواب :اس ایک لفظ میں نفی اور اثبات چھپے ہوئے ہیں، لیس میں نفی اور استفہام میں اثبات پوشیدہ ہے، اور دونوں اشاروں کو ایک لفظ میں

بیان کیا گیا ہے یعنی الست بربکم اور لست بربکم دونوں میں نفی پوشیدہ اور نفی کی نفی سے اثبات ثابت ہوتا ہے، ایک اس کا جلال ہے ایک اس کا جمال ہے! ایک اس کا غضب ہے، ایک اس کا کرم ہے۔ اس ایک لفظ میں غضب اور کرم پوشیدہ ہے، اس قول کے دعویٰ میں انسان نے بلیٰ جو کہا، بس یہاں سے اس کا امتحان شروع ہوا! الست کا غضب باطل پرستوں کو کھینچ لیتا ہے، اور الست ہی کا کرم حق پرستوں کو کھینچ لیتا ہے۔

سوال ۱۵ :''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف ۷:۱۷۲)'' کہاں پوشیدہ ہے؟

جواب :عقل و ہوش کی سماعت میں پوشیدہ ہے یہ آواز لاہوت میں سنائی دیتی ہے جب بندہ اپنے لب اور کان مکمل بند کر لیتا ہے۔

سوال ۱۶ :خدا کو کہاں پائیں؟

جواب :تیری جان اس کا فرش ہے، تیرا دل اس کا عرش ہے تو خود طئے کر لے۔

سوال ۱۷ :حاسدوں کا حسد کہاں ہوتا ہے؟

جواب :آئینہ دیکھ! تیری وفا کے گھر پہ کالا تالا لگا ہوا ہے اور اس کے چاروں طرف دغاباز سفید سائے نظر آتے ہیں یہ حسد بھی ہے اور حاسد کے خیالات بھی ہیں۔

سوال ۱۸ :''لاالہ الااللّٰہ'' اور ''اشھدان لاالہ الااللّٰہ'' میں کیا فرق ہے؟

جواب :زمین اور آسمان کا فرق ہے پہلا ''کلمہ'' جسم کی زبان سے ادا کرنا ہے دوسرا ''کلمہ'' بغیر جسمانی زبان کے ادا کرنا ہے یعنی عمل کی زبان

سے ادا کرنا چاہئے۔

سوال ۱۹ : ایمان بالغیب کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ باقی ہے، بندہ فانی ہے اللہ اپنے جاہ جلال صفات وکمال کے ساتھ موجود ہے اور بندہ موجود نما غیر موجود ہے، اللہ نیست نما ہست ہے، بندہ ہست نما نیست ہے، اللہ موجود، بندہ غائب، اللہ باقی، بندہ فانی۔ اپنی فنا میں جا! موجود جان کی آنکھ سے فانی یا فنا میں غیب کے باغ و بہار دیکھ مگر یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب جان ایمان کے نور کا مشاہدہ کرلیتی ہے ورنہ ایمان کا جاننا اور ہے، ایمان بالغیب اور ہے۔ دریا کا جھاگ کیا ہے؟ دراصل یہ خاک ہے یہ خاکی انسان پانی پر ہے، نہ پانی ہے نہ پانی میں ہے، وطن میں بے وطن ہے، اس بے وطن کو وطن کی کیا خبر کہ وہ بھی کبھی کوئی قطرۂ دریا رہا ہوگا۔

سوال ۲۰ : شیطان کے داؤ پیچ کس پر نہیں چلتے؟

جواب : اس فقیر پر جس کا وجود پانی اور اس کی جان موتی بن گئی ہو اور وہ نقاش کے نقوش کا مشاہدہ کررہا ہو اس پر شیطان کا قابو نہیں چلتا۔

سوال ۲۱ : شیطان غالب کس پر آتا ہے؟

جواب : شیطان اس شخص پر غالب آتا ہے جس کی عقل مؤنث اور نفس مذکر ہو کیونکہ شیطان نفس کا وزیر ہوتا ہے۔ شیطان عالم تھا! لوگوں کو وہ جہل کی تعلیم دے کر گمراہ کرتا ہے یا علم سکھا کر علم ہی سے مار دیتا ہے جس کی عقل مذکر ہو اور نفس مونث تو شیطان کا کوئی ہتھیار اس پر کارگر نہیں

ہوتا اس لئے شیطان حضرتِ آدم علیہ السلام کو نہیں حضرتِ حوا کو فریب دینا چاہا اور اس لئے مرد کو "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" (النساء۴:۳۴) یعنی (ہم نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے) کے تحت عورت پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔

سوال ۲۲ : کیا یہ علم اور علماء کا دور ہے؟

جواب : نہیں! علم کا معنیٰ ہے عرفان اور عرفان کا معنیٰ ہے علم سے معلوم تک پہنچنا یعنی خدا کو پہچاننا۔ عالم کی تعریف العالم العارف ہے یعنی عالم اسے کہتے ہیں جو عارف ہو اور عارف اسے کہتے ہیں جو اللہ کو پہچانتا ہو۔ اب بتاؤ وہ علم کہاں اور کس قدر ہے جس سے اللہ کا عرفان ہو؟ بتاؤ وہ عالم کہاں ہے جو علم دیدارِ الٰہی سے روشن شمع بن گیا ہو ورنہ اندھیرا چھٹ جاتا نہ اتنے فرقے ہوتے نہ جماعتیں ہوتی ہاں آج کا دور علمی وکالت کا دور ہے۔ اسلامی قانون کے وکیل ہزاروں نہیں لاکھوں ہیں اور حق کو دلائیل و براہین سے ثابت کرتے ہیں، ناحق کو بھی دلائل و براہین سے ثابت کرتے ہیں اور سارے دلائل و براہین کے بھنڈار قانون اسلام کی کتابوں میں موجود ہیں تعزیرات کا عائد کرنا، دفعات کا نافذ کرنا کسی کو قصوروار، کسی کو بے قصور ثابت کرنے کا نام وکالت ہے، فتویٰ دراصل شرعی فیصلہ ہے۔ مسلم عوام ان فیصلوں کو قبول بھی کرتی ہے اور رد بھی کرتی ہے کیونکہ آج کل دیکھا جارہا ہے کہ بڑے بڑے ناموں پر فتوے کے فیصلے سنائے جارہے ہیں کسی کو کافر بنایا جارہا

ہے کسی کو مسلمان بنایا جا رہا ہے مگر عوام ہے کہ اندھا دُھند اس مشہور و معروف نام کے پیچھے بھاگ رہی ہے جس پر ناگوار فتویٰ لگ چکا ہے، لاکھوں کروڑوں لوگ ان کو سر آنکھوں پر لئے پھرتے ہیں جس پر بھی فتوے کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔ ایک جماعت دوسری جماعت کے خلاف فیصلے سنا چکی ہے، دوسری جماعت تیسری جماعت کے خلاف فیصلے سنا چکی ہے مگر مسلم عوام کہاں مانتی ہے وہ تو بس وہی کرتی ہے جو اس کو پسند آتا ہے اسی کی تقلید کرتی ہے جو اس کے من کا محبوب ہے۔ گو کہنے کو وہ اپنے آپ کو غیر مقلّد ہی کیوں نہ کہہ لے اپنے من پسند محبوب کی تقلید ضرور کرتی ہے۔ یہ جو میں نے حالاتِ حاضرہ کا چلتا پھرتا پروگرام پیش کیا ہے یہ ایک طرفہ ہے دوسری طرف اللہ کو پہچاننے والے العالم العارف، عالم و عارف ضرور موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے اور جب اللہ کا ولی اس زمین پر ایک بھی نہیں رہے گا قیامت قائم ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ وکیلِ دین کے دلائل و براہین قیاس سے خالی نہیں ہوتے مگر عالم و عارف دین کے دلائل و براہین مشاہدۂ الٰہی سے ہوتے ہیں۔

سوال ۲۳ : عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب : عقیدہ کا تعلق علم واردہ سے نہیں قلب و نیت سے ہوتا ہے قلب و نیت اگر نور ہے یا اللہ کے نور سے منور ہے تو نور میں پیدا ہونے والا عقیدہ بھی نور ہی ہے وہ جس کی نیت اور قلب نور ہے اس کا عقیدہ اس کی

تقریر سے اس کی تحریر سے، حرکت سے، اشارے کنائے سے نور بنکر برستا رہتا ہے۔ ورنہ بس اور کیا کہیں حالات حاضرہ کا مشاہدہ خود کرلو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''کل اناءٍ یترشح بمافیه'' ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس برتن میں ہے۔

سوال ۲۴ : علم کمال کو کب پہنچتا ہے؟

جواب : علم جب نور کی شکل اختیار کر کے معلوم کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو اس علم کو کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم کے علم سے سرکش قوم بھی نور حاصل کر لیتی ہے۔ آج ہم اپنے وطن میں ہی دیکھیں تو خواجۂ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور کئی وہ علماء کاملین جنہیں ہم اولیاء اللہ کہتے ہیں ان نفوسِ قدسیہ کے علمی کمال ہی کا نتیجہ ہے جسے ہم مسلمان ''دین'' کہتے ہیں اور ہم دیندار ہوئے۔ علم وہ کمال ہے جس سے وحدت میسر آتی ہے علم بے کمال وہ ہے جو وحدت کو کثرت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

سوال ۲۵ : آج کل بہت لوگ تقلید سے بیزار ہو کر غیر مقلد ہوئے جا رہے ہیں آخر کیوں؟

جواب : کیونکہ یہ لوگ مقلد کو فریب خوردہ اور فریب دینے والا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے دلائیل و براہین میں قیاس کے سوا کچھ بھی نہیں۔

سوال ۲۶ : علمِ ظاہر اور علمِ باطن کیا ہے؟

جواب : علمِ ظاہر ایک کٹیا کی مانند ہے اور علمِ باطن لامحدود میدان ہے۔ کسی کسی عالمِ ظاہر کا مزاج ایک مغرور وکیل کی مانند ہوتا ہے اور عالمِ باطن

کا مزاج مکمل علم و تعلیم ہوتا ہے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا اور اس کا دین اس کے قول و فعل سے برستا ہے اور لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ افسوس آج کی اس امت کو حضرت نوح علیہ السلام جیسا کوئی ملاح میسر نہیں آیا آج کا مسلمان چندے، نذرانے، ہدیہ جات، عطیات زکوٰۃ، خیرات اور قربانی کے کھالوں سے نوح علیہ السلام کے جیسی کشتی بنا رہا ہے تاکہ اس امت کو بہت دور کے کنارے لگا دیا جائے۔

سوال ۲۷: عام مرد اور مردِ خدا میں کیا فرق ہے؟

جواب : عام مرد کا جسم مرد اور دل نامرد ہوتا ہے اور مردِ خدا کا جسم و دل ایک ہوتے ہیں اور وہ مرد ہوتا ہے۔ عام مرد موچھوں اور ڈاڑھیوں کے پیچھے چھپے رہتے ہیں اور مرد خدا میدان میں ظاہر ہوتے ہیں۔

سوال ۲۸: علمِ دین کی تعریف کیا ہے؟

جواب : علمِ دین اسے کہتے ہیں جو جیتے جی اپنے عالم کو دین کے خدا تک پہنچادے ورنہ وہ علمِ دین جو دنیا کمانے کا ذریعہ بن گیا ہو وہ علمِ دین ہرگز نہیں ہوسکتا! بلکہ یہ علمِ دنیا ہی ہے اگر کوئی علمِ ضروریاتِ دین کے ساتھ علمِ دنیا کا اکتساب کیا اور اس کے علم سے حلال کی روٹی میسر آئی یا کمائی میسر آئی اور متقی بن گیا اور اس کی کمائی سے عوام الناس کو نفع پہنچ رہا ہے اور اس کا علم "العلم نافعٌ" کے مصداق ہے اس متقی پرہیزگار کا علم علمِ دنیا نہیں بلکہ علمِ دین بن جاتا ہے کیونکہ دین تو علم، مال اور معرفت سے بنتا ہے اگر کوئی عالم علم دنیا نے دین کی مدد علم و مال سے

کی تو بڑی حد تک دین کی تعمیر میں حصہ لیا۔

سوال ۲۹ : آج کل خانقاہوں میں کیا ہو رہا ہے؟

جواب : اکثر خانقاہوں میں قوالی ہو رہی ہے یا تعویذ بازی ہو رہی ہے۔

سوال ۳۰ : آج کی یہ تعویذ بازی کیا ہے اور تعویذ کے حقیقی معنی کیا ہیں؟

جواب : عوام کو بے وقوف بنانے کا گھٹیا حربہ ہے اور ایک قسم کا نقلی جنتر منتر ہے۔ تعویذ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے بندے کو اللہ کی پناہ میں دیدینا ہے اور اللہ کی پناہ میں اللہ والا ہی دے سکتا ہے۔

سوال ۳۱ : جسم وہ جان کیا چاہتے ہیں؟

جواب : جسم روٹی بوٹی چاہتا ہے اور جان شراب چاہتی ہے اور وہ شاہی شراب اس کی جان سے بہت دور بھی ہے اور بہت قریب بھی ہے بس صراحی تک جام کا پہنچنا ضروری ہے۔

سوال ۳۲ : مقصدِ حیات کیا ہے؟

جواب : حیات انسان کو ہر آتی جاتی سانس میں یہ پیغام دے رہی ہے کہ سانسوں کا علم حاصل کر، عالم بن اور علم پر عمل کر، عامل بن، عمل پہ عمل کر سالک بن، سلوک میں کمال پیدا کر، عاشق بن اور عشق میں کمال پیدا کر، مئی کش بن اور مئی کشی میں کمال پیدا کر، دریا پی لے اور موتی بن پھر موتی میں کمال پیدا کر اور ہرے بھرے باغوں کا نظارہ کر مست بن اور مستی میں کمال پیدا کر اور وہیں چلا جا جہاں سے تو آیا تھا۔

سوال ۳۳ : نظر بد کی صورت اور حقیقت کیا ہے اور اگر یہ لگ گئی ہے تو کیا کریں؟

جواب : دل کی آگ روشن کرنا چاہیے اور یہ آگ ''اسم ذاتِ ھُو'' سے بھڑک اٹھتی ہے اس آگ میں وہ بھلا واں جو آنکھ کے تل کی مانند ہوتا ہے اس کو جلا دینا چاہیے بس نظرِ بد کی صورت حقیقت اور اس کے دفعیہ کا علم سب کچھ ظاہر ہو جائے گا۔

سوال ۳۴: کیا کرامت اور جادو میں کوئی فرق ہے؟

جواب : ہاں بہت فرق ہے اور زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کرامت ''بَدِیۡعُ السّمٰوٰت وَالۡاَرۡض '' کے مقام سے، کریم نور سے منور ہو کر سیاہ پردے سے ظاہر ہوتی ہے اور جادو مقام شیطان یعنی دماغ انسانی سے سفید پردے سے ظاہر ہوتا ہے یہ طلسماتی ہے اس لئے اس کو کالا جادو کہتے ہیں۔ اور جو کریم نور سے ظاہر ہو وہ نورانی ہے اس لئے اسے کرامت کہتے ہیں۔

سوال ۳۵: جہاد کا تقاضہ کیا ہے؟

جواب : نفس پاگل کُتےّ کی مانند ہوتا ہے اس کا مقابلہ کر کے اس کا شکار کرنا یا شکست دینا ہی جہاد کا مفہوم و معنیٰ ہے نہ کہ کُتےّ کا شکار کرنے کی بجائے بے قصور بے گناہ انسان کا شکار کرتے پھریں، کُتےّ کی بجائے کُتےّ والے کو مارنا کہاں کا انصاف ہے۔

سوال ۳۶: یہ باغ و بہار کیا ہیں؟

جواب : عدم کی نیرنگیاں اور رعنائیاں ہیں یہ سبزہ زار، یہ بہار ہزار ہا قسم کے پھولوں کا خمار کیا ہے؟ صرف آنکھ والا ہی اس حقیقت کو پہچان سکتا ہے

کہ سب کچھ اس باغِ قدرت کا عکس ہے ایک مجاز ہے ایک حقیقت ہے اور حقیقت میں معشوقانِ ازل شراب و شباب کی مستی میں مست ہیں۔ ہائے ہائے اس عالم کی کیا تعریف کروں جس میں جانے کے لئے کتنے ہی عشاّق سمندر کے موتی رول رہے ہیں وہ موسم وہ ہریالی وہ سماں جس کی تعریف کے لئے نہ الفاظ ہیں اور نہ زبان وہ موتی دیکھنے والے موتی وہ نہ ہوتے تو میں نہ ہوتا یہ آنکھیں نہ ہوتی اس باغ قدرت کے وہ ہرے بھرے پرندے جو پھولوں کی محبت میں خوشبودار ہواؤں میں رقص کرتے ہیں ہائے میں اس سے آگے کچھ بیان نہیں کر سکتا! حاسد انسان حسد کرتا رہے، طعنہ زنی کرتا رہے، میری باتوں کو اپنے مفاد کے خلاف پا کر میری توہین کرتا رہے، کرنے دو اللہ اسے بھی کسی نہ کسی دن کچھ سمجھ عطاء فرمائے گا۔

سوال ۳۷: شیطان اور انسان میں دشمنی کی وجہ کیا ہے؟

جواب : اللہ نے شیطان کو اس قدر علم عطاء کیا کہ وہ فرشتوں کا معلم بن گیا اور انسان کو صرف اتنا علم عطاء کیا کہ وہ انسان کا شاگرد بن گیا۔ مگر اللہ نے انسان کو عقل اتنی عطاء کی کہ وہ فرشتوں کا مسجود بن گیا۔ شیطان نے اپنے علم پر غرور و تکبر کیا اور اللہ کی نافرمانی کی اور ملعون بن گیا شیطان نے علم کو ڈھال بنا کر حضرت حوا علیہا السلام کو فریب دینا چاہا تو حضرت آدم علیہ السلام پر اس کا اثر ہوا اور علمی و اجتہادی خطا ہوئی اور اس مجتہدانہ خطا پر اللہ نے ثواب رکھا اور معاف فرما دیا جب یہ علمی خطا ہو رہی تھی تو

حضرت آدم علیہ السلام کی عقل کہاں تھی؟ اے بھائی! جاننا چاہئے کہ اللہ کی بارگاہ میں موجود اور مصروف دیدار تھی کیونکہ اس بارگاہِ معرفت میں علم کی رسائی ممکن نہیں۔ کیونکہ علم کی بنیاد دلیل و قیاس پر ہے لہٰذا یہاں عقلِ معرفت کی رسائی ممکن ہے۔ بالآخر شیطان نے دیکھا کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کا علم عقل سے تنہا ہے تو اپنی چال چل گیا۔ معلوم ہوا کہ صرف علم، علمی غرور اور علمی تکبر سب کچھ ورثۂ شیطانی ہے، علم و عقلِ کامل حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے دراصل یہ دشمنی علم جزء اور عقلِ کل کے درمیان ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ جس کا علم عقل سے عاری ہے اس پر شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔

سوال ۳۸: اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے ''عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝'' (العلق ۹۶:۵) اور دوسری جگہ فرماتا ہے ''قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ'' (الملک ۶۷:۲۶) سے کیا مراد ہے؟

جواب: پہلا علم! انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا دوسرا علم وہ ہے جو اللہ ہی کے پاس ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک علمِ انسانیت ہے جو انسان کو سکھایا گیا اور انسان یہ علم انسان سے سیکھتا ہے اور یہ دائرہ مشروط اور محدود ہے۔ دوسرا وہ علم جو اللہ ہی کے پاس ہے وہ غیر مشروط اور لامحدود ہے۔ اب علم کے حصول کے لئے دو طرح کے شاگرد قرار پاتے ہیں ایک تلمیذ الانسان اور ایک تلمیذ الرحمٰن ہے ایک بندہ بندے سے علم حاصل کرتا ہے وہ عام ہے ایک اللہ سے علم حاصل کرتا ہے وہ علم خاص ہے۔ عام

انسان نماز پڑھتا ہے، خاص انسان جب نماز میں قیام کرتا ہے تو ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝'' (الانعام ۶:۷۹) یعنی (بیشک میں نے اپنے رخ کو اس ذات کی طرف پھیر لیا ہے جو آسمانوں و زمین کو اپنے فطرت پر پیدا کیا ہے ورنہ میں مشرکین میں سے ہو جاؤں گا) کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ عام انسان رکوع میں جھک جاتا ہے مگر خاص انسان رکوع میں عالمِ ملکوت میں سبحان ربی العظیم کا نعرہ لگاتا ہے عام انسان سجدے میں سرزمین پر رکھ دیتا ہے خاص انسان عالمِ جبروت میں سبحان ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتا ہے، عام انسان قعدے میں بیٹھ جاتا ہے، خاص انسان عالمِ لاہوت میں اس کے دیدار کی گواہی دیتا ہے اور عام انسان نماز میں خود کو دیکھتا ہے، خاص انسان نماز میں خدا کو دیکھتا ہے اب دونوں علوم کے فرق کو پہچان لو۔

سوال ۳۹: اللہ نے پچھلی امتوں کے بدکاروں کی صورتیں مسخ کی ہے اور اس امت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی صورتیں مسخ نہیں ہوں گی اس کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: بیشک پچھلی امتوں کے نافرمانوں کی صورتیں مسخ ہوئی ہیں مگر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتیں ہرگز مسخ نہیں ہوں گی لیکن نافرمانوں کے دل مسخ کیئے جائیں گے۔ آج اس کا انجام ظاہر ہے جس کا دل بندر کی صورت اختیار کرلے اس کی مٹی بندر سے زیادہ ذلیل ورسوا ہوگی جس

کا دل خنزیر کی شکل اختیار کرلیا اسکی مٹی بھی خنزیر سے زیادہ ذلیل وخوار ہوگی۔افسوس! آج انسان ہی انسان کا خون بہاتا ہے،قتل وغارت گری کرتا ہے،لوٹ پاٹ کرتا ہے،دھوکا دھڑی کرتا ہے،جھوٹ فریب میں مبتلا کر کے مفاد حاصل کرتا ہے،دین دھرم کی آڑ میں دنیا کماتا ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟ اس کے جسمانی کیفیت کا تقاضہ نہیں بلکہ دلکی صورت اور سیرت کا تقاضہ ہے یہ بظاہر انسان نظر آتا ہے بباطن حیوان ہے۔صورت سے کچھ نہیں ہوتا بظاہر صورت انسان کی ہی کیوں نہ ہو اگر سیرت حیوانی درندہ کی ہے تو وہ درندہ ہی ہے،اصحابِ کہف کا کُتاّ بظاہر کُتےّ کی صورت میں تھا،بباطن سیرت انسانی رکھتا تھا اس لئے جنتی کہلانے لگا۔

سوال ۴۰ :انسان کا بہترین دوست کون ہے؟

جواب :انسان کا بہترین دوست نورِ عمر ہے جو دن بدن ترقی پذیر ہوتا ہے اور کبھی زوال پذیر نہیں ہوتا جو عمر کے نور کی دوستی سے محروم ہے وہ بدنصیب ہے۔

سوال ۴۱ :دل کسے کہتے ہیں؟

جواب :اس بے نقش کے آئینے کو دل کہتے ہیں اور ایسا دل تمام نقوش کا مظہر ہوتا ہے۔

سوال ۴۲ : کیا جان معزز ہے؟

جواب :ہاں مگر صرف جسم کے لئے ورنہ وہ جان فضول ہے جو حق آشنا نہ ہوئی

اور نہ لبیک کی آواز سنی،وہ جان جو لبیک کی عزت سے مالا مال ہے،وہ جان اللہ کو محبوب ہوتی ہے اس پر ہر لمحہ، ہر پل الہام کا نزول ہوتا ہے،۔یہ جان کیا ہے؟ خدا کا حکم ہے خدا کا حکم ہو کر بھی یہ اگر نفس کی پرستار ہوگئی تو گمراہ ہو جاتی ہے۔

سوال ۴۳:عشق کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :عشق ایک بحرِ بے کنار ہے،جس کے ایک قطرہ کی بصارت میں سارا آسمان ہے۔

سوال ۴۴:حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اژدھا کس طرح بنتا تھا؟

جواب :سچائی یہ ہے کہ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں یا اختیار میں رہا تو حضرت موسیٰ کی صداقت کا اثر اس میں ظاہر ہوگیا اور آپ کے دشمنوں کے خلاف اژدہا بنکر نمودار ہوگیا۔جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیڑ سے کہلوا بھیجا کہ تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں تو پیڑ جڑ سمیت اکھڑ کر آپ کے قدمِ اطہر میں گر گیا یعنی پیڑ نے آپ کے صداقت کی گواہی دی۔اب اسے معجزہ کہو یا صداقت،یا گواہ کہو،سب درست ہے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی صداقت ہر چیز پر اثر انداز ہوتی ہے۔

سوال ۴۵ : ''عِندَاللہِ اَجرٌ عظیم'' اللہ کے یہاں اجرِ عظیم ہے یا اللہ اجرِ عظیم عطاء فرماتا ہے۔اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب :یہ اجرِ عظیم ایک ایسا انمول و نایاب موتی ہے کہ یہ دونوں عالم اس کی

ایک شعاع کی قیمت کے مصداق نہیں بن سکتے۔

سوال ۴۶ : پیر مرید کا ہاتھ کیوں پکڑتا ہے؟

جواب : پیر مرید کا ہاتھ اس لئے پکڑتا ہے تا کہ ''یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج'' (الفتح ۴۸:۱۰) کے مطابق مرید کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ بن جائے اور وہ اللہ کی مانند ہر بے بہا چیز تقسیم کر دے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ دنیا کا طالب پیر یا مال و دولت کا طالب پیر ہرگز مقامِ پیری پر نہیں آ سکتا نہ اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور نہ سخاوت میں وہ اللہ کے ہاتھ کی مانند کوئی چیز مفت تقسیم کر سکتا ہے۔

سوال ۴۷ : جان اور جانِ جاناں میں کیا فرق ہے؟

جواب : ایک جان ہے جو حیوان بھی رکھتے ہیں۔ ایک ابدی جان ہے جسکا نور جانِ جاناں کو بہت محبوب ہوتا ہے۔ ایک عام جان ہے اور ایک خاص جان ہے عام جان کا انجام ظاہر ہے۔ خاص جان کے لئے ہر آن اور ہر لمحہ ''یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ ج'' (الفجر ۸۹:۲۷-۲۸) کی صدائے ابدی آتی رہتی ہے۔

سوال ۴۸ : نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''کاد الفقر ان یکون کفرا'' یعنی (فقر عنقریب کفر بن جائے گا) اس حدیثِ پاک کے کیا معنی ہیں؟

جواب : پہلے اس نکتہ کو سمجھیں ایک ہے عقلِ کُل اور ایک علمِ کُل اور ایک ہے روحِ کُل اور ایک ہے نفسِ کُل، یقیناً نبی کریم ﷺ نے حق فرمایا کہ فقر عنقریب کفر بن جائے گا اس کی حقیقی شرح اگر ہم کر دیں تو مفتیانِ

کرام کے مہربان قلم ہمارے خلاف گردش میں آ جائیں گے اس لئے صرف اس قدر وضاحت کرنا چاہیں گے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا فقر دونوں جہاں میں چہرے کی سیاہی ہے۔ یہ چہرہ کیا ہے؟ اے اندھے! آئینہ دیکھ، اپنی صورت میں پوشیدہ سیاہ و سفید رنگ دیکھ تجھے تیرے چہرے کا بھی پتہ مل جائے گا اور فقر و سیاہی کا بھی نیز ارشاد فرماتے ہیں ''الفقیر لا یحتاج الا اللّٰہ'' یعنی فقیر اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں ہوتا نیز ارشاد گرامی ہے جسے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے ''الفقیر لا یحتاج الی اللّٰہ'' یعنی فقیر اللہ تک کا بھی محتاج نہیں ہوتا۔ اس قول پاک میں بڑی حقیقت پوشیدہ ہے پہلی حدیث میں فقر کا مرتبہ ہے، دوسرے قول میں فقیر کامل کا مرتبہ ہے۔ اب ایسے قول کسی کے نزدیک کفر ہیں اور کسی کے نزدیک ایمان ہیں کیونکہ پہلا مرتبہ الگ ہے دوسرا مرتبہ ''اذا تم الفقر فهو اللّٰہ'' جب فقر تمام ہوتا ہے تو وہی اللہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اب مظہر کو ہر دیکھنے والا اپنی اپنی نظر سے دیکھتا ہے کسی کو کفر نظر آتا ہے تو کسی کو ایمان نظر آتا ہے۔

سوال ۴۹ : صبر اور توکل کیا ہے؟

جواب : تیری باطنی آنکھ ہے بلکہ نور ہے ذرا صبر و توکل کے ساتھ دونوں آنکھیں بند کر لے درِ صبر و توکل کھل جائے گا۔

سوال ۵۰ : حضراتِ صوفیاء کے نزدیک پیری کے چار اقسام ہیں (۱) پیر عام (۲) پیر خاص (۳) پیر خاص الخاص (۴) پیر اخص ان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: جاننا چاہئے کہ پیری مریدی اللہ کی سنت اور راز ہے۔ اللہ نے فرمایا ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (البقرہ ۲:۳۰)'' میں زمین پر اپنی خلافت جاری کرنے کے لئے ایک خلیفہ نامزد کرنا چاہتا ہوں۔ پھر حضرتِ آدم کو فرشتوں کے درمیان ذات الٰہی نے خلافت دی اور خلیفہ بنایا۔ یہاں یہ ثابت کیا گیا کہ خلافت آسمانی چیز ہے ذاتِ الٰہی نے ذاتِ انسانی یعنی حضرت آدم کو خلافت دی یہاں اللہ مقامِ پیری پر فائز ہے اور حضرتِ آدم مقام مریدی پر آ گئے۔ ذاتِ الٰہی اپنی ذاتی علم کے ساتھ جلوہ گر اور حضرت آدم اللہ کے صفاتی علم کے ساتھ صفات کا مظہر ہیں۔ معلوم ہوا کہ ذات نے صفت کو خلافت دی اور ذات پیر اور صفت مرید قرار پائی، ذات نے حضرتِ مرید کو تعلیم و تربیت کے بعد اس قدر محبوب رکھا کہ خود اپنا صفاتی نام مرید رکھا۔ معلوم ہوا کہ پیری مرتبہ ذات ہے، مریدی مرتبۂ صفت ہے، ''**تخلقو باخلاق اللّٰہ**'' (اللہ کے اخلاق کو پیدا کرو) یعنی اللہ کے صفات کے مظاہر بن جاؤ۔ جب حضرت آدم ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا'' (میں نے آدم کو تمام علوم سکھائے) کے مطابق تمام علوم کے سیکھنے کے بعد اللہ کے صفات کے مظہر بن کر مرتبۂ خلافت پر آئے تو اللہ نے اپنا نام مرید رکھ لیا۔ معلوم ہوا کہ پیر کو مظہر ذاتِ خدا ہونا چاہئے اور مرید کو مظہر صفتِ خدا ہونا چاہئے تا کہ اس میں اس قدر جذبۂ محبت ہو کہ وہ اسم مرید کی مظہریت اختیار کر سکے ورنہ پیری اور مریدی صرف رسم ہو جاتی ہے تو اللہ ہرگز ایسی پیری مریدی کو پسند نہیں فرماتا، اللہ جل شانہ مالک و مختار ہے۔ ابلیس کا استاد بھی اللہ ہی ہے اور حضرتِ آدم کا استاد بھی اللہ ہی ہے ابلیس کو شانِ مضلّی کی تعلیم دی حضرت آدم علیہ السلام کو شانِ معریٰ کی تعلیم دی اور ابلیس

کو فرشتوں کا استاد بنا کر کئی خطاب سے نوازا۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کو تمام علوم سکھانے کے بعد اپنے خلیفہ کا خطاب دیا ابلیس کو علمِ ادب سکھایا جو صرف ظاہری علم تھا، حضرت آدم کو علمِ ادب بھی سکھایا اور علم عرفان بھی سکھایا ابلیس ایک رخہ عالم بن گیا اور حضرت آدم عالم ظاہر و باطن بن گئے ابلیس کے ایک رخہ علم نے حضرتِ آدم کے صرف ظاہر علم کو دیکھا اور انکار کیا باطن کو نہ دیکھا کیوں کہ ظاہری علم عالم کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے باطنی علم عالم کے باطن میں پوشیدہ ہوتا ہے ابلیس نے حضرت آدم کو دیکھا مگر حضرت آدم میں نہ دیکھا دھوکہ کھا گیا اور اطاعت سے انکار کر بیٹھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**اتقوا عالم الجاهل قيل من العالم الجاهل يا رسول الله، قال عالم للسان و جاهل القلب**'' یعنی (ڈرو جاہل علماء سے، دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہل عالم کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا صرف ظاہر عالم ہے اور باطن جاہل) نیز ارشاد فرمایا جس نے عالم کو دیکھا وہ دھوکا کھا گیا جو عالم میں دیکھا وہ ہدایت پا گیا۔ اب آیئے تفصیلی جائزہ سوال کے مطابق لیتے ہیں۔

(۱) **پیر عام** اس پہلی قسم کا پیر ایک رخہ علم رکھنے والا ہوتا ہے اکثر مدارس سے فراغت کے بعد رسماً اسے خلافت دی جاتی ہے اور یہ وہی علمِ ادب سکھاتا ہے جو مدرسہ میں سیکھ کر آتا ہے اور صرف لباس بدل لیتا ہے اور خود کو پیر ثابت کرنے کی کوشش میں جلسے جلوس میں شرکت کرتا ہے وعظ و پند کی محفلیں سجاتا ہے شعلہ بیانی کا ہنر دکھاتا ہے اور آخر وہی اسٹیج کو خانقاہ بنالیتا ہے اور دھڑا دھڑ مرید بنالیتا ہے بلکہ مریدوں کی تعداد بڑھاتا ہے نہ تعلیم نہ تربیت پھر دوسرے ہی دن غائب

ہوجاتا ہے بیچارہ مرید! اللہ کا نام کم اور پیر کا نام زیادہ جپتا ہے۔ بعض اس لئے پیر ہوتے ہیں کہ انکا باپ پیر تھا یہ پیری اس کو آبائی جاگیر میں مل جاتی ہے اور وہ اپنے باپ کا جانشین بن جاتا ہے۔ بعض اس لئے پیر ہوتے ہیں کہ وہ پیر کے بہت قریب تھے اپنے پیر کے مریدوں کی تعداد برھانے میں کوئی کثر باقی نہ چھوڑتے تھے اور پیر کے لئے گانے بجانے کی محفلیں سجانے میں معاون و مددگار ہوتے تھے اور بعض کو اس لئے پیر بنایا جاتا ہے تا کہ وہ پیر بنانے والے پیر کے مرنے کے بعد اس کا عرس منائے۔ یہ آج کل کی پیری مریدی کی شکل ہے۔ ایسے پیروں کو علمِ عرفان تو کیا علمِ شریعت کے مودب مسائل کی واقفیت بھی نہیں ہوتی بس عورتوں اور مریدوں کی اجتماعی محفل سجالینا، رات بھر گانا بجانا ہو، کھانا پینا ہو اور صبح چلتے بنے۔ واللہ یہ کیسا دور ہے کہ انکو شریعت کا بھی پاس نہیں۔ کھلے عام شریعت کی کسر کرتے ہیں حتیٰ کہ انکار کرتے ہیں نماز روزے کھلے عام ترک کرتے ہیں بلکہ انکار بھی کر بیٹھتے ہیں ایسے شریعت کے مردود، تارکِ شریعت، خدا کی قسم ہرگز پیر نہیں ہوسکتے بلکہ پیری مریدی کے نام پر یہ تماشہ کرتے ہیں ایسے بے ادب و بے تہذیب پیر سے تو ایک مؤدب و باعمل عالمِ دین ہزار گناہ بہتر ہے ایسے لوگ پیر عام نہیں بلکہ پیر خام ہوتے ہیں، انہیں پیر کہنا بھی کسی طرح جائز نہیں۔

(۲) **پیر خاص!** پیر خاص ایسے پیر کو کہتے ہیں جو کامل پیر کا ہم نشین، ہم جلیس و تربیت یافتہ ہو اور پیر کے سائے کی طرح پیچھے رہتا ہو ہردم مؤدب رہتا ہو، پیر کی صحبت میں پیر کا ہو بہو ہوگیا ہو یا پیر اس قدر محبوب رکھے کہ وہ پیر کی ضرورت میں شمار ہو رہا ہو جس طرح شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

رہے یا خواجہ عثمان ہیرونی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے حضرتِ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ رہے یا حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے لئے امیر خسرو رہے ہیں ایسے حضرات فنافی الشیخ کے درجہ میں ہوتے ہیں اور پیر کامل کی نظر انہیں مقامِ پیری پر لاکر خاص کر لیتی ہے۔

(۳) **پیر خاص الخاص:** فنافی الرسول کے مرتبہ میں ہوتے ہیں اور ہمیشہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر باش ہوتے ہیں۔ ہر سوال کا جواب کلی اطمنان کے ساتھ حاصل کرتے ہیں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام انبیاء اور اولیاء سے باادب ملاقات کرتے ہیں یہ لوگ خود سے فانی اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زندہ رہتے ہیں ایسے حضرات شریعت اور معرفت کے سختی سے پابند رہتے ہیں سرِ مو بھی شریعت کی کسر نہیں کرتے دنیائے مراد کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور نہ معاملاتِ خداوندی میں مداخلت کرتے ہیں ان حضرات کے کئی مراتب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے مؤدب رہتے ہیں۔ ایسے حضرات کسی نہ کسی نبی کے زیرِ قدم ہوتے ہیں نبوت کے فیضان سے لبریز رہتے ہیں وقتاً فوقتاً ان سے کرامات صادر ہوتے رہتے ہیں دنیاداران سے دوشمنی رکھتے ہیں اور جب یہ حق کو پیش کرتے ہیں تو انکار کر دیتے ہیں اور ان سے حسد و بغض رکھتے ہیں۔ اس مرتبہ کا فائز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم مجلس ہوتا ہے ظاہر میں عام امت باطن میں صحابی ہوتا ہے اور ایسا ہی شخص حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار غلام اور مبلغ ہوتا ہے۔ یہاں سے علم و ادب کے فیضان کو لے کر لوگوں میں بطور تبلیغ تقسیم کرتا ہے یعنی اس کو مبلغِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ

مِنْكُمْ'' (النساء۴:۵۹) (اللہ کی اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہیں) صاحب امراس کامل کو کہتے ہیں جو ظاہر میں ولی اور باطن میں صحابی ہو جسم اُمتی ہو اور قلب صحابی ہو شریعت جس کا لباس ہو، معرفت جس کی غذا ہو، عدل و یقین کامل جس کا راستہ ہو اور عشق و محبت جس کا مذہب ہو اور عین نبی کریم ﷺ کے زیر قدم اور نبوت کے فیضان کا عنایت یافتہ ہو ایسے شخص کو تلمیذ الرسول، مبلغ رسول ﷺ اور صاحب امر کہتے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ ورنہ دنیا دار اور دنیا پرستوں کو حصولِ دنیا کے لئے علمِ دین بیچنے والوں کو دین کے نام پر دنیا کمانے والوں کو، وعظ فروشوں کو، تقریر فروشوں کو کسی بھی صورت میں امر و نواہی کا مستحق و صاحب امر نہیں کہتے اور ہرگز نہیں کہتے۔ صاحبِ امر وہ ہے جس کا امر روکا نہیں جا سکتا۔ اب دنیا دار شخصیت پرست لوگوں سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں ہے کہ وہ کسی کو بھی کچھ بھی بنا لیں کیونکہ سب کو کہنے سننے کی آزادی ہے۔

(۴) **پیر اخص!** یہ کاملین مستانِ الست ہوتے ہیں ازل سے مست آتے ہیں اور مست ہی چلے جاتے ہیں دراصل یہ عدم میں معدوم ہوتے ہیں جس طرح کوئی کوئی ستارہ کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ عدم سے کچھ عمر تک ظاہر ہوتے ہیں پھر معدوم ہو جاتے ہیں ان کا مرتبہ لامکانی ہوتا ہے یہ لوگ تلمیذ الرحمٰن بنکر ظاہر ہوتے ہیں اور معدوم ہو جاتے ہیں ان کے مرتبہ کو اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ یہ سبز پرندے اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ان کا مرتبہ بیان

سے باہر ہے یہ مؤدب شریعت ہوتے ہیں مگر عوام ان کے تعلق سے کچھ کا کچھ سمجھ کر برہم ہو جاتی ہے کیونکہ عوام کو بندے سے حاصل کیا ہوا علم رہتا ہے اور وہ شاگرد ہی ہوتے ہیں ان کے کلام میں ان کو اکثر کفر نظر آتا ہے جبکہ وہ عین حق ہوتا ہے انکا مقام ہر مقام کی جلوہ گاہ ہے ایسے حضرات کے وجود بارشِ رحمت کی مانند ہوتے ہیں جب یہ آتے ہیں ہر طرف رحمت کی بارش برستی ہے بس یہ مقام پیری کا انتہائی مقام ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کے نعلین پاک کے صدقے خوش نصیب امتی کو حاصل ہوتا ہے۔

سوال ۱۵ : نبی کریم ﷺ کو اُمّی لقب سے ملقب کیا جاتا ہے آخر اس میں کیا حکمت و رمز پوشیدہ ہے؟

جواب: اے بھائی! جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجنے سے پہلے ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' (البقرہ۲:۳۱) (ہم نے آدم کو تمام علوم سکھائے) کے خرقہ سے مزیّن فرما کر زمین پر روانہ کیا اسی طرح حضرتِ داؤد علیہ السلام کو ''وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا'' (البقرہ۲:۳۱) کے علوم سکھائے اور زمین کی طرف نازل کیا اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو تمام علوم ظاہر و باطن سکھائے اور زمین کی طرف بھیجا باوجود اس کے حضرتِ خلیل نے جب ستارے کو دیکھا تو کہنے لگے ''ھٰذا ربّی'' یعنی یہ روشن ستارہ یہی میرا رب ہے پھر جب ستارہ غروب ہو گیا تو آپ نے کہا ''ھٰذا لیس بربّی'' یہ غروب ہونے والا میرا رب نہیں ہو سکتا پہلے اثبات کیا پھر نفی کی، چاند کو دیکھا اثبات کیا پھر نفی کی اور جب حضرتِ خلیل نے سورج کو دیکھا تو کہنے لگے ''ھٰذا ربی ھٰذا اکبرُ'' یہ میرا رب ہے یہ بڑا

ہے کہکر پہلے اثبات کیا اور ''لَاھٰذا ربّی، اِنّ اللّٰہَ حَیّ لَایموتُ وَلَایغیبُ وَ بَاقٍ ''نہیں! یہ میرا رب نہیں ہے بیشک اللہ وہ ہے جو نہ مرتا ہے اور نہ غائب ہوتا ہے بلکہ باقی رہتا ہے یہ کہکر پھر نفی کی۔ اثبات و نفی کا یہ راز اہل دل کے سوا کون جانتا ہے۔ کیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو حقیقت کا علم نہیں تھا؟ کیا ہم اس اثبات و نفی کو اُمّی یعنی انپڑھ ہونے کی دلیل مان لیں؟ ہر گز نہیں۔ اس اثبات و نفی میں ہی علم کی اصل پوشیدہ ہے۔ اسی طرح نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ سکھایا جو حضرت آدم سے بھی پوشیدہ رہے ورنہ آدم اللہ سے یہ کیوں پوچھتے کہ اے اللہ! یہ ساقِ عرش پر تیرے نام کے ساتھ اور کس کا محبوب نام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم یہ آپکی نسلِ پاک میں میرے محبوب نبیٔ آخرالزماں محمد مصطفیٰ علیہ السلام کا نام ہے۔ تو اے بھائیو! غور کرو کیا حضرتِ آدم اللہ سے پڑھے ہوئے نہیں آئے؟ اگر آئے ہیں تو اللہ نے آدم کی طرح چار خلفاء بنائے اور آدم کو سب کچھ سکھایا حضرت داؤد کو سب کچھ سکھایا حضرت ابراہیم (علیہما السلام) کو سب کچھ سکھایا تو کیا محبوب خدا نبی کریم علیہ السلام کو اُمّی بنا کر بھیج دیا؟ سکھائے بغیر بھیج دیا؟ نہیں ہر گز نہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اپنے خلفاء سے زیادہ علوم سکھایا ورنہ آپ علیہ السلام یہ کیوں کہتے کہ ''کنتُ نبیاًوَّ آدم بین الماء و الطّین '' (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اپنے خمیر میں تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ ''انا ابو الآدم'' (میں آدم کا باپ ہوں) یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت آدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے بھی رہیں اور نبی علوم بھی رہیں اور باپ نعوذ باللہ! انپڑھ یا پڑھا ہوا نہ ہو؟ یہ ہر گز ممکن نہیں کہ آپ حقیقت میں اُمّی رہے ہوں اگر آپ اُمّی ہوتے تو غار حرا میں صلوٰت و تسبیح کس

طرح پڑھتے وہاں نماز پڑھنے کے لئے قرآنی تلاوت شرط تھی اور نماز میں کس طرح قرآن پڑھ رہے تھے جبکہ قرآن کا نزول ہی نہیں ہوا تھا؟ معلوم ہوا کہ قرآن ظاہر میں نزول ہونے سے پہلے مکمل طور پر آپ کے قلب اطہر پر منقش تھا آپ کا قلبِ اطہر عالمِ علوم جملہ تھا اور روحِ مطہرہ محوِ دیدار الٰہی تھی خیر جب جبرئیل تشریف لائے تو فرمایا اقراء'' یعنی ''پڑھ'' تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اُمّی ہوں ''ما انا بقاری'' میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اے عزیز! یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ آپ نے جبرئیل کی پیشکش کی پہلے نفی کی پھر پڑھ کر اثبات کیا جو حق تو تھا مگر غیر اللہ کے توسل سے آیا تھا اس سے ثابت ہوا کہ نفی کرنے والا پیش کرنے والے سے افضل اور جاننے والا ہے۔ وحی وقت کے حالات خواہ کچھ بھی رہے ہوں آپ نے اس کا اظہار جیسے بھی کیا ان کی عقلوں کے مطابق کیا اس میں حکمتِ نبوت پوشیدہ تھی۔ وحی یا حالاتِ وحی کو عام انسان صرف سن سکتے ہیں جس قدر سمجھ میں آ گیا سمجھ سکتے ہیں مگر مکمل طور پر ہر گز نہیں سمجھ سکتے نہ دلائل و براہین سے حتمی فیصلہ کر سکتے ہیں ہم عقل جزء رکھتے ہیں اور انبیاء کرام عقل کُل کے مظہر ہوتے ہیں۔ عقل جزء کی کیا مجال کہ عقل کُل کا احاطہ کر سکے؟ تو ہم یہ کس طرح رائے قائم کر سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ تھے اگر آپ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) انپڑھ تھے تو چالیس سال تک ایسے اخلاق ایسی سیرت، ایسے کردار، ایسے شفیق، ایسے منصف اور ایسے عادل کیسے بنے رہے؟ کیا ان پاکیزہ اخلاق کیلئے علم کی ضرورت نہیں تھی؟ اگر تھی تو یہ علوم کہاں سے آئے؟ آپ مجسمِ انسانیت تھے یہ انسانیت کی معراج تک پہچانے والے علوم کہاں سے آ گئے؟ جان لو! یقیناً جان

لو! میرے آقا ﷺ ازل سے بلکہ قبل ازل الازال پڑھے ہوئے تھے۔

اے عزیز! اچھا یہ بتاؤ کہ وحی کے اقسام کتنے ہیں؟ اس پر ہر جماعت ہر فرقے کا اتفاق ہے کہ وحی کے دو اقسام ہیں ایک وحی متلو یعنی تلاوت کی جانے والی وحی ایک وحی غیر متلو یعنی تلاوت نہ کی جانے والی وحی۔ وحی متلو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پہنچی اور وحی غیر متلو کو ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ بغیر ذریعہ کے ہر وقت ہر حال میں آپ پر نازل ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پر اللہ نے پہلے وحی غیر متلو نازل کیا اس وحی کے مطابق آپ ﷺ اپنی ذاتِ اطہر کو عوام کے سامنے پیش کیا پھر چالیس سال کے بعد وحی متلو یعنی قرآن پیش کیا، اللہ کو یہ گوارہ نہیں ہوا کہ اپنے محبوب ﷺ کے وہ اخلاقِ حمیدہ جس کا تذکرہ قرآنِ پاک میں جگہ جگہ آیا ہے ایسے سیرتِ کاملہ کے علوم کسی کے ذریعہ بھیجے اس لئے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست آپ ﷺ کی تربیت کی جب عوام اور معاشرہ کے سدھار کی بات آئی، ثبوت و دلیل کی بات آئی دوسرے پیغمبروں کے پاس جبرئیل کے آنے کی بات آئی، احکامات لانے کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرئیل قرآن نازل کیا۔ اب میں کس منہ سے کہوں کہ نبی کریم ﷺ انپڑھ تھے یا پڑھے ہوئے نہیں تھے یا وہ اُمّی تھے۔ اچھا تو ذرا یہ بتاؤ! کہ انبیاء کے علم کی تعریف کیا ہے؟ انبیاء کا علم دوطرح کا ہوتا ہے ایک علمِ دیدارِ ربوبیت اور ایک علمِ دیدارِ عبودیت۔ غیر انبیاء کا علم بھی دوطرح کا ہوتا ہے ایک علمِ عام جاننے کے لئے ایک علمِ خاص پہچاننے کے لئے ہے۔ انبیاء کا علم دونوں صورتوں میں دیدارِ الٰہی سے تعلق رکھتا ہے خواہ وہ علم دیدارِ عبودیت میں ہوں یا علم دیدارِ ربوبیت میں ہوں۔ حضرات انبیاء کرام

ہر حال میں اور ہر چیز میں اللہ کا دیدار کرتے رہتے ہیں اور ہم ہر چیز سے اللہ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارا علم اور ہے ان کا علم اور ہے، ہمارے علم میں خیر و شر، خطا و جہل کا خطرہ ضرور رہتا ہے کہ کہیں ہم بہک نہ جائیں مگر حضراتِ انبیاء اِکرام ہر خطرہ سے پاک طیب و طاہر اور معصوم ہوتے ہیں۔ ہمارا علم علم الیقین ہے، حضراتِ انبیاءِ اِکرام کا علم علم الیقین، عین الیقین حق الیقین اور نور الیقین ہوتا ہے۔ ہم تھیوری (Theory) کا پیچھا کرتے ہیں اور تھیوری سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں مگر انبیاءِ اِکرام ہم سے افضل و اعلیٰ تجربات کی کسوٹی پر پریکٹیکل (Practical) ہوتے ہیں۔ جب حضرتِ جبرئیل نے وحی لائی اور حضور ﷺ کا یہ کہنا کہ ''میں اُمّی ہوں'' یہ دعویٰ حق ہے اس دعویٰ کا راز کیا ہے؟ غارِ حرا کی تنہائی اللہ کی جلوہ گاہ تھی آپ محوِ دیدارِ الٰہی تھے اس وقت آپ براہِ راست اللہ سے ہم کلام بھی تھے اور محوِ دیدار بھی تھے ایسی حالت میں فرشتہ کا آنا اور وحی لانا یہ سب حق ہے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ بوقتِ دیدارِ الٰہی کلام کو دیدار پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، بوقتِ دیدارِ الٰہی آپ ﷺ نے پہلے حضرتِ جبرئیل کی پیش کش کی نفی (ما انا بقاری) کی، کیونکہ بوقتِ دیدارِ الٰہی آپ کے قلب وقالب ایک ہو چکے تھے اور جو علم حضرتِ جبرئیل لائے تھے وہ قلب وقالب دونوں کی اصلاح کے لئے تھا یہاں آپ ﷺ کا ایک وجود تھا اور آپ سراپا وحدت تھے اس لئے کثرت کی نفی اُمّی کی شکل میں کی۔

یاد رہے! ایک طرف حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تارہ و چاند اور سورج دیکھ کر پہلے اثبات کیا پھر نفی کی یہاں اثبات وہم تھا نفی علم تھی مگر نبی کریم ﷺ نے

پہلے علمِ اقراء کی نفی کی پھر جب ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝۱'' (العلق ۹۶:۱) سنا تو عرفان کا اثبات کیا۔ یہ نفی و اثبات عین سنّتِ الٰہی کے مطابق ہے جیسا کہ اللہ ربّ العزت نے ''لاالـــہ'' کہکر پہلے غیر اللہ کی نفی کی پھر اپنی ذات کا اثبات ''الّاالـلّٰہ'' سے کیا۔ بس اس تحریر پر غور کریں تو بہت ساری الجھنیں سلجھ جائیں گی اور نبی کریم ﷺ ہر تخلیق سے پہلے ہی پڑھے ہوئے اور مظہرِ عالمِ علومِ کل تھے اور ہیں۔ جب حضرتِ مریم علیہا السلام پر ظالموں نے الزام تراشی کی اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا اس بچے ہی سے پوچھ لو! تو لوگوں نے اس بچے سے پوچھا جو نولود اور ماں کی گود میں تھا ''اے بچے بتا تو کون ہے؟ تو حضرتِ عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا ''قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝۳۰'' (مریم ۱۹:۳۰) (اس نے کہا بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ کا نبی ہوں اور اللہ نے مجھے کتاب عطاء کی ہے) جب نومولود کے یہ کلمات سنے تو سب لاجواب رہ گئے یہ ثبوت حضرتِ مریم علیہا السلام کے تقدس کا تھا نیز یہ ثبوت تھا اپنی نبوت اور کتاب کا کہ اللہ نے آپ کی زبان سے دے دیا۔ مگر میرے آقا و مولیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لا رہے ہیں پیدا کئے جا رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں آپکو اُمت کی فکر ستا رہی ہے آپ رو رہے ہیں پیدا ہوتے ہی سر سجدے میں رکھ کر ''ربیّ ھب لی امتی'' فرماتے ہیں ''اے اللہ میری امت کو بخش دے'' آپ ﷺ نے اپنی رسالت اور کتاب کی گواہی نہ دی بلکہ اللہ کے حضور اپنی امت کو پیش کیا اور دعا کی کہ میری امت کو بخش دے۔ اب بتاؤ! اگر معاذ اللہ نبی انپڑھ تھے تو یہ علم نومولود بچے کو کہاں سے آ گیا؟ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ رسول ہیں اور صاحبِ امت ہیں؟ یہاں

اُمّی کا معنیٰ ظاہر ہو گیا۔ اُمّی اُسے کہتے ہیں جو صاحبِ امت ہوتا ہے، ہم اُم ہیں، ہم خیر الامم ہیں اور آپ صاحبِ خیر الامم ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ غارِ حرا میں امت کے غم سے جایا کرتے تھے امت کے غم میں روتے تھے امت کی بخشش کی دعائیں طلب کرتے تھے اور جب فرشتہ آیا ''اقـــراء'' کہا، جواب میں آپ نے فرمایا میں صاحبِ امت ہوں۔ اُمّ کا دوسرا معنیٰ ہے 'کسی چیز کی اصل یا جڑ' یہاں جواب یہ ہوا کہ میں اس علم و پیغام کی بھی اصل ہوں جو تم لائے ہو یہاں ''اُمّی'' کا معنیٰ ہرگز انپڑھ نہیں ہوسکتا بلکہ صاحبِ امت اور ہر چیز کی اصل ہے۔ وہ نبی کیسے (نعوذ باللہ) ان پڑھ ہوسکتا ہے جو پیدا ہوتے ہی ربّ ھب لی امّتی کا علم ظاہر کرے اور دنیا سے جاتے ہوئے یعنی بعد وفاتِ عارضی بھی رب ھــب لی امّتی کا علم ظاہر کرے۔

اب رہی وہ باتیں جو حضرت جبرئیل نے آپ سے معانقہ کیا اور آپ پر کپکپی طاری ہو گئی آپ حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور لیٹ گئے پھر فرمانے لگے ''زمّلونی یا حمیر'' کہ ''اے خدیجہؓ مجھ پر چادریں ڈال دو، حضرتِ خدیجہؓ نے آپ کو تسلیاں دیں کہ آپ بے فکر رہیں' وغیرہ وغیرہ سے مراد کیا ہے؟ اب یہاں جاننا چاہئے کہ عقل کیا ہے؟ اور عقلِ کُل کس کی ذات ہے؟ اے عزیز! عقل ایک نور ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اوّل ماخلق اللّٰہُ عقلی'' یعنی (اللہ نے سب سے پہلے میری عقل کو پیدا فرمایا) اور آپ ہی کی ذاتِ والا صفات عقلِ کل ہے اور حضرتِ جبرئیل علمِ کُل کا مظہر ہیں آپ کا علمِ کُل آپ سے ہم آغوش ہو گیا پھر آپ ﷺ کو اپنی امت کی فکر لاحق ہوئی کہ اب میں امّت والا

ہوگیا، اب مجھ پر امّت کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس فکر سے آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہوگئی کیونکہ اب اپنی رسالت کا اعلان کرنا تھا اب آپ کو صاحبِ کتاب ہونے کا اعلان کرنا تھا امّت کی پوری ذمہ داری لینی تھی امّت کے ہر غم کو، ہر دکھ کو، ہر تکلیف کو اپنا بنالینا تھا بس امّت کی فکر میں یہ کپکپی طاری ہوئی تھی نہ کہ جبرئیل کو ان کی اصلی ہیبت میں دیکھ کر یا ان کے پروں کو دیکھ کر۔ کیا غارِ حراء میں حضور ﷺ نے جبرئیل کو اپنی اصلی ہیئت میں دیکھا تو گھبرا گئے! کیا گھبرا کر بدن میں کپکپی طاری ہوگئی! اس طرح کی باتیں اور اس طرح کے کلمات آپ ﷺ کی شانِ اقدس میں کہے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ اللہ کے حبیب ﷺ کی امّت کے اولیاء اللہ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۲﴾'' (یونس ۱۰:۶۲) بیشک (اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی غم ہوتا ہے اور نہ وہ کسی سے خوف کھاتے ہیں) کیا مطلب اللہ کے اولیاء وہ ہیں جنہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ جبرئیل سے بھی خوف زدہ نہیں ہوتے۔ چہ جائیکہ اولیاء کی جان نبی کریم ﷺ جبرئیل سے خوفزدہ ہوجائیں؟ جبکہ جبرئیل کی حقیقت کیا ہے؟ جبرئیل نبی کریم ﷺ کے علم کا مظہر ہیں کیا کوئی اپنے مظہر کو دیکھ کر خوفزدہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سوال ۵۲: علمِ کیمیاء کا کیا راز ہے؟

جواب: اللہ کی جانب سے انبیاء کرام کو عطاء کیے گئے علوم یعنی علم کیمیاء، علم سیمیاء اور علمِ ریمیاء میں سے ایک علم علمِ کیمیاء ہے۔ ان تینوں علوم میں علمِ کیمیاء کو فضیلت حاصل ہے پہلے کی اُمتوں میں بھی یہ علم انبیاء کرام کے بتانے سے آیا ہے

جیسے شداد نے سونے چاندی کی جنت بنائی تھی نمرود، فرعون، قارون وغیرہ ان نسخوں کو جانتے تھے۔ اس لئے ان ادوار میں لوہے اور مینگنیز سے زیادہ سونے کی بھرمار تھی آج بھی مصر میں جب فرعون کا محل دریافت کر کے کُھدوایا گیا تو سونے کے پلنگ کرسیاں اور کئی ٹن سونا ملا۔ قدیم تہذیب سے ہمارے ہندوستان میں سونے کی بہتات رہی ہے اس لئے ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا اور یہ علمِ کیمیاء انبیاء کرام کی عطاء سے نائبینِ انبیاء میں جاری ہوا۔ اس کے بعد مسلم دانشوروں میں اس کے اثرات مرتب ہوتے گئے اور مزید اس علمِ کیمیاء پر مسلم دانشوروں نے وہ کام کیا کہ جو رہتی دنیا تک تاریخ میں محفوظ ہوگیا اور اسی علمِ کیمیاء کو کیمیسٹری کے نام سے موسوم کیا گیا آج دنیا کی ترقی کا دارومدار اسی علم پر منحصر ہے۔ علمِ کیمیاء کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ ہلکی دھات سے سونا بنالینا اور دوسرا طریقہ علمِ اکسیر یعنی ایک طرح کی راکھ بنالینا جو تانبے پر مل کر گرم کرنے کے بعد تانبہ سونا بن جاتا تھا۔ کیمسٹری کی ایجاد ایک مسلمان نے کی اور اسی کے نام کی مناسبت سے اس علم کا نام کیمسٹری بن گیا، رہی بات اب اس علم کی جو دنیا سے نابود ہوکر آج شاید صوفی سنتوں کے نصیب کا حصہ بن گیا ہے۔

جب فقیر اپنے فقر میں کمال حاصل کرتا ہے تو دنیوی پارے میں اُخروی پارہ حل کرلیتا ہے اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کے رس کی برکت سے کیمیاء بنانے میں کامیاب ہوتا ہے بس اس سے زیادہ کچھ کہنا لکھنا فضول ہے اور یہ علمِ کیمیاء محض اللہ کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے عطاء کرتا ہے جس طرح خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک پتھر پر تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر دم کر دیا اور

وہ سونا بن گیا۔ معلوم ہوا کہ کامل فقراء کی زبان اس علم کی کنجی ہے۔ اس علم میں وہ کامل زبان بھی چاہئے اور نظر بھی چاہئے اس علم کو کیمیاء تاثیرِ زبان ونظر بھی کہتے ہیں اس علم کی ایک شاخ کیمیاء امر بھی ہے جو حکم کے صادر ہوتے ہی ہو جاتی ہے پس یہ معجزہ کی جان ہے اور نبی کریم ﷺ کی شان ہے آپ کے توسل سے جس فقیر کو چاہے اللہ کیمیاء امر عطاء کرتا ہے اور وہ فقیر امر کُن پہ فائز ہو جاتا ہے اور اس کا راز میرے غوث الصمدانی قطبِ ربانی میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں پوشیدہ ہے کہ ''میں امرِ ربّی ہوں'' جس کی دستگیری میرے غوث نے کی جس پر میرا غوث مہربان ہو گیا اس پر یہ تمام علوم منکشف ہو جاتے ہیں پھر بھی سمجھدار کے لئے لکھنا چاہوں گا کہ علمِ کیمیاء کے سبھی اقسام اللہ کی رحمت کے سمندر میں موتیوں کی مانند پوشیدہ ہیں جو اس موتیوں کی پہچان اور احساس کے بغیر اس ہنر میں محنت کرتا ہے وہ بے سود ہے۔

سوال ۵۳: جامع نورُالھدیٰ کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ نبی کریم ﷺ کا لقب ہے اس کا ماخذ ہدایت ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی قَوْمَ الظّٰلِمِین'' (بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا) ایسی کئی آیات ہیں جن میں ہدایت پر نہ آنے، ہدایت نہ ملنے کا تذکرہ ملتا ہے اور لوگوں کا ہدایت کی طرف نہ آنا وغیرہ وغیرہ۔ ان ارشادات کا معنیٰ کیا ہے؟ ہدایت کیا ہے؟ ہدایت رحمت وانوار کا ایک بحرِ بے کنار ہے اگر یہ لوگ ہدایت کے بحرِ بے کنار کی طرف آتے تو ضرور گوہرِ مقصود سے فیضیاب ہوتے اس ہدایت کی راہ کتابی علم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس راہ کے لئے ایسا پیرِ کامل چاہئے جو مظہر ''اسم اللہ

ذات'' بن چکا ہو ورنہ اللہ تعالیٰ یہ کیوں فرماتا کہ ''یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۵'' (المائدہ ۵:۳۵) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو ممکن ہے تم کامیاب ہو جاؤ) یہاں وسیلہ سے مراد پیرِ کامل ہے۔ جب سالک پیرِ کامل کی ہدایت کے نور سے سرفراز ہو کر آگے بڑھتا ہے تو اس پر جامع نورُالھدیٰ منکشف ہو جاتا ہے۔

سوال ۵۴: ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' اس حدیث پاک کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: کرامت سے بھی افضل استقامت ہے۔ خواجۂ اعظم حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اناساگر کو حکم دیا کہ ایک چھوٹے سے پیالے میں سما جائے تو پورا اناساگر مع دیگر تالابوں کے تمام پانی ایک چھوٹے سے پیالے میں سما گیا یہ کرامت ہے۔ سید الصّابرین سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر چھ مہینے کے بچے کے ساتھ بیمار زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقدس مستورات کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے تین دنوں تک پیاسے رہے، پیاسے لڑے اور شہید ہو گئے مگر دریائے فرات کو یہ حکم نہیں دیا کہ تو میرے بچے کے پیالے میں سما جا یہ استقامت ہے۔ کرامت کا ظہور ملکوت وجبروت سے تعلق رکھتا ہے اس لئے کرامت میں استدراج کا شائبہ ممکن ہے مگر استقامت ہر استدراج سے ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کیونکہ استقامت ایک ملکِ عظیم ہے اس ملک کا عطاء کیا جانا نصیبوں کی بات ہے۔ خواجۂ محترم بے شک صاحب استقامت بھی اور صاحبِ کرامت بھی تھے جیسا موقع پایا خود کو ظاہر کیا ان کا ہر فعل

اور ہر قدم صرف اللہ کے لئے تھا۔ الغرض استقامت صراطِ مستقیم سے حاصل ہوتی ہے اور صراطِ مستقیم کا ترجمہ با آسانی سیدھی راہ لکھ دینا اور بات ہے چلنا اور حقیقت کا جاننا، دیکھنا، پانا اور بات ہے خود سے کوئی چلے تو بھٹک جائے اگر خدا چلائے تو منزلِ مقصود پائے۔ ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝'' (اے اللہ ہمیں راہ حق پر چلا) بندہ اللہ سے مدد مانگ رہا ہے اور اللہ ہی چلاتا ہے۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی کہ مجھے تو زخمی کیوں کر رہی ہے کیل نے کہا! میں تو صرف آلہ ہوں مجھے تو ہتھوڑہ چلا رہا ہے پھر دیوار نے ہتھوڑے سے کہا کہ تو مجھے کیوں زخمی کر رہا ہے؟ تو ہتھوڑے نے کہا! میری کیا مجال کہ میں کسی بے قصور کو زخمی کروں وہ تو ہاتھ ہے جو تجھے زخمی کر رہا ہے اس طرح جب بندہ کہتا ہے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝'' تو اللہ کا ہاتھ چلانے کے لئے آجاتا ہے۔ اللہ کا ہاتھ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج'' (الفتح ۴۸:۱۰) (ان کے ہاتھوں پر میرا ہاتھ ہے) اس سے مراد وہ اللہ کا ہاتھ ہے وہ اللہ کا ہاتھ پیرِ کامل ہے جو حق شناس بھی ہوتا ہے، راہِ حق شناس بھی ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ استقامت پیرِ کامل کی عنایت سے اور اللہ کی توفیق سے حاصل ہوتی ہے۔ استقامت کہاں ہے؟ جسم اور جسمانی ظلمات سے گزر جایا آئینہ دیکھ خود کو پہچان اور اس کی شناخت پالے تو بھی اس بحرِ استقامت کا گوہر بے بہا بن جائے گا۔

سوال ۵۵: جبلِ استقامت کسے کہتے ہیں؟

جواب : حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جبلِ استقامت کہتے ہیں جنہوں نے دین اور دنیا میں یہ ثابت کر دیا کہ آپکا کوئی ثانی اس

زمین پر نہیں ہوسکتا۔ یہ مخصوص لقب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جس کا اقرار صاحبِ کرامت و استقامت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دستِ یزید
حقہ کہ بنائے لاالہ است حسین

سوال ۵۶ : اعیانِ ثابتہ کیا ہے؟

جواب : ملکِ عدم ہے اس کا راز ''لا'' میں پوشیدہ ہے۔

سوال ۵۷ : کیا فقیر جلالی اور جمالی بھی ہوتے ہیں؟

جواب : جب فقیر'' **العشق هو النار**'' (عشق ھوکی آگ ہے) کے مرتبہ پر آتا ہے تو حضرت عشق اس کی آنکھ سے جلوہ فرما ہوتے ہیں تو وہ جلالی ہوجاتا ہے اور جب فقیر'' **الله جميل ويحب الجمال** ''اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے کے مرتبہ پر آتا ہے تو وہ جمالی ہوجاتا ہے۔

سوال ۵۸ : عالمِ عین العیانی کسے کہتے ہیں؟

جواب : اللہ ربّ العزت کی ذات ایک ہے اس پر ہزار ہا صفات کے پردے حائل ہیں ان پردوں سے گذر کر جس فقیر کی ذات اللہ کی ذات میں فنا ہوجاتی ہے تو وہ فنا فی الذات، فنا فی اللہ ہو کر مرتبۂ عین العیان پر آجاتا ہے۔

سوال ۵۹ :تلمیذ الرحمٰن کسے کہتے ہیں؟

جواب :اس فقیر کوتلمیذ الرحمٰن کہتے ہیں جو بلا واسطہ اللہ سے بصورتِ الہام علم حاصل کرتا ہے نہ کہ بندے سے کیونکہ بندے کا علم پردہ ہے یعنی یہ علم اللہ اور بندے کے درمیان حجاب بن جاتا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''**العلم حجاب اکبر**'' یعنی (علم بہت بڑا حجاب ہے) یہ حجاب روشن ضمیر فقیر قبول نہیں کرتا کیونکہ اس علم کا حجاب اس کا دماغ قبول کرتا ہے اور اگر دماغ قبول کرلے تو اس علم کا اثر پورے وجود پر ہوتا ہے ۔لہٰذا حدیثِ قدسی میں اللہ ربّ العزت نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا ''**وجودک حجاب بینی وبینک**'' (اۓ محبوب تیرا وجود ہی میرے اور تیرے درمیان حجاب ہے) حجاب پر حجاب پڑے تو وہ فقیر کسطرح ہوسکتا ہے۔

سوال ۶۰ :تلمیذالرسول کسے کہتے ہیں؟

جواب :وہ فقیر جس کا ظاہر عالمِ اُمت ہو اور باطن صحابی ہو یعنی مجلس محمدی ﷺ میں حاضر ہوکر آپ سے درس وتدریس حاصل کرتا ہو نہ کہ کتابوں کے علم سے استفادہ حاصل کرتا ہو۔کتابیں کیا ہیں؟ دلائیل براہین کے انبار ہیں ،امر ونواہی کا پیغام ہیں۔امر ونواہی کیا ہے؟ اچھائی کا حکم دینا اور اچھا کرنا اور برائی سے روکنا ہے۔بس اس کے سوا کیا ہے؟اور آگے سفر کب اختیار کرے گا؟ یہ امر ونواہی کیا ہے؟ تقویٰ کا ثبوت ہے بس انسان متقی بن جاتا ہے ۔اۓ نادان! قرآن سے ہدایت

حاصل کرنا چاہیے قرآن ''هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝'' (متقین کے لئے ہدایت ہے) اور ''هُدًى لِلنَّاس'' (عوام الناس کے لئے بھی ہدایت ہے) قرآن سے ہدایت کے بحرِ بے کنار تک کب پہنچے گا؟ اب تو ہی بتا کس کی رہبری میں پہنچے گا؟ کیا اسکی جو آبائی فخر وغرور میں مبتلا ہے، اسکے آباء واجداد تو بہت کچھ تھے مگر وہ خود کیا ہے؟ یہ دیکھ کر ایسا پیر قبول کرنا چاہیے جو تلمیذ الرسول کے درجہ پر فائز ہوکر تجھے بھی فائز کردے۔

سوال ۶۱ : ''**الرضاء فوق القضاء الرازفوق الرضاء**'' (رضا قضاء سے بہتر اور راز رضا سے بہتر) اس قول کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب :رضا قضاء سے بہتر ہے اور راز رضا سے بہتر ہے اس قول میں رضا کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ قضاء سے بہتر ہے۔رضا کیا ہے؟ اللہ کی محبت کا ایک پاکیزہ جذبہ ہے، محبت کا میعار ہے اہل رضا جو ہوتے ہیں ''**موتو قبل ان تموتوا**'' سے گذرے ہوئے ہوتے ہیں وہ لمحہ بہ لمحہ مرتے ہیں اور ہر لمحہ جیتے ہیں اور ہر لمحہ محبت کی چھری سے قتل ہوتے رہتے ہیں یہ جیتے جی شہیدِ محبت ہوتے ہیں ان کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا یہ راضی بر رضاء رہا کرتے ہیں جس کی نظر میں موت اور زندگی کا فرق مٹ چکا ہوتا ہے ایسے شخص کی زندگی قضاء اور قدر سے بہتر ہوتی ہے اس حال کو فقر کا ابتدائی حال کہتے ہیں اس حال میں فقیر صاحب راز ہوجاتا ہے اور وہ ''**الانسان سری وانا سره**'' (انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں) کے مقام پر آتا ہے تو

وہ ''المؤمن مراۃ المؤمن '' (مومن مومن کا آئینہ ہے) کے مقام پر آجاتا ہے آئینہ کے سامنے آئینہ رکھ کر دیکھو اس میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے کہ وہ ہر طرف خود کو دیکھتا ہے اور وہ ''انت انا و انا انت '' (تو ہے سو میں ہوں، میں ہوں سو تو ہے) کے نعرے بلند کرتا ہے اور یہی مقام راز ہے جو رضاء سے بہتر ہے۔

سوال ۶۲ : پشتِ ناخن پر تماشہ دیکھنے والے کو بھی کیا علم کی ضرورت ہے؟

جواب : پشتِ ناخن حلقہ نما یعنی گول ''ہ'' کی صورتوں میں ہوتے ہیں اس صورت کو دیکھ اور پہچان اگر نظر نہیں آتی تو آئینے سے پوچھ؟ اپنی غافل آنکھوں کو بیدار کر پشتِ ناخن کی تشبیہی مثال کو بخوبی سمجھ جائے گا اگر ممکن نہیں تو کامل اور بینا پیر تلاش کر لے تا کہ وہ تجھے بینائی عطاء کر دے پھر تو خود غور کر لے کہ کیا تجھے علم کی ضرورت ہے؟ یا دیدار کی ضرورت ہے۔ یہ علم کیا ہے؟ یہ دیدار کا وکیل ہے۔ اے غافل! ہر علم حصولِ دیدار الٰہی کے لئے ہے ورنہ وہ پڑھا لکھا علم ہی کس کام کا جو معلوم تک نہ پہنچائے ورنہ دنیا کا علم بہتر ہے ایک کامیاب انجینئر یا ڈاکٹر بہتر ہے جس کا علم اس کے مقصد کی تکمیل کا ہنر بنا اور وہ کامیاب ہوا آخر اس کے علم نے اس کے معلوم تک پہنچا ہی دیا وہ علم ہی کیا جو معلوم تک نہ پہنچا دے۔

سوال ۶۳ : جمعیتِ کُل کسے کہتے ہیں؟

جواب : عناصر، نفس وقالب اور قلب کے ایک ہونے کو جمعیت کُل کہتے ہیں اور

اس جمعیت کُل سے جو نظریہ اور یکسوئی پیدا ہوتی ہے اسکا حال بیان سے باہر ہے پھر سالک اپنے باطن میں دونوں عالم کی ہر چیز کو ذرہ کی شکل میں دیکھتا ہے۔ ''کلُّ ذرّةٍ لا یتحرّکُ الّا باِذن اللّٰه '' (کوئی ذرہ اللہ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا) کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور ہر ذرہ کی حرکت کو دیکھ لیتا ہے دراصل جمعیت کُل ایک نظر کا نام ہے۔

سوال ۶۴ : سِرّ کُل الکلید کسے کہتے ہیں؟

جواب : یہ ایک اصطلاح ہے سِر بمعنی راز کل الکلید یعنی وحدت کی کنجی ہے اس راز کو نبی کریم ﷺ کی حدیث سے سمجھنا چاہئے ''اِنَّ فِیْ جَسَدِ ادَمَ مضغة، المضغة فی فوادِ، الفوادُ فی قلبِ، والقلب فی روحِ، والروح فی سرّ، والسرُفی خفی، والخفی فی اخفیٰ، والاخفیٰ وھی انا ''یعنی (جسدِ انسانی میں ایک مضغہ ہے اور وہ مضغہ منہ کے حلقہ میں ہے اور منہ کا حلقہ قلب میں ہے اور قلب روح میں ہے اور روح سِرّ یعنی راز میں ہے راز خفی میں اور خفی اخفیٰ میں ہے اور اخفیٰ ہی انا ہے) معلوم ہوا کہ جب بندہ آخری مقام پر آجاتا ہے یا ''انا'' تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ مقامِ سِرّ کل الکلید پر آجاتا ہے۔ یاد رہے مذکورہ حدیث میں صرف اتنے ہی لطائف جسدِ انسانی میں ہیں جتنے اس حدیث سے ثابت ہیں ورنہ بقیہ کئی لطائف کا جو ذکر ہے وہ ان کی اپنی عقل کی اُپج ہے۔

سوال ۶۵ : ''النهاية هی الجروع الی البداية'' یعنی (ابتداء کی طرف لوٹنا

ہی انتہاء ہے) اس حدیث کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب :''ابتداء کی طرف لوٹ جانا ہی انتہا ہے'' یعنی عدم سے آیا تھا عدم کی طرف واپس لوٹ جانا ہے ابتداء آسان تھی انتہاء انتہائی دُشوار ہے یہ مرحلہ بغیر پیرِ کامل کے طے نہیں ہوسکتا۔

سوال ۶۶ :مراقبۂ محبت کیا ہے؟

جواب :''**کنت کنزاً مخفیًا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق**'' ہے یعنی (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا بس محبت کے لئے میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو خلقت کو پیدا کیا) یہی مراقبۂ محبت ہے۔حُبّ کیا ہے ایک لازوال سورج ہے دونوں عالم جس کی شعاعوں کی خیرات سے روشن ہیں۔اندھا کیا جانے کہ آئینہ کیا ہے؟ آئینے میں محبت کہاں پوشیدہ ہے؟ ارے باہر کا آئینہ دیکھنے والے تیری نظروں میں تیرے باطن میں آئینہ ہے بس آنکھ بند کر وجودِ عنصری سے غافل ہوجا ایک سانس اندر لے اور نظر اُس محبت کے نور پر رکھ بس مراقبۂ محبت کا راز ظاہر ہوجائے گا۔

سوال ۶۷ :مراقبۂ مشاہدہ کیا ہے؟

جواب :اسکی صفات کے پردوں میں اس کی ذات کا جلوہ دیکھنے کا نام مراقبۂ مشاہدہ ہے اپنی دونوں آنکھیں باز کی مانند بند کر سانس کے شیر کو اپنے قابو میں کر اور اپنی نظر کو آسمان کی طرف لگا پھر دیکھ کیا کیا نظر آتا ہے۔

سوال ۶۸ :مراقبۂ معرفت کیا ہے؟

جواب :آنکھیں بند کر سانس کو روکنے کی مشق کر اور آنکھوں میں ہی کھوجا کیونکہ آنکھوں کی بصارت نور ہے اور پاک ہے اسے باہر دیکھنے کی بجائے اندر دیکھنے کے کام میں لگا بس مراقبۂ معرفت حاصل ہوجائے گا۔

سوال ۶۹ :مراقبۂ محرم اسرارِ ربانی کسے کہتے ہیں؟

جواب :لامکانی تحریر کے پڑھنے والے کو محرمِ اسرارِ ربانی کہتے ہیں مراقبہ کر مکمل یکسوئی کے ساتھ جسم کو چھوڑ دے تمام آسمانوں سے گزر کر ہزار ہا انوار کو ہزار ہا رنگوں کی تحریروں کو پڑھ اور سمجھ اس کے لئے مراقبہ کرنے کا طریقہ ذرا دشوار ہے پھر بھی روزانہ تھوڑا کر اس طرح سمجھ کہ تو خود کچھ نہ بن نہ خیال بن نہ جسم بن نہ وسوسہ بن صرف نظر بن جا اور نظر کو نظر میں چاروں طرف تلاش کر راہ آسان ہوجائے گی یہ تمام مذکورہ مراقبات اس کے لئے بہت ہی آسان ہیں جس پر علم حاضرات و ناظرات کا انکشاف ہوا ہو جو خود دیکھتا ہو اور دوسروں کو بھی دِکھا سکتا ہو ورنہ بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی۔

سوال ۷۰ :طالب مرد اور طالب نامرد میں کیا فرق ہے؟

جواب :طالب مرد منزل کی تلاش میں ہوتا ہے، طالب نامرد علم و حکایات قصہ کہانیاں سنا کر پیر کی واہ واہی لوٹتا ہے یا قوالی سنکر جھوٹا حال طاری کرلیتا ہے۔

سوال ۷۱ :''**کل بدعت ضلالة و کل ضلالة فی النار**'' یعنی (ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ جہنّمی ہے)''**وکل بدعات کلاب النار**''

یعنی (تمام بدعتی جہنّم کے کتّے ہیں) اس حدیث کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: شریعت میں بدعت کے دو اقسام ہیں ایک بدعت حسنہ ایک بدعت سیئہ بدعت حسنہ کارِ خیر ہے اس کا مرتکب ثواب کا حقدار ہے، ایک بدعت سیہ ہے جو اللہ کو ناپسندیدہ طریقہ ہے اس کا مرتکب گنہگار اور جہنمی ہے۔ بدعت کی اصل کیا ہے؟ تاویل ہے اور تاویل کا حق مفسران کرام اور ائمہٴ مجتہدین کو حاصل ہے کیونکہ یہ پیغمبروں کی سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ستارہ چاند اور سورج کو دیکھا پہلے اثبات کیا پھر نفی کی اس اثبات و نفی سے تاویل کا اختیار حاصل ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب جبرئیل نے ''اقراء'' کہا تو نفی کی تاویل کی یعنی امی کہا اور دیدار کے لئے علم کی نفی کی اور اثبات کیا کہ جب تک علم واسطہ بنا ہے اور علم کی نفی نہیں کی جاتی تب تک دیدار ممکن نہیں یہ نفی اور اثبات سے تاویل کا حق حاصل ہوا تاویل کے طریقے عوام نے اخذ کئے جن میں اچھے طریقے بھی ہوئے اور برے طریقے بھی ہوئے۔ اچھے طریقے باعث ثواب اور تاویلِ حق کے زُمرے میں آگئے جو برے طریقے تھے وہ باطل ہو کر شیطانی افکار بن گئے۔ اب تاویلِ حق شریعت میں جائز ہے کیونکہ شریعت کا تعلق علم و عمل سے ہے مگر راہِ معرفت میں تأویل نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ راستہ علم کا نہیں عشق کا ہے اور یہ تاویل سے علم حاصل کرنے کا مرحلہ نہیں بلکہ مقام دیدار حاصل کرنے کا ہے اور یہ معاملہٴ عشق ہے نہ کہ علم۔ معلوم ہوا کہ معاملاتِ علم میں تاویلیں بدعتِ حسنہ بھی ہوسکتی ہیں اور بدعتِ سیئہ بھی مگر شریعت خود اسکا فیصلہ کر لیتی ہے معاملاتِ عشق میں ہر تاویل بدعتِ سیہ کی مصداق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**حسنات الابرار سیئات**

المقربین ''(ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے یعنی مقامِ قرب میں رہنے والوں کے لئے گناہ کی مصداق ہیں) معلوم ہوا کہ اہل مقامِ قرب کے لئے یعنی اہلِ عشق کے مذہب میں تاویل ہرگز جائز نہیں جواز روئے شرع بدعت ہے خواہ اچھی ہو یا بری ساری بدعتیں اس مقام میں گناہ کی مانند ہیں لہٰذا اہلِ عشق کی آگاہی کے لئے نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدعتی جہنم کے کتے ہیں مگر اہلِ شرع کیلئے وہی احکام اصل ہیں جو شریعت میں حاصل ہیں۔

سوال ۷۲: ''**السکوت معراج المومنین والسکوت تاج الانبیاء** ''
اس قول کے معنیٰ کیا ہیں؟

جواب : خاموشی مومنین کی معراج ہے اور خاموشی انبیاء کا تاج ہے۔ خاموشی کیا ہے گویائی کی ضد ہے خاموشی کا تعلق دل سے ہے گویائی کا تعلق زبان سے ہے دل کا تعلق اللہ سے ہے اور زبان کا تعلق غیر اللہ سے ہے اس قول میں خاموشی سے مراد مراقبہ ہے۔ مراقبہ میں جب زبان بند ہو جاتی ہے تو سالک دیدارِ الٰہی کی معراج سے مشرف ہوتا ہے اور مراقبہٴ ایمان پر آجاتا ہے اور ایسے مومن کے لئے خاموشی کا مراقبہ اور انبیاء کا تاج بن جاتا ہے یعنی وہ اولیاء اللہ کی جماعت میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کے سر پر ولایت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**من سکت سلم من سلم فنجاء**'' (جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا) گویائی بندوں سے کلام کرنا ہے اور خاموشی اللہ سے کلام کرنے کا نام ہے۔

سوال ۷۳: ''**تفکر ساعته خیر من عبادت الثقلین** '' کے معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ایک گھڑی یعنی ۴۵ منٹ کی فکر دونوں جہاں والوں کی عبادت سے بہتر ہے یعنی ایک گھڑی کا مراقبۂ دیدارِ الٰہی دونوں جہاں کی عبادت اوراذکار سے بہتر ہے۔ اس حدیث پاک میں دیدار اور ذکر وعبادت کے مراتب بیان ہوئے ہیں۔

سوال ۷۴: مسکین اور مسکینیتِ محمدی ﷺ کا مرتبہ کیا ہے؟

جواب : مسکین سکون سے ماخوذ ہے مسکین وہ شخص ہے جس کو اللہ کے سوا غیر اللہ سے وحشت ہو مسکین وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا کسی بھی چیز سے سکون نہ پائے یعنی مسکین وہ ہے جس میں اللہ کے سوا کوئی چیز موجود نہ ہو اس حال کے اظہار کے لئے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''**لیس فی جبۃ الا اللّٰہ** '' (میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے) مسکنیت اللہ کا ایک نور ہے اور اس نور سے معمور نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اس لئے آپ ﷺ نے مسکنیت کی دعا کی اور التجاء کی۔ مسکین کا مرتبہ ارفع واعلیٰ ہے عرف عام میں جس کو مسکین کہا گیا ہے وہ لوگ کچھ اور ہوتے ہیں۔ کامل مسکین کی حقیقتِ باطن کیا ہے؟ مسکین اللہ کے سمندر میں گوہرِ بے بہاء کی مانند ہوتا ہے۔ مسکین کا ظاہری وجود سیپ کی مانند اور باطنی وجود موتی کی مانند ہوتا ہے۔

سوال ۷۵: ''**نعوذ باللہ من فقر المکب** '' کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ''میں منہ کے بل گرا دینے والے فقر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں'' اس

فقر میں شیطان کے اس فقر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس میں شیطان فقر کا وعدہ کرتا اور لالچ دیتا ہے۔ فقرِ ابلیس سے اللہ کی پناہ، کئی نامراد اِس میں گرفتار ہوتے ہیں فقیری کا بھیس لئے دنیوی کاروبار میں مصروف رہتے ہیں فقیری کو نیلام وبدنام کرتے ہیں اور اس کی آڑ میں دنیا کماتے ہیں خود کو کامل پیر کامل فقیر کہنے والے اللہ تک رسائی کا کوئی کمال نہیں رکھتے بلکہ دھن، دولت، شہرت اور دنیوی عزت کا جاہ وجلال رکھتے ہیں خود تو اللہ سے کوسوں دور رہتے ہیں اور دوسروں کو خدا کے وصال کی لالچ دے کر لاکھوں کروڑوں مریدوں کی فوج کھڑی کر لیتے ہیں اگر کوئی انکے خلاف حق کو پیش کرتا ہے تو یہ صف آراء ہو جاتے ہیں بس اس فقر کو فقرِ شیطانی کہتے ہیں۔

سوال ۷۶: ''**المفلس فی امان اللّٰہ**'' سے مراد کیا ہے؟

جواب : یہ حدیث پاک ہے کہ ''مفلس اللہ کی امان میں ہوتا ہے'' یہاں مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس صرف ایک دل ہو اور دل کے سوا جسم اور جسمانی کیفیت سب کچھ افلاس کی نذر ہو چکی ہو۔ ایسا ٹوٹا ہوا دل اللہ کی جلوہ گاہ ہوتا ہے اور ایسا دل امانت کے بحرِ بے کنار کا ایک موتی بن جاتا ہے اس مقام کو ''**المفلس فی امان اللّٰہ**'' کہتے ہیں۔

سوال ۷۷: کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ عہدِ ماضی کے مرشدانِ اِکرام اگر کسی کو خلافت دیتے تو اپنے خلیفہ کو چھ چیزیں ضرور عنایت کرتے قینچی، مصلیٰ، اعصاء، دستار، جبہ اور تسبیح ان اشیاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: کامل مرشد جب کسی کو خلافت دیتے ہیں یا اپنا نائب بنا لیتے ہیں قینچی اس لئے دیتے تھے کہ وہ اس قینچی سے علائق دنیا کے تمام رشتوں کو منقطع کر دے تاکہ ان رشتوں کی محبت اسکے دل میں گھر نہ کر سکے۔ مصلیٰ اسلئے دیتے تھے کہ ان کا جانشین نماز شریعت کی پابندی کرے اور مزید نفل نمازیں پڑھ کر اللہ کا قرب حاصل کرے۔ اعصاء اس لئے دیا جاتا تھا کہ وہ صرف اللہ کے نام کی لاٹھی کے سہارے اپنا سفر طئے کرے اور وقتاً فوقتاً فرعونی اژدھوں کے سدِّ باب کے لئے وہ عصاء ان کے لئے کرامت کا ثبوت بن جائے۔ دستار یعنی عمامہ سر پہ رکھتے تھے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ میرا نائب بارِ امانت اٹھانے کا مستحق ہے دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ پیچ دار ابلیس کے وجود کو یعنی دماغ کو اللہ کی رسی سے قید کر سکے۔ جبہ اس لئے دیتے تھے کہ مخلوقِ خدا کی ستر پوشی کرے۔ اور تسبیح اسلئے دیتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

سوال ۷۸: حدیث پاک ہے "**اللّٰھم زدنی تحیراً**" یعنی (اے اللہ میری حیرت میں اضافہ فرما) اس کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب: حیرت اللہ کی تجلی ہے ہر لمحہ ہر گھڑی نبی کریم ﷺ پر تجلیات نازل ہوتے رہتے تھے تو آپ انتہائی خوش ہوتے تھے پھر دوسری تجلی ہوتی ہے وہ اس سے بہتر ہوتی کہ آپ گذشتہ تجلی پر استغفار پڑھتے۔ اس طرح دن میں ستّر مرتبہ آپ مقام حیرت میں ہوتے تھے اور ستّر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے۔ غارِ حرا کا وہ عالم جس وقت فرشتہ آیا اس وقت آپ مقام حیرت میں تھے اور فرشتے سے کہا کہ میں امّی ہوں

کیونکہ آپ جس مقام میں تھے اس مقام میں فرشتہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا اس وقت اور مقام کو "**لی مع اللّٰہ وقت لایعنی ملک مقرب**" یعنی (میرے اور اللہ کے درمیان ایک ایسا وقت ہوتا ہے جہاں کوئی مقرب فرشتہ بھی نہیں ہوتا) کہتے ہیں ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آپ ﷺ کی ذات اقدس تشریف فرما تھی حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو آواز دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا 'میں عائشہ ہوں' آپ ﷺ نے فرمایا کون عائشہ؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کون ابو بکر؟ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا ابو قحافہ کے بیٹے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کون ابو قحافہ؟ اتنے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہاں سے ہٹ گئیں۔ یہ کیا ہے؟ اسی مقام کو حیرت کہتے ہیں اور اسی کو حیرت کہتے ہیں۔ اسی عالم میں آپ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور وحی لائے مخاطب ہوئے تو فرمایا میں اُمی ہوں یعنی میں تم سے اس وقت بات نہیں کر سکتا۔ اللہ رب العزت نے ایسی حالت میں فرشتہ کو کیوں بھیجا؟ جب کہ آپ ﷺ مقامِ حیرت میں تھے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ نے وہاں فرشتہ اس لئے بھیجا کہ اللہ کا محبوب مقام حیرت سے مقام دنیا کی طرف رجوع کر کے منصبِ رسالت کے مطابق فرائض انجام دے سکے۔ حیرت کیا ہے؟ یہ وہ حال ہے جو قرطاس پر نہیں ظاہر ہو سکتا۔ حیرت ایک ایسی حیرتناک وادی ہے جس میں جو گیا وہ گم ہو گیا حیرت عدم کا ہی نہیں عدمِ محض کا راز ہے جس کی عقل رنگ و نور میں ڈوب گئی بس اُس نے کچھ مزا چکھ لیا۔

سوال۷۹ : اصلی قادری کی پہچان کیا ہے اور قادری کی ابتداء اور انتہاء کیا ہے؟

جواب : اصلی قادری قادریت کا ایک راز ہوتا ہے ایک شہباز ہے جو تنہا شکار کرتا ہے تنہا غذا پاتا ہے اور تنہائی اس کے گھر کا نور ہوتی ہے وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو امر کُن سے معزز رہتا ہے اس کا کہا خالی نہیں جاتا نہ وہ تقریر باز ہوتا ہے نہ وہ تعویذ باز ہوتا ہے نہ گانے بجانے کا رسیا ہوتا ہے اس کا وجود زمین پر ہوتا ہے مگر اس کا قلب لی مع اللہ وقت میں ہوتا ہے جہاں تمام علوم ختم ہوجاتے ہیں وہاں سے اس کا عشق شروع ہوتا ہے اللہ سے الہام حاصل کرتا ہے اور اپنے آقا امر بی حضور غوثِ پاک میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کی غلامی کرتا ہے۔

سوال۸۰ : اسلام کے پانچ ارکان ہیں کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ اس کے ظاہری و باطنی معنیٰ کیا ہیں؟

جواب : اسلام کا پہلا رکن اور بنیاد کلمۂ طیب ہے اس کی تکرار تین طرح آئی ہے ایک ''**لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ**'' یہ مسلمان کا کلمہ ہے اذان میں ''**اشھدان لاالہ الااللہ و اشھدان محمدرسول اللہ**'' آئی ہے یہ مومن کا کلمہ ہے۔ تیسری تکرار نماز میں ''**اشھدان لاالہ الااللہ و اشھدان محمداً عبدہٗ و رسولُہ**'' آئی ہے یہ عاشق کا کلمہ ہے۔ پہلا کلمہ ''**لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ**'' اقرار باللسان ہے دوسرے اور تیسرے کی تکرار تصدیق بالقلب ہے اور تصدیق بالقلب مشاہدے کی شرط سے ادا ہوتی ہے یعنی یہ مشاہدہ ہے۔ نماز

ملکوتی عقلوں کی پرہیزگاری کے لئے ہے روزہ جبروتی قوتوں سے کنارہ اختیار کرنے کے لئے اور روحانی قوتوں کی ترقی کیلئے ہے۔ زکوٰۃ لاھوت میں خود کو ترک کرنے کے لئے ہے اور حج لامکاں میں دیدارِ الٰہی کے لئے ہے۔

سوال۸۱ : دیگر انبیاءِ اکرام کی اُمت کے کلمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو عطاء شدہ کلمۂ طیب میں کیا فرق ہے؟

جواب : حضرت آدم علیہ السلام کی اُمت کو ''**لاالہ الا اللہ آدم صفی اللہ**''، حضرتِ نوح کی اُمت کو ''**لاالہ الااللہ نوح نجی اللہ**''، حضرت موسیٰ کی امت کو ''**لاالہ الااللہ موسیٰ کلیم اللہ**'' اور حضرت عیسیٰ کی اُمت کو ''**لاالہ الااللہ عیسیٰ روح اللہ**'' وغیرہ کلمہ جات عطاء ہوئے ہیں مذکورہ ہر کلمہ توحید کے ساتھ پیش کرنے والی ذات کا مرتبہ بیان کرتا ہے مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو ''**لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ**'' کا کلمہ عطاء کیا گیا ہے پہلا جملہ توحید ہے دوسرا جملہ رسالت۔ توحید کی طرف رہبری اور تشریح ہے نیز جمیع ذات وصفات پر گواہ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہاں پہلا گواہ رسالت ہے اور کلمہ کے ساتھ اللہ نے ہمارے لئے گواہِ توحید اور گواہِ رسالت کو ایک ساتھ نازل کیا ہے بقیہ پانچ کلمات کلمۂ توحید کی تشریحات ہیں۔

سوال۸۲ : واقعی اگر قیامت قائم ہوجائے تو کیا ہوگا؟

جواب : جاننا چاہیے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ بنی آدم کے بواطن کو ظاہر اور

ظواہر کو پوشیدہ کر دیگا معلوم ہوا کہ بنی آدم کا ہر شخص اپنی باطنی صورت پر قیامت میں اٹھے گا یہ جو کہا گیا ہے " **والبعث بعدالموت** "یعنی (اس کا مختصر معنیٰ قیامت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا) اس سے مراد اللہ انسان کے ظاہر کو مردہ اور باطن کو زندہ کر دے گا یعنی ظاہری صورت کو مردہ اور باطنی صورت کو زندہ کر دے گا اس وقت ظالم و سفاک انسان کو چیونٹیوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا مجموعی طور پر حشر انسان کی خصلت کے مطابق ہوگا اگر نیکیوں کا خیر کا غلبہ ہے تو انسان کی خصلت کے مطابق اس کا حشر صورت خیر پر یعنی صورتِ انسان پر ہوگا اگر انسان ظاہری حیات میں شر و فساد کا پتلہ بن کر جیا اور مرا ہے تو اس کی باطنی صورت یقیناً کسی درندے کی ہوگی۔

سوال ۸۳: اکثر صوفیانِ کرام نے فرمایا ہے کہ معرفت الٰہی ڈھائی قدم کے فاصلے پر ہے اس سے مراد کیا ہے؟

جواب : آتی جاتی سانس کے دو قدم ہوتے ہیں اور سانس کا روکنا بس ڈھائی قدم ہے اس کے معنیٰ حبسِ دم کے ساتھ مراقبہ ہے۔

سوال ۸۴: وہ کونسی زمین ہے جہاں یکسوئی حاصل ہوتی ہے؟

جواب : زمینِ قلب۔

سوال ۸۵: جیسا تصور ویسی صورت کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ناسوت اور ملکوت میں بھٹک جانے پر یہ محاورہ استعمال ہوتا ہے۔

سوال ۸۶: خلوت نشینی اور ذکر و شغل ان میں کیا بہتر ہے؟

جواب : مبتدی کے لئے ذکر و شغل اور منتہی کے لئے خلوت نشینی بہتر ہے۔

سوال ۸۷: سلطان الاذکار سے کیا مراد ہے؟

جواب : ایک ایسا سمندر ہے جس میں طوفان آنے کے بعد سارے موتی سطح پر آجاتے ہیں اور یہ طوفان سلطان الاذکار کے کرنے سے آتا ہے۔

سوال ۸۸: سزا اور جزا کیا ہے؟

جواب : اللہ نے سزا اور جزاء کے مستحقین کو حضرتِ آدم علیہ السلام کے زمین پر بھیجنے سے پہلے واضح کر دیا ہے سزا کا مستحق شیطان قرار پایا جزاء کے مستحق حضرت آدم علیہ السلام قرار پائے۔ معلوم ہوا کہ سزا کا مستحق شیطان صفت ہے جزا کا مستحق فرشتہ صفت انسان ہے، سزا شیاطین کے لئے ہے، فرشتوں کے لئے نہیں لہٰذا شیطان کو کافر کہا گیا اور کفر کا معنیٰ ہے شیطان کی صفت اختیار کرنا یا انسان کی صورت میں شیطان بن جانا، حق کا انکار کرنا اور باطل کا اقرار کرنا ہے۔

سوال ۸۹: شعلہ بیان مقرر کیا کرتے رہتے ہیں؟

جواب : اپنی تقریر کے خریدار تلاش کرتے رہتے ہیں اور جب خریدار مل جاتے ہیں تو ان کے درمیان تقریر کرتے ہیں سننے والوں کا دل بہل جاتا ہے، تفریح ہو جاتی ہے اور عوام کو خوش کرنے کے شوق میں یہ اپنی عمر برباد کرتے ہیں۔ بدمزاج بدخماش لوگوں میں چیخ چیخ کر اپنی جماعت کی تبلیغ کرتے ہیں برا بھلا کہا جاتا ہے فتویٰ بازی ہوتی ہے بسا اوقات عدالت کی نوبت آجاتی ہے یہ لوگ قوم کو تعلیم دینے کی آڑ میں نہ جانے

کیا کیا کرتے ہیں یہ لوگ گویا ریت پر تحریر لکھ رہے ہیں۔اے مقرر! تجھے اگر تعلیم دینا ہے تو قوم کو عشق کی تعلیم دے عشق سے عشق ونظر کی تعلیم دے۔ہاں! مگر تو پہلے خود کو تعلیم دے لے پھر لب کشائی کر ورنہ خود کی اصلاح کے بغیر عشق کا نام بھی لینا بے ادبی ہے۔اے دوست! کب تک مجمع لگاتا رہے گا کبھی تو وصلِ یار کی فکر کر۔

سوال ۹۰ : خاموشی میں حکمت کیا ہے؟

جواب : خاموشی اس لئے اختیار کرنے کا حکم ہے کہ کہیں عقل کا موتی منہ سے چھلک نہ جائے جب تک دیگ کا منہ بند نہیں ہوتا تب تک دیگ میں جوش نہیں آتا اور جب تک تیرا منہ بند نہیں ہوگا تیری حیرت میں جوش نہیں آئے گا۔

سوال ۹۱ : کامل پیر کا پتہ بتایئے؟

جواب : کامل پیر عشق کو کہتے ہیں اس کا پتہ اس کا مظہر ہے، یہ کالی یا سفید ڈاڑھی پیر نہیں ہوسکتی یہ رنگین لباس وضع قطع کے شیدائی پیر نہیں بن سکتے، دسوں انگلیوں میں انگوٹھیاں رکھنے والا انگوٹھی کی دکان تو بن سکتا ہے پیر نہیں بن سکتا، قوالی سے محظوظ ہوتے ہوتے شریعت کی کسر کرنے والا قوال تو بن سکتا ہے پیر نہیں بن سکتا، تعویذ گنڈے، جنتر منتر اور تنتر کرنے والا جادوگر تو بن سکتا ہے پیر نہیں بن سکتا کیونکہ پیر جسے کہتے ہیں وہ صرف اور صرف حضرتِ عشق اور اس کا عین مظہر حضور غوث الصمدانی قطب ربانی شہباز لامکانی مقبول ہر دو جہانی حضرتِ میراں

محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کا قدم ہر اس اہلِ عشق کے کندھوں پر ہے جو ”میں عشقِ خداوندی کی آگ ہوں“ میں جل گیا صاف کہدوں تو پیر صرف اسے کہتے ہیں جو میرے غوث رضی اللہ عنہ کے عشق کا مظہر بن چکا ہو ورنہ برائے نام سب کچھ برائے نام ہے۔

سوال ۹۲ : عشق کیا کرتا ہے؟

جواب : عشق تیری عقل میں ازلی صورتوں کی تصویر بناتا ہے اور جب تیری ذات وجود سے خالی ہو جاتی ہے تو وہ تصویر زندہ ہو کر تیرے سامنے جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے حسن میں محفوظ ہو جاتا ہے مزید تیری ذات اگر قوی ہوتی ہے تو ان صورتوں پر جلوہ نما حسن یعنی ان پردوں میں جلوہ نما حسن بغیر واسطہ کے تجھ پر ظاہر ہو جاتا ہے ”**اللّٰہ جمیل ویحب الجمال**“ (اللّٰہ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے)۔

سوال ۹۳ : صورت اور حسن کی تعریف کیا ہے؟

جواب : صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے۔

سوال ۹۴ : ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝“ کا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ظاہر ترجمہ تو ”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے“ باطنی معنیٰ یہ ہے کہ تمام اشیاء معکوس کے عکوس ہیں یہاں عکوس ہوں یا حقیقی ہر چیز اللہ کی تعریف کرتی ہے کون ایسی چیز ہے جو اللہ کی تعریف نہیں کرتی۔اللہ کی ذات مثال وتشبیہ سے پاک ہے تو قلم کی کیا مجال ہے کہ اللہ کی حقیقت کو بیان کر سکے پھر بھی عقلمند کے لئے ایک مثال دیتے ہیں تا کہ وہ سمجھ جائے کہ اس ذات کی تعریف

کا حق کس طرح ادا ہو رہا ہے ہم عالم مثال میں ہیں یعنی دنیا میں ہیں تین عناصر کو دیکھ سکتے ہیں مگر ہوا کو نہیں دیکھ سکتے چھو نہیں سکتے صرف محسوس کر سکتے ہیں۔ یہ ہوا کیا ہے؟ حقیقی ہوا کا پرتو اور غبار ہے جس میں ہر چیز کی اصل پوشیدہ ذرات ہیں، بخارات ہیں اور آگ ہے آج کی جدید سائنس بھی کہتی ہے کہ ذرات کے انجماد سے زمین وجود میں آئی چاند سورج ستارے وجود میں آئے، ہوا میں ذرات کے سوا مختلف قسم کی ہوائیں یا گیس ہیں جنکی حرکت اور تحریک سے نظامِ عالم برقرار ہے اگر آکسیجن میں نائیروجن ہوتی تو کیا ہوتا؟ اگر ہائیڈروجن اور آکسیجن نہ ہوتی تو کیا پانی ہوتا؟ اگر ہیلیم گیس نہ ہوتی تو کیا سورج دہکتے رہتا؟ یہ سب کچھ قدرت کے جمال وجلال کا کمال ہے۔ ایک چیز کو دوسری چیز کی ضرورت بنا دیا اور تیسری چیز کو پیدا کیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام عناصر کی جان ہوا ہے اگر ہوا نہ ہوتی تو کائنات کا کوئی ذرہ سائنسی اعتبار سے زندہ نہ رہتا نہ حرکت کرتا نہ اسے تحریک ملتی ہاں! مگر وہی ہوتا جو اللہ چاہتا ہے۔ اب ہوا کو دیکھ لو کہ ہر چیز ہوا کی مرہون منت ہے اسی طرح ہر چیز اللہ کی مرہون منت ہے یعنی تعریف کر رہی ہے۔ ایک حقیقت ہے اور ایک مجاز۔ یہ عناصر مجاز ہیں اس کی حقیقت قدرت کے آئینوں میں پوشیدہ ہے اگر کوئی دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ کو تنزیہاً دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے اگر کوئی کہے کہ میں نے تنزیہاً اللہ سے کلام کیا ہے تو وہ فریبی ہے یہ ہرگز ممکن ہی نہیں کہ اللہ کو کسی نے تنزیہہ میں دیکھا ہو وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، مبراء اور آزاد ہے۔ ہاں! تشبیہ میں یا مظہر میں جو کوئی اللہ کو دیکھنے کا دعویٰ کرتا ہے تو درست ہے وہ دونوں میں ہے مگر ایک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''الاٰن کما

کــان'' یعنی (وہ پہلے جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے) یعنی مخلوقات کی تخلیق سے پہلے وہ جیسا تھا آج بھی ویسا ہی ہے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ راز ہے۔ ''اِنّ اللّٰـہَ عَلیٰ کُلِ شیی ءٍ مُّحِیط'' (بیشک اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) کیا بتائیں کہ وہ کس طرح گھیر رکھا ہے یاد رہے صوفیانِ تصوف نے دعوے کئے ہیں کہ ہم نے اللہ کا دیدار کیا ہے وہ برحق ہیں مگر تشبیہ میں تنزیہہ میں نہیں ''الاٰن کما کان'' میں نہیں۔ مظاہر میں دیدار ممکن ہے غیر مظاہر میں نہیں یعنی تنزیہہ میں نہیں۔ ''وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۚ'' (البقرہ ۲:۲۵۵) (اس کی کرسی زمین اور آسمانوں سے وسیع ہے) دو آنکھیں نہیں کروڑوں آنکھیں بھی لاؤ تو اس کی ذات کو تنزیہہ میں دیکھنا ممکن ہی نہیں۔ فقیر اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا بس عقل کی آنکھ رکھنے والے کے لئے اس میں بہت کچھ ہے۔

سوال ۹۵ : حقیقتِ انسانی کیا ہے؟

جــواب : اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ ۫﴿۴﴾ (التین ۹۵:۴) یعنی اللہ نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا کیا۔ وہ بہترین صورت کیسی ہے؟ حدیثِ قدسی میں خود ہی ارشاد فرماتا ہے: اِنّ اللّٰـہ خلق اٰدمہ علیٰ صورۃ الرحمٰن یعنی بے شک ہم نے آدم کو رحمٰن کی صورت پر پیدا کیا، یہ رحمان کی صورت کیا ہے؟ حدیث قدسی اس کی تائید کرتی ہے کہ الانسان سِرّی وانـاسِرّہٗ یعنی انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔ جب انسان کو بنی آدم میں پیدا کیا تو پھر ارشاد فرمایا: کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) ہم نے انسان کو فضیلت بخشی! کس پر فضیلت بخشی؟ ہر مخلوق پر فضیلت بخشی، پھر

ارشاد فرمایا: من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُسنے اپنے رب کو پہچانا، یاد رہے یہ حدیث قدسی عبرانی توریت میں بھی موجود ہے۔ جب اللہ کو حضرتِ انسان کا انتہائی عظیم مرتبہ پیش کرنا منظور ہوا تو فرمایا انت انا و انا انت یعنی تُو ہے سو میں ہوں اور میں ہوں سو تُو ہے اگر ہم خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (العلق ۹۶:۲) سے علقہ مراد لیتے ہیں تو یہاں علقہ سے علاقہ یا تعلق مراد ہے، یعنی علقہ جسم ہے اور انسان اس میں پوشیدہ بہترین صورت ہے۔ اگر ہم ظاہری جسم کو انسان کہتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ (الذریٰت ۵۱:۵۶) یعنی ہم نے جنّات اور انسان کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا۔ قوم اجنّاء کو چھوڑ دیئے ہم پھر بحث کریں گے، مگر انسان کو تو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا! اب عبادت کا معنیٰ کیا ہے؟ عظیم صحابی اور شاگردِ رسول ﷺ حضرتِ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں: ائی لی یعرفون یعنی اللہ کو پہچاننے کا نام عبادت ہے، تو اس آیت کا معنیٰ یہ ہوا کہ اللہ نے انسان کو صرف اپنی پہچان اور معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کو اللہ کی معرفت اور پہچان حاصل نہیں وہ انسان کس طرح ہوسکتا ہے؟ اب پہچان کیا ہے؟ پہچاننے کے کئی پیمانے ہیں جیسے ہوا کو محسوس کر کے پہچاننا یعنی حس سے پہچاننا، یا کسی چیز کو دیکھ کر یا تخلیق کو دیکھ کر خالق کو پہچاننا یہ استدلالی قیاس تو ہوسکتا ہے مگر پہچان نہیں! اب پہچاننے کا مثبت حتمی یقینی اور بہترین واحد ذریعہ یہ ہے کہ دیکھ کر پہچانا جائے، جس طرح روحوں نے عالمِ ارواح میں اللہ کو دیکھ کر، پہچان کر، اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ (الاعراف ۷:۱۷۲) کے جواب میں بلیٰ کہا تھا اب اگر انسان یہ وعدہٗ

بلیٰ نبھانا چاہے تو کس طرح بناہے؟ اللہ کو کس طرح پہچانیں؟ اب ہمیں اللہ ہی سے پوچھنا ہوگا کہ اۓ اللہ تجھے کس طرح پہچانیں؟ کہاں پہچانیں؟ تو اللہ نے قرآن میں جواب دیا ہے، اپنا پتہ دیا ہے، لہٰذا ارشاد فرماتا ہے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ (ق ۵۰:۱۶) یعنی میں تیری شہہ رگ سے قریب ہوں! یہ شہہ رگ کیا ہے اور کہاں ہے؟ اگر یہ گلے میں پوشیدہ ہے تو کیا اللہ گلے کے قریب ہے جس کو ہم پہچان لیں! بے شک اللہ تو حاضر و ناضر ہے یہ ہمارا ایمان بھی ہے۔ اللہ نے جسمِ انسانی کو جس میں عورت اور مرد دونوں شامل ہیں ان کی حقیقت کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جسمِ انسانی انسان نہیں، انسان کا لباس ہے۔ خیر اللہ اگر جسمِ انسانی پیدا فرماتا یا تمام انسانوں کو پیدا فرماتا اور صرف آنکھوں سے محروم کر دیتا یا بغیر آنکھ کے پیدا کرتا تو کیا یہ کائنات اور علمِ کائنات، ترقی اور تعمیر انسان سے ممکن تھی؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوا کہ جسمِ انسانی آنکھوں کے بغیر اندھا اور ایک بیکار چیز ہے، اگر آنکھیں ہی نہ ہوتیں تو کیا انسان سے یہ ایجادات یہ ترقیات ممکن تھے؟ تو معلوم ہوا کہ شہہ رگ کو آنکھوں کے قریب تلاش کرنا چاہیئے! پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم نے شہہ رگ کو پا بھی لیا تو خدا کو کیسے پہچانیں اور کہاں پائیں؟ لہٰذا اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (الذریٰت ۵۱:۲۱) یعنی میں تمہارے نفسوں میں ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟ یہ نفس کیا ہے اور کہاں ہے؟ جس میں جا کر ہم اللہ کی معرفت یا پہچان حاصل کریں! خیر اگر ہم اللہ کو پہچانے بغیر یا دیکھے بغیر اس دنیا سے گزر جاتے ہیں تو اللہ اعلان فرماتا ہے: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى

فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ (بنی اسرائیل ۱۷:۷۲) یعنی جس نے مجھے اس دنیا میں نہیں دیکھا وہ آخرت میں نہیں دیکھ سکتا کیونکہ وہ گمراہ ہے! اور گمراہی کا معنیٰ ظاہر ہے۔ یہاں دنیا کیا ہے؟ چار عناصر کی کاریگری! اس دنیا اور کاریگری کی اصل کیا ہے؟ خود حضرتِ انسان کا یہ جسم ہے جو آگ ہوا پانی اور مٹی کا گھر ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دنیا کچھ نہیں جسمِ انسانی کی تشریح ہے، اس لئے حضرتِ انسان کو عالمِ کبیر یا صغیر کہتے ہیں، بلکہ حضرتِ انسان عالمِ کبیر ہے کیونکہ حضرتِ انسان اپنے باہر کی اور عناصر کی دنیا کا بہت علم رکھتے ہیں، حضرتِ انسان کے لباس میں یعنی جسم میں قدرت کا کارخانہ بھی پوشیدہ ہے، روح نفس قلب خدا اور رسولِ خدا کا نور جلوہ افروز ہے۔ اس لئے جب انسان خود کو پہچان لیتا ہے تو خدا کو پہچان لیتا ہے، جب خدا کو پہچان لیتا ہے تو خدا کی خدائی کو کس طرح نہیں پہچان سکتا؟ اس لئے قرآن فرماتا ہے: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ط (البقرہ ۲:۱۱۵) یعنی تم جس طرف رخ کروگے اُس طرف اللہ کی ذات کا جلوہ ہے۔

اے سالک ان تمام حقائق کو جاننے کے لئے، پہچاننے کے لئے، آخر وہ کونسا ایسا پیمانہ ہے یا وہ کونسا ایسا راستہ ہے جس پر چل کر ہم معرفت الٰہی حاصل کر سکتے ہیں؟ چلو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں ارشادِ گرامی ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی جانب وسیلہ تلاش کرو جو تمہیں اس کی راہ میں جدوجہد کرنا سکھائے اور ممکن ہے تمہیں فلاح نصیب ہوجائے۔ وہ وسیلہ کون ہے؟ وہ وسیلہ کامل پیر ہے جس کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرّفیق ثمّ الطریق یعنی پہلے رہبر کو تلاش کرو پھر راستہ چلو، وہ رہبر کیسا ہونا چاہیے؟ مزید ارشاد فرماتے ہیں تمہارا

پیر اپنے مریدوں کے درمیان رسول کی مانند ہوتا ہے۔ اور یہاں رسول کی مانند پیر کیا کرتا ہے؟ آقا ﷺ نے فرمایا پیر غسّال کی مانند ہوتا ہے یعنی جس طرح میت کو غسل دے کر پاک کیا جاتا ہے اسی طرح پیر طالب اللہ کو نفسانی اور عناصر کی آلودگیوں سے پاک کرنے والا ہوتا ہے۔ پیرِ کامل کا مرتبہ کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کامل پیر کا دیدار اللہ کا دیدار ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ پیر میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا نور پوشیدہ ہوتا ہے یعنی پیرِ کامل اللہ اور اس کے رسول کا مظہر ہوتا ہے۔

مجموعی بحث سے معلوم ہوا کہ ایسے ہی کامل پیر سے اللہ کی پہچان یا معرفت حاصل کرنا چاہئے۔ اگر ہم اس عناصر کے پتلے کو انسان کہتے ہیں تو ہم یقیناً غلطی کر رہے ہیں، ہر جاندار، ہر چیز عناصر کی ترتیب سے مرتب ہے، یہ نظر آنے والا انسانی پتلہ بھی عقل رکھتا ہے، اور جانور بھی اپنی عقل رکھتا ہے، نباتات بھی عقل رکھتے ہیں اگر نہ رکھتے تو آم کے پیڑ میں نیم کے پھل لگ جاتے۔ انسان کا پتلہ محض حیوانِ ناطق ہے اور جانور حیوانِ بے ناطق ہے، بس اتنے سے فرق پر ہم اس انسانی پتلہ کو حقیقی انسان کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں؟ یہ عناصر آخر کیا ہیں اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ آگ بذاتِ خود آگ ہے، ہوا میں آگ پوشیدہ ہے اور برقی پنکھوں سے بجلی یعنی آگ پیدا کرلی جاتی ہے، پانی میں بھی آگ ہے اور اس کا فارمولہ ہی H_2O ہے، یعنی دو (۲) حصہ ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن، ہائیڈروجن جلنے والی آگ ہے اور آکسیجن جلانیوالی آگ ہے، قدرت نے آگ کو ہی آگ بجھانے کا ذریعہ یعنی پانی بنا دیا۔ مٹی میں سیّال آگ پوشیدہ ہے،

پیٹرول ڈیزائیل، ایل پی جی، اور کیمیکلز وغیرہ سب کچھ آگ ہے، اس طرح انسان کا جسمِ عناصر آتشی قرار پایا، آتشی مخلوقات میں سرِفہرست ابلیس، نفس اور عناصر کی دنیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی جسمِ عناصر بھی آتشی ترکیب کا مرکب ہے۔ انسان یعنی عناصر کا پتلہ کھاتا پیتا ہے، یہ غذا پیٹ میں جا کر گلوکوز میں تبدیل ہوجاتی ہے اور فضلہ خارج ہوجاتا ہے، گلوکوز کلیجہ میں پکتا ہے تلّی وغیرہ سے گزر کر یہ خون میں تبدیل ہونے لگتا ہے، اس خام خون کو دل فلٹر کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ غذائی گلوکوز ارتقائی منازل سے گزر کر بشکلِ خون انسان کے جسم میں دوڑتا ہے، ہر رگ وریشے میں دوڑتا ہے، جاننا چاہئے کہ اس خون کی سرایت جہاں تک ہے وہاں تک شیطان کی رسائی رہتی ہے، سر سے پیر تک دماغ سے پُشت کی ہڈیوں تک خون کی سرایت رہتی ہے۔ جسمِ انسانی میں یہ شریانیں یہ رگیں کیا ہیں؟ یہ شیطان کے راستے ہیں یعنی آتشی راستے ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں شیطان تمہارے خون میں گردش کرتا ہے۔ سبحان اللہ یہ حق ہے کیونکہ آسمان پر جب اللہ نے آدم کا پتلہ بنایا تھا تو ابلیس نے اللہ سے اجازت حاصل کر کے جسمِ آدم میں داخل ہوا اور ہر رگ وریشہ کی تلاشی لی پھر واپس آکر فرشتوں سے کہا کہ اس انسان میں سوائے ایک بند ڈبہّ کے اور کچھ نہیں ہے، میں نے اس بند ڈبہّ کو کھولنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کھلا نہیں، معلوم ہوا کہ انسان میں اللہ کی معرفت کا راز ایک بند ڈبہّ کی شکل میں پوشیدہ ہے اور وہ شیطان سے نہیں کھل سکا کیونکہ شیطان کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں تھی، اور اس کو وہاں تک پہنچنے کے لئے خونی راستہ نہیں تھا، معلوم ہوا کہ جہاں تک خون پہنچتا ہے وہ عالمِ عناصر اور نار ہے اور اُس بند ڈبہّ

کا راز نور ہے، نور اور نار کا اتحاد ناممکن ہے کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد ہے۔

الغرض اس خون میں جب آگ دوبالا ہونے لگتی ہے تو اسی خون کی تحریک سے مرد کے خصیوں میں منی پیدا ہوتی ہے اور اسی خون سے عورت کے فیلوپین ٹیوبس میں منی جیسا ہی مواد پیدا ہوتا ہے، جب یہ منی یا مواد جمع ہوکر اور گرمی پیدا ہوتی ہے تو اس آگ سے مرد کی منی میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں جسے ''سپرم'' کہتے ہیں اسی طرح عورت کے فیلوپین ٹیوبس میں مواد کی گرمی سے ہارمونز پیدا ہوتے ہیں، اور یہ دونوں آتشی خون کا ہی نتیجہ ہیں، مرد کی منی کے کیڑے بالکل آنکھوں کو نہ نظر آنے والی مچھلی کے مانند دمدار ہوتے ہیں اور ہارمونز بھی نہ نظر آنے والے انڈوں کی طرح ہوتے ہیں، جن کو آج کے جدید آلات سے دیکھا جاسکتا ہے، مرد کی منی کے ایک قطرہ میں ایک سو بیس ملین سپرم یا کیڑے ہوتے ہیں۔ جب عورت اور مرد مباشرت کرتے ہیں تو ایامِ حیض کے ساتویں دِن سے ہی عورت کے ہارمونز حرکت میں آجاتے ہیں، مباشرت کے بعد مرد کی منی کا کوئی نہ کوئی ایک کیڑا عورت کی بچہ دانی میں موجود ہارمون میں داخل ہوجاتا ہے تو اس ہارمون کو اپنی غذا بنا کر کیڑا اپنی حفاظت کے ساتھ جینے کی کوشش کرتا ہے۔ خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک گھر نما جسم بنا لینے کی کوشش کرتا ہے۔ بتدریج ماہ بہ ماہ گزر کر چار مہینے دس دِنوں میں ایک مضبوط قلعہ نما جسم بنا لینے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ اس کیڑے کی عقل حیرت انگیز ہوتی ہے سب سے پہلے یہ اپنے سر کو محفوظ رکھنے کے لئے سر کی کھوپڑی بنالیتا ہے اور دُم کو محفوظ رکھنے کے لئے ریڑھ کی ہڈیوں کی ایک زنجیر بنالیتا ہے، اور اس زنجیر میں ایک پائیپ تشکیل دے لے کر دُم کو محفوظ

رکھتا ہے پھر دیگر ہڈیاں گوشت پوست اور رگ وریشے بنالیتا ہے، کمال کی تو بات یہ ہے کہ یہ اپنی اصل یعنی ماں باپ کی صورت کے مطابق خود کوڈھال لیتا ہے۔ اسی طرح جانور بھی اپنی اصل پر اپنی صورت کوڈھال لیتے ہیں۔

بالآخر چار مہینے دس دنوں میں بچہ تیار ہو جاتا ہے، تو ایک خدائی عقل یعنی فرشتہ پتلۂ عناصر میں صورتِ انسانی کا نوری نقشہ بنا دیتا ہے، پھر اللہ ربّ العزت وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (الحجر ۲۹:۱۵) یعنی میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی کے مطابق روح انسانی کو بیدار کر دیتا ہے۔ اس وقت سے بچہ پیٹ میں مکمل طور پر حرکت کرنے لگتا ہے آنکھیں کھول کر دیکھتا ہے، بچہ دانی میں موجود گلوکوز میں اوندھا لٹک کر غوں غاں کرنے لگتا ہے، ہنستا ہے اور روتا ہے، ماں باپ کی بولی سنتا ہے دوسروں کی بولیاں سنتا ہے اور سیکھنے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً حضور غوثِ اعظمؓ کی والدۂ محترمہ حافظِ قرآن تھیں آپ ہمیشہ قرآن پڑھا کرتی تھیں تو حضور غوثِ پاک مادرِ شکم میں ہی قرآن سن کر حافظِ قرآن بن کر پیدا ہوئے۔

جب ماں باپ دنیادار ہوتے ہیں یا دنیوی باتیں کرتے ہیں، عیار باتیں کرتے ہیں، یا جنسی لوازمات کی باتیں کرتے ہی یا فحش کلام کرتے ہیں تو یقیناً بچہ ان باتوں اور زبانوں کو بھی سیکھتا ہے، اور وہی تاثیر لے کر پیدا ہوتا ہے۔ نبیوں اور اولیاء یا صالحین کی اولادیں صالح اخلاق وزبان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور دُنیادار کی اولادیں دنیادار ہی پیدا ہوتے ہیں۔ الغرض پورے ایام مکمل کر کے بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور بتدریج دنیا میں پھلنے پھولنے لگتا ہے، اور خوراک کے استعمال سے ایک مضبوط جسم کا مالک بن کر دنیا میں جینے لگتا ہے۔ یہاں ہم ایک اہم سوال

پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ عناصر کا جسم تو چار عناصر کی چار آگوں سے بنا خون گوشت پوست ہڈیاں اور دماغ چار عناصر کی آگوں کا ہی کرشمہ ہے جسم تو ظاہر ہے مگر وہ کیڑا کہاں گیا؟ آیا وہ موجود ہے، یا جسمِ عناصر میں تحلیل ہو گیا؟ ذرا سائنس سے پوچھ کر جواب دیجئے یا سائنس کے مطابق اگر ہم اُس کیڑے کو تلاش کرتے ہیں تو وہ کیڑا جسمِ عناصر میں تحلیل نہیں ہوا بلکہ وہ جسمِ عناصر میں ہی پوشیدہ ہے، وہ کہاں ہے؟ اے بھائی وہ کیڑا جسم کے ساتھ ہی خود بھی بڑا ہونے لگا دماغ سے لیکر صلب تک یعنی سپائینل کورڈ تک محفوظ رہا ہمارے سر میں موجود دماغ اس کیڑے کا سر ہے جو آگ سے پیدا ہوا ہے، یہ صلب یا سپائینل کورڈ اُس کی دُم ہے جو پشت کی ریڑھ کی ہڈیوں کی زنجیر کے درمیان ایک پائپ میں خود کو محفوظ رکھا ہے۔

اب کیڑے کی عقل کا اندازا لگائیے وہ کس قدر عقلمند ہے، وہ اپنے ماں باپ جیسا جسم بنالیتا ہے، بولی سیکھتا ہے، خود کی حفاظت کی عقل رکھتا ہے اور محفوظ رہتا ہے۔ ذرا سوچئے جب یہ کیڑا اس قدر خوبصورتی سے ماں باپ کو دیکھے بغیر اپنا جسم بنالیتا ہے، تو کیا یہ کیڑا کائنات کو کیا سے کیا نہیں کر سکتا ہوگا، اور یہ دنیا کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتا ہوگا، ذرا سوچئے اگر اس کیڑے کی توجہ اللہ کے نوری دین کی طرف ہوگئی تو یہ دین کے ساتھ کیا کیا نہیں کر سکتا ہوگا! کیا یہ کیڑا سیاست نہیں جانتا ہوگا؟ تجارت اور عناصر سے متعلق علم نہیں رکھتا ہوگا؟۔ یاد رکھئے یہ کیڑا نوری نہیں ناری ہے، اس کا کام ہی توڑ جوڑ ہے، توڑ پھوڑ ہے، تخریب کاری ہے، اس کیڑے کو دنیا ملے یا دین اپنے مفاد کے لئے یہ کسی کو بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے، دنیا ہو یا دین یہ صرف اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتا ہے کیونکہ اسکی سرشت میں آگ

ہے یہ آتشی حرکات اور افعال سے لذت حاصل کرتا ہے۔

اللہ کا دین نور ہے کیڑے کا دین آگ ہے، نور اور نار ایک دوسرے کی ضد ہیں تو اب بتائیے یہ کیڑا دین کو کب سلامت چھوڑیگا یہ فرقہ درفرقہ ، گروہ درگروہ، جماعت در جماعت، بنانے کی کوشش کیوں نہیں کرے گا؟ جب کہ اسکی سرشت میں ہی تخریب کاری ہے، یہ توڑ جوڑ کیوں نہیں کرے گا جب کہ اس نے اپنے جسمِ عناصر کو ہی کئی جوڑوں سے ترتیب دے لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا رکھا ہے تو صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ایک شیطان لگا رکھا ہے؟ تو آپ ﷺ فرمایا ہاں مگر وہ مسلمان ہو چکا ہے اور میرے اچھے کاموں میں میری مدد کرتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ شیطان کا مادہ شطن ہے اور شطن کا معنیٰ ہے بل کھاتی ہوئی رسّی یا ایسا دھاگا جو دراز ہی ہوتا جاتا ہے اور اُس کا سِرا ملتا نہیں، اب ذرا اس کیڑے کے دماغ کو دیکھئے یہ بل کھاتی ہوئی رسّی کی مانند بھی ہے اور کمپیوٹر کی مدد سے کھولا جائے تو یہ ایک ایسا دھاگہ ہے اور اتنا دراز ہے کہ جس سے گلوب کے تین چکّر لپیٹ سکتے ہیں۔ اس لئے حضور غوثِ پاک نے فرمایا الملکوت والجبروت شیطانان یعنی ملکوت اور جبروت تک شیطان کی رسائی ہے، جاننا چاہیے ملکوت اور جبروت کا تعلق دماغ سے صلب تک ہے۔

اللہ رب العزت نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذریٰت ۵۱:۵۶) یعنی ہم نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، اس آیت میں جن کا ذکر پہلے آیا ہے جو آتشی مخلوق ہے اس کا دوسرا نام شیطان بھی

ہے جنّات میں اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ہوتے ہیں نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جن کی عبادت مسلمان ہونا ہے اور انسان کی عبادت سے مراد اللہ کی پہچان اور معرفت ہے، معلوم ہوا کہ جسد انسانی کا تعلق آگ سے ہے اس لئے جسم اور اس میں پوشیدہ کیڑے کی عقل کو مسلمان بنالینا اور دائیرۂ شریعت میں لانا ہی اس کی عبادت ہے، اور اس میں پوشیدہ اللہ کے نور کی معرفت اور اسرار کی حقیقت سے واقف ہونا اور مراتب پر فائز ہونا حضرتِ انسان پر فرض ہے۔ معلوم ہوا کہ جسد عناصر میں انسان کی ایک صورتِ رحمانی پوشیدہ ہے جس کی پہچان پہچاننے والے کامل پیر کے بغیر ممکن نہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ جسمِ عناصر میں موجود آتشی کیڑے اور اس کی عقل سے ہم اللہ کو کس طرح پہچان سکتے ہیں۔ اللہ نور ہے اور کیڑا نار ہے، اللہ نور ہے اور نور سے ہی اللہ کو پہچاننا ممکن ہے، نار سے کس طرح پہچان سکتے ہیں؟ ہم میں نور کیا ہے روح ہے، نار اندھی اور روح بابصارت و بابصیرت ہے، کیڑا اندھا ہے اور روح دیکھتی ہے دکھاتی ہے، کیونکہ یہ نور ہے اب جسمِ عناصر میں دیکھنے والا کون ہے کیڑا یا روح؟ روح دیکھتی ہے اور اس کی مدد سے یہ کیڑا اور اُس کی عقل دین و دنیا کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہے۔ روح اس کیڑے کی عقل کی مدد کیوں کررہی ہے؟ کیونکہ اللہ کو یہ بھول چکی ہے، کیوں بھولی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے روح انسانی کو اس کے پرُکھے یا جدّ کے صلب میں منتقل کر دیا جاتا ہے، تو یہ روح صلب در صلب دو ہزار سال کا سفر طئے کرتے کرتے اللہ کو، اللہ کی بارگاہ کو، وعدۂ الست وبلیٰ کو بھول بیٹھتی

ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے پاک پشتوں میں ہی منتقل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ روح انسانی پشت در پشت دو ہزار سال کا طویل سفر طئے کرتے کرتے عروج ونزول کی راہ بھول بیٹھتی ہے، اور نفس کو یعنی دماغ میں موجود ظاہری عقل کو اپنا ہم جنس سمجھ کر تعاوُن کرنے لگتی ہے اور نفس اپنے مفاد کے مطابق روح کی بصارت کا فائیدہ حاصل کرتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ظاہر دیکھے یا باطن دیکھے، دیکھنے والی مگر روح ہی ہوتی ہے، کیونکہ یہ نور ہے اور نفس نار ہے۔ اس ناری نفس کے کیڑے اور اس کی عقل کو دائیرۂ شریعت اور اسلام میں لانے کا نام ہی مسلمان ہونا ہے اور آتشی کیڑے کی عبادت بھی یہی ہے۔ ائے طالب اللہ روح کو اللہ کی معرفت سے روشناس کرانے کا نام ہی ایمان اور عشق ہے۔ ائے اللہ کے بندے اب زرا غور کر تیرا ظاہری عناصر کا جسم آتشی اور جن ہے، تیرا باطن نور اور انسان ہے، اس لئے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الذریٰت ۵۱:۵۶) ارشاد فرمایا گیا یعنی ہم نے آتشی جن یعنی عناصر کے جسم کو دائرۂ اسلام میں لانے کے لئے اور انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اب زرا ازروئے انصاف بتائیے کہ سارے کا سارا دین کیا جن نما آتشی کیڑے کے حوالے نہیں کیا گیا ہے؟ کیا یہ آتشی کیڑا اللہ کے نوری دین کے نام پر اللہ کے بندوں کو فرقوں میں نہیں بانٹ دے گا؟ کیا یہ دین کے نام پر اپنا مفاد حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا؟ کیا یہ ناری جن نوری خدا کو پہچان سکے گا؟ کیا یہ ناری جن نما کیڑا حقیقت میں اَن دیکھے خدا سے ڈرے گا؟ کیا یہ کیڑا اور کیڑے کا جسم دین کا مبلغ بن سکے گا؟ کیا یہ اللہ کی معرفت حاصل کروا سکے گا؟ کیا اللہ نے ناری کیڑے اور

اس کے جسم کے لئے جنت بنا رکھی ہے؟ کیا اللہ اس ناری کیڑے اور اس کے جسم و عقل کی عبادت قبول کریگا؟ حضور غوثِ پاکؒ فرماتے ہیں مَن لّم یعرفه ‘ کیف یعبده ‘ یعنی جو شخص اللہ کو پہچانتا ہی نہیں وہ اسکی عبادت کس طرح کر سکتا ہے؟ کیا اللہ نے آتشی کیڑے اور اسکے جسم و عقل کو اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہے یا انسان کو؟ بے شک انسان کو اپنی معرفت اور پہچان کے لئے پیدا کیا ہے، کیونکہ کیڑا اور کیڑے کا جسم و عقل ناری ہے اور انسان نوری ہے، معلوم ہوا کہ نور ہی نور کو پہچان سکتا ہے۔

اب زرا ازروئے انصاف بتائیے کہ یہ ناری کیڑے اور اس کی عقل کی عبادات روزے، نماز، حج، ذکواۃ مسجدوں اور مدرسوں کی تعمیر سے یہ ناری کیڑا ناری جسم اور ناری عقل کا مارا جنتی ہوجائے گا؟ جنت تو نوری ہے پھر یہ ناری کیڑا ناری جسم والا جنت کا مستحق کس طرح ہوسکتا ہے؟ یہ وہ ناری کیڑا ہے جو اپنی عقل سے نوری دینِ اسلام کے نام پر ۷۲ بہتر فرقے بنا کر اجارہ داری کر رہا ہے۔ جماعت بندی، فرقہ بندی، گروہ بندی تو اس ناری کیڑے اور جسم و عقل کا مذہب ہے۔ عبادات، خیرات، حسنات اور صدقات وغیرہ تو نوری انسان پر واجب ہیں کیونکہ نوری انسان کا مذہب اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النسآء ۴:۵۹) یعنی اللہ کی اطاعت کرو نوری محمد ﷺ کی اطاعت کرو اور آپ کے وفادار غلام اولیاء اللہ کی اطاعت کرو! کیا معنی؟ رسولِ پاک ﷺ اور اولیاء اللہ تمام کے تمام نوری اور کامل انسان ہوتے ہیں بس اسی راستے کو نوری صراطِ مستقیم کہتے ہیں، ان کاملین کی راہ صرف کامل انسانوں کے لئے ہی مخصوص ہے نہ کہ

ناری کیڑے اور کیڑے کے جسم و عقل کے لئے ہے۔ اسی صراطِ مستقیم پر چل کر حضرتِ انسان خودی اور خدا کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں۔

یہ ناری کیڑا اور اس کی ناری عقل انبیاء اور اولیاء کرام کی تحقیر اور توہین کرتی ہے، ان نوری کامل انسان نوری حضراتِ قدسیہ کو خود کے جیسا ثابت کرنے کی کوشش میں فرقے بناتی ہے، یہ ناری کیڑا اور اسکی عقل کاملین اور نوری انسانوں سے کینہ حسد و بغض رکھتی ہے، یہ ناری کیڑا ناری عقل و جسم کے ساتھ کامل نوری انسانوں کے خلاف مورچہ بندی کرتا ہے، یہ ناری کیڑا کامل نوری انسانوں سے ان کے علمی نکات چرا کر خود کو ان کے برابر ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، یہ ناری کیڑا ناری جسم و عقل کے ساتھ علمِ دین کے نام پر سودہ بازی کرتا ہے علمِ دین کی خرید و فروخت کرتا ہے، بظاہر عالم بھی بن جاتا ہے، قرآن اور علمِ قرآن کو تعویذ بازی کا ذریعہ بنا لیتا ہے، اس کاروبار کو ترقی دینے کے لئے کسی سے رنگ برنگی خلافت لے کر خود کو اللہ کا خلیفہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ کے نوری کامل انسانوں کے خلاف جاسوسی کرتا ہے، مذہب و ملت کے نام پر نفرتوں کا کاروبار کرتا ہے، یہ ناری کیڑا مذہبوں کے نام پر بے گناہوں کے خون سے نفرتوں کی ہولی کھیلتا ہے، یہ ناری کیڑا ناری جسم و عقل کے ساتھ کبھی کبھی اللہ کے کامل بندوں کی شاگردی قبول کر کے استاد کے خلاف ہی نفرتوں کی سازشیں کرتا رہتا ہے، یہ ناری کیڑا بالکل شیطان کی مانند ہوتا ہے، جس طرح شیطان اللہ سے ہی علم حاصل کیا اور اللہ کے خلاف بغاوت کیا، اسی طرح یہ ناری کیڑا اللہ کے نیک بندوں سے علم حاصل کر کے اُنہی کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہے۔ اللہ کے نیک بندوں

پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، اللہ کے شریف بندوں کو اپنے مفاد کے مطابق نہ پا کر اپنے ہم جنسوں کی جماعت کے ساتھ ایک مرکز تعمیر کر لیتا ہے تا کہ وہاں سے اللہ کے نیک بندوں کے خلاف سازشیں کی جائیں۔ آجکل ایسے ناری کیڑوں کی جماعتوں کے کئی مراکز قائم ہو چکے ہیں جہاں سے انبیاء کرام اور اولیاء کرام کے خلاف سازشوں کے منصوبے بنتے رہتے ہیں۔ ان ناری کیڑوں کے اڈّوں میں ناری جسم اور عقل کے ساتھ عالم کے نام سے خود کو مشہور بھی کر لیتے ہیں، دراصل یہ شیاطین عالم نہیں ہوتے۔ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا: **شیاطین الجن والانــــس** یعنی اللہ نے جنّات میں بھی شیاطین پیدا کئے ہیں اور انسانوں کے بھیس میں بھی شیاطین پیدا کئے ہیں۔ نیز ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابلیس تو جا اور نسلِ انسانی میں شریک ہو جا! معلوم ہوا کہ یہ شیاطین نسلِ انسانی میں بھی برابر شریک رہتے ہیں، کاش یہ شیاطین اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ڈرتے اور صدق دل سے اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاتے، یہ ناری جسم و عقل کے شیاطین سے اللہ محفوظ رکھے، انہی ناری کیڑوں کی وجہ سے دینِ اسلام بدنام ہوا جا رہا ہے، دینِ اسلام پر دہشتگردی کا لیبل لگایا جا رہا ہے، دنیا اسلام سے نفرت کرنے لگی ہے، لوگ خوف زدہ ہو رہے ہیں، جبکہ اسلام سلامتی کا نور ہے، اسلام انسان کی سلامتی کا ضامن ہے، اسلام انسانیت کی بقاء کا داعی ہے، اسلام بدنام کیوں ہو رہا ہے؟ صرف اور صرف ان ناری کیڑے، ناری عقل و جسم کے ناری علم والوں کی وجہ سے یہ نوبت آن پہنچی ہے۔ دنیا میں کون ایسا شخص ہے یا کون ایسی قوم کا فرد ہے جو خواجۂ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام پر انگشت نمائی کر سکے اگر کوئی کرتا ہے یا

آپ کی تحقیر کرتا ہے تو یہ وہی ناری کیڑا ناری جسم و عقل والا کرتا ہے، یہ ناری کیڑا امام حُسین ؓ کو باغی اور یزید پلید کو حق پرست امیر المؤمنین ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں ہم اس بحث کے بعد اہل عقل و شعور مومنوں سے گذارش کرتے ہیں کہ نار اور نور کی فطرت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور از روئے انصاف بتائیں کہ کیا ہم دین کی فطرت کے مطابق دینداروں کی رہنمائی کر رہے ہیں، کیا ہم انسان اور انسانیت کے ترجمان بن کر عوام الناس کی رہبری کر رہے ہیں؟ اب خود ہی فیصلہ فرمالیجئے۔

سوال ۹۶ : ذوالجلال کا کیا معنیٰ کیا ہے؟

جواب : ظاہری و باطنی جلال رکھنے والا اب یہ نہ پوچھو کہ جلال کیا ہے؟ اس کے جلال کی تشریح کے لئے یا تشبیہ کے لئے نہ مثال ہے نہ حروف نہ الفاظ نہ آواز ہے۔ جلالِ حقیقی کو سمجھنے کے لئے مجاز کو پہلے سمجھئے جیسے پانی اور ہوا یہ دونوں گو زندگی کے ضامن ہیں مگر اس میں ہلاکت بھی پوشیدہ ہے اس میں رحمت بھی پوشیدہ ہے اور زحمت بھی پوشیدہ ہے اس کی ذات بھی جلال رکھتی ہے اس کا نامِ پاک بھی جلال رکھتا ہے ذات باطن ہے اور نام ظاہر ہے ذات کا مظہر نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے اور نام کے مظاہر صحابۂ کرام اور خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور غوث پاک ؓ ہیں اور آپ کی عطاء سے تمام اولیاء اللہ ہیں اس لئے ان حضرات کو کاملین کہا جاتا ہے کہ وہ "تخلقوا باخلاق اللہ" کے تحت اللہ کے نام کی مظہریت اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔

سوال ۹۷ : آج کل لوگ دینی اداروں اور دینی درسگاہوں کے مزاج پر اُنگلیاں کیوں اُٹھا رہے ہیں؟

جواب : دِینی اداروں اور دینی درسگاہوں کے عمارتوں کی جبینوں پر یہ حدیث پاک لکھ دینا چاہیئے ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (دُنیا کمانے کے لئے جس نے علمِ دین کو بیچا وہ جہنمی ہے) بس سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال ۹۸ : بدعت، کفر، شرک اور ارتداد کسے کہتے ہیں؟

جواب : مذہب صوفیا و صافیا میں ماسوا اللہ کسی بھی چیز کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بدعت ہے اس کا چاہنا کفر ہے اس کو ضرورت بنا لینا شرک ہے اور اس کی محبت میں خدا سے غافل ہو جانا ارتداد ہے اب اس پر قیاس کر لو کہ صراطِ مستقیم کسے کہتے ہیں۔

سوال ۹۹ : حصور غوثِ اعظم ؓ کی حقیقی شانِ ولایت بیان کیجئے؟

جواب : جواب: حصور غوثِ اعظم ؓ کی شانِ ولایت کے تعلق سے کتاب بابا جی لاوری نقشبندی مجددی کی تصنیف لطیف "اسرا کبیری" سے ماخوذ من و عن تحریر ملاحظہ فرمائیے انشاء اللہ قارئین کو آپ کے مقامات کا کچھ اندازہ ہو جائے گا۔

اب اس جگہ مدحِ محبوب صمدانی غوثیہ اپنی طاقت کے موجب تحریر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اور تمام مدح تحریر و تقریر بیان کرنے کی کسی کو طاقت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ غوث صمدانی محبوب یزدانی عین نور محمدی ﷺ تھے۔ اور دل بند جگر فاطمہ ؓ نسل علیؓ فرزند حسنین ؓ تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے، فرمایا نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے کہ جس طرح سے مجھ پر سلسلہ شریفہ نبوّت ختم ہو چکا ہے، پس فرمایا کہ در شب معراج کہ اس طرح سے سلسلہ ولایت کا ختم ہمارے فرزند دلبند ابو محمد عبدالقادر پر ہو چکا ہے۔ اور اکثر ماہران علوم مشائخانِ طریقہ عالیہ نے لکھا ہے کہ جس طرح سے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوّت کا نشان ظاہر تھا، اسی طرح سے برگردن مبارک آنحضرت سیّد عبدالقادر جیلانی ابو محمد کے آنحضرت سرور کائنات کے قدم مبارک کا نشان ظاہر تھا، تو وہ درحقیقت ختم ولایت کا نشان تھا، اسی واسطے جمیع اولیاء کی گردنوں پر سیّد عبدالقادر جیلانی کا قدم مبارک رکھا گیا ہے۔

نیز روایت ہے کہ فرمایا غوث الارض والسّماء محبوب سبحانی محی الدین عبدالقادر نے کہ

لَمَّا شَرَّفَ اللّٰهُ تَعَالیٰ رُوحِيَ فِي اللَّيْلَةِ الْمِعْرَاجِ بِرُؤْيَةِ جَدِّيْ حضرت محمد مُصطفیٰ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی مَا اَلْهَمَهُ اللّٰهُ تَعَالیٰ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ! عَلِمْتَ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ یَارَبِّ اَنْتَ اَعْلَمُ مِنِّیْ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالیٰ هٰذَا وَلَدُکَ مِنْ نَسْلِ الْحَسَنِ وَاِسْمُهٗ عَبْدُالْقَادِرِ جُعِلَ مَحْبُوْبِیْ بَعْدَکَ وَسَیَکُوْنُ شَانُهٗ بَیْنَ الْاَوْلِیَآءِ کَشَانِکَ بَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ فَقَالَ یَاوَلَدِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ قَدْطَابَ قَلْبِیْ بِرُؤْیَتِکَ وَطَابَ خَاطِرُکَ بِرُؤْیَتِیْ وَاَنْتَ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَتَأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ فِیْ مَقَامِ وَلَایَتِیْ وَوَضَعْتُ قَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَتِکَ وَ قَدَمَاکَ عَلٰی رِقَابِ جَمِیْعِ اَوْلِیَاءِ اُمَّتِیْ۔

خواجہ کمال الدین ابن شیخ المشائخ خواجہ عبداللطیف بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنی کتاب لطائف لطیفہ میں کہ بشب معراج حضرت غوث الاعظم کی روح مبارک بغلبۂ شوق مشاہدہ جمالِ باکمال رسول خدا پاک کے اپنے مقام سے کہ منتہائے مقام اولیاء اللہ تھا، انتقال فرما کر متحد بجسد لطیف ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے، اور قدم مبارک حضرت کے دوش پر اُٹھا کر عرشِ معلّٰی پر پہنچا دیا۔ اس وقت ہاتف غیب سے ندا ہوئی کہ یا محمدؐ ﷺ! آپ کے قدم کے نیچے یہ روح کس کی ہے۔ جواب دیا کہ اس کا نام نامی علّام الغیوب جانتا ہے، مگر اتنا معلوم ہے کہ میرا دل اس کی مقبول صورت اور محبوب چہرے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اس شخص کہ سینۂ بے کینہ سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص آپ کا فرزند دلبند اور حسنؓ کی نسل سے ہے، اور نام اس کا عبدالقادر رکھا گیا ہے، اور مدارج محبوبیت سے سرفراز ہے، یہ بشارت سن کر حضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا اور حضرت غوثیّت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

یَاوَلَدِیْ قَدْطَابَ خَاطِرِیْ بِرُؤْیَتِکَ وَطَابَ خَاطِرُکَ بِرُؤْیَتِیْ وَاَنْتَ مَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَ مَحْبُوْبِیْ وَخَلِیْفَتِیْ وَقَدَمِیْ هٰذَا عَلٰی رَقَبَتِکَ وَقَدَمَاکَ عَلٰی رِقَابِ جَمِیْعِ اَوْلِیَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

(حدیث) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ مجھ کو خوب تحقیق ہے کہ جب خالق ارواح نے علم ازل میں روحوں کو چار صف قائم کر کے اوّل صف میں انبیاء علیہم السّلام اور دوم صف میں تابعین اور تبع تابعین اور سوم صف اولیاء اور چہارم صف میں عوام النّاس کی روحوں کو کھڑا کیا تھا اور فَاسْجُدُوْا کا حکم دیا تو

روح غوث پاک قطب عالم نے صفِ اولیاء سے بڑھ کر میرے کفِ پا پر سجدہ کیا تھا کہ جبرئیل امین نے اس کو پروں سے اُٹھا کر اس کی جگہ صفِ اولیاء میں پہنچا دیا۔ وہاں پر اس نے یعنی روح غوث پاک قطب عالم نے میرے کفِ پا کے تصوّر پر سجدہ کیا اور اسی طرح تینوں مرتبہ یہی معاملہ ہُوا۔ اور یہ راز سوائے عارف کے اور کسی کے سمجھ میں نہیں آئے گا۔ (حقیقتِ گلزارِ صابری)

سوال ۱۰۰: کیا آج بھی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بیعت کی جا سکتی ہے؟

جواب : بیشک کی جا سکتی ہے، کتاب اخبار الاخیار اُٹھایئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک بیعت کی جا سکتی ہے۔ خود حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس شخص نے میری طرف خود کو منسوب کیا وہ میرا ہی مرید ہے مگر اس بیعت کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ وہ جس کو حضور غوثِ پاک سے بیعت کرنا ہے اُسے چاہئے کہ بروز پیر ایک نفل روزہ رکھے اور نمازوں کا اہتمام کرے بعد عصر اپنے مصلّے پر ایک چھوٹے سے پیالے میں مصری گھلا ہوا دودھ رکھ لے پھر تین مرتبہ استغفار پڑھے، اول کلمہ، دوم کلمہ، کلمۂ تمجید پڑھے پھر چند بار درود شریف پڑھے اس کے بعد گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ پڑھے پھر آخر میں تین مرتبہ درود شریف پڑھ کر آنکھیں بند کر کے اپنے دونوں ہاتھ کھول کر ہوا میں اس طرح آگے کریں جیسے تم کسی سے مصافحہ کر رہے ہو پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کی آنکھ سے دیکھیں کہ میرے غوث رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھ نمودار ہوں گے یا خود میرے غوث رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوں گے اور اپنے مرید کے دونوں ہاتھ تھام کر بیعت سے سرفراز فرما رہے ہوں گے۔ تین منٹوں کے بعد

ہاتھوں کو اپنے چہرے پر اور پورے وجود پر پھیر لیں اور سامنے رکھے ہوئے دودھ پر تین مرتبہ درود شریف، تینوں کلمہ اور ''وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾'' (الدھر ۷۶:۲۱) تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور کلمۂ طیب پڑھتے ہوئے تین گھونٹ میں دودھ پی جائیں۔ انشاء اللہ! آپ صد فیصد حضور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو جائیں گے۔ پھر نمازِ مغرب سے پہلے روزہ افطار کر لیں اور نماز پڑھ لیں بعد نماز روزے کا ثواب حضور غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح کی نذر کریں یعنی فاتحہ پڑھیں۔ علمِ معرفت کے حصول کے لئے اس احقر قادری فقیر کی کتابیں پڑھیں اور مراقبۂ عشق کریں۔ طریقۂ مراقبہ یہ ہے: کسی مسجد کے کونے میں بعد نمازِ عشاء قعدہ میں بیٹھیں یا اپنے ہی گھر کے خاموش کمرے میں بیٹھ کر تین بار درود شریف اور استغفار پڑھیں، تین مرتبہ کلمۂ طیب پڑھیں، ایک الحمد تین قل ایک آیۃ الکرسی ۱۱ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی پڑھیں پھر تین مرتبہ اور درود شریف پڑھ کر مضبوطی سے آنکھیں بند کر لیں پھر اپنی دیکھنے والی آنکھ کے اندر مکمل تصور رکھیں ایک دریائے عشق نظر آئے گا اور اس میں سے ہزاروں موتی چمکتے نظر آئیں گے ان موتیوں میں سے ایک جلالی جسم پاک کیساتھ میرے غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہوں گے اور انشاء اللہ آگے کے منازل کی طرف رہبری فرمائیں گے۔ یہ مراقبہ بیس منٹ سے شروع کر کے ایک گھنٹہ تک روزانہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ فقیر کی کتابوں میں دیگر مراقبات کے طریقے بیان کئے گئے ہیں جو چاہے کریں اور عمل کریں انشاء اللہ میرے غوث رضی اللہ عنہ ضرور رہبری فرمائیں گے۔

تمّت بالخیر

ایک عاجز تمنا

اے اللہ عز وجل، اے ذاتِ الآن کما کان، تیری بارگاہ میں کیا پیش کروں؟ میرا ہے کیا جسے پیش کروں! بس ایک عاجز تمنا قلب کے نہاں خانے میں دم توڑ رہی ہے، پس اسی کو تیرے حبیب پاک، لؤ لؤ مکنون، احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے صدقے میں، تیرے محبوب، محبوب سبحانی، مقبول ہر دو جہانی، شہبازِ لامکانی، میراں محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے طفیل، اور ثانی غوث جیلانی، مصطفےٰ ثانی، مجتبےٰ آخر زمانی، حضرتِ سلطان باہو رضی اللہ عنہ کے وسیلے میں میری اس تمنا کو پوری فرما کہ کتاب ھٰذا **''سرّکن فکاں''** کو شرفِ قبولیت عطاء فرما اور اس کتاب کو سالکینِ سلوک الی اللہ کے لئے مشعل راہ کا درجہ عطاء فرما۔

اے اللہ، اے ذاتِ حق، میں وہی ہوں جو تیرے محبوب محبوبِ سبحانی، میراں محی الدین جیلانی رضی اللہ عنہ کے غلامی کی زنجیروں کو روزِ ازل ہی میں اپنی روح کا زیور بنالیا تھا، اور آپ کی فرمانبرداری کے لئے عالمِ وجود میں آیا ہے۔ اے اللہ! اس عاجز پر خاص عنایت فرما کہ میں وہی ہوں جس میں تیرے برگزیدہ محبوب، ثانیٔ محبوبِ سبحانی، حضرتِ سلطان باہو کی دعائے بے خطاء کی تاثیر نے شانِ فقر کے جلوے دکھائے اور آپ کے فیوض و برکات نے مجھے فقیر بنادیا۔ اے اللہ، میرے اور تمام بندوں کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرما، تیرے حبیبِ پاک ﷺ کی شفاعت تماموں کو نصیب فرما! آمین بجاہِ سید المرسلین۔

فقط

الفقیر عارف القادری ابن منور القادری

آدرش نگر، مالا پور، دھارواڑ، کرناٹک

مصنف کے رابطہ کے لئے: 09448467215 (سید ارشد میاں)

مزید معلومات کے لئے ہماری ویب سائٹ پر لاگ ان کریں۔

www.noor-e-sufiislam.com